كشف الباري
عما في صحيح البخاري
النفقات، الاطعمة، العقيقة، الذبائح والصيد
الاضاحي، الاشربة، المرضى، الطب
شيخ الحديث مولانا سليم الله خان مدظلہم
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی
مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی

کتاب النفقات، الاطعمہ، العقیقہ، الذبائح والصید،

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19437

ترتیب وتحقیق

ابن الحسن عباسی

1432ھ / 2011ء

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com
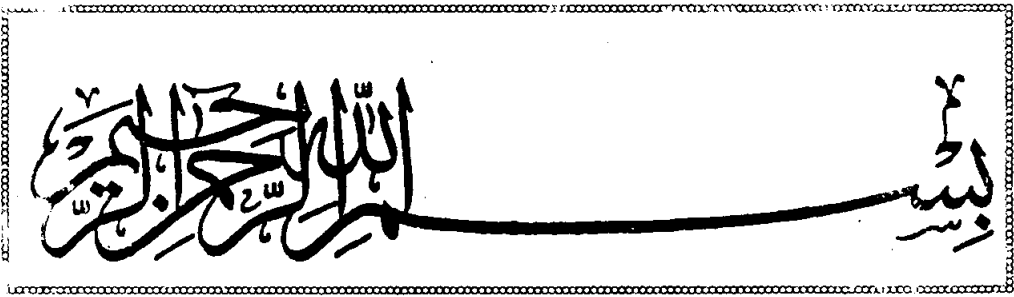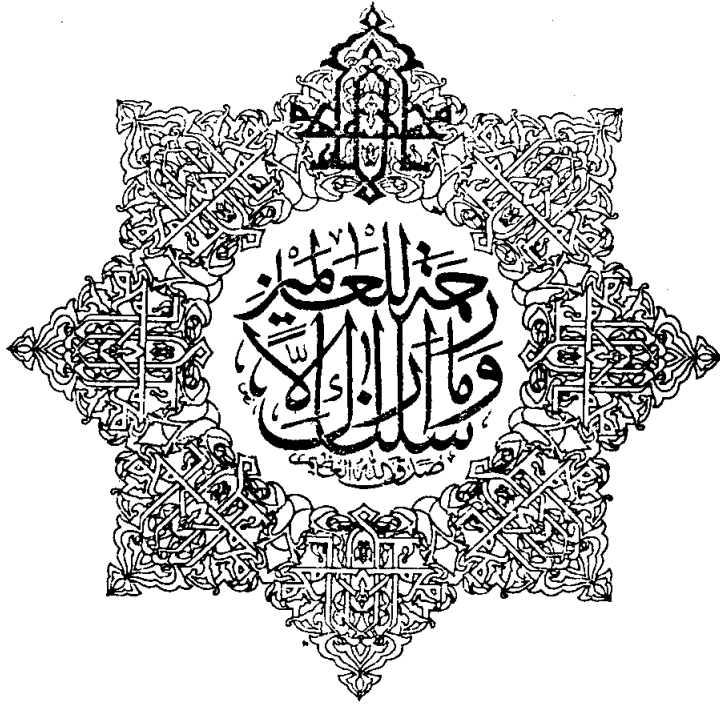
وما ارسلناك الا رحمة للعالمين
صدق الله العظيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین، والصلاہ والسلام علی نبیہ وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

عرض مرتب

صحیح بخاری جلد ثانی سے کشف الباری کی جلد چہارم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کی ہر جلد کی طرف بڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ زندگی کا ایک نازک، مشکل اور حساس مرحلہ سامنے ہے اور جب اللہ جل شانہ محض اپنے فضل وکرم سے اس کی تکمیل کرادیتے ہیں تو دل شکر ومسرت کے جذبات سے مخمور اور زبان حمد وثناء کے زمزموں سے معمور ہو جاتی ہے۔

احادیث نبویہ علی صاحبہا السلام کا مقدس کام مخصوص آداب وشرائط کے ساتھ پاکیزگی طبع کے جس آبگینہ کا تقاضا کرتا ہے، کسی کوتاہی اور دانستہ یا نادانستہ غلطی کی آنچ آنے سے اس کو بچانا بڑا مشکل ہے کہ ؎

بلبلوں کا صبا! یہ مشہد مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں ہے

یہ جلد چہارم آٹھ کتابوں پر مشتمل ہے، کتاب النفقات، کتاب الأطعمة، کتاب العقيقة، کتاب الذبائح والصيد، کتاب الأضاحي، کتاب الأشربة، کتاب المرضی اور کتاب الطب۔

کتاب النفقات ۱۶ ابواب، کتاب الاطعمة ۵۹، کتاب العقیقة ۴، کتاب الذبائح والصيد ۳۸، کتاب الأضاحی ۱۶، کتاب الأشربة ۳۱ اور کتاب المرضی ۲۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ حجم بڑھ جانے کی وجہ سے کتاب الطب کے ۵۸ ابواب میں سے ۲۵ ابواب اس جلد میں شامل کیے

گئے ہیں، بقیہ ابواب ان شاءاللہ اگلی جلد میں آئیں گے، اس طرح اس جلد میں ۲۱۱ ابواب کی تشریح آگئی ہے۔

☆☆☆

تحقیق وترتیب اور تخریج وتعلیق میں اسلوب وہی رکھا گیا جو سابقہ جلدوں میں تھا یعنی اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی حدیث پہلی بار ذکر فرمائی ہے تو اس حدیث کی تخریج صحاح ستہ سے کردی جاتی ہے اور صحیح بخاری میں بھی اگر آگے مختلف مقامات پر آئی ہو تو ان مواضع کی نشان دہی کردی جاتی ہے، اسی طرح رجال بخاری میں جس راوی کا پہلی بار ذکر آیا ہے، اس کے حالات لکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

ترجمۃ الباب، امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے اور رجحان، ائمہ اربعہ کے مسلک اور بحث طلب مسائل میں ان کے دلائل کی وضاحت مراجع ومصادر کی تفصیل کے ساتھ کی گئی ہے۔

سابقہ جلدوں کے مقابلے میں اس جلد میں حوالہ جات کا اہتمام بھی زیادہ کیا گیا ہے، اس کا کچھ اندازہ کتاب کے آخر میں مراجع ومصادر کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔

آخر میں قارئین سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی صحت اور درازیٔ عمر کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ اس ناکارہ کو اللہ جل شانہ بقیہ حصے کا کام حضرت شیخ کی نگرانی میں جلد از جلد مکمل کرانے کی توفیق عطا فرمائے اور ترتیب وتحقیق کے مراحل آسان فرمادے، آمین۔

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

ابن الحسن عباسی

۱۲ شوال ۱۴۲۲ھ

فهرست کشف الباری

کتاب النفقات، کتاب الأطعمة، کتاب العقیقة،

کتاب الذبائح والصید، کتاب الأضاحی،

کتاب الأشربة، کتاب المرضی، کتاب الطب

کتاب ایک نظر میں

فہرست کشف الباری

كتاب النفقات، كتاب الأطعمة، كتاب العقيقة، كتاب الذبائح والصيد، كتاب الأضاحي، كتاب الأشربة، كتاب المرضى، كتاب الطب

besturdubooks.wordpress.com

کتاب الأشربة

کتاب المرضی

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

☆☆☆☆☆

ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے (ر) لگادیتے ہیں۔ یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے

٧٢ - كتاب النفقات

كتاب النفقات (الأحاديث: ٥٠٣٦-٥٠٥٧)

کتاب النفقات پچیس مرفوع احادیث پر مشتمل ہے، ان میں تین احادیث معلق ہیں، کتاب النفقات کی اکثر احادیث صحیح بخاری میں پہلے گذر چکی ہیں، صرف تین احادیث اس میں امام بخاریؒ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے، کتاب النفقات میں صحابہ اور تابعین کے تین آثار امام نے ذکر فرمائے ہیں، مذکورہ احادیث اور آثار کے لیے امام بخاری نے کتاب النفقات میں ۱۶ ابواب قائم کیے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۲- کتاب النفقات

نفقہ کے اصطلاحی اور شرعی معنی

نفقہ لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جسے آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے(۱) یہ یا تو ''نفوق'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہلاکت کے آتے ہیں، کہتے ہیں نفقت الدابة ـ نفوقا: جانور ہلاک ہوگیا، بطور نفقہ خرچ کرنے والی چیز بھی چونکہ ختم ہو جاتی ہے، اس لیے اسے ''نفقہ'' کہتے ہیں اور یا یہ ''نفاق'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رائج ہونے کے ہیں، کہتے ہیں، نفقت السلعة۔ نفاقاً: سامان چلنے لگا، رائج ہوگیا، بک گیا(۲)۔

ہدایہ کی مشہور شرح ''عناية'' میں ہے کہ ''نفقة'' اسم ہے اور انفاق (خرچ کرنے) کے معنی میں ہے، نفقہ سے مراد کسی چیز کے لیے ایسے اسباب مہیا کرنا ہے جن کے ذریعہ وہ چیز قائم رہ سکے(۳) اور خرچ کر کے ہی یہ اسباب مہیا کیے جا سکتے ہیں۔

وفی الاصطلاح عبارة عما وجب لزوجة أو قریب أومملوك من الطعام واللباس والسکنی (۴)۔

شریعت کی اصطلاح میں نفقہ کا اطلاق بیوی اور اہل وعیال کے لیے انسان کے ذمہ لازم طعام، لباس اور رہائش پر ہوتا ہے جب کہ عرفاً اس کا اطلاق صرف طعام پر ہوتا ہے(۵)۔

---

(۱) الدرالمختار: ج: ۲، ص:۶۹۹

(۲) ردالمختار: ج:۲، ص: ۶۹۹، وفتح القدیر: ۴/ ۱۹۳، وإرشاد الساری : ۱۲/ ۱۲۱

(۳) العناية علی هامش فتح القدیر: ۴/ ۱۹۲

(۴) تنویرالأبصار: ۲/ ۶۹۹۔ إرشاد الساری: ۱۲/ ۱۲۱

(۵) الدرالمختار: ۲/ ۶۹۹

اسباب نفقہ

نفقہ کے اسباب تین ہیں، اول: زوجیت، دوم: قرابت، سوم: ملک (٦) اسی طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی منفعت کی وجہ سے محبوس ہے تو اس کا نفقہ بھی حابس پر ہوگا (٧)

١ - باب: فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ.

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: «وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ» /البقرة: ٢١٩/.

وَقَالَ الحَسَنُ: الْعَفْوُ: الْفَضْلُ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق ترجمۃ الباب میں آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے ﴿ویسالونك ماذا ينفقون قل العفو﴾ یعنی لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجیے "عفو"......اس آیت کریمہ میں عفو کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں:

❶ آیت کریمہ میں عفو سے صدقہ مفروضہ مراد ہے، صدقہ مفروضہ مراد لینے کی صورت میں پھر مفسرین کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوۃ ہے، یہاں اجمالاً ذکر ہے اور احادیث میں پھر اس کی تفصیلات ذکر کردی گئی ہیں، اس قول کے مطابق یہ آیت منسوخ نہیں ہے (٨)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو زکوۃ کے وجوب کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں پر واجب تھا، امام کلبی کی ایک روایت میں ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد سونا چاندی اور مال مویشی رکھنے والے لوگ اپنے پاس سال بھر کا خرچ اندازے سے رکھ لیتے تھے اور باقی مال صدقہ کردیتے تھے، یہاں تک کہ زکوۃ کی آیت نازل ہوئی تو اس سے مذکورہ آیت منسوخ ہوگئی (٩)۔

---

(٦) فتح القدیر: ٤/١٩٣، تنویر الأبصار: ٦٩٩/٢

(٧) فتح القدیر: ٤/١٩٣

(٨) تفسیر کبیر للإمام الرازی: ٦/٥٢

(٩) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ٣/٦١-٦٢

تیسرا قول یہ ہے کہ زکوۃ کے علاوہ بھی آدمی کے مال میں کچھ حق واجب ہوتا ہے، وہ مراد ہے، جمہور علماء کے نزدیک اگرچہ زکوۃ کے بعد آدمی کے مال میں مزید کوئی حق واجب نہیں، لیکن بعض حضرات کے نزدیک زکوۃ کے علاوہ بھی مال میں حق واجب ہے جس کی مقدار متعین نہیں، بلکہ آدمی کی اپنی رائے پر منحصر ہے، چنانچہ علامہ بنوری رحمہ اللہ "معارف السنن" میں لکھتے ہیں:

"وبعض السلف يرى أن في المال حقا سوى الزكاة، ولكنه غيرمنضبط، مفوض الى رأى المبتلى به، وهو المختار"(۱۰)۔

یہ حضرات سنن ترمذی میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ "إن في المال حقا سوى الزكاة"۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مضطرب المتن ہے، چنانچہ ابن ماجہ نے یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے "ليس في المال حق سوى الزكاة" امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی تضعیف کی ہے (۱۰☆)۔

❷ آیت کریمہ میں "عفو" کے دوسرے معنی صدقہ نافلہ کے کیے گئے ہیں، یعنی آیت میں عفو سے نفلی صدقہ مراد ہے، اس صورت میں عفو کی مختلف تعبیرات کی گئی ہیں:

بعضوں نے کہا عفو سے وہ مال مراد ہے جو بنیادی ضروریات اور اخراجات سے بچ جائے (۱۱)۔

بعض نے فرمایا اس سے وہ مال مراد ہے جس کے خرچ کرنے سے آدمی نہ تنگدست ہو اور نہ اسے پریشان ہو کر در در کی ٹھوکریں کھانی پڑیں (۱۲)۔

لیکن مقصد ان سب تعبیرات کا ایک ہی ہے یعنی مافضل من العیال: وہ مال جو آدمی کے اپنے

---

(۱۰) معارف السنن، کتاب الزکاۃ: ۵/۱۶۴

(۱۰☆) دیکھیے سنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء أن فی المال حقاسوی الزکاۃ، رقم الحدیث ۶۶۰، و سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب ماأدی زکاتہ لیس بکنز، رقم الحدیث: ۱۷۸۹۔ چنانچہ محدثین مضطرب المتن کی مثال میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں، دیکھیے، لقط الدرربشرح متن نخبۃ الفکر: ۹۴، وتیسیر مصطلح الحدیث: ۱۱۲۔

(۱۱) تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۱/۲۵۶

(۱۲) روح المعانی: ۲/۱۱۵

اور گھر بار کے اخراجات سے زائد ہو، اس طرح کے مال کا نفلی صدقہ کیا جاسکتا ہے، آیت کریمہ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

چنانچہ ابن ابی حاتم نے اس آیت کی شان نزول میں ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے بال بچے اور غلام ہیں، ہم کیا خرچ کریں؟...... اس سوال پر یہ آیت نازل ہوئی (۱۳) جس کا حاصل یہ ہے کہ بال بچوں اور اہل وعیال سے جو بچ جائے وہ بطور نفلی صدقہ خرچ کیا جائے، شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "فروی عن اکثر السلف ان المراد بذلك صدقة التطوع......" (۱۴)

صدقہ سے مراد ثواب ہے یعنی اس نفقے کا اسے ثواب ملے گا، مجازاً ثواب پر صدقہ کا اطلاق کیا گیا ہے، حقیقتاً صدقہ مراد نہیں کیونکہ زوجۂ ہاشمیہ کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہے، حالانکہ ہاشمیہ کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں، اس لیے صدقہ سے مجازاً ثواب مراد ہے (۱۵) نفقہ واجب ہے، اس پر صدقہ کا اطلاق کر کے اس طرف اشارہ کردیا کہ واجب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر ثواب نہیں ملے گا، چنانچہ مہلب فرماتے ہیں:

"النفقة على الأهل واجبة بالإجماع، وإنما سماها الشارع صدقة خشية أن يظنوا أن قيامهم بالواجب لا أجرلهم فيه، وقدعرفوا ما فى الصدقة من الأجر، فعرفهم أنهالهم صدقة ، حتى لايخرجوها إلى غيرالأهل إلا بغد أن يكفوهم المؤونة ترغيبا لهم فى تقديم الصدقة الواجبة قبل صدقة التطوع" (۱۶)۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/ ۶۲۲، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۲، وإرشادالساری: ۱۲/ ۱۲۲

(۱۴) شرح ابن بطال: ۷/ ۵۲۸

(۱۵) فتح الباری: ۹/ ۶۲۳، وإرشادالساری: ۱۲/ ۱۲۲

(۱۶) إرشاد الساری: ۱۲/ ۱۲۲، وفتح الباری: ۹/ ۶۲۳

٥٠٣٦ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ . فَقُلْتُ : عَنِ النَّبِيِّ ؟ فَقَالَ : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ ، وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا . كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً) .

[ر : ٥٥]

٥٠٣٧ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قَالَ : (قَالَ ٱللّٰهُ : أَنْفِقْ يَا ٱبْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ) .

[ر : ٤٤٠٧]

٥٠٣٨ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ ، أَوِ الْقَائِمِ ٱللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ) . [٥٦٦٠ ، ٥٦٦١]

سند میں ابوالغیث سے سالم مراد ہیں جو عبداللہ بن مطیع کے آزاد کردہ غلام تھے، یہ حدیث یہاں بخاری میں پہلی بار آئی ہے، آگے کتاب الادب میں بھی امام بخاری نے اسے ذکر کیا ہے (۱۷)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کے لیے محنت کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، یا رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

أَرْمَلَة :اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر مر گیا ہو، بیوہ (۱۸)۔

ساعی سے مراد وہ شخص ہے جو بیوہ اور مسکین کے نفع اور فائدہ کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہو، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومعنى الساعى الذى يذهب ويجئ فى تحصيل ماينفع الأرملة

---

(۱۷)(۵۰۳۸) الحديث أخرجه البخارى فى كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، رقم الحديث: ۵۰۳۸/ وأيضاً أخرجه البخارى فى كتاب الأدب، باب الساعى على الأرملة، رقم الحديث: ۵۶۶۰/وأيضاً باب الساعى على المسكين، رقم الحديث: ۵۶۶۱ وأخرجه مسلم فى كتاب الزهد والرقاق، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم، رقم الحديث: ۲۹۸۲۔ وأخرجه النسائى فى كتاب الزكوٰة: ۱/۲۷۷، وأخرجه الترمذى فى أبواب البر والصلة: ۲/۲۷، وأخرجه ابن ماجه فى التجارة: ۱/۱۵۵۔

(۱۸) مجمع بحار الأنوار: ۲/۳۸۱، والنهاية لابن الأثير: ۲/۲۶۲۔

والمسکین"(۱۹)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

اس حدیث میں بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والے کی فضیلت اگرچہ عام بیان کی گئی لیکن ظاہر ہے آدمی کے اقارب میں سے بھی کوئی ان دونوں صفتوں کے ساتھ متصف ہو سکتا ہے، کوئی بیوہ ہو سکتی ہے، مسکین ہو سکتا ہے توجب اس حدیث میں اجنبی اور غیر رشتہ دار کے لیے یہ فضیلت بیان کی گئی ہے تو قریب کے لیے مذکورہ فضیلت بطریق اولی ثابت ہو گی، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ومطابقة الحديث للترجمة من جهة إمكان اتصاف الأهل أي الأقارب بالصفتين المذ كورتين ، وإذا ثبت هذا الفضل لمن ينفق على من ليس له بقريب ممن اتصف بالوصفين، فالمنفق على المتصف بهما أولى"(۲۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "فضل النفقة على الأهل" کا ترجمۃ الباب قائم کرنے کے بعد اس آیت کو ذکر کر کے اسی دوسرے معنی کی طرف اشارہ کیا کہ اولاً اہل وعیال کا نفقہ آدمی کے ذمہ ضروری ہے، پھر اس سے اگر زائد بچتا ہو تو اسے نفل صدقہ کے طور خرچ کیا جا سکتا ہے۔

وقال الحسن: العفو الفضل

یہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی تعلیق ہے، فرماتے ہیں، آیت کریمہ میں "عفو" سے وہ مال مراد ہے جو ضروریات اور اہل وعیال کے نفقہ سے زائد ہو، عبد بن حمید نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے(۲۱)۔

حدثنا آدم، عن أبي مسعود الانصاري، فقلت: عن النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: عن النبي صلى الله عليه وسلم

(۱۹) فتح الباری: ۹/ ۶۲۴۔

(۲۰) إرشاد الساری: ۱۲/ ۱۲۳۔ نیز دیکھیے فتح الباری:۹/ ۶۲۴

(۲۱)فتح الباری: ۹/ ۶۲۲۔ تغلیق التعلیق: ۴/ ۴۸۰۔ وعمدۃ القاری:۲۱/ ۲۱،وإرشادالساری:۱۲/ ۱۲۱، ۱۲۲

اس میں "قلتُ" کا قائل شعبہ ہے، یعنی شعبہ نے عدی بن ثابت سے پوچھا کہ یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً منقول ہے؟ تو انہوں نے جواب میں اس کی تصدیق فرمائی، چنانچہ اسماعیلی کی روایت میں اس کی تصریح ہے (۲۲)۔

یہ روایت کتاب الایمان میں گذر چکی ہے، وہیں اس پر بحث بھی کی گئی ہے (۲۳)۔

حاصل یہ ہے کہ مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر ثواب اور اجر کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ اس کے لیے صدقہ ہے۔

۵۰۳۹ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عامِرِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ بِمَكَّةَ ، فَقُلْتُ : لِي مالٌ ، أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ ؟ قالَ : (لا) . قُلْتُ : فالشَّطْرُ ؟ قالَ : (لَا) . قُلْتُ : فالثُّلُثُ ؟ قالَ : (الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ ، أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ . وَمَهْمَا أَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ ، حَتَّى اللُّقْمَةُ تَرْفَعُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ . وَلَعَلَّ اللّهَ يَرْفَعُكَ ، يَنْتَفِعُ بِكَ نَاسٌ ، وَيُضَرُّ بِكَ آخَرُونَ) . [ر : ٥٦]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بیمار تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرتے تھے، میں نے عرض کیا "میرے پاس مال ہے، کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کردوں؟" آپ نے فرمایا "نہیں" میں نے پوچھا "نصف مال کی" آپ نے فرمایا "نہیں" میں نے کہا "ثلث کی" آپ نے فرمایا "ثلث کی کر سکتے ہو اگرچہ یہ بھی زیادہ ہے" پھر فرمایا "اپنے ورثہ کو مالدار چھوڑنا تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ تنگدست ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، تم ان پر جو کچھ بھی خرچ کروگے وہ تمہارے لیے صدقہ ہے حتی کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دیتے ہو۔"

عالة: فقراء،..... يتكففون الناس في أيديهم:يعني يمدون إلى الناس أكفهم للسؤال

(۲۲) إرشاد الساری: ۱۲/۱۲۲۔ وفتح الباری:۹/۶۲۲

(۲۳) کشف الباری: ۲/۷۴۴۔ باب ماجاء أن الأعمال بالنية والحسبة

یہ حدیث کتاب الوصایا میں گذر چکی ہے، وہیں اس پر تفصیلی بحث ہے۔

۲ - باب : وُجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب اول میں نفقہ کی فضیلت اور اس باب میں وجوب ذکر فرمایا، اہل وعیال کا نفقہ بالاجماع واجب ہے (۲۴)۔

نفقہ میں کس کی حالت کا اعتبار ہوگا

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نفقہ کے واجب ہونے کے بعد کس کی حالت کا اعتبار ہوگا، شوہر کی حالت کا یا بیوی کی حالت کا؟

❶ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اس میں شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا، شوہر اگر مالدار ہے تو نفقہ اغنیاء واجب ہوگا، اگر تنگدست ہے تو نفقہ فقراء واجب ہوگا (۲۵) صاحبِ ہدایہ نے حنفیہ میں سے امام کرخی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے (۲۶) اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "اعلاء السنن" میں اسی قول کو حنفیہ کی ظاہر الروایت کہا ہے (۲۷)۔

اس مسلک کی دلیل ایک تو یہ آیت کریمہ ہے ﴿لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه اللّٰه لایکلف اللّٰه نفسا الا ما آتاها﴾ (۲۸) آیت کریمہ میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا گیا ہے کہ وہ اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق خرچ کرے۔

دوسری دلیل حضرت معاویہ قشیری کی وہ حدیث ہے جو امام ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور ابن حبان نے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "اتیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقلت: ماتقول فی

---

(۲۴) شرح البخاری لابن بطال: ۷/۵۳۰۔ وفتح الباری: ۹/۶۲۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۳

(۲۵) المغنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ۸/۱۵۷۔

(۲۶) الهدایة، باب النفقة: ۲/۴۳۷۔

(۲۷) إعلاء السنن، ابواب النفقة، باب تعتبر حال الزوج فی النفقة: ۱۱/۲۸۹۔

(۲۸) سورة الطلاق/۷۔

نسائنا؟ قال: أطعموهن مماتأكلون ، واكسوهن مماتكتسون ، ولا تضربوهن ولاتقبحوهن"(۲۹)۔

اس حدیث میں مردوں کی حالت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

❷ دوسرا مسلک امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، ان کے نزدیک مسلک اول کے بالکل برعکس نفقہ میں عورت کی حالت کا اعتبار ہوگا، بیوی اگر مالدار ہے تو نفقۂ اغنیاء اور تنگدست ہے تو نفقۂ فقراء واجب ہوگا، ابن قدامہ نے "المغنی" میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول لکھا ہے(۳۰)۔

اس مسلک کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے ﴿وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾ اس میں "معروف" سے مراد کفایت ہے یعنی بیوی کی حالت کے اعتبار سے وہ نفقہ اس کے لیے کفایت کر جائے(۳۱)۔

دوسری دلیل حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا "خذي مايكفيك وولدك بالمعروف" اس میں شوہر کی حالت کا اعتبار کرنے کی بجائے حضرت ہندہ کے لیے کفایت کر جانے کو پیش نظر رکھا ہے(۳۲)۔

❸ حضرات حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا(۳۳)، درمختار میں ہے کہ یہی حضرات حنفیہ کا مفتی بہ قول ہے(۳۴)، یعنی اگر دونوں مالدار ہیں تو نفقہ اغنیاء، دونوں تنگدست ہیں تو نفقۂ فقراء اور اگر بیوی تنگدست ہے تو اس کا نفقۂ اغنیاء کے نفقہ سے کم اور فقراء کے نفقہ سے زیادہ ہوگا۔

اس مسلک کی دلیل یہ ہے کہ ﴿لينفق ذو سعة من سعته﴾ میں شوہر کی حالت کا اعتبار کیا گیا

---

(۲۹) إعلاء السنن: ۱۱/۲۸۹۔

(۳۰) المغنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ۸/۱۵۶۔

(۳۱) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۶۔

(۳۲) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۶۔

(۳۳) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۷۔

(۳۴) الدرالمختار: باب النفقة: ۲/۷۰۱

ہے جب کہ ﴿وعلى المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف﴾ میں عورت کی حالت کا اعتبار کیا گیا، تو میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کر کے دونوں آیتوں پر عمل ممکن ہو سکے گا، چنانچہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ولنا فيما ذكرناه جمعا بين الدليين، وعملا بكلا النصين، ورعاية لكلا الجانبين، فيكون أولى“(۳۵)۔

۵۰۴۰/ ۵۰۴۱: حدَّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حدَّثنا أَبي: حدَّثنا الْأَعْمَشُ: حدَّثنا أَبُو صَالِحٍ قالَ: حدَّثني أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ: قالَ النَّبِيُّ ﷺ: (أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ ما تَرَكَ غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ). تَقُولُ الْمَرْأَةُ: إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي، وَإِمَّا أَنْ تُطَلِّقَنِي. وَيَقُولُ الْعَبْدُ: أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي، وَيَقُولُ الِابْنُ: أَطْعِمْنِي، إِلَى مَنْ تَدَعُنِي. فَقَالُوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قالَ: لا، هٰذَا مِنْ كِيسِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

(۵۰۴۱): حدَّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ: حدَّثني اللَّيْثُ قالَ: حدَّثني عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خالِدِ بْنِ مُسافِرٍ، عَنِ ابْنِ شِهابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ: (خَيْرُ الصَّدَقَةِ ما كانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ). [ر: ۱۳۶۰]

أفضل الصدقة ماترك غنى

افضل صدقہ وہ ہے جو کچھ نہ کچھ مالداری کو چھوڑ دے یعنی اس کی وجہ سے آدمی بالکل مفلس بن کر نہ رہ جائے بلکہ کسی قدر مالداری قائم رہے، یہ صدقہ کی بہترین شکل ہے، آدمی سارے مال کا اس طرح صدقہ کرے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ بچے، یہ پہلی صورت کی بہ نسبت غیر افضل ہے، کیونکہ اس میں خدشہ ہوتا ہے کہ آدمی فقیر ہو کر کہیں مانگنے پر مجبور نہ ہو جائے، اس طرح اس صورت میں بعض واجب حقوق کی ادائیگی بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ آگے فرمایا: ”الیدالعلیا خیر من الیدالسفلی“ اس میں یدعلیا سے دینے والا ہاتھ اور یدسفلی سے لینے اور مانگنے والا ہاتھ مراد ہے، ظاہر ہے کہ دینا..... لینے اور مانگنے سے بہتر ہے۔

---

(۳۵) المغنی لابن قدامة: ۸/ ۱۵۸۔

وابدأ بمَن تعول

خرچ کرنے میں ابتداء اہل وعیال سے کرنی چاہیئے، اس جملہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان پر خرچ کرنا واجب ہے اور واجب کی ادائیگی، نفل پر مقدم ہوتی ہے، "من تعول" میں بیوی اور نابالغ اولاد تو بالاتفاق داخل ہیں، البتہ بالغ ہونے کے بعد اولاد کے نفقہ کے وجوب میں اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک اولاد کا نفقہ مطلقاً باپ کے ذمہ واجب ہے، چاہے بالغ ہو یا نابالغ، لیکن جمہور کے نزدیک لڑکے کے بالغ ہونے اور لڑکی کے شادی شدہ ہو جانے کے بعد باپ کے ذمہ ان کا نفقہ واجب نہیں رہتا(۳۶)۔

تقول المرأة: إما أن تطعمني وإما أن تطلقني

یہ جملہ اور اس سے آگے کے جملے حدیث مرفوع کا حصہ نہیں بلکہ یہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جس میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے "من تعول" کی تشریح فرمائی ہے، چنانچہ امام نسائی کی روایت میں اس کی تصریح ہے، اس میں ہے "فسئل أبو هريرة: من تعول يا أباهريرة"(۳۷) یعنی ان سے پوچھا گیا کہ "من تعول" کا مصداق کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بیوی کہتی ہے کہ مجھے کھلاؤ، ورنہ طلاق دو یعنی اہل وعیال میں ایک تو بیوی ہے۔

شوہر کے نادار ہونے کی صورت میں بیوی نکاح فسخ کر سکتی ہے؟

اس جملے سے جمہور علماء نے ایک مختلف فیہ مسئلہ میں اپنے مسلک کے لیے استدلال کیا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر تنگدست اور نادار ہو جائے اس طرح کہ وہ نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا یا نہیں۔

❶ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا، اگر بیوی شوہر کے معسر و تنگدست ہو جانے کے بعد اس سے جدائی اور فراق کی خواہاں ہو تو دونوں کے درمیان تفریق

---

(۳۶) فتح الباری: ۹/۶۲۶۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۶۲۶۔

کردی جائے گی۔

❷ حضرات حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہوگا بلکہ وہ صبر سے کام لے گی، اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے(۳۸)۔

ائمہ ثلاثہ ایک تو حدیث باب کے اس جملے سے استدلال کرتے ہیں۔

اور دوسرے دار قطنی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، اس میں ہے "إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال في الرجل لایجد ماینفق علی امرأته، قال: یفرق بینهما"(۳۹)۔

حضرات حنفیہ کی طرف سے پہلے استدلال کا جواب تو یہ دیا گیا کہ اولاً تو یہ جملہ مرفوع حدیث نہیں بلکہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا تشریحی قول ہے، ثانیاً اس میں صرف فراق کا مطالبہ ہے اور مطالبہ فراق، فسخ نکاح کو مستلزم نہیں(۴۰)۔

جہاں تک تعلق ہے امام دار قطنی کی روایت کا تو ابوحاتم نے اسے معلول قرار دیا ہے، لہٰذا وہ قابل استدلال نہیں(۴۱)۔

حضرات حنفیہ ان نصوص سے استدلال کرتے ہیں جن میں فقر کے باوجود نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر فقر و تنگدستی سبب فرقت ہوتی تو پھر حالت فقر میں نکاح کی ترغیب نہ دی جاتی، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے "کتاب الحجج" میں اپنی بلاغات میں یہ روایت نقل کی ہے: "بلغنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن رجلا أتاه یشکو إلیه الحاجة، فقال: اذهب فتزوج"(۴۲) اور امام محمدؒ کی "بلاغات" حضرات حنفیہ کے نزدیک حجت ہیں(۴۳)۔

(۳۸) مذاہب کے لیے دیکھیے، نیل الأوطار: ۶/۲۶۴، وإعلاء السنن: ۱۱/۲۹۰، أبواب النفقة، وعمدۃ القاری: ۲۱/۱۵

(۳۹) سنن الدارقطني: باب المهر، جزء ۳/۲۹۷، رقم الحدیث: ۱۹۴۔

(۴۰) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۱۔

(۴۱) نیل الأوطار: ۶/۲۶۳، والتلخیص الحبیر: ۲/۳۲۳۔

(۴۲) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۲۔۲۹۳۔

(۴۳) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۲۔۲۹۳۔

اسی طرح امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں: "التمسوا الرزق بالنکاح" (۴۴)۔

امام حاکم نے "مستدرک" میں روایت نقل کی ہے "تزوجوا النساء فإنهن يأتين بالمال" حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث علی شرط الشیخین ہے (۴۵) اور علامہ ذہبی نے "تلخیص" میں ان کی تائید فرمائی (۴۶)

مجمع الزوائد میں اس روایت کی صحت کے متعلق ہے "ورجاله رجال الصحيح خلا مسلم بن جنادة، وهو ثقة" (۴۷)

قرآن کریم میں ہے ﴿إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله﴾

ان تمام نصوص سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آدمی کا معسر اور تنگدست ہونا جدائی اور فسخ نکاح کا سبب نہیں بننا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

ويقول الابن: أطعمني، إلى من تدعني

بیٹا باپ سے کہتا ہے کہ مجھے کھلائیں، آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں، کس کے لیے چھوڑ رہے ہیں، اس جملے سے استدلال کرتے ہوئے بعض حضرات نے کہا کہ اولاد میں سے اگر کسی کے پاس مال ہو یا اس کا کاروبار ہو تو اس کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہوگا کیونکہ "إلى من تدعني" تو وہ انسان کہے گا جس کے لیے باپ کے نفقہ کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رجوع ممکن نہ ہو، صاحب مال اور کاروباری شخص یہ جملہ نہیں کہہ سکتا (۴۸)۔

هذا مِن كِيس أبي هريرة

کِیْس (کاف کے کسرہ کے ساتھ) تھیلے کو کہتے ہیں، یعنی یہ تشریح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی بلکہ یہ میرا اپنا کلام ہے بعض روایات میں "کَیْس" (کاف کے فتحہ کے ساتھ) ہے

(۴۴) الفردوس بماثور الخطاب للديلمي: ۱/۸۸، رقم الحديث: ۲۸۲۔

(۴۵) المستدرك للإمام الحاكم ۲/۱۶۱، كتاب النكاح۔

(۴۶) تلخيص الإمام الذهبي ۲/۱۶۱، كتاب النكاح۔

(۴۷) مجمع الزوائد: ۴/۲۵۵۔ (باب: تزوجوا النسآء يأتينكم بالأموال)

(۴۸) فتح الباري: ۹/۶۲۶، وإرشاد الساري: ۱۲/۱۲۶

بمعنی عقل ودانش یعنی یہ تشریح میں نے اپنی عقل ودانش سے کی ہے (۴۹)، حدیث مرفوع نہیں ہے، جیسا کہ پہلے بتادیا گیا کہ امام نسائی کی روایت میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضرت ابوہریرۃ سے "من تعول" کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اس کی تشریح میں یہ جملے ارشاد فرمائے۔

خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى

بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کے ساتھ ہو، یعنی صدقہ کرنے کے بعد انسان بالکل مفلس اور دوسروں کا محتاج ہو کر نہ رہ جائے، علامہ عینی رحمہ اللہ لفظ ظہر کے متعلق فرماتے ہیں:

"والظهر قد يزاد في مثل هذا اتساعا للكلام، وتمكينا، كأنه صدقة مستندة إلى ظهر قوى من المال" (۵۰)۔

٣ - باب : حَبْسِ نَفَقَةِ الرَّجُلِ قُوتَ سَنَةٍ عَلَى أَهْلِهِ . وَكَيْفَ نَفَقَاتُ الْعِيَالِ .

٥٠٤٢/٥٠٤٣ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ . عَنِ ٱبْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ : قَالَ لِي مَعْمَرٌ : قَالَ لِي الثَّوْرِيُّ : هَلْ سَمِعْتَ فِي الرَّجُلِ يَجْمَعُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ أَوْ بَعْضِ السَّنَةِ ؟ قال مَعْمَرٌ : فَلَمْ يَحْضُرْنِي ، ثُمَّ ذَكَرْتُ حَدِيثًا حَدَّثَنَاهُ ٱبْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ . عَنْ مالِكِ بْنِ أَوْسٍ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ ، وَيَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ .

(٥٠٤٣) : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ . عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي مالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الحَدَثَانِ . وكانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ ، فَٱنْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى مالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ ، فَقالَ مالِكٌ : ٱنْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ إِذْ أَتاهُ حاجِبُهُ يَرْفا فَقالَ : هَلْ لَكَ فِي عُثْمانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُونَ ؟ قالَ : نَعَمْ . فَأَذِنَ لَهُمْ . قالَ : فَدَخَلُوا وَسَلَّمُوا فَجَلَسُوا . ثُمَّ لَبِثَ يَرْفا قَلِيلاً فَقالَ لِعُمَرَ : هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ ؟ قالَ : نَعَمْ . فَأَذِنَ لَهُما . فَلَمَّا دَخَلَا سَلَّمَا وَجَلَسَا . فَقالَ

(۴۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۴، وإرشاد الساری: ۱۲/۷۱۲۔ وفتح الباری: ۹/۶۲۶۔

(۵۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۔

عبّاسٌ : يا أميرَ المؤمنينَ اقْضِ بيني وبيْنَ هذا . فقالَ الرّهْطُ . عُثْمانُ وأصْحابُهُ . يا أميرَ المُؤمنينَ اقْضِ بيْنَهُما وأرِحْ أحدَهُما منَ الآخرِ . فقالَ عمرُ : اتّئدوا . أنْشُدُكُمْ باللهِ الّذي بهِ تقومُ السّماءُ والأرْضُ . هلْ تعْلَمونَ أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (لا نورثُ . ما تركْنا صدقةٌ) . يريدُ رسُولُ اللهِ ﷺ نفسهُ . قالَ الرّهْطُ : قدْ قالَ ذلكَ . فأقْبلَ عمرُ على عليّ وعبّاسٍ فقالَ أنْشُدُكُما باللهِ . هلْ تعْلمانِ أنّ رسُولَ اللهِ ﷺ قالَ ذلكَ ؟ قالا : قدْ قالَ ذلكَ . قالَ عمرُ فإنّي أحدِّثُكُمْ عنْ هذا الأمْرِ . إنّ اللهَ كانَ خصّ رسُولهُ ﷺ في هذا المالِ بشيءٍ لمْ يعْطهِ أحدًا غيْرهُ . قالَ اللهُ : «ما أفاءَ اللهُ على رسُولِهِ منْهُمْ – إلى قوْلهِ – قديرٌ» . فكانتْ هذهِ خالِصةً لِرسُولِ اللهِ ﷺ . واللهِ ما احْتازها دونكُمْ . ولا اسْتأْثرَ بها عليْكُمْ . لقدْ أعطاكُموها وبثّها فيكُمْ حتّى بقيَ منْها هذا المالُ . فكانَ رسُولُ اللهِ ﷺ ينْفقُ على أهْلهِ نفقةَ سنتهِمْ منْ هذا المالِ . ثمّ يأْخذُ ما بقيَ . فيجْعلُهُ مجْعلَ مالِ اللهِ . فعمِلَ بذلكَ رسُولُ اللهِ ﷺ حياتهُ . أنْشُدُكُمْ باللهِ . هلْ تعْلمونَ ذلكَ ؟ قالوا : نعمْ . قالَ لعليّ وعبّاسٍ : أنْشُدُكُما باللهِ هلْ تعْلمانِ ذلكَ ؟ قالا : نعمْ . ثمّ توفّى اللهُ نبيّهُ ﷺ فقالَ أبو بكرٍ : أنا وليُّ رسُولِ اللهِ . فقبضها أبو بكرٍ يعْملُ فيها بما عمِلَ بهِ فيها رسُولُ اللهِ ﷺ وأنْتُما حينئذٍ – وأقْبلَ على عليّ وعبّاسٍ – تزْعمانِ أنّ أبا بكرٍ كذا وكذا . واللهُ يعْلمُ : أنّهُ فيها صادقٌ بارٌّ راشدٌ تابعٌ للْحقّ . ثمّ توفّى اللهُ أبا بكرٍ . فقلْتُ : أنا وليُّ رسُولِ اللهِ ﷺ وأبي بكرٍ . فقبضْتُها سنتيْنِ أعْملُ فيها بما عمِلَ رسُولُ اللهِ ﷺ وأبو بكرٍ . ثمّ جئْتُماني وكلمتُكُما واحدةٌ وأمْرُكُما جميعٌ . جئْتني تسْألُني نصيبكَ منِ ابْنِ أخيكَ . وأتى هذا يسْألُني نصيبَ امْرأتهِ منْ أبيها . فقلْتُ : إنْ شئْتُما دفعْتُهُ إليْكُما على أنّ عليْكُما عهْدَ اللهِ وميثاقهُ . لتعْملانِ فيها بما عمِلَ بهِ رسُولُ اللهِ ﷺ وبما عمِلَ بهِ فيها أبو بكرٍ . وبما عملْتُ بهِ فيها منْذُ وليتُها . وإلّا فلا تكلّماني فيها . فقلْتُما : ادْفعْها إليْنا بذلكَ . فدفعْتُها إليْكُما بذلكَ . أنْشُدُكُمْ باللهِ هلْ دفعْتُها إليْهِما بذلكَ ؟ فقالَ الرّهْطُ : نعمْ . قالَ : فأقْبلَ على عليّ وعبّاسٍ فقالَ : أنْشُدُكُما باللهِ هلْ دفعْتُها إليْكُما بذلكَ ؟ قالا : نعمْ . قالَ أفتلْتمسانِ منّي قضاءً غيْرَ ذلكَ . فوالّذي بإذْنهِ تقومُ السّماءُ والأرْضُ . لا أقْضي فيها قضاءً غيْرَ ذلكَ حتّى تقومَ السّاعةُ . فإنْ عجزْتُما عنْها فادْفعاها فأنا أكْفيكُماها . [ر : ٢٧٤٨]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آدمی اپنے اہل وعیال کے لیے اگر سال بھر کا غلہ محفوظ کرلیتا ہے تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا غلہ محفوظ فرمالیا کرتے تھے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے "شمائل ترمذی" میں روایت نقل فرمائی ہے "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایدخر شیئاً لغد" (۵۱) کہ آپ کل کے لیے بھی کوئی چیز نہیں رکھتے تھے اور یہاں سال بھر کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شمائل ترمذی کی روایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور یہاں اہل وعیال کے لیے غلے کی فراہمی کا ذکر ہے، اس لیے تعارض نہیں (۵۲)۔

غلہ ذخیرہ کرنے کی مدت کتنی ہونی چاہیے؟

بعض صوفیہ نے روایت باب سے استدلال کر کے کہا ہے کہ ایک سال سے زیادہ کا غلہ فراہم کر کے رکھا جائے تو یہ سنت کے خلاف ہوگا (۵۳)۔

لیکن ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ مطلقاً غلے کی فراہمی درست ہے، چاہے وہ سال بھر سے زیادہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو (۵۴)۔

اس استدلال پر اشکال ہوتا ہے کہ روایت میں تو ایک سال کی تصریح ہے، مطلقاً غلے کی فراہمی کا جواز اس سے کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو غلہ اور

---

(۵۱) شمائل الترمذی: باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۹۳، رقم الحدیث: ۳۵۵۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔ وإرشادالساری: ۱۲/۱۲۷

(۵۳) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔

(۵۴) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔

کھانے کی چیزیں آیا کرتی تھیں وہ عموماً جو ہوتے تھے اور یا کھجوریں ہوتی تھیں اور عام طور پر چونکہ یہ چیزیں سال بہ سال نئی آیا کرتی تھیں، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر سے زیادہ کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

بہرحال حدیث کے الفاظ کو اگر دیکھا جائے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال کے لیے آپ نے غلے کی فراہمی کا اہتمام فرمایا ہے لیکن اگر اس کے معنی پر غور کیا جائے تو پھر ابن جریر طبری کا استدلال قوی معلوم ہوتا ہے(۵۵)۔

بعض صوفیا کہتے ہیں کہ کل کے ایک دن کے لیے غلہ کی فراہم کا انتظام خلاف توکل ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں، بعض حضرات کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے کل کا اہتمام کرنا بھی منافی توکل نظر آتا ہے اور بعض کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے کل کیا، اس سے زیادہ کا اہتمام کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اس باب میں جو طویل حدیث ذکر کی گئی ہے، یہ "کتاب المغازی" میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے(۵۶) ترجمۃ الباب کے پہلے حصے کی مناسبت تو حدیث سے ظاہر ہے، دوسرے حصے "وکیف نفقات العیال" کی مناسبت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"......رأيت أنه يمكن منه أن يؤخدمنه دليل التقدير، لأن مقدار نفقة السنة إذاعرف، عرف منه توزيعها على أيام السنة، فيعرف حصة كل يوم من ذلك، فكأنه قال: لكل واحدة في كل يوم قدر معين من المُغِلّ المذكور، والأصل في الإطلاق التسوية"(۵۷)۔

یعنی اس حدیث سے نفقہ کی مقدار کی دلیل اخذ کی جاسکتی ہے، کیونکہ جب سال بھر کا نفقہ معلوم ہوجائے تو سال کے ایام پر اس کی تقسیم بھی معلوم ہوجاتی ہے کہ ہر دن کے حصے میں نفقہ کی کتنی مقدار آگئی۔

(۵۵) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔

(۵۶) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: باب حدیث بنی النضیر: ۱۸۶۔۱۹۱

(۵۷) فتح الباری ۹/۶۲۸۔ مُغِلّ": غلہ اگانے والی کھیتی۔

٤ - باب : وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : «وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ»

إِلَى قَوْلِهِ : «بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ» /البقرة: ٢٣٣/ وَقَالَ : «وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا» /الأحقاف: ١٥/ وَقَالَ : «وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى . لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ - إِلَى قَوْلِهِ - بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا» /الطلاق: ٦ - ٧/ .

وَقَالَ يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : نَهَى اللّٰهُ أَنْ تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا ، وَذٰلِكَ : أَنْ تَقُولَ الْوَالِدَةُ : لَسْتُ مُرْضِعَتَهُ ، وَهِيَ أَمْثَلُ لَهُ غِذَاءً ، وَأَشْفَقُ عَلَيْهِ وَأَرْفَقُ بِهِ مِنْ غَيْرِهَا ، فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَأْبَى ، بَعْدَ أَنْ يُعْطِيَهَا مِنْ نَفْسِهِ مَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، وَلَيْسَ لِلْمَوْلُودِ لَهُ أَنْ يُضَارَّ بِوَلَدِهِ وَالِدَتَهُ ، فَيَمْنَعَهَا أَنْ تُرْضِعَهُ ضِرَارًا لَهَا إِلَى غَيْرِهَا ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ طِيبِ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ ، «فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا» : بَعْدَ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ .

«فِصَالُهُ» /لقمان: ١٤/ : فِطَامُهُ .

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے تین آیتیں ذکر فرمائی ہیں، پہلی آیت دودھ پلانے والی عورت کے لیے نفقہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے، دوسری آیت "وحملہ وفصالہ......" مدت رضاعت کی مقدار بتارہی ہے اور تیسری آیت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ انفاق میں خرچ کرنے والے کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا(۵۸)۔

وقال یونس عن الزہری......

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ممنوع قرار دیا کہ والدہ بچہ کی وجہ سے والد کو نقصان پہنچائے، اس کی صورت یہ ہے کہ والدہ یہ کہہ دے کہ میں اس بچے کو دودھ نہیں پلاؤں گی، حالانکہ اس کا دودھ غذا کے اعتبار سے بچے کے لیے زیادہ مناسب ہے اور دوسری عورت کے مقابلے میں وہ بچے کے لیے زیادہ شفیق اور ہمدرد ہے (تو انکار کی صورت میں بچے کے والد کو تکلیف ہوگی) اس لیے اس کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ دودھ پلانے سے انکار کرے، جب اس کا شوہر اس کا وہ حق ادا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے

---

(۵۸) فتح الباری: ۹/ ۶۳۰۔

اس پر فرض کیا ہے۔

اور اسی طرح باپ کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ بچے کی وجہ سے اس کی والدہ کو تکلیف پہنچائے، اس طرح کہ اسے دودھ پلانے سے روک دے اور کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کی اجازت دے (ظاہر ہے جب والدہ اپنے بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہے اور اس کے باوجود والد اسے دودھ پلانے کی اجازت نہ دے بلکہ بچہ کسی دوسری عورت کے حوالہ کرے تو یہ بات والدہ کے لیے یقیناً باعث تکلیف ہوگی، اس طرح بچے کی والدہ کو تکلیف دینا جائز نہیں۔)

فیمنعها أن ترضعه ضرارًا لها إلی غیرها...... اس میں "إلی غیرها" "یمنع" سے متعلق ہے "أی منعها ینتهي إلی رضاع غیرها"...... یونس کی اس تعلیق کو ابن وہب نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۹)۔

فصاله: فطامه

آیت کریمہ میں، "فصال" کا لفظ آیا ہے، اس کی تفسیر "فطام" سے کی جس کے معنی بچے کے دودھ چھڑانے کے آتے ہیں، یہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے جو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے (٦٠)۔

٥ – باب : نفقةِ المرْأةِ إذا غاب عنْها زوْجها . ونفقةِ الْولَدِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں یہ مسئلہ ذکر فرمایا ہے کہ اگر شوہر غائب ہو جائے تو اس کی بیوی اور اولاد کا نفقہ اس کے مال میں سے دیا جائے گا۔

حضرات حنفیہ اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے (٦١)۔

ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر شوہر کا مال، بیوی کے حق کی جنس سے ہو، یا ثمنین (دینار و درہم) وغیرہ اس کے مال میں موجود ہوں تو ان دونوں صورتوں میں عورت اپنا حق اس مال سے نفقہ کے لیے

(۵۹) تغلیق التعلیق: ۴/ ۴۸۱۔ وفتح الباری: ۹/ ٦۳۰ و ٦۳۱

(٦٠) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۱۹۔ وإرشاد الساری: ۱۲/ ۱۳۲ وفتح الباری: ۹/ ٦۳۱

(٦١) فتح القدیر: ۴/ ۲۰۹۔

وصول کر سکتی ہے۔

لیکن ان دو کے علاوہ مال کی اگر دوسری اقسام ہیں تو اس صورت میں قاضی کے فیصلے اور اجازت ہی سے عورت لے سکتی ہے، اس کے بغیر نہیں (٦٢)۔

٥٠٤٤ : حدّثنا ابْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرنا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرنا يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : جاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ ، فَقالَتْ : يا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ أَبا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ ٱلَّذِي لَهُ عِيالَنَا ؟ قالَ : (لَا ، إِلَّا بِالمَعْرُوفِ) . [ر : ٢٠٩٧]

رجل مِسّيك

مسيك یا تو فعیل کے وزن پر میم کے فتحہ اور سین کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یا مِسّيك میم کے کسرہ اور سین مکسورہ مشددہ کے ساتھ مبالغہ کا صیغہ ہے، بمعنی بخیل (٦٣)۔

٥٠٤٥ : حدّثنا يَحْيَى : حدّثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِذَا أَنْفَقَتِ المَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِها ، عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ ، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ) . [ر : ١٩٦٠]

یہاں یحیی سے کون سے یحیی مراد ہیں؟ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے یحیی بن موسی (بلخی) اور یحیی بن جعفر (بیکندی) دونوں مراد ہو سکتے ہیں (٦٤)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یحیی بن جعفر مراد ہیں اور اس میں تردد کی ضرورت اس لیے نہیں کہ کتاب البیوع کے اندر بعینہ اسی سند کے ساتھ یہ روایت گذر چکی ہے اور وہاں یحیی بن جعفر کی تصریح

---

(٦٢) فتح القدیر: ٤/٢١٠۔

(٦٣) عمدۃ القاری: ٢١/١٩، و إرشاد الساری: ١٢/١٣٣

(٦٤) شرح الکرمانی: ٢٠/١٠۔ رقم الحدیث: ٥٠١٦، و إرشاد الساری: ١٢/١٣٤، و عمدۃ القاری: ٢١/١٩

موجود ہے(٦٥)۔

علامہ عینی سے پہلے علامہ مزی نے ”تحفۃ الاشراف“ میں اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ یہ یحیی بن جعفر ہیں(٦٦) یہ حدیث بیک سند ومتن مکرر ہے۔

٦ – باب : عمل المرْأةِ في بيْتِ زوْجِها .

٥٠٤٦ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي الْحَكَمُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى : حَدثنا عَلِيٌّ : أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى ، وَبَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ ، فَلَمْ تُصَادِفْهُ ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ ، قَالَ : فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا ، فَذَهَبْنَا نَقُومُ ، فَقَالَ : (عَلَى مَكَانِكُمَا) . فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا ، حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى بَطْنِي ، فَقَالَ : (أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا ؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا ، أَوْ أَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا ، فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ) . [ر : ٢٩٤٥]

عورت کے ذمے کام کاج کا مسئلہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا، مسئلہ یہ ہے کہ عورت کے ذمے گھریلو کام کاج ضروری ہے کہ نہیں، اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے:

❶ امام شافعیؒ اور امام بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ بیوی کے ذمے شوہر کے گھریلو کام ضروری اور واجب نہیں، لأن عقد النكاح يتناول الاستمتاع لا الخدمة(٦٧)۔

حدیث باب بظاہر ان کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کے گھر میں کام کرتی تھیں۔

---

(٦٥) عمدة القاری: ٢١/١٩۔

(٦٦) قال المزی فی تحفة الاشراف بمعرفة الأطراف: "وفی النفقات(٥:٢) عن یحیی بن جعفر، ولم ینسبه فی النفقات ١٠/٣٩٧، رقم الحدیث: ١٤٦٩٥۔

(٦٧) المغنی لابن قدامة، کتاب عشرة النساء: ٧/٢٢٥، ولامع الدراری: ٩/٣٨٨۔

اس کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے یہ کام اپنے بلند اخلاق اور عادت کی وجہ سے کرتی تھیں، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ گھریلو کام ان کے ذمہ ضروری تھے (۶۸)۔

❷ حضرات مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر صاحب وسعت ہے اور بیوی بھی صاحب حیثیت ہے تو ایسی صورت میں بیوی کے ذمہ گھریلو کام واجب نہیں، بلکہ شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ بیوی کے لیے خادم مقرر کرے، تاہم اگر بیوی غریب گھرانے کی ایک عام کام کاج کی عادی عورت ہے، یا بیوی تو صاحب حیثیت ہے لیکن شوہر کی حیثیت کمزور ہے تو ان دونوں صورتوں میں عورت کے ذمے گھریلو کام ضروری اور واجب ہے (۶۹)۔

❸ حضرات حنفیہ کا مسلک بھی مالکیہ کے مسلک کے قریب قریب ہے، وہ فرماتے ہیں اگر شوہر مالدار اور موسر ہے تو گھریلو خدمت عورت کے ذمہ نہیں بلکہ شوہر کے ذمہ خادم رکھنا واجب ہے اور اگر شوہر تنگدست اور مالی لحاظ سے کمزور ہے تو اس صورت میں عورت کے ذمہ گھریلو کام دیانتاً واجب ہے۔

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت اس صورت میں گھریلو کام کاج کرنے سے انکار کردے تو اس پر جبر نہیں کیا جائے گا، البتہ ایسی حالت میں شوہر کے ذمہ روٹی کے ساتھ سالن وغیرہ کی فراہمی ضروری نہیں رہے گی (۷۰)۔

ألاأدلكما على خير مماسألتما

اس جملے سے ایک مطلب تو یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تسبیح فاطمی سے آدمی کو ایسی قوت اور طاقت مل جاتی ہے جو خادم کی قوت سے بڑھ کر ہوتی ہے اور مختلف امور کی انجام دہی انسان کے لیے آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔

لیکن دوسرا مطلب ...... جو زیادہ ظاہر ہے ...... یہ ہے کہ تسبیح اور ذکر کا فائدہ آخرت کے ساتھ خاص ہے جب کہ خادم کا فائدہ دنیا کے ساتھ مختص ہے اور آخرت دنیا کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور دائمی

(۶۸) المغنی لابن قدامہ، کتاب عشرۃ النساء: ۷/۲۲۵۔

(۶۹) لامع الدراری: ۹/۳۸۹۔

(۷۰) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے لامع الدراری: ۹/۳۸۹۔

ہے(۷۱)۔

۷ – باب : خادم المرأة .

٥٠٤٧ : حدّثنا الحميديّ : حدّثنا سفيان : حدّثنا عبيد الله بن أبي يزيد : سمع مجاهدا : سمعت عبد الرّحمن بن أبي ليلى يحدّث ، عن عليّ بن أبي طالب : أنّ فاطمة عليها السّلام أتت النّبيّ ﷺ تسأله خادما ، فقال : (ألا أخبرك ما هو خير لك منه ؟ تسبّحين الله عند منامك ثلاثا وثلاثين ، وتحمدين الله ثلاثا وثلاثين ، وتكبّرين الله أربعا وثلاثين) . ثمّ قال سفيان : إحداهنّ أربع وثلاثون . فما تركتها بعد . قيل : ولا ليلة صفّين ؟ قال : ولا ليلة صفّين . [ر : ٢٩٤٥]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی گھریلو زندگی سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر عورت گھر کے کام کاج کرنے کی استطاعت رکھتی ہو تو شوہر پر لازم نہیں کہ وہ اس کے لیے خادم رکھے۔

ہاں اگر عورت گھریلو کام کاج اور کھانا وغیرہ پکانے کی قدرت نہیں رکھتی، مثلاً بیمار ہے تو ایسی صورت میں شوہر کے ذمہ کھانا تیار کرنے کا انتظام کرنا اور خادم کا بندوبست کرنا ضروری ہے، عورت کے خادم کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے(۷۲)۔

۸ – باب : خدمة الرّجل في أهله .

٥٠٤٨ : حدّثنا محمّد بن عرعرة : حدّثنا شعبة ، عن الحكم بن عتيبة ، عن إبراهيم ، عن الأسود بن يزيد : سألت عائشة رضي الله عنها : ما كان النّبيّ ﷺ يصنع في البيت ؟ قالت : كان يكون في مهنة أهله ، فإذا سمع الأذان خرج . [ر : ٦٤٤]

امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب سے بتانا چاہتے ہیں کہ مرد کو چاہیئے کہ وہ جب گھر میں ہو تو گھر کے کاموں میں مدد کرے اور گھر والوں کا ہاتھ بٹائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر کے مختلف

(۷۱) فتح الباری: ۹/۶۳۲۔ وعمدۃ القاری: ۲۱/۲۰

(۷۲) ھدایۃ: ۲/۴۳۹، الإنصاف: ۹/۳۵۷ و درمختار: ۲/۷۱۱۔

کاموں میں مصروف رہتے تھے اور گھریلو ضروریات پورا کرنے میں مدد کیا کرتے تھے، شارح بخاری ابن بطال مہلب کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

"فمن السنة أن يمتهن الإنسان نفسه في بيته فيما يحتاج إليه من أمر دنياه، ومايعينه على دينه، وليس الترفه في هذا بمحمود، ولا من سبيل الصالحين، وإنما ذلك من سير الأعاجم"(۷۳)۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث باب سے گھر میں گھریلو کاموں میں مصروف رہنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے(۷۴)۔

کان فی مَهْنة أهله

مِهْنة: میم کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، ھاء پر سکون ہے، کام کو اور خدمت میں مہارت کو کہتے ہیں، یہ حدیث "کتاب الصلاة" میں گذر چکی ہے(۷۵)۔

۹ – باب : إذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ . فَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ ما يَكْفِيهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوفِ .

۵۰۴۹ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيى ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ . وَلَيْسَ يُعْطِينِي ما يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا ما أَخَذْتُ مِنْهُ . وَهُوَ لَا يَعْلَمُ . فَقَالَ : (خُذِي ما يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ) .

[ر : ۲۰۹۷]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کو نفقہ اور خرچہ نہ دے تو بیوی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے عرفاً جتنا اس کے اور اس کی اولاد کے لیے کافی ہو لے لے، اس سے پہلے ایک باب گذر چکا ہے کہ اگر شوہر غائب ہو تو عورت شوہر کے مال میں سے لے سکتی ہے اور اس باب میں شوہر کے حاضر ہونے کی صورت میں نفقہ نہ دینے کے متعلق

(۷۳) شرح ابن بطال: ۷/۵۴۲۔

(۷۴) الأبواب والتراجم: ۲/۸۶۔ نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۱

(۷۵) إرشاد الساری: ۱۲/۱۳۶۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱ وفتح الباری: ۹/۶۳۳

بتایا گیا کہ عورت بقدر ضرورت و کفایت لے سکتی ہے، لہٰذا دونوں ترجموں میں تکرار نہیں ہے(۷۶)۔

١٠ – باب : حِفْظِ المَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي ذَاتِ يَدِهِ وَالنَّفَقَةِ .

٥٠٥٠ : حدَّثنا عليُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حدَّثنا ابْنُ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِيهِ . وَأَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ نِسَاءُ قُرَيْشٍ) . وقال الآخرُ : (صالِحُ نِساءِ قُرَيْشٍ ، أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ) .

وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٣٢٥١]

پہلے باب میں تو یہ بتلایا گیا تھا کہ عورت شوہر کے مال میں اتنا لے سکتی ہے جو اس کے اور اس کی اولاد کے لیے کافی ہے، یہ جائز ہے، اس باب میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اپنی اور اولاد کی ضرورت سے ہٹ کر شوہر کے مال میں سے بیوی کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ لینا جائز نہیں۔

ترجمۃ الباب میں "ذات ید" سے مراد مال ہے اور "والنفقة" کا اس پر عطف "عطف الخاص علی العام" کی قبیل سے ہے۔

بعض نسخوں میں "النفقة" کے بعد "علیه" کا اضافہ ہے، حافظ نے فرمایا یہ بلا ضرورت ہے(۷۷)۔ حدیث باب کتاب النکاح میں گذر چکی ہے اور وہیں اس کی تفصیل گذر چکی ہے(۷۸)۔

ویذکر عن معاویة وابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم

طاوس کی حدیث باب کی طرح روایت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور ابن عباسؓ نے بھی نقل کی ہے جس کو امام احمدؒ اور امام طبرانیؒ نے موصولاً نقل کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت بھی امام احمدؒ نے نقل کی ہے(۷۹)۔

---

(۷۶) الأبواب والتراجم: ۲/۸۶

(۷۷) فتح الباری: ۹/۶۳۹۔

(۷۸) کشف الباری، کتاب النکاح: ۱۵۷

(۷۹) فتح الباری: ۹/۶۳۹۔ وإرشادی الساری: ۱۲/۱۳۸۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۳۔

١١ - باب : كِسْوَةِ الْمَرْأَةِ بِالْمَعْرُوفِ .

٥٠٥١ : حدَّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قالَ : سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : آتَى إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا ، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ ، فَشَقَّقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي . [ر : ٢٤٧٢]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ جس طرح شوہر کے ذمے بیوی کا نفقہ واجب ہے، اسی طرح کسوہ اور لباس بھی واجب ہے اور اس میں اپنے اپنے علاقے کے عرف کا اعتبار ہوگا (٨٠)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ ذکر کیے ہیں، یہ اس حدیث میں وارد ہیں جس کی تخریج امام مسلم رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ ایک طویل حدیث ہے جس میں خطبہ حجۃ الوداع کا بھی ذکر ہے، اس خطبے میں ایک جگہ آپ نے ارشاد فرمایا: ”اتقوا اللّٰہ فی النساء...... ولهن علیکم رزقهن و کسوتهن بالمعروف“ (٨١) یہ حدیث چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی اس لیے اس حدیث کو تو ذکر نہیں کیا، البتہ اس کے الفاظ ترجمۃ الباب میں ذکر کر کے اس کی طرف اشارہ کیا اور ترجمۃ الباب کو حضرت علیؓ کی حدیث ذکر کر کے ثابت کیا (٨٢)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کپڑوں کا ایک ریشمی جوڑا لایا گیا (آپ نے وہ مجھے دیا) تو میں نے اسے پہن لیا، میں نے آپ کے چہرے پر غصہ اور ناراضگی کا اثر دیکھا (کیونکہ وہ ریشم کا تھا جس کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں) چنانچہ میں نے اس کو پھاڑ کر اس کے (مختلف حصوں کو) اپنی رشتہ دار خواتین میں تقسیم کیا۔

حدیث میں ”نسائی“ جمع ہے، حضرت علیؓ کی اس وقت صرف ایک بیوی حضرت فاطمہؓ تھیں، چونکہ دوسری رشتہ دار خواتین کو بھی اس میں سے حصہ دیا، اس لیے جمع کا لفظ لائے (٨٣)۔ حدیث کی مناسبت باب سے ظاہر ہے، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(٨٠) شرح ابن بطال: ٧/٥٤٤۔

(٨١) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ٢/٨٩٠ (رقم الحدیث: ١٤٧)

(٨٢) فتح الباری: ٩/٦٤٠۔

(٨٣) فتح الباری: ٩/٦٤١۔ وعمدۃ القاری: ٢١/٢٣۔ وإرشاد الساری: ١٢/١٣٩

"والمطابقة بين الترجمة والحديث من جهة أن الذى حصل لفاطمة رضى الله عنها من الحلة قطعة ، فرضيت بها، اقتصادابحسب الحال، لاإسرافاً(۸۴)۔

۱۲ - باب : عَوْنِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي وَلَدِهِ .

۵۰۵۲ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حدّثنا حمّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما قالَ : هَلَكَ أَبِي وَتَرَكَ سَبْعَ بَناتٍ أَوْ تِسْعَ بَناتٍ ، فَتَزَوَّجْتُ ٱمْرَأَةً ثَيِّبًا ، فَقالَ لِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (تَزَوَّجْتَ يا جابِرُ) . فَقُلْتُ : نَعَمْ ، فَقالَ : (بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا) . قُلْتُ : بَلْ ثَيِّبًا ، قالَ : (فَهَلَّا جارِيَةً تُلاعِبُها وَتُلاعِبُكَ ، وَتُضاحِكُها وَتُضاحِكُكَ) . قالَ : فَقُلْتُ لَهُ : إِنَّ عَبْدَ ٱللهِ هَلَكَ ، وَتَرَكَ بَناتٍ ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَجِيئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ ، فَتَزَوَّجْتُ ٱمْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ ، فَقالَ : (بارَكَ ٱللهُ لَكَ ، أَوْ قالَ : خَيْرًا) . [ر : ۴۳۲]

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ بچے کا نفقہ تو شوہر کے ذمے واجب ہوتا ہی ہے لیکن عورت کو بھی چاہیے کہ وہ حسب استطاعت بچوں کی تربیت اور دیکھ بھال میں شوہر کی مدد اور اس کے ساتھ تعاون کرے۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں شوہر کے ساتھ تعاون اگرچہ عورت کے ذمہ واجب اور فرض نہیں، تاہم نیک اور صالح عورتوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ اس طرح کے معاملات میں شوہر کے ساتھ تعاون کرتی ہیں(۸۵)۔

حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ ظاہر ہے۔

۱۳ - باب : نَفَقَةِ الْمُعْسِرِ عَلَى أَهْلِهِ .

۵۰۵۳ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنا إِبْراهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنا ٱبْنُ شِهابٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقالَ : هَلَكْتُ ، قالَ : (وَلِمَ) . قالَ : وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضانَ ، قالَ : (فَأَعْتِقْ رَقَبَةً) . قالَ :

(۸۴) إرشاد الساری: ۱۲/۱۳۹۔وفتح الباری:۹/۶۴۰وعمدۃ القاری:۲۱/۲۳

(۸۵) شرح ابن بطال: ۷/۵۴۵۔وفتح الباری:۹/۶۴۱وعمدۃ القاری:۲۱/۲۴

لَيْسَ عِنْدِي . قَالَ : (فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ) . قَالَ : لَا أَسْتَطِيعُ . قَالَ : (فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا) . قَالَ : لَا أَجِدُ . فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ . فَقَالَ : (أَيْنَ السَّائِلُ) . قَالَ : هَا أَنَا ذَا . قَالَ : (تَصَدَّقْ بِهٰذَا) . قَالَ : عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُولَ اللهِ . فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ . مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا . فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ . قَالَ : (فَأَنْتُمْ إِذًا) .
[ر : ١٨٣٤]

اس باب میں معسر اور تنگدست کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا بیان ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اعسار اور تنگدستی کی وجہ سے شوہر کے ذمہ واجب نفقہ ساقط نہیں ہوگا (٨٦)۔

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

حدیث سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت کیا گیا ہے کہ صحابی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کھجوریں دیں اور انہیں صدقہ کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے بجائے صدقہ کرنے کے کہا کہ میں اپنے سے زیادہ محتاج پر یہ صدقہ کروں؟ حالانکہ مجھ سے زیادہ محتاج تو کوئی نہیں، تو اس سے اہل وعیال کے نفقہ کا اہتمام معلوم ہوا، کیونکہ اگر یہ اہتمام نہ ہوتا تو وہ صدقہ کردیتے، معلوم ہوا کہ تنگدست اور معسر کے ذمہ بھی اہل وعیال پر خرچ کرنا واجب ہے اور اس کا اہتمام کرنا چاہیئے (٨٧)۔

حدیث باب میں "عَرَق" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی تھیلے کے ہیں۔

تنگدست والدین اور اولاد کے نفقہ کا مسئلہ

دوسرا مسئلہ یہاں یہ سمجھئے کہ والدین اگر تنگدست وفقیر ہوں اور ان کے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ اور مال نہ ہو تو ایسی صورت میں ان کا نفقہ اولاد کے مال کے اندر واجب ہو جاتا ہے، ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے (٨٨)۔

---

(٨٦) الأبواب والتراجم: ٢/٨٦۔

(٨٧) الأبواب والتراجم: ٢/٨٦۔ وعمدة القاری: ٢١/٦٣۔

(٨٨) المغنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ٨/١٦٩۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے "أن من أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وولده من كسبه" (۸۹)۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده کے طریق سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرے بچے بھی ہیں، جب کہ میرا والد میرے مال کا محتاج اور ضرورت مند ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "أنت ومالك لوالدك، إن أولادكم من أطيب كسبكم، فكلوا من كسب أولادكم" (۹۰)۔

اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ آدمی کے نابالغ محتاج بچوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔

اگر باپ کا انتقال ہو جائے اور ماں صاحب استطاعت ہو تو بچوں کا نفقہ ماں کے ذمہ واجب ہوگا حضرات حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ ماں کا نفقہ کسی کے ذمہ واجب ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا نفقہ واجب ہے، "لا نفقة لها ولا عليها" (۹۱)۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ نے جمہور کی طرف سے قرآن کی آیت ﴿وبالوالدين إحسانا﴾ کو دلیل میں پیش کیا ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ کی ایک حدیث کو بھی انہوں نے استدلال میں ذکر کیا ہے کہ ایک صحابی نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ... من أبر؟ میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا "أمك ثم أمك ثم أمك، ثم أباك، ثم الأقرب فالأقرب" (۹۲)۔

---

(۸۹) سنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في الرجل يأكل من مال ولده (رقم الحديث ۳۵۲۸)

(۹۰) سنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في الرجل يأكل من مال ولده (رقم الحديث ۳۵۳۰)

(۹۱) المغني لابن قدامة: ۸/۱۶۹۔

(۹۲) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في بر الوالدين، ۴/۳۳۶ (رقم الحديث ۵۱۳۹)

تو اس میں والدہ کا ذکر بڑی اہمیت سے آیا ہے، اس لیے جب وہ محتاج ہو تو اس کا نفقہ اولاد کے ذمہ واجب ہوگا (۵۳)۔

١٤ - باب ﴿وعلى الوارث مثل ذلك﴾ /البقرة: ٢٣٣/ وهل على المرأة منه شيء
﴿وضرب الله مثلا رجلين أحدهما أبكم - إلى قوله - صراط مستقيم﴾ /النحل: ٧٦/

آیت کریمہ میں وارث سے کیا مراد ہے؟

اس آیت کریمہ میں وارث کی تفسیر میں اختلاف ہے:

❶ ایک قول یہ ہے کہ وارث سے خود بچہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ باپ کے مرنے کی صورت میں بچے کے مال میں سے اس کے دودھ پلانے کا خرچہ واجب ہوگا، یہ اس صورت میں ہے جب بچے کا مال ہو، یہ قبیصہ بن ذؤیب اور امام ضحاک کا قول ہے (۵۵)۔

❷ وارث سے بچے کے باپ کے وارث مراد ہیں خواہ وہ مردوں میں سے ہوں یا عورتوں میں سے، مطلب یہ ہے کہ باپ اگر مر گیا تو بچے کو دودھ پلانے کا خرچہ اس بچے کے باپ کے وارثوں کے ذمہ بقدر میراث ہوگا۔

---

(۵۳) المغني لابن قدامة ... ٩/٢٦٦۔

(٥٤) (أبكم) هو الذي ولد أخرس لا يتكلم، ولا يفهم ولا يفهم (إلى قوله) وتتمتها: ((لا يقدر على شيء وهو كل على مولاه أينما يوجهه لا يأت بخير هل يستوي هو ومن يأمر بالعدل وهو على صراط مستقيم)) (كل) ثقيل، (مولاه) من يتولى أمره ويمونه. (أينما..) حيثما يرسله لا يقوم بما ينفع. (من يأمر..) سليم الحواس نفاع، ذو هداية وإرشاد. (صراط مستقيم) سيرة صالحة، دين قويم. وهذا مثل ضربه الله تعالى لنفسه. وكيف أنه يفيض على عباده من إنعامه، ولما يشملهم به من آثار رحمته وألطافه. وللأصنام التي هي جماد لا تضر ولا تنفع، ولا تنطق ولا تسمع، ولا تدري ولا تعقل، وهي ثقل على عابديها، تكلفهم الحمل والنقل والخدمة، دون أن تسمو بهم في فكر، أو ترقى بهم إلى حضارة.

(٥٥) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ٣/١٧٠، وشرح ابن بطال: ٧/٥٤٣۔

یہ قول امام احمد اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے (۹۵)، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے (۹۶)۔

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ وارث سے بچے کا وارث مراد ہے یعنی بچے کے مرنے کی صورت میں جو لوگ اس کے وارث بنیں گے وہ مراد ہیں کہ باپ کے مرنے کی صورت میں ان ورثہ پر میراث کے حصے کے بقدر خرچہ واجب ہوگا (۹۷)۔

❹ وارث سے بچے کے ذی رحم محرم مراد ہیں، حضرات حنفیہ کا یہی قول ہے۔ اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں "علی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلك" آیا ہے (۹۸) اور ایک قراءت، دوسری قراءت کی مفسر ہوتی ہے یعنی وارث سے وہ ذی رحم محرم مراد ہے کہ اگر بچہ مر جائے تو یہ اس کا وارث بنے، بقدر میراث کے سب پر خرچ لازم ہوگا۔

مثلاً اگر ذی رحم محرم دو بھائی یا دو بہنیں ہیں تو دونوں سے نصف نصف لیا جائے گا اور اگر ایک بھائی اور ایک بہن ہے تو بھائی سے دو ثلث اور بہن سے ایک ثلث لیا جائے گا اور وارثوں پر خرچہ اس صورت میں ہے کہ خود بچہ کے پاس مال نہ ہو، ورنہ اگر بچہ کے پاس مال ہے تو پھر تمام خرچ اسی کے مال میں سے دیا جائے گا (۹۹)۔

یا مثلاً اگر یتیم بچے کی ماں اور دادا زندہ ہیں تو یہ دونوں اس بچے کے محرم بھی ہیں اور وارث بھی، اس لیے اس کا نفقہ ان دونوں پر بقدر حصۂ میراث عائد ہوگا یعنی ایک تہائی خرچہ ماں کے ذمہ اور دو تہائی دادا کے ذمہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یتیم پوتہ کا حق دادا پر اپنے بالغ بیٹوں سے بھی زیادہ ہے کیونکہ بالغ اولاد کا نفقہ اس کے ذمہ نہیں اور یتیم پوتے کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے (۱۰۰)۔

❺ وارث سے والدین میں سے ایک کے انتقال کر جانے کے بعد جو باقی رہ گیا ہو وہ مراد ہے، باپ

---

(۹۵) شرح ابن بطال: ۷/ ۵۴۷ وفتح الباری: ۹/ ۱۴۲۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۴

(۹۶) روح المعانی: ۳/ ۱۴۷۔

(۹۷) روح المعانی: ۳/ ۱۴۷۔ وإرشاد الساری: ۱۲/ ۱۴۱

(۹۸) احکام القرآن (للتھانوی) ۲۰/ ۱/ ۵۶۷۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۴

(۹۹) معارف القرآن (از مولانا محمد ادریس کاندھلوی) ۱/ ۳۴۹۔

(۱۰۰) معارف القرآن (از مفتی محمد شفیع صاحب) ۱/ ۵۸۲۔

کے مرنے کی صورت میں والدہ اور والدہ کی وفات کی صورت میں باپ مراد ہے اور وارث "باقی" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱۰۱)۔

اس صورت میں والدہ بھی ان ورثہ میں داخل ہو گی جن پر بچے کے دودھ کا خرچہ واجب ہوتا ہے، یہ قول زید بن ثابت سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ باپ کے مرنے کی صورت میں اگر بچے کا چچا اور والدہ دونوں رہ جاتے ہیں تو خرچہ دونوں پر بقدر میراث ضروری ہوگا (۱۰۲)۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زید بن ثابت رحمہ اللہ کے اس قول کو رد کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں "وهل على المرأة منه شئى" کا اضافہ کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت کے ذمہ کچھ بھی واجب نہیں (۱۰۳)۔ دلیل میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش فرمائی ﴿وضرب الله مثلا رجلين احدهما أبكم لايقدر﴾ امام بخاری رحمہ اللہ نے عورت کو "أبكم" سے تشبیہ دی جو بولنے پر قادر نہیں ہوتا اور اپنے آقا پر بوجھ ہوتا ہے، اسی طرح عورت بھی قادر نہیں، اس لیے اس کے ذمہ کچھ بھی لازم نہیں (۱۰۴)۔ چنانچہ ابن منیرؒ فرماتے ہیں:

"إنما قصر البخاری الرد على من زعم أن الأم يجب عليها نفقة ولدها، وإرضاعه بعدأبيه لدخولها فى الوارث، فبين أن الأم كانت كلا على الأب واجبة النفقة عليه، ومن هو كلّ بالإصالة لايقدر على شئ غالبا كيف يتوجه عليه أن ينفق على غيره" (۱۰۵)۔

---

(۱۰۱) روائع البیان: ۱/۳۵۱۔ وعمدۃ القاری: ۲۱/۲۴۔ وإرشادالساری: ۱۲/۱۴۱

(۱۰۲) شرح ابن بطال: ۷/۵۴۷۔

(۱۰۳) وفی اللامع: ۹/۳۹۰: "قوله: "وهل على المرأة ..." يعنى هل يجب على المرأة من مالها شئى لرضاع صبيها، جوابه محذوف، أى لايجب لأن المرأة كلّ، والكل لاوجوب عليه، بل الوجوب له كما نطق به النص۔

(۱۰۴) شرح ابن بطال: ۷/۵۵۷۔ وعمدۃ القاری: ۲۱/۲۴

(۱۰۵) فتح الباری ۹/۱۴۳۔

٥٠٥٤ : حدّثنا موسى بن إسماعيل : حدّثنا وهيب : أخبرنا هشام ، عن أبيه ، عن زينب بنت أبي سلمة ، عن أم سلمة : قلت : يا رسول الله ، هل لي من أجر في بني أبي سلمة أن أنفق عليهم ، ولست بتاركتهم هكذا وهكذا ، إنما هم بنيّ ؟ قال : (نعم ، لك أجر ما أنفقت عليهم) . [ر : ١٣٩٨]

٥٠٥٥ : حدّثنا محمّد بن يوسف : حدّثنا سفيان ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عائشة رضي الله عنها : قالت هند : يا رسول الله ، إن أبا سفيان رجل شحيح ، فهل علي جناح أن آخذ من ماله ما يكفيني وبنيّ ؟ قال : (خذي بالمعروف) . [ر : ٢٠٩٧]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا ابو سلمہ کے بچوں کو خرچ دینے میں مجھے ثواب ملے گا، میں انہیں اس حالت اور اس طرح (فقر و تنگدستی میں) نہیں چھوڑ سکتی، وہ بھی میرے ہی بچے ہیں آپ نے فرمایا "ہاں تجھے ثواب ملے گا جو تو ان کی ذات پر خرچ کرے گی۔"

حضرت ام سلمہؓ کی اس حدیث سے یہ بات صراحت کے ساتھ معلوم ہوئی کہ ان کا اپنی اولاد پر خرچ کرنا بطور نفل واستحباب تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ان پر واجب نہیں تھا، حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ذکر کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں:

"مطابقته للترجمة من حيث إن أم الصبي كل على أبيه، فلايجب عليها نفقة بنيها، ولهذا لم يأمرالنبي صلى الله عليه وسلم أم سلمة بالإنفاق على بنيها، وإنما قال: لك أجر ماأنفقت عليهم" (١٠٦☆)۔

دوسری حدیث حضرت ہندہؓ کی ہے، اس میں بھی یہ بات ظاہر ہے کہ باپ کی موجودگی میں ماں کے ذمہ کچھ نہیں، بلکہ خرچ باپ کے مال سے لیا جائے گا، باپ کی وفات کے بعد بھی یہ اصل برقرار رہے گی۔
لیکن اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ باپ کی زندگی میں ماں کے ذمہ کچھ نہیں، یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ باپ کی وفات کے بعد بھی ماں کے ذمہ کچھ نہ ہو کیونکہ اس سے بچے کی پرورش سے متعلق کئی

(١٠٦☆) عمدة القاري: ٢١/٢٥۔

مصلحتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فیحتمل أن یکون مراد البخاری من الحدیث الأول وهو حدیث أم سلمة في إنفاقها علی أولادها الجزء الأول من الترجمة، وهوأن وارث الأب کالأم یلزمه نفقة المولود بعد موت الأب، ومن الحدیث الثاني الجزء الثاني، وهو أنه لیس علی المرأة شئ عندوجود الأب، ولیس فیه تعرض لما بعد الأب"(۱۰۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ باب کی پہلی حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمۃ الباب کے جزء اول کی تائید ہے کہ بچے کے والد کی وفات کے بعد باپ کے دوسرے وارثوں پر بچے کی ماں کی طرح بچے کا نفقہ لازم ہوگا اور دوسری حدیث سے ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء ثابت کیا ہے کہ باپ کی موجودگی میں عورت کے ذمے کچھ بھی واجب نہیں۔

البتہ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ترجمۃ الباب کے جزء اول میں قرآن کریم کی آیت کا جو حصہ ﴿وعلی الوارث مثل ذلك﴾ ذکر کیا ہے یہ تو وجوب پر دلالت کرتا ہے جب کہ باب کی حدیث اول وجوب کے بجائے استحباب پر دلالت کرتی ہے تو دال علی الاستحباب کو دال علی الوجوب کی تائید میں کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے۔

اس لیے ابن منیر نے جو بات فرمائی ہے وہ زیادہ دل کو لگتی ہے کہ امام کا مقصد دونوں حدیثوں سے ترجمۃ الباب کا جزء ثانی "وهل علی المرأة منه شئ" کو ثابت کرنا ہے جس کی تفصیل گذر چکی۔

۱۵ - باب: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: (مَنْ تركَ كَلاً أَوْ ضياعا فإِلَيَّ).

۵۰۵۶: حدَّثنا يحيى بْنُ بُكَيْرٍ: حدَّثنا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبي سلمة، عَنْ أَبي هريرة رضي الله عنه: أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كان يُؤْتَى بالرَّجُلِ المُتوَفَّى عليه الدَّيْنُ، فيسأَلُ: (هلْ ترك لدَيْنِه فضلاً؟). فإِنْ حُدِّثَ أَنَّه تركَ وفاءً صلَّى، وإِلَّا، قال لِلْمُسْلِمِينَ: (صلُّوا على صاحِبِكُمْ). فلمَّا فتح اللهُ عليه الْفُتوحَ، قال: (أَنا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ. فمَنْ تُوُفِّيَ من الْمُؤْمِنِينَ فترَكَ دَيْنًا فعلَيَّ قضاؤُهُ، ومَنْ ترك مالاً فلِوَرَثَتِه). [ر: ۲۱۷۶]

(۱۰۶) فتح الباری: ۹/ ۶۴۳۔

اس ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے، اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا اور اس کے اہل و عیال نفقہ اور اخراجات کے محتاج ہوں تو مسلمانوں کا بیت المال ان کی کفالت کرے گا۔

کَلّ کے معنی بوجھ کے ہیں، مراد قرض اور دین ہے اور ضَیاع (ضاد کے فتحہ کے ساتھ) بمعنی ہلاک ہے، مراد ایسے بچے ہیں کہ اگر مدد نہ کی گئی تو ان کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو (۱۰۷)۔

١٦ - باب : المراضع من المواليات وغيرهنّ .

٥٠٥٧ حدّثنا يحيى بن بُكير : حدّثنا اللّيث ، عن عُقيل ، عن ابن شهاب : أخبرني عُروة : أنّ زينب بنت أبي سلمة أخبرتْه : أنّ أمّ حبيبة زوج النّبيّ ﷺ قالتْ : قلتُ : يا رسول الله ، انكحْ أختي ابنة أبي سفيان . قال : (وتحبّين ذلك) . قلتُ : نعمْ ، لستُ لك بمخلية ، وأحبّ منْ شاركني في الخير أختي . فقال : (إنّ ذلك لا يحلّ لي) . فقلتُ : يا رسول الله ، فوالله إنّا نتحدّثُ أنّك تريد أنْ تنكح دُرّة بنت أبي سلمة ؟ فقال : (ابنة أمّ سلمة) . فقلتُ : نعمْ . قال : (فوالله لوْ لمْ تكنْ ربيبتي في حجْري ما حلّتْ لي . إنّها ابنة أخي من الرّضاعة ، أرضعتْني وأبا سلمة ثويْبة . فلا تعرضْن عليّ بناتكنّ ولا أخواتكنّ) .

وقال شعيْب ، عن الزّهْريّ : قال عُروة : ثويْبة أعتقها أبو لهب [ر : ٤٨١٣] .

مراضع: مُرضِعة کی جمع ہے دودھ پلانے والی اور مَوالیات (میم کے فتحہ کے ساتھ) مَوالی سے ہے، شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ "مولیات" تھا جو "مولاۃ" کی جمع ہے، اس کے معنی باندی کے ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہیں، جہاں تک تعلق لفظ "مَوالیات" کا ہے تو یہ "مَولیٰ" کی جمع الجمع ہے..... "مَولیٰ" کی جمع "موالی" اور "موالی" کی جمع مؤنث سالم "مَوالیات" آتی ہے۔

یہاں "مَوالیات" سے غیر عربی عجمی باندیاں مراد ہیں، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے لیے ضروری نہیں کہ وہ عربی اور آزاد ہو، غیر عربی اور عجمی باندی سے بھی ارضاع کا کام لیا جاسکتا ہے، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ عجمی باندیوں سے دودھ پلانا درست نہیں کیونکہ اس سے بچے

(۱۰۷) قوله: "فإليّ" بتشديد الياء، ومعناه: فينتهي ذلك إليّ، وأنا أتداركه وهو بمعنى "عليّ" أي فعليّ قضاءه والقيام بمصالحه، عمدة القاري: ۲۱/۲۵ وإرشاد الساري: ۱۲/۱۴۳

کی نجابت پر اثر پڑتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید فرمائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا جب کہ وہ غیر عربی تھیں اور ابولہب کی آزاد کردہ تھیں (۱۰۸)۔

حدیث باب ''کتاب النکاح'' میں گذر چکی ہے اور شعیب کی تعلیق بھی وہاں موصولا گذر چکی ہے (۱۰۹)۔

باب کی کتاب سے مناسبت

البتہ یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اس باب کا ''کتاب النفقات'' سے کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کو یہاں ذکر کر کے اس مسئلہ کی طرف لطیف اشارہ فرمایا ہے کہ والدہ پر بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں بلکہ اسے اختیار ہے پلائے یا نہ پلائے، دودھ نہ پلانے کی صورت میں بچے کا باپ یا ولی کسی دوسری عورت کا اجرت پر دودھ پلانے کا انتظام کرے گا اور مرضعہ کی اجرت بھی چونکہ نفقہ میں داخل ہے اس لیے اس باب کو نفقات میں ذکر کیا (۱۱۰)۔

---

(۱۰۸) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے شرح ابن بطال ۷/۵۵۱۔ وعمدۃ القاری: ۲۱/۲۶۔ وفتح الباری: ۹/۶۴۴ و ۶۴۵

(۱۰۹) دیکھیے کشف الباری (کتاب النکاح: ۱۸۹، ۱۹۰)

(۱۱۰) فتح الباری: ۹/۶۴۵، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۴۴۔

٧٣ - كتاب الاطعمة

كتاب الأطعمة (الأحاديث: ٥٠٥٨ - ٥١٤٩)

کتاب الاطعمۃ میں امام بخاریؒ نے ۵۹ ابواب قائم کیے ہیں، ہمارے اس نسخے میں ۵۷ ابواب ہیں، کیونکہ اس میں باب بلاترجمہ کو شامل نہیں کیا گیا اور ان میں ایک سو بارہ احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے چودہ احادیث معلق ہیں اور باقی موصول ہیں، نوے احادیث مکرر ہیں اور ۲۲ احادیث ایسی ہیں کہ وہ امام بخاریؒ نے پہلی بار یہاں ذکر فرمائی ہیں، ان میں ۲۲ سے تیرہ احادیث متفق علیہ ہیں یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان کی تخریج کی ہے، کتاب الاطعمۃ میں صحابہ اور تابعین کے ۵ آثار بھی امام نے ذکر کیے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٧٣ - كتاب الأطعمة

وقول الله تعالى: ﴿كلوا من طيبات ما رزقناكم﴾ [البقرة: ٥٧، ١٧٢ و الأعراف: ١٦٠ و طه: ٨١]. وقوله: ﴿أنفقوا من طيبات ما كسبتم﴾ [البقرة: ٢٦٧]. وقوله: ﴿كلوا من الطيبات واعملوا صالحا إني بما تعملون عليم﴾ [المؤمنون: ٥١].

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النفقات کے بعد کتاب الأطعمة کو شروع فرمایا، دونوں کے درمیان مناسبت ظاہر ہے کہ نفقات کا زیادہ تر تعلق أطعمہ سے ہے(۱)۔

أطعمة أفعلة کے وزن پر طعام کی جمع ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جو کلمہ رباعی ہو اور اس کا تیسرا حرف مدہ ہو تو اس کی جمع عموماً أفعلة کے وزن پر آتی ہے جیسے طعام: أطعمة، رحی: أرحية، رغيف: أرغفة(۲)۔

ابن فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طعام کا لفظ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کھائی جاتی ہو، یہاں تک کہ پانی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے(۳)۔

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ طہ، سورۃ بقرہ اور سورۃ مؤمنون کی ایک ایک آیت ذکر فرمائی ہے، ان آیات کے ذکر کرنے کا مقصد اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ انسان کو حلال اور طیب وپاکیزہ غذا کے حصول کا اہتمام کرنا چاہیے۔

---

(۱) الأبواب والتراجم: ۲/۸۶

(۲) دیکھیے جامع الدروس العربية: ۱/۳۱، جموع القلة۔

(۳) إرشاد الساری: ۱۲/۱۴۵، وفي معجم مقاييس اللغة لابن فارس: ۳/۴۱۱ "والإطعام يقع في كل مايطعم، حتى الماء قال الله تعالى: ﴿ومن لم يطعمه فانه مني﴾، وقال عليه السلام في زمزم: "إنها طعام طُعْم، وشفاء سُقْم"۔

٥٠٥٨ : حدّثنا مُحمّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنا سُفْيانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبي وائِلٍ ، عَنْ أبي مُوسى الأشعريّ رضي الله عنه ، عن النّبيّ ﷺ قال : (أَطْعِمُوا الجائع ، وعُودُوا المريضَ ، وفُكّوا العاني) . قال سُفْيانُ : وَالْعانِي الْأَسِيرُ . [ر : ٢٨٨١]

٥٠٥٩ : حدّثنا يوسُفُ بْنُ عِيسى : حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبي حازِمٍ ، عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ قال : ما شَبِعَ آلُ مُحمّدٍ ﷺ مِنْ طَعامٍ ثَلاثةَ أَيّامٍ حَتّى قُبِضَ .

سند میں ''أبیه'' کا مصداق فضیل بن غزوان بن جریر کوفی ہیں اور ابوحازم کا نام سلمان اشجعی ہے(۴)۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے تین دن بھی آسودہ ہو کر کھانا نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں'' ماشبع نبی اللّٰه وأهله ثلاثة أيام تباعاً من خبز حنطة حتى فارق الدنيا''(۵) أي متوالية یعنی تین دن مسلسل آسودہ ہو کر کھانا نہیں کھایا۔

اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کچھ میسر نہیں تھا، یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کھانے کو کچھ میسر تو تھا لیکن ایثار کر کے فقراء کو دے دیا اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسلسل خوب سیر ہو کر کھانا مذموم ہے(۶)۔

حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت منقول ہے ''من قل طعمه، صح بطنه وصفا قلبه، ومن كثر طعمه سقم بطنه وقسا قلبه''(۷)۔

---

(۴) إرشاد الساری:۱۲/۱۴۶۔وعمدة القاری:۲۱/۲۷

(۵) فتح الباری : ۹/۶۴۸، رصحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق،(رقم الحديث: ۲۹۷۶)

(۶) إرشاد الساری:۱۲/۱۴۶۔وعمدة القاری:۲۱/۲۷۔وفتح الباری:۹/۶۴۸

(۷) إرشاد الساری:۱۲/۱۴۶، وعمدة القاری:۲۱/۲۷

٥٠٦٠ : وعن أبي حازم ، عن أبي هُريرة : أصابني جَهْدٌ شديد . فلقيتُ عمر بن الخطّاب . فاستقرأته آية من كتاب الله ، فدخل داره وفتحها عليّ . فمشيتُ غيرَ بعيد فخررتُ لوجهي من الجهد والجوع ، فإذا رسولُ الله ﷺ قائمٌ على رأسي . فقال : (يا أبا هرّ) فقلتُ : لبّيك رسولَ الله وسعديك . فأخذ بيدي فأقامني وعرف الّذي بي . فانطلق بي إلى رحله . فأمر لي بعُسّ من لبنٍ فشربتُ منه . ثمّ قال : (عُدْ فاشربْ يا أبا هرّ) . فعُدتُ فشربتُ . ثمّ قال : (عُدْ) . فعُدتُ فشربتُ . حتّى استوى بطني فصار كالقِدْح . قال : فلقيتُ عمر . وذكرتُ له الّذي كان من أمري ، وقلتُ له : فولّى الله ذلك من كان أحقَّ به منك يا عمر . والله لقد استقرأتُك الآية ، ولأنا أقرأُ لها منك . قال عمر : والله لأن أكون أدخلتُك أحبُّ إليّ من أن يكون لي مثلُ حُمْرِ النَّعَم .

یہ تعلیق نہیں بلکہ ماقبل کی سند کے ساتھ متصل ہے اور یہ حدیث یہاں پہلی بار آئی ہے۔

أصابنی جهد شديد

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سخت بھوک لگی، جهد (جیم کے فتحہ کے ساتھ) مشقت کو کہتے ہیں، یہاں بھوک مراد ہے۔

فاستقرأته آية من كتاب الله

میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنے کی (استفادے کی غرض سے) درخواست کی۔

فدخل داره وفتحها عليّ

حضرت عمر فاروقؓ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور وہ آیت پڑھ کر مجھے سمجھائی "فتحها علی" کے معنی ہیں "قرأها عَلَيَّ وأفهمنی إياها" یعنی اس کے معنی مجھ پر کھول دیئے۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اس قصے کی روایت ذکر کی ہے، اس میں ہے کہ مذکورہ آیت سورۃ آل عمران کی تھی، اس روایت میں ہے "فقلت له: أقرئنی وما أريد القراءة، وإنما أريد الإطعام"(٨)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

(٨) فتح الباری: ٩/٦٢٩ و حلية الأولياء، لأبی نعيم: ١/٣٧٨ ولفظه: "فقلت: أقرئنی وما أريد إلا الإطعام" رقم الترجمة: ٨٥ـ وعمدة القاری: ٢١/٢٨ـ وإرشاد الساری: ١٢/١٤٧

"و کأنه سهل الهمزة فلم یفطن عمر" حضرت ابوہریرۃؓ نے "أقرئنی" کے ہمزہ کو تسہیل کے ساتھ "أقرینی" پڑھا جس کے معنی ہیں "میری مہمان نوازی کریں"..... تاہم حضرت فاروق اعظم ان کے اصل مقصد کو نہیں سمجھ سکے (۹) کیونکہ أقرئنی (ہمزہ کے ساتھ) اور أقرینی (بغیر ہمزہ کے) دونوں کا تلفظ ایک دوسرے کے مشابہ ہے، ایک کو ادا کرتے ہوئے دوسرے کا وہم ہو سکتا ہے، بہرحال یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان کردہ ایک نکتہ ہے، ضروری نہیں کہ حقیقت اور واقعہ میں بھی اسی طرح ہو۔

فجررت لوجهی من الجهد

بھوک کی وجہ سے میں چہرے کے بل گر پڑا، "حلیۃ الاولیاء" کی روایت میں ہے کہ اس دن حضرت ابوہریرۃؓ روزے سے تھے اور افطار کرنے کے لیے انہیں کچھ میسر نہیں آیا تھا (۱۰)، گرنے کے بعد دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے پاس کھڑے ہیں، آپ ﷺ اصل حقیقت سمجھ گئے، انہیں گھر لے کر گئے اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ لانے کا حکم دیا، فرماتے ہیں، میں نے اس سے پیا، آپ نے دوبارہ اور سہ بارہ پینے کے لیے فرمایا، میں پیتا رہا یہاں تک کہ میرا پیٹ (بھرنے کی وجہ سے) تیر کی طرح سیدھا ہو گیا، پھر میں عمرؓ سے ملا اور ان سے اپنی اصل حالت بیان کی اور ان سے کہا "مجھے سیراب کرنے کا کام اس شخص نے کیا جو آپ سے زیادہ اس کے حق دار تھے" (مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔)

واللّٰہ لقد استقرأتك آیة و لأنا أقرأ لها منك

بخدا، میں نے آپ سے ایک آیت پڑھنے کی درخواست کی تھی حالانکہ میں آپ سے زیادہ اس آیت کا پڑھنے والا تھا۔

بہت ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرۃؓ نے وہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست پڑھی ہو اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بالواسطہ، اس لیے حضرت ابوہریرۃؓ نے ان کے مقابلے میں اپنے آپ کو "أقرأ" کہا (۱۱)۔

---

(۹) فتح الباری: ۹/۶۴۹۔ ارشاد الساری ۱۲/۷/۱۴۷۔

(۱۰) حلیة الأولیاء: ۱/۳۷۸، رقم الترجمه: ۸۵۔

(۱۱) فتح الباری: ۹/۶۵۰۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ (میں آپ کا مقصد سمجھا نہیں تھا ورنہ) آپ کو اپنے گھر میں داخل کرنا (اور مہمان بنانا) مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میرے پاس سرخ اونٹ ہوں۔

سرخ اونٹ عربوں کے ہاں دوسرے اونٹوں کے مقابلے میں زیادہ محبوب تھے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس زمانے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور یہی تھا کہ جب کوئی آدمی کسی سے قرآن مجید کی آیت کے متعلق کوئی سوال کرتا تو (وہ اس کا شکر گذار ہو کر) اسے گھر لے جا کر کھانا کھلاتا اور اس کی ضیافت کرتا، اس لیے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ کے متعلق یہ سوال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی مصروفیت یا مانع کی وجہ سے ان کی ضیافت نہیں کر سکے (۱۲)۔

آیات واحادیث میں مناسبت

آخر میں یہ بات رہ جاتی ہے کہ ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیات کریمہ کے ساتھ ان احادیث کا کیا تعلق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شکم سیری اور بھوک، اطعمہ اور کھانوں کے احوال سے پیدا ہونے والی کیفیات ہیں، اسی طرح حلال اور حرام ہونا اطعمہ کی صفات میں سے ہیں اور کھانا کھلانے نہ کھلانے کا تعلق بھی ان صفات سے ہے تو آیات کریمہ میں صرف اطعمہ کی انواع مراد نہیں بلکہ انواع کے ساتھ ساتھ احوال اور اوصاف بھی مراد ہیں اور احادیث میں بھی یہ احوال واوصاف آگئے ہیں، اس لیے دونوں کے درمیان ایک گونہ مناسبت اس جہت سے پائی جاتی ہے (۱۳)۔

۱ - باب التَّسْمِيَة على الطَّعام والأكل باليمين

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں دو مسئلے ذکر فرمائے ہیں، پہلا مسئلہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا ہے۔

(۱۲) وفتح الباری: ۹/۶۵۰۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/۶۴۹۔ والأبواب والتراجم: ۲/۸۶، ۸۷

کھانے کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم

ظاہر یہ کے نزدیک کھانے کی ابتدا میں "بسم اللہ" پڑھنا واجب ہے، امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۱۴)۔

یہ حضرات حدیث باب میں "سم الله" سے استدلال کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک کھانے کے وقت "بسم اللہ" پڑھنا مستحب ہے جمہور کے نزدیک امر استحباب کے لیے ہے (۱۵)۔ "بسم اللہ ..... "پڑھنے کے سلسلے میں امام ابوداود اور امام ترمذی کی وہ روایت بہت صریح ہے جو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے، اس میں ہے "إذا أكل أحدكم طعاما فليقل: بسم الله، فإن نسي في أوله، فليقل: بسم الله في أوله وآخره" (۱۶) اس حدیث میں صرف "سم الله" کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے کہ ابتدا میں "بسم اللہ" پڑھی جائے اور ابتدا میں بھول جائے تو "بسم الله في أوله و آخره" کے الفاظ درمیان یا آخر میں یاد آنے پر کہے جائیں۔

صرف "بسم اللہ" کے الفاظ کہہ دینا بھی کافی ہے لیکن اگر پوری "بسم اللہ" پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے، اسی طرح بآواز بلند پڑھنا مستحب ہے تاکہ دوسروں کو یاد دہانی ہو جائے (۱۷)۔

امام حاکم نے "مستدرک" میں "بسم الله وبركة الله" کے الفاظ نقل کیے ہیں (۱۸) "بسم الله وعلى بركة الله" کے جو الفاظ مشہور ہیں، وہ مشہور کتب حدیث میں نہیں ملتے، ان کے قریب الفاظ امام

---

(۱۴) المحلى بالأثار لابن حزم: ۶/ ۱۰۳، رقم المسألة: ۱۰۲۳۔

(۱۵) عمدة القاري: ۲۱/ ۲۸، وفتح الباري: ۹/ ۶۵۲.

(۱۶) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام: ۳/ ۳۴۷. (رقم الحديث: ۳۷۶۷) ولفظه: إذا أكل احدكم فليذكر اسم الله تعالى، فإن نسي أن يذكر اسم الله في أوله فليقل ..... والترمذي في كتاب الأطعمة، باب ماجاء في التسميه على الطعام، ۴/ ۲۸۸، (رقم الحديث: ۱۸۵۸)

(۱۷) عمدة القاري: ۲۱/ ۲۸۔ وفتح الباري: ۹/ ۶۵۱، وإرشاد الساري: ۱۲/ ۱۴۸

(۱۸) مستدرك للإمام الحاكم: كتاب الأطعمة، ۴/ ۱۰۷۔

حاکم نے نقل کیے ہیں۔

تسمیہ پڑھ کر کھانا کھانے میں شیطان شریک نہیں ہوتا، بسم اللہ پڑھے بغیر اگر کھانا شروع کیا جائے تو شیطان بھی اس میں شرکت کرنے لگتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے(۱۹)۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر کئی آدمی ایک دستر خوان پر بیٹھیں تو سب لوگ بسم اللہ کہیں، جب کہ بعض علماء کے نزدیک جن میں امام شافعیؒ بھی شامل ہیں محض ایک آدمی کا بسم اللہ کہہ لینا سب کے لیے کافی ہو جائے گا(۲۰)۔

دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم

دوسرا مسئلہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے "کتاب الأم" اور "الرسالة" میں تصریح کی ہے کہ أكل باليمين واجب ہے(۲۱)۔ علامہ تقی الدین سبکی اور ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکی نے وجوب کے اس قول کو ترجیح دی ہے(۲۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ أكل باليمين کے وجوب پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس میں أكل بالشمال پر وعید کا بیان ہے، یہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی حدیث ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے "صحیح مسلم" میں نقل فرمائی ہے کہ "إن النبي صلى الله عليه وسلم رأى رجلا يأكل بشماله فقال: كُلْ بيمينك، قال: لاأستطيع: قال: لااستطعت، فمارفعها إلى فيه بعد"(۲۳)۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ کی ایک اور حدیث امام مسلم اور امام احمد نے نقل فرمائی ہے، اس میں ہے

---

(۱۹) دیکھیے مستدرك حاكم: ۴/۱۰۸، كتاب الأطعمة۔

(۲۰) عمدة القاری: ۲۱/۲۸۔ وإرشادالساری: ۱۲/۱۴۸

(۲۱) إرشادالساری: ۱۲/۱۴۹۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۸

(۲۲) فتح الباری: ۹/۶۵۲۔

(۲۳) فتح الباری: ۹/۶۵۲، وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام و الشراب وأحكامهما ۳/۱۵۹۹ (رقم الحديث: ۲۰۲۱) وفيه بعد "لااستطعت": مامنعه إلاالكبر قال:......

"من أكل بشماله أكل معه الشيطان"(۲۴)۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا مستحب ہے، واجب نہیں، حضرات شافعیہ کا مشہور مسلک بھی یہی ہے، امام غزالی اور امام نووی رحمہما اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے(۲۵)۔

وعید کی مذکورہ روایات کو جمہور زجر وتنبیہ اور مصالح شریعت پر محمول کرتے ہیں۔

اکل بالیمین کا یہ استحباب اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو لیکن دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے میں کوئی عذر ہو مثلاً دائیں ہاتھ میں زخم ہو تو ایسی صورت میں بائیں ہاتھ سے کھایا جاسکتا ہے اور اکل بالیمین کے استحباب کی رعایت ملحوظ نہ رہے گی(۲٦) علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

"هذا الأمر على جهة الندب ، لأنه من باب تشريف اليمين على الشمال، لأنها أقوى فى الغالب ، وأسبق للأعمال وأسكن فى الأشغال ، وهي مشتقة من اليمن ، وقد شرف الله أصحاب الجنة، إذنسبهم إلى اليمين ، وعكسه فى أصحاب الشمال...... وإذاتقرر ذلك فمن الآداب المناسبة لمكارم الأخلاق والسيرة الحسنة عندالفضلاء اختصاص اليمين بالأعمال الشريفة والأحوال النظيفة...... كل هذه الأوامر من المحاسن المكملة والمكارم المستحسنة، والأصل فيما كان من هذا الترغيب والندب"(۲۷)۔

---

(۲۴) فتح الباری: ۹/۶۵۲، وصحیح مسلم ، کتاب الأشربة باب آداب الطعام و الشراب وأحكامهما: ۳/۱۵۹۹۔ ماوجدنا بهذا اللفظ فيه، والذى وجدناه،لفظه:"لاتأكلوا بالشمال، فإن الشيطان يأكل بالشمال" ۳/۱۵۹۸،(رقم الحديث : ۱۰۴(۲۰۱۹)) ، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما،وعمدة القارى:۲۱/۲۹

(۲۵) عمدة القارى: ۲۱/۲۸۔

(۲٦) فتح الباری : ۹/۶۵۳۔

(۲۷) فتح الباری: ۹/۶۵۳۔

اب ذرا حدیث باب کی طرف آیئے جو امام بخاریؒ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے(۲۸)۔

۵۰۶۱ : حدّثنا عَليُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : أَخْبَرَنا سُفْيَانُ قالَ : الْوليدُ بْنُ كَثيرٍ أَخْبَرَني : أَنَّهُ سمِعَ وهْبَ بْنَ كَيْسانَ : أَنَّهُ سمِعَ عُمرَ بْنَ أَبِي سلَمَةَ يَقُولُ : كُنْتُ غُلاما في حجْرِ رسُولِ اللهِ ﷺ . وكانتْ يدِي تَطِيشُ في الصَّحْفَةِ . فقالَ لي رسُولُ اللهِ ﷺ : (يا غُلامُ . سمِّ اللهَ . وكُلْ بيمِينِكَ . وكُلْ مِمَّا يلِيكَ) . فما زالَتْ تِلْكَ طِعْمتِي بعْدُ . [۵۰۶۲ . ۵۰۶۳]

ولید بن کثیر سفیان بن عیینہ کے شیخ ہیں، یہاں سیاقِ سند عام اسلوب سے ہٹ کر ہے، سند کا عام اسلوب یوں ہونا چاہیے "......أخبرنا سفيان، أخبرني الوليد بن كثير" کیونکہ عام اسلوب میں صیغِ تحملِ حدیث کو راوی کے نام سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے جب کہ یہاں "......الوليد بن كثير أخبرني" ہے، "اخبرنی" کو راوی کا نام ذکر کرنے کے بعد لائے ہیں، صیغۂ تحمل حدیث کو راوی کے نام کے بعد لانا اگرچہ جائز ہے لیکن محدثین کا عام اسلوب اسے راوی کے نام سے پہلے لانے کا ہے، حمیدی کے طریق میں عام اسلوب ہے "عن سفيان قال : حدثنا الوليدبن كثير......"(۲۹)۔

عمر بن أبی سلمة

ابو سلمہ کا نام عبداللہ ہے، عمر ان کے بیٹے ہیں، ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ ہیں، ابن عبدالبر نے فرمایا کہ عمر کی ولادت ہجرت کے دوسرے سال بعد ہوئی(۳۰) لیکن حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ صحیح قول کے مطابق ان کی ولادت ہجرت سے دو سال قبل ہوئی ہے(۳۱)۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں رہے۔

کنت غلاما

غلام کا اطلاق ولادت سے لے کر بالغ ہونے تک کی درمیانی عمر کے بچے پر ہوتا ہے...... فی

(۲۸)(۵۰۶۱) الحديث أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة باب الأكل ممايليه،(رقم الحديث: ۵۰۶۲ و ۵۰۶۳) وأخرجه مسلم في كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما،(رقم الحديث : ۲۰۲۲)

(۲۹) فتح الباري: ۹/۶۵۱۔وعمدة القاري:۲۱/۲۹۔وإرشادالساري:۱۲/۱۴۸

(۳۰) الاستيعاب لابن عبدالبر على هامش الإصابة: ۲/۴۷۴۔وعمدةالقاري:۲۱/۲۹

(۳۱) فتح الباري: ۹/۶۵۱۔وعمدةالقاري:۲۱/۲۹

حجر رسول اللّٰہ: أی فی تربیتہ وتحت نظرہ(۳۲)۔

و کانت یدی تطیش فی الصحفة

میرا ہاتھ پیالے کے اندر (چاروں طرف) پھر رہا تھا، تطیش کے معنی حرکت کرنے اور پھرنے کے ہیں، صحفہ پیالے کو کہتے ہیں، یہ قصعہ سے بڑا ہوتا ہے۔

فمازالت تلك طِعْمتی بعد

یعنی پھر اس کے بعد ہمیشہ کھانے کا میرا وہی طریقہ عادت بن گیا جس کی آپ ﷺ نے رہنمائی فرمائی تھی، یعنی بسم اللہ پڑھنا، دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا، طِعْمة (طاء کے کسرہ کے ساتھ) کھانے کا طریقہ اور انداز۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث اور اس سلسلے میں ذکر کردہ دوسری احادیث سے چند آداب مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفی الحدیث أنه ینبغی اجتناب الأعمال التی تشبه أعمال الشیطان والکفار، وأن للشیطان یدین، وأنه یأکل وبشرب ویأخذویعطی، وفیه جواز الدعا علی من خالف الحکم الشرعی، وفیه الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر حتی فی حال الأکل، وفیه استحباب تعلیم أدب الأکل والشرب“(۳۳)۔

۲ - باب: الْأَكْلُ مِمَّا يَلِيهِ.

وقال أنسٌ: قال النَّبِيُّ ﷺ: (اذْكُرُوا اسْمَ اللهِ. ولْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ)

[ر: ٤٨٦٨]

---

(۳۲) فتح الباری: ۹/۵۲۱۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۴۸۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۹

(۳۳) فتح الباری: ۹/۶۵۳۔

٥٠٦٣/٥٠٦٢ : حدّثني عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قال : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَر ، عَنْ مُحمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحلة الدِّيلِيِّ ، عنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسان أَبِي نُعَيْمٍ ، عنْ عُمر بْنِ أَبي سلمة ، وهُوَ ابْنُ أُمّ سلمة ، زوْجِ النَّبيِّ ﷺ ، قال : أَكَلْتُ يوْماً معَ رسُولِ اللهِ ﷺ طعاما ، فجعلْتُ آكُلُ مِنْ نواحي الصَّحْفةِ ، فقال لي رسُولُ اللهِ ﷺ : (كُلْ مِمَّا يلِيكَ) .

(٥٠٦٣) : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبرنَا مالِكٌ ، عنْ وهْبِ بْنِ كَيْسان أَبِي نُعيْم قال : أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بطَعَام ، ومَعهُ رَبِيبُهُ عُمرُ بْنُ أَبي سلمة ، فقال : (سمِّ اللهَ ، وكُلْ مِمَّا يليك) . [ر : ٥٠٦١]

اپنے آگے سے کھانے کا حکم

اپنے سامنے سے کھانا کھانا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے(۳۴)، امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں وجوب کی تصریح کی ہے(۳۵)، علامہ تقی الدین سبکی اور ان کے صاحبزادے علامہ تاج الدین سبکی نے وجوب کے قول کو راجح قرار دیا(۳۶)۔

لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کھانا ایک قسم کا ہو، تاہم اگر مختلف النوع طعام ہو تو اس صورت میں اپنی پسند کے مطابق نوع طعام کو اٹھانے کے لیے بغیر کسی قسم کی کراہت کے ہاتھ ادھر اُدھر بڑھایا جاسکتا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے(۳۷)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب الأطعمة میں روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکراش سے فرمایا کہ تم اپنے سامنے سے کھاؤ، وہ ادھر ادھر ہاتھ گھمار ہے تھے، بعد میں ایک طبق لایا گیا جس میں پختہ اور نیم پختہ کھجوریں تھیں تو آپ ﷺ نے حضرت عکراش سے فرمایا کہ اس میں تم جدھر سے چاہو کھا سکتے ہو، کیونکہ یہ مختلف الالوان ہیں(۳۸)۔

---

(۳۴) فتح الباری: ۹/ ۶۵۲۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/ ۶۵۲۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/ ۶۵۳۔

(۳۸) سنن الترمذی: کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی التسمية فی الطعام، ۴/ ۲۸۳، (رقم الحديث: ۱۸۴۸) وعمدۃ القاری: ۲۱/ ۳۱

باب میں ذکر کردہ حضرت انسؓ کی تعلیق امام مسلم اور ابو نعیم نے موصولاً نقل کی ہے(۳۹)۔

آخری روایت یہاں مرسل ہے، خالد بن مخلد اور یحیی بن صالح نے اس روایت کو موصولاً نقل کیا ہے(۴۰)۔

۳ - باب: مَنْ تَتَبَّعَ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ مَعَ صَاحِبِهِ . إذا لَمْ يَعْرِفْ مِنْهُ كَرَاهِيَة .

۵۰٦٤ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ . عَنْ مالِكٍ . عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ يَقُولُ : إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ . قالَ أَنَسٌ : فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . فَرَأَيْتُهُ يَتَتَبَّعُ ٱلدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ . قال : فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ ٱلدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ . [ر : ۱۹۸٦]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب میں جمع بین الروایات کیا ہے، "کل مما یلیك" والی روایت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آدمی کو اپنے سامنے سے کھانا چاہیے اور روایت باب میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں "فرأیته یتتبع الدباء من حوالی القصعة" کہ آپ کدو کو پیالے کے اطراف میں تلاش کر کے اٹھا رہے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی پیالے میں اِدھر اُدھر ہاتھ چلا سکتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ ساتھ کھانے والوں کو آدمی کا ادھر ادھر ہاتھ گھمانا ناگوار نہ ہو تو اس صورت میں ہاتھ گھمانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر انہیں ناگوار گذرتا ہے تو پھر آدمی کو اپنے سامنے سے ہی کھانا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیالے میں ہاتھ پھرا کر ادھر ادھر سے لوکی لے رہے تھے۔ ظاہر ہے ساتھ کھانے والوں کو یہ کیفیت ناگوار نہیں گذر رہی تھی بلکہ وہ تو اس کو اپنے لیے بجا طور پر برکت کا سبب سمجھتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے یہ عمل اختیار فرمایا(۴۱)۔

---

(۳۹) إرشاد الساری: ۱۲/۱۴۹۔

(۴۰) فتح الباری: ۹/۶۵۴۔ وعمدۃ القاری: ۲۱/۳۰۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۵۰

(۴۱) وفی الفتح: ۹/۶۵۵: "إنما جَالَتْ يَدُ رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الطعام، لأنهٗ علم أن أحدا لاینکرہ ذلك منه ولایتقذ رہ، بل کانو ا یتبرکون بریقه ومماسة یدہ، فکذلك من لم یتقذ ر من مؤاکله،یجوزله أن تجول یدہ فی الصحفة۔"

بعض شراح نے دونوں قسم کی روایات میں ایک اور طرح سے تطبیق دی ہے اور وہ یہ کہ پیالے میں ہاتھ گھمانے کی ممانعت اس وقت ہے جب ایک قسم کا کھانا ہو لیکن اگر کھانے مختلف انواع کے ہوں تو اس صورت میں ممانعت نہیں، حدیث باب بھی اسی دوسری صورت پر محمول ہے کہ پیالے میں شوربہ، کدو اور گوشت تھا، تین مختلف چیزیں تھیں، آپ گوشت چھوڑ کر اپنی پسند کے مطابق لوکی تلاش کر کے تناول فرماتے رہے (۴۲)۔

إن خياطا دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم لطعام

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس خیاط کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا، البتہ ثمامہ عن انس کی روایت میں ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے (۴۳)۔

دُبّاء: دال کے ضمہ اور باء کی تشدید کے ساتھ لوکی اور کدو کو کہتے ہیں، یہ دو طرح کا ہوتا ہے، ایک لمبا اور ایک گول، دونوں مراد ہیں، بعضوں نے کہا کہ گول مراد ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، نسائی کی روایت میں ہے "كان يحب القرع، ويقول: إنها شجرة أخي يونس" (۴۴) قرع لوکی کو کہتے ہیں۔

٤ - باب : التَّيَمُّنِ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهِ .

قَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (كُلْ بِيَمِينِكَ) . [ر : ٥٠٦١]

٥٠٦٥ : حدَّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَشْعَثَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا ٱسْتَطَاعَ . فِي طُهُورِهِ وَتَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ - وَكَانَ قَالَ بِوَاسِطٍ قَبْلَ هٰذَا - فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ . [ر : ١٦٦]

دو چیزیں ہیں ایک ہے، أكل باليمين اور دوسری چیز ہے، تیمن فی الأکل، دونوں میں فرق ہے، أكل باليمين کا مطلب تو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا ہے اور تیمن فی الأکل کے معنی ہیں: دائیں

(۴۲) فتح الباری: ۹/۶۵۵۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/۶۵۶۔

(۴۴) فتح الباری: ۹/۶۵۶۔

جانب سے کھانا کھانا، امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے تو یہ بتایا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا چاہیے اور اب یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ دائیں جانب اور دائیں طرف سے کھانا کھانا چاہیے، لہذا جب آدمی کے سامنے پیالہ یا پلیٹ رکھ دی جائے تو پیالے اور پلیٹ کی دائیں جانب سے کھانا شروع کرنا چاہیے۔

"فی الأکل" کے بعد امام نے "وغیرہ" کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ تیمن کا فعل صرف اکل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر پسندیدہ فعل کے اندر تیمن مطلوب ہے، جیسا کہ حدیث باب میں اس کی تصریح ہے۔

عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "كُلْ بيمينك" تم اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ، امام بخاری نے اس سے تیمن فی الأکل اس طریقے سے ثابت کیا ہے کہ آدمی جب دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے گا تو ظاہر ہے کہ دائیں طرف سے کھائے گا کیونکہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے بائیں طرف سے کھانا لینا دشوار اور مشکل ہوتا ہے، اس لیے جب آپ ﷺ نے انہیں دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کے لیے فرمایا تو اس سے ضمناً یہ بھی سمجھ میں آیا کہ دائیں جانب سے کھایا جائے۔

وكان قال بواسط قبل هذا: "في شأنه كله"

شعبۃ بن الحجاج فرماتے ہیں کہ اشعث بن ابی الشعثاء نے اس سے پہلے واسط شہر میں جب یہ حدیث بیان کی تھی تو اس میں "ترجلہ" کے بعد "في شأنه كله" کا اضافہ تھا (۴۵)۔ چنانچہ کتاب الوضوء میں یہ روایت گذری ہے، وہاں یہ اضافہ موجود ہے (۴۶)۔

۵۔ باب: مَنْ أَكَلَ حَتَّى شَبِعَ

۵۰۶۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

(۴۵) قال شعبة: كان أشعث قال ببلدة واسط في الزمان السابق: "في شأنه كله" أي زاد عليه هذه الكلمة، والمراد به الأمور التي فيها التكريم (حاشية البخاري للمحدث السهارنفوري: ۸۱۰/۲)

(۴۶) صحيح البخاري مع الفتح، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء: ۲۶۹/۱ (رقم الحديث: ۱۶۸)

ضعيفا . أعرف فيه الجوع ، فهل عندك من شيء ؟ فأخرجت أقراصا من شعير . ثم أخرجت خمارا لها . فلفت الخبز ببعضه ، ثم دسته تحت ثوبي . وردتني ببعضه . ثم أرسلتني إلى رسول الله ﷺ . قال : فذهبت به . فوجدت رسول الله ﷺ في المسجد ومعه الناس . فقمت عليهم . فقال لي رسول الله ﷺ : (أرسلك أبو طلحة) . فقلت : نعم . قال : (بطعام) قال : فقلت : نعم . فقال رسول الله ﷺ لمن معه : (قوموا) . فانطلق وانطلقت بين أيديهم . حتى جئت أبا طلحة . فقال أبو طلحة : يا أم سليم . قد جاء رسول الله ﷺ بالناس . وليس عندنا من الطعام ما نطعمهم . فقالت : الله ورسوله أعلم . قال : فانطلق أبو طلحة حتى لقي رسول الله ﷺ . فأقبل أبو طلحة ورسول الله ﷺ حتى دخلا . فقال رسول الله ﷺ : (هلمي يا أم سليم . ما عندك) . فأتت بذلك الخبز . فأمر به ففت . وعصرت أم سليم عكة لها فأدمته . ثم قال فيه رسول الله ﷺ ما شاء الله أن يقول . ثم قال : (ائذن لعشرة) . فأذن لهم . فأكلوا حتى شبعوا . ثم خرجوا . ثم قال : (ائذن لعشرة) . فأذن لهم فأكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا . ثم قال : (ائذن لعشرة) فأذن لهم فأكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا . ثم أذن لعشرة فأكل القوم كلهم وشبعوا . والقوم ثمانون رجلا [ر : ٤١٢]

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اگر خوب شکم سیر ہو کر کھائے تو یہ جائز ہے، چنانچہ امام نے جو روایات ذکر فرمائی ہیں ان میں پہلی روایت میں ہے "فأکلوا حتی شبعوا ثم خرجوا"، دوسری روایت میں ہے "فأکلنا أجمعون وشبعنا" اور تیسری روایت میں ہے "حین شبعنا من الأسودین۔"

باب کی پہلی اور دوسری روایت پہلے گذر چکی ہے، یہاں ان کے چند مشکل الفاظ دیکھ لیں۔

فأخرجت أقراصا من شعیر: حضرت ام سلیم نے جو کی چند روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹہ نکالا، اس کے ایک حصے میں روٹی لپیٹی اور پھر اسے میرے کپڑے کے نیچے چھپادیا اور اس اوڑھنی کا بعض حصہ مجھ پر لپیٹ دیا۔ دَسَّتْه. ای أدخلَتْه بقوة ... وردّتنی ببعضه: أی جعلته رداءً لی۔

فأمر به فَفُتَّ وعصرَتْ عليه أمُّ سليم عُكَّةً لها فأدَمَتْه

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کے توڑنے کا حکم دیا چنانچہ وہ توڑ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کردی گئیں، حضرت ام سلیم نے ان ٹکڑوں پر گھی کا برتن نچوڑا اور ان کا ملیدہ بنالیا، **عُكّة** (بضم العین و تشدید الکاف) چمڑے کا برتن جس میں گھی اور شہد رکھا جاتا تھا......**أدَمَتْه**: اسے ادام (سالن) والا کردیا، ملیدہ بنادیا، باب ضرب سے ہے.....أدَم الخبز......أدمًا: روٹی کو سالن سے تر کرنا۔ **فُتَّ**: مجہول کا صیغہ ہے، فت کے معنی ہیں: کسی چیز کو ریزہ ریزہ کرنا۔

٥٠٦٧ : حدَّثنا موسى : حدَّثنا المُعتمر ، عن أبيه قالَ : وحدَّثَ أبو عُثمانَ أيضًا ، عَنْ عبْدِ الرَّحْمنِ بْنِ أبي بكْرٍ رضيَ اللهُ عنهما قالَ : كُنَّا مَعَ النَّبيِّ ﷺ ثلاثينَ ومائةً . فقالَ النَّبيُّ ﷺ : (هلْ معَ أحدٍ منكُمْ طعامٌ) . فإذا مع رجُلٍ صاعٌ مِنْ طعامٍ أوْ نحوُهُ . فعُجِنَ ، ثُمَّ جاءَ رجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعانٌ طويلٌ . بغنمٍ يسوقُها . فقالَ النَّبيُّ ﷺ : (أبيعٌ أمْ عطيَّةٌ . أوْ قالَ : هِبَةٌ) . قالَ : لا . بلْ بيعٌ . قالَ : فاشترى منهُ شاةً فصُنِعَتْ . فأمرَ نبيُّ اللهِ ﷺ بسوادِ البطْنِ يُشْوى . وايْمُ اللهِ ، ما مِنَ الثَّلاثينَ ومائةٍ إلَّا قدْ حزَّ لهُ حُزَّةً مِنْ سوادِ بطْنِها . إنْ كانَ شاهِدًا أعْطاهُ إيَّاهُ . وإنْ كانَ غائبًا خبَأَها لهُ . ثُمَّ جعلَ فيها قصْعتيْنِ . فأكَلْنا أجْمعُونَ وشبِعْنا . وفضلَ في القصْعتيْنِ . فحملْتُهُ على البعيرِ . أوْ كما قالَ . [ر : ٢١٠٣]

"أبيه" کا مصداق سلیمان تیمی ہیں جو معتمر کے والد ہیں، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے "وحدث أبو عثمان" کا مطلب یہ بیان کیا کہ سلیمان تیمی نے یہ حدیث کسی اور سے بھی سنی ہے اور ابو عثمان نہدی سے بھی سنی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابو عثمان نہدی نے باب میں ذکر کردہ حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث بھی پہلے بیان کی ہے۔ علامہ عینی نے علامہ کرمانی کی موافقت کی ہے اور حافظ ابن حجر پر رد کیا ہے (۴۷)۔

لیکن حافظ ابن حجر کی بات زیادہ قوی اور درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعینہ اسی سند کے ساتھ

(۴۷) شرح الکرمانی: ۲۰/۲۵، وعمدۃ القاری: ۲۱/۲۲، وفتح الباری: ۹/۶۶۰۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت کتاب المناقب میں ذکر فرمائی ہے(۴۸)اور وہاں حضرت صدیق اکبر کے مہمانوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے،اس لیے ممکن ہے کہ ابو عثمان نے اولاً وہ قصہ بیان کیا ہو اور اس کے بعد پھر یہ حدیث بیان کی ہو۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور ہم ایک سو بیس آدمی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کسی کے پاس کوئی چیز کھانے کی ہے، تو ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے لگ بھگ کھانا نکل آیا، اس کو گوندھا گیا، اتنے میں ایک مشرک آدمی لمبا تڑنگا بکریاں ہانکے لیے جارہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا"کیا تو بکری بیچتا ہے یا ہبہ کرتا ہے؟"اس نے کہا،"نہیں بلکہ بیچتا ہوں"تو آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدلی، پھر اسے ذبح کیا گیا، آپ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا، خدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس کو اس میں سے حصہ نہ ملا ہو، جو حاضر تھے ان کو تو دے دیا اور جو اس وقت موجود نہ تھے ان کا حصہ رکھ دیا گیا، پھر اس کے گوشت کے دو پیالے بنائے گئے جن سے ہم نے پیٹ بھر کر کھایا اور دونوں پیالوں میں گوشت بچ بھی رہا، اس بچے ہوئے کو اونٹ پر لاد کر لے گئے۔

سوادالبطن: کلیجی......یشوی کے معنی بھوننے کے ہیں، حَزّلہ حُزَّة: یعنی ہر آدمی کے لیے اس کلیجی میں سے ایک حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدیا، حَزّ کے معنی قطع کرنے اور کاٹنے کے ہیں: حُزَّة: حاء کے ضمہ کے ساتھ ٹکڑے اور حصے کو کہتے ہیں۔ مُشْعان (میم کے ضمہ اور شین کے سکون کے ساتھ) بہت لمبا۔

۵۰٦٨ : حدّثنا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ أُمِّهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ : التَّمْرِ وَالْمَاءِ . [۵۱۲۷]

---

(۴۸) صحيح البخاری ، أبواب المناقب ، باب علامات النبوة: ۱/۵۰٦۔

تیسری روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے(۴۹) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب ہم کھجور اور پانی سے سیراب ہوگئے تھے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وإنما معناه توفى النبى صلى الله عليه وسلم وقت كو ننا شباعى من الأسودين"(۵۰)۔

اس حدیث میں پانی پر تغلیباً "أسود" کا اطلاق کیا گیا، ورنہ پانی کا کوئی رنگ نہیں ہوتا(۵۱)۔اسی طرح حضرت عائشہؓ کا اصل مقصد کھجور سے شکم سیری مراد ہے کیوں کہ پانی تو ویسے بھی میسر تھا لیکن دونوں کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ مکمل شکم سیری دونوں کے استعمال سے حاصل ہوئی، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"ومراد عائشة بما أشارت إليه من الشبع هو من التمر خاصة دون الماء، لكن قَرَنَتْهُ به إشارة إلى أن تمام الشبع حصل بجمعهما، فكأن الواو فيه بمعنى مع ،لا أن الماء وحده يوجد الشبع منه۔"(۵۲)

کس قدر کھایا جائے

پیٹ بھر کھانا کھانا جائز ہے، البتہ اس قدر زیادہ کھانا کہ طبیعت میں سستی اور کاہلی پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عبادات اور طاعت کی ادائیگی میں خلل آتا ہو، مکروہ ہے۔

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت مقدام بن معدیکرب کی حدیث نقل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ماملأ آدمى وعاء شرا من بطن،

(۴۹)(٥٠٦٨)الحديث أخرجه البخاري أيضا في كتاب الأطعمة، باب الرطب والتمر (رقم الحديث: ۵۱۲۷) وأخرجه مسلم في كتاب الزهد والرقاق: ۴/ ۲۲۸۴(رقم الحديث:۲۹۷۵)

(۵۰) عمدة القاري:۲۱/ ۳۳۔

(۵۱) قوله: "من الأسودين" تثنية الأسود. وهما التمر والماء، وهذا من باب التغليب وإن كان الماء شفافا، لالون له. و ذلك كالأبوين للأب والأم، والقمرين للشمس والقمر (عمده القارى: ۲۱/ ۳۳)۔

(۵۲) فتح الباري: ۹/ ۶۵۹۔

حسب ابن آدم لقيمات يقمن صلبه، فإن غلب الأدمى نفسه، فثلث للطعام ، وثلث للشراب، وثلث للنفس۔"(۵۳)

اس میں ہے کہ چند لقمے جو کمر کو سیدھی رکھ سکیں آدمی کے لیے کافی ہیں، اگر زیادہ غلبۂ نفس ہو تو پیٹ کے تین حصے کریں، ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک سانس لینے کے لیے۔

بھوک کی حد

بھوک کی حد اور تعریف میں اختلاف ہے اور دو قول مشہور ہیں:

❶ ایک قول تو یہ ہے کہ آدمی بھوکا اس وقت کہلائے گا جب سالن کے بغیر روٹی کھانے کی اس کو طلب ہو، اگر روٹی کے ساتھ سالن کی بھی خواہش رہی تو ایسا شخص بھوکا اور جائع نہیں کہلائے گا۔

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ جب آدمی تھوکے تو اس کی تھوک پر مکھی نہ بیٹھے، جس شخص کی ریقِ فم پر مکھی بیٹھتی ہو، وہ جائع نہیں کہلائے گا(۵۴)۔

شکم سیری کے مراتب

امام غزالی رحمہ اللہ نے شکم سیری کے سات مراتب بیان کیے ہیں۔

❶ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی اتنا شکم سیر ہو جس سے زندگی قائم رہ سکے۔

❷ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ جس سے نماز روزہ اور عبادات و حقوق ادا ہو سکیں، یہ دونوں مراتب واجب ہیں۔

---

(۵۳) الحديث أخرجه الترمذى فى كتاب الأطعمة باب ماجاء فى كراهية كثرة الأكل: ۵۹۰/۴ (رقم الحديث: ۲۳۸۰) والحاكم : باب أكثر الناس فى الدنيا شبعا: ۱۲۱/۴.....وابن ماجة: باب الاقتصار فى الأكل وكراهة الشبع: ۱۱۱۱/۱ (رقم الحديث : ۳۳۴۹)

(۵۴) عمدة القارى: ۳۳/۲۱۔ وفتح البارى: ۶۶۰/۹۔

❸ اس قدر شکم سیری جس سے نوافل ادا ہو سکیں۔

❹ جس سے کمائی کی قدرت حاصل ہو، یہ دونوں مستحب ہیں۔

❺ جس سے پیٹ کا ایک ثلث بھر جائے، یہ جائز ہے۔

❻ جس سے بدن بوجھل اور ثقیل ہو جائے، نیند بکثرت آنے لگے، یہ مکروہ ہے۔

❼ اس قدر شکم سیری جو صحت کے لیے نقصان دہ ہو، یہ حرام ہے (۵۵)۔

٦ - باب : «لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ» الْآيَةَ /النور: ٦١/ .

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اکٹھے ہو کر کھانا کھایا جائے یا الگ اور متفرق ہو کر کھایا جائے، شرعی نقطۂ نظر سے دونوں جائز ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ نور کی جو آیت ترجمۃ الباب میں ذکر فرمائی ہے، اس میں اس کی تصریح ہے ﴿لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا﴾

والنِّهْد والاجتماع فی الطعام

ترجمۃ الباب کے یہ الفاظ صرف مستملی کی روایت میں ہیں (۵٦)۔ نِہْد (نون کے کسرہ اور ہاء کے

---

(۵۵) عمدة القاری: ۲۱/۳۳۔ وفتح الباری: ۹/٦٦٠۔

(٦) (حرج) إثم وذنب۔ (الآیة وتتمتها: "وَلَا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ" (ماملکتم مفاتحه) کأن یکون وکیل بستان أوماشیة۔ فإنه یأکل من ثماره ویشرب من لبانها۔ (أشتاتاً) متفرقین۔ (علیٰ أنفسکم) لیسلم بعضکم علی بعض۔ (مبارکة طیبة) حسنة فیها الدعاء بالخیر۔

(۵٦) فتح الباری: ۹/٦٦١۔

سکون کے ساتھ)نون پر فتح بھی جائز ہے(۵۷)، اس کے معنی ہیں سفر کے ساتھیوں کا زاد سفر کو ایک ساتھ جمع کرنا، جب کچھ لوگ ایک ساتھ سفر کررہے ہوتے ہیں تو بسااوقات اپنا اپنا سفر خرچ اور زاد سفر نکال کر جمع کردیا جاتا ہے، جس طرح تبلیغی جماعت کے اسفار میں معمول ہے کہ جماعت کے ساتھی سفر کے خرچ کے لیے اجتماعی رقم امیر کے پاس عموماً جمع کراتے ہیں، اس عمل کو نہد کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر کتاب الشرکہ میں بھی "باب الشركة فی الطعام والنهد" کے الفاظ کے ساتھ ترجمۃ الباب قائم کیا ہے(۵۸)۔

اکٹھا ہو کر کھانا باعث برکت ہے

ترجمۃ الباب میں ان الفاظ کا اضافہ کر کے امام بخاری اس بات پر تنبیہ فرمارہے ہیں کہ اگرچہ متفرقاً کھانا کھانا جائز ہے لیکن مجتمعاً اور اکٹھا ہو کر کھانا بہتر اور افضل ہے، ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! "ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن آسودگی نہیں ہوتی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "اکھٹے کھاتے ہو یا الگ الگ؟"...... انھوں نے کہا، "الگ الگ" تو آپ ﷺ نے فرمایا "جمع ہو کر کھایا کرو، اللہ کا نام لیا کرو تو اللہ اس میں برکت ڈالیں گے"......(۵۹)۔

اس حدیث سے بھی اکھٹے ہو کر کھانا کھانے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

---

(۵۷) قال العینی: النِهْد: بكسر النون و سكون الهاء من المناهدة، هي إخراج كل واحد من الرفقة نفقة على قدر نفقة صاحبه (عمدة القاری: ۲۱/۳۴)

(۵۸) دیکھیے فتح الباری: ۵/۱۲۸۔وعمدة القاری:۲۱/۳۴

(۵۹) الحدیث أخرجه أبوداود فی کتاب الأطعمة، باب فی الاجتماع علی الطعام: "أن أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم قالوا: یارسول الله: إنا ناكل ولانشبع؟ قال: فلعلكم تفترقون؟ قالوا: نعم، قال: فاجتمعوا علی طعامكم، واذكروا اسم الله علیه، یبارك لكم فیه": رقم الحدیث: ۳۷۶۴، وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الأطعمة، باب الاجتماع علی الطعام، رقم الحدیث: ۳۲۸۶، وانظرأیضا الترغیب والترهیب للمنذری، باب الترغیب فی الاجتماع: ۳/۱۳۳۔

٥٠٦٩ : حدّثنا عليّ بن عبد الله : حدّثنا سفيان : قال يحيى بن سعيد : سمعت بشير ابن يسار يقول : حدّثنا سويد بن النّعمان قال : خرجنا مع رسول الله ﷺ إلى خيبر ، فلمّا كنّا بالصّهباء – قال يحيى : وهي من خيبر على روحة – دعا رسول الله ﷺ بطعام ، فما أُتي إلّا بسويق ، فلكناه . فأكلنا منه ، ثمّ دعا بماء ، فمضمض ومضمضنا ، فصلّى بنا المغرب ولم يتوضّأ .

قال سفيان : سمعته منه عودا وبدءا . [ر : ٢٠٦]

حدیث باب آگے "باب السویق" کے تحت بھی آرہی ہے، حضرت سوید بن نعمانؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے جب ہم مقام صہباء تک پہنچے جو خیبر سے ایک شام یعنی آدھی منزل کے فاصلے پر ہے، وھی من خیبر علی روحة کے معنی یہ ہیں کہ یہ جگہ خیبر سے اتنے فاصلے پر ہے کہ آدمی زوال کے وقت سے چلے تو شام تک وہاں پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا منگوایا تو صرف ستولایا گیا، ہم نے اس میں سے کچھ پھانک کر کھایا، پھر آپ ﷺ نے پانی منگوا کر صرف کلی کی، وضو نہیں کیا، ہم نے بھی کلی کی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں نماز مغرب پڑھائی، سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے یحییٰ بن سعید سے اولاً و آخراً سنی۔

لُکنَا: بروزن قُلْنا، لَوْك سے ہے جس کے معنی پھانکنے کے ہیں، عَوْدًا وَبَدْءًا: أی عائدًا وبادئاً أی أولا وآخرا یعنی ابتدا میں بھی سنی اور آخر میں دوبارہ بھی سنی(٦٠)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ نے اجتماعاً ستو تناول فرمایا۔

٧ – باب : الخبز المرقّق ، والأكل على الخوان والسّفرة .

خبز مُرقَّق: باریک چپاتی اور نرم پتلی روٹی کو کہتے ہیں اور خوان خاء کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ ہے، اس میں ایک تیسری لغت ..... إخوان بھی ہے(٦١)۔

---

(٦٠) إرشاد الساری: ١٢/ ١٥٥ ـ وعمدة القاری: ٢١/ ٣٤ .

(٦١) فتح الباری: ٩/ ٦٦٣ ـ وعمدة القاری: ٢١/ ٣٤

علامہ عینی نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ تانبے کا ہوتا تھا اور اس کے نیچے تپائی کی طرح پائے ہوتے ہیں (۶۲)۔

ہوسکتا ہے اس زمانے میں خوان تانبے کا استعمال ہوتا ہو، لوگ اس کے اوپر کھانا رکھ کر کھایا کرتے تھے، آج کل اس کا ترجمہ چوکی اور میز سے کیا جاسکتا ہے، مولانا وحید الزمان صاحب نے "میز" ہی سے اس کا ترجمہ کیا ہے (۶۳)۔

اور سُفْرة (سین کے ضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ) دستر خوان کو کہتے ہیں، اصل میں تو سُفْرة کا اطلاق خوشے اور طعام پر ہوتا ہے، لیکن یہاں محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے یا حال بول کر محل مراد لیا ہے چونکہ طعام حال اور دستر خوان محل ہے اور مراد دستر خوان ہے (۶۴)۔ عام طور پر چمڑے کے دستر خوان کے لیے سفرة کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

٥٠٧٠ : حدَّثنا محمَّدُ بْنُ سِنَانٍ : حدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ قالَ : كُنَّا عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ خَبَّازٌ لَهُ ، فَقَالَ : ما أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ خُبْزًا مُرَقَّقًا ، وَلاَ شَاةً مَسْمُوطَةً حَتَّى لَقِيَ اللهَ .
[٥١٠٥ ، ٦٠٩٢]

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۵)۔

---

(۶۲) قال العینی فی العمدة : ۲۱/۲۵: وھو طبق کبیر من نحاس، تحته کرسی من نحاس ملزوق به، طوله قدر ذراع ویوضع بین کبیر من المترفین لایحمله إلااثنان فما فوقھما۔

(۶۳) دیکھیے القاموس الجدید: ۲۶۰ (مادہ خون)

(۶۴) سفرة اسم لما یوضع علیه الطعام، وأصلھا الطعام نفسه (إرشاد الساری: ۱۲/۱۵۶)۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۵۔ وفتح الباری: ۹/۶۶۳۔

(۶۵) (۵۰۷۰) الحدیث أخرجه البخاری أیضا فی باب شاة مسموطة والکتف والجنب (رقم الحدیث: ۵۱۰۵) وفی کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیه وسلم وأصحابه وتخلیھم من الدنیا (رقم الحدیث : ۶۰۹۲) وأخرجه ابن ماجه فی الأطعمة باب الرقاق: ۲/۱۱۰۸، (رقم الحدیث : ۳۳۳۹)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کے پاس تھے، ان کے پاس ان کے باورچی تھے تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پتلی روٹی نہیں کھائی اور نہ ہی شاۃ مسموطہ تناول فرمائی۔

شاۃ مسموطہ: اس بکری کو کہتے ہیں جس کے بال ذبح کرنے کے بعد گرم پانی سے زائل کردیے جاتے ہیں اور کھال سمیت اس کو مُسَلَّم پکایا جاتا ہے، عام طور سے صغیر السن بکری کے بچے میں یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں(٦٦)۔

چونکہ یہ مترفین کا طریقہ ہے اس لیے اس کو پسند نہیں کیا گیا، نیز اسے اگر چھوڑ دیا جاتا تو بڑا ہو کر وہ قیمت اور گوشت کے اعتبار سے زیادہ مفید ثابت ہوتا، اسی طرح اس کی کھال سے نفع حاصل کیا جاسکتا تھا لیکن کھال سمیت پکانے سے اس کا امکان جاتا رہا اس لیے یہ پسندیدہ عمل نہیں، تاہم جائز ہے(٦٧)۔

٥٠٧١ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ يُونُسَ – قالَ عَلِيٌّ : هُوَ الْإِسْكَافُ – عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : ما عَلِمْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عَلَى سُكُرُّجَةٍ قَطُّ ، وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَطُّ ، وَلا أَكَلَ عَلَى خِوَانٍ قَطُّ . قِيلَ لِقَتَادَةَ : فَعَلَى ما كَانُوا يَأْكُلُونَ ؟ قالَ : عَلَى السُّفَرِ . [٥٠٩٩]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے(٦٨)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھوٹی طشتریوں میں کھایا ہو اور نہ آپ ﷺ نے کبھی پتلی باریک چپاتی کھائی اور نہ آپ نے خوان (میز) پر کھایا،

---

(٦٦) وفي فتح الباري: ٩/ ٦٦٣: "المسموط الذي أزيل شعره بالماء المسخن وشوي بجلده ويطبخ، وانما يصنع ذلك في الصغير السن الطري۔"

(٦٧) فتح الباري: ٩/ ٦٦٣، وعمدة القاري: ٢١/ ٣٥۔

(٦٨) (٥٠٧١) أخرجه البخاري أيضا فيه، باب على ماكان النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه يأكلون: رقم الحديث: ٥٠٩٩، وأخرجه الترمذي في الأطعمة باب ماجاء على ماكان يأكل رسول الله: ٤/ ٢٥٠، رقم الحديث: ١٧٨٨، وأخرجه ابن ماجه في الأطعمة، باب الأكل على الخوان والسفرة: ٢/ ١٠٩٥، رقم الحديث: ٣٢٩٢۔

قتادہ سے پوچھا گیا کہ آخر لوگ کس چیز پر کھاتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا...... "دستر خوان پر"۔

سُکُرُّجہ کا ترجمہ طشتری کے ساتھ کیا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے پیالوں کو بھی سُکُرُّجہ کہا جاتا ہے (۶۹)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عموماً اجتماعی حالت میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، اس لیے چھوٹے برتنوں کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، بڑے برتن میں سب ایک ساتھ کھاتے تھے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ چھوٹی طشتریاں اور چھوٹے پیالے عموماً اچار وغیرہ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اول تو عسرت اور تنگی زیادہ تھی اور ثانیاً وہاں خوراک کی کثرت کا اہتمام نہیں تھا اور اچار، چٹنی وغیرہ کا بندوبست وہ لوگ کرتے ہیں جو کثرتِ اکل کے شوقین اور عادی ہوتے ہیں (۷۰)۔

سُفَر: سُفْرۃ کی جمع ہے، دستر خوان کو کہتے ہیں۔

سند میں "یونس" سے مراد یونس بن اَبی الفرات ہیں، ابن ماجہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے، ابن معین اور امام احمد نے انہیں ثقہ قرار دیا، بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۷۱)۔

اس روایت میں "حیس" کا ذکر کیا گیا ہے، پنیر، کھجور اور گھی کو ملا کر ایک حلوہ بنایا جاتا ہے، اسے حیس کہتے ہیں، اَنطاع:...... نِطْعٌ کی جمع ہے: دستر خوان۔

۵۰۷۲ : حدّثنا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ : قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْنِي بِصَفِيَّةَ ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ ، أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ ، فَأُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْأَقِطُ وَالسَّمْنُ . وَقَالَ عَمْرٌو ، عَنْ أَنَسٍ : بَنَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ . [ر : ٣٦٤]

(۶۹) قال العینی فی العمدة: ۲۱/۳۶: "سکرجة: بضم السین و الکاف و الراء المشددة بعدها جیم مفتوحة...... هی قصاع صغار یؤکل فیها"...... وفتح الباری: ۹/۲۶۴

(۷۰) فتح الباری: ۹/۲۶۵

(۷۱) عمدة القاری: ۲۱/۳۵۔ وفتح الباری: ۹/۲۶۴

٥٠٧٣ : حدّثنا مُحمَّدٌ : أَخبَرَنا أَبو مُعاوِيَة : حَدَّثَنا هِشامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَعَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسانَ قال : كانَ أَهْلُ الشَّامِ يُعَيِّرُونَ ابْنَ الزُّبَيْرِ ، يَقُولُونَ : يَا ابْنَ ذاتِ النِّطَاقَيْنِ ، فَقالَتْ لَهُ أَسْماءُ : يا بُنَيَّ إِنَّهُمْ يُعَيِّرُونَكَ بِالنِّطَاقَيْنِ ، هَلْ تَدْرِي ما كانَ النِّطَاقانِ ؟ إِنَّمَا كانَ نِطَاقِي شَقَقْتُهُ نِصْفَيْنِ ، فَأَوْكَيْتُ قِرْبَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِأَحَدِهِما ، وَجَعَلْتُ فِي سُفْرَتِهِ آخَرَ ، قالَ : فَكانَ أَهْلُ الشَّأْمِ إِذَا عَيَّرُوهُ بِالنِّطَاقَيْنِ ، يَقُولُ : إِيهًا وَالإِلٰهِ ، تِلْكَ شَكاةٌ ظاهِرٌ عَنْكَ عارُها . [ر : ٢٨١٧]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو "یاابن ذات النطاقین" کہا گیا، ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر پر ذات النطاقین کا اطلاق کیا گیا۔

اصل میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لے جارہے تھے تو انھوں نے اپنی کمر بند کو چاک کر کے ایک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے کو باندھ دیا تھا اور ایک سے آپ کے دستر خوان کو باندھا تھا، اس لیے ان کو "ذات النطاقین" کہا جانے لگا۔

أوكيت قِرْبَة رسول الله صلى الله عليه وسلم بأحدهما

أوکی کے معنی باندھنے کے ہیں اور قِرْبة (قاف کے کسرہ کے ساتھ) مشکیزے کو کہتے ہیں أی رَبطتُ فَمَهابه...... یعنی مشکیزے کا منہ ایک نطاق سے میں باندھ لیتی۔

اہل شام جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو "ابن ذات النطاقین" کہہ کر عار دلاتے تو وہ فرماتے......إيهاً، والإله: بخدا! اور کہو مجھے تو بھلا لگتا ہے۔إيْهاً...... (ہمزہ کے کسرہ، یاء کے سکون اور ہاء کی تنوین کے ساتھ)...... علامہ قسطلانی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

كلمة تستعمل فى استدعاء الشيْ ، وقيل: هى للتصديق كأنه قال: صدقتم(٧٢)

یعنی کسی چیز کو طلب کرنے کے لیے یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کسی کی بات کے اعتراف اور تصدیق کے لیے اس کو استعمال کرتے ہیں۔

(٧٢)إرشاد السارى: ١٢/١٥٨۔

یہاں "إيْهاً والإله" ہے، احمد بن یونس کی روایت میں "إيْهاً ورب الكعبة" کے الفاظ ہیں(۷۳)۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ابوذؤیب ہذلی کے شعر کا دوسرا مصرع پڑھتے، پورا شعر یوں ہے:

وعيرني الواشون أني أحبها
وتلك شكاة ظاهر عنك عارها

"چغلی کھانے والوں نے مجھے عار دلائی کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (لیکن میں تو اس عار کو پسند کرتا ہوں کیونکہ) یہ تو ایسی عار ہے جس کا عیب زائل ہونے والا ہے"...... ظاهر: زائل کے معنی میں ہے(۷۴)۔ مطلب یہ ہے کہ اس سے تو فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے اتنی کمر بستگی کا اظہار کیا کہ اپنے کمر بند کو بھی دستر خوان اور مشکیزہ باندھنے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت کے واسطے استعمال کیا۔

أَضُب (بفتح الهمزه وضم الضاد وتشديد الباء) ضَب کی جمع ہے: گوہ، کفتار۔

٥٠٧٤ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ أُمَّ حُفَيْدٍ بِنْتَ الحَارِثِ بْنِ حَزْنٍ ، خالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضُبًّا ، فَدَعا بِهِنَّ ، فَأُكِلْنَ عَلَى مائِدَتِهِ ، وَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ كالمُسْتَقْذِرِ لَهُنَّ ، وَلَوْ كُنَّ حَرَامًا ما أُكِلْنَ عَلَى مائِدَةِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلَا أَمَرَ بِأَكْلِهِنَّ . [ر : ٢٤٣٦]

---

(۷۳) فتح الباری: ۹/۶۶۶۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۵۸۔

(۷۴) اور ابتدائی دو شعر ہیں:

هل الدهر إلا ليلة ونهارها
وإلاطلوع الشمس ثم غيارها
أبى القلب إلا أم عمرو فأصبحت
تحرق ناري بالشكاة ونارها

اور متن میں ذکر کردہ شعر کے بعد کا شعر ہے:

فإن أعتذر منها فإني مكذب
وإن تعتذر يردد عليك اعتذارها

(فتح الباری: ۹/۶۶۶) وعمدة القاری: ۲۱/۳۷

٨ – باب : السَّوِيقِ .

٥٠٧٥ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنا حَمَّادٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسارٍ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمانِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُمْ كانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالصَّهْباءِ ، وَهِيَ عَلَى رَوْحَةٍ مِنْ خَيْبَرَ ، فَحَضَرَتِ الصَّلاةُ ، فَدَعا بِطَعامٍ فَلَمْ يَجِدْهُ إِلَّا سَوِيقًا ، فَلاكَ مِنْهُ ، فَلُكْنا مَعَهُ ، ثُمَّ دَعا بِماءٍ فَمَضْمَضَ ، ثُمَّ صَلَّى وَصَلَّيْنا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ٢٠٦]

٩ – باب : ما كانَ النَّبِيُّ ﷺ لا يَأْكُلُ حَتَّى يُسَمَّى لَهُ ، فَيَعْلَمَ ما هُوَ .

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوئی چیز نہیں کھاتے تھے، جب تک آپ ﷺ کو بتانہ دیا جاتا کہ وہ کیا چیز ہے اور کونسا کھانا ہے۔

اس کی ایک وجہ تو یہ لکھی ہے کہ عربوں کے ہاں اس زمانے میں چونکہ اشیاء خوردنی کی قلت تھی، اس لیے کھانے کی جو بھی چیز میسر ہوتی، عموماً کھالی جاتی، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی بعض چیزیں طبعی طور پر پسند نہیں تھیں، اس لیے آپ کو بتایا جاتا۔

اسی طرح بعض جانوروں کا گوشت شرعی نقطۂ نظر سے حرام قرار دیا گیا تھا، آپ اس لیے بھی معلوم کرتے کہ کہیں کسی حرام جانور کا گوشت لاعلمی میں استعمال نہ ہو جائے کہ کھلانے والے نے تو حلال سمجھ کر رکھا ہو اور وہ شریعت میں حرام ہو (۷۵)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی طبیعت اس قسم کی ہے کہ اس کو کھانے میں بعض اشیاء مرغوب اور بعض ناپسند ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ ایک طبعی اور غیر اختیاری حالت ہے۔

٥٠٧٦ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ مُقاتِلٍ أَبُو الحَسَنِ : أَخْبَرَنا عَبْدُ اللهِ : أَخْبَرَنا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو أُمامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الأَنْصارِيُّ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ خالِدَ بْنَ الوَلِيدِ ، الَّذِي يُقالُ لَهُ سَيْفُ اللهِ ، أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى

(۷۵) مذکورہ دونوں توجیہات کے لیے دیکھیے، فتح الباری: ۹/ ۲۶۸۔ وإرشاد الساری: ۱۲/ ۱۶۰

مَيْمُونَةَ ، وَهِيَ خالَتُهُ وَخالَةُ آبْنِ عَبَّاسٍ ، فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوذًا ، قَدِمَتْ بِهِ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ ، فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُولِ آللهِ ﷺ ، وَكانَ قَلَّمَا يُقَدِّمُ يَدَهُ لِطَعَامٍ حَتَّى يُحَدَّثَ بِهِ وَيُسَمَّى لَهُ ، فَأَهْوَى رَسُولُ آللهِ ﷺ يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ ، فَقالَتِ آمْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الحُضُورِ : أَخْبِرْنَ رَسُولَ آللهِ ﷺ ما قَدَّمْتُنَّ لَهُ ، هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ آللهِ ، فَرَفَعَ رَسُولُ آللهِ ﷺ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ ، فَقَالَ خالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ : أَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُولَ آللهِ ؟ قالَ : (لَا ، وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي ، فَأَجِدُنِي أَعافُهُ) . قالَ خالِدٌ : فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ ، وَرَسُولُ آللهِ ﷺ يَنْظُرُ إِلَيَّ . [٥٠٨٥ ، ٥٢١٧] (٧٦)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہ ...... (جو ان کی اور ابن عباس کی خالہ تھیں) ...... کے یہاں گئے، ان کے پاس بھنا ہوا گوہ موجود تھا، جو ان کی بہن حفیدہ بنت الحارث، علاقہ نجد سے لائی تھیں، میمونہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ پیش کیا اور بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ اپنا ہاتھ کسی کھانے کی طرف بڑھاتے تاوقتیکہ آپ سے بیان نہ کر دیا جاتا یا بتلا نہ دیا جاتا (کہ کیا چیز ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بھنے ہوئے گوہ (کے گوشت) کی طرف بڑھایا تو جو عورتیں حاضر تھیں ان میں سے ایک نے (دوسری خواتین کو مخاطب کر کے) کہا، "حضور کے سامنے تم نے جو چیز پیش کی ہے وہ بتلا دو (پھر خود ہی کہنے لگی) یا رسول اللہ! یہ تو گوہ ہے" ...... یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھالیا، اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا "یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن چونکہ یہ ہمارے ملک میں نہیں پایا جاتا اس لیے میری طبیعت اسے ناپسند کرتی ہے۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے کھینچ لیا اور کھانے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف (تعجب کی نظروں سے) دیکھتے رہے۔

فقالت امرأة من النسوة الحضور: جس عورت نے آپ ﷺ کو بتلایا، طبرانی کی روایت میں

(٧٦)(٥٠٧٦)الحديث أخرجه البخاری أيضافيه، باب الشواء : رقم الحديث: ٥٠٨٥، وفی كتاب الذبائح، باب الضب: رقم الحديث(رقم الحديث:٥٢١٧) وأخرجه مسلم فی كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الضب: رقم الحديث: ١٩٤٥، وأخرجه أبوداود فی كتاب الأطعمة، باب أكل الضب: ١٧٦/٢، وأخرجه ابن ماجه فی أبواب الصيد(رقم الحديث: ٣٢٣٢)

ہے کہ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں (۷۷)۔

گوہ وکفتار کھانے کا حکم

جمہور علماء کے نزدیک ضب یعنی کفتار و گوہ کا گوشت مباح ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ظاہریہ کا یہی مسلک ہے (۷۸)۔

حضرات فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک گوہ حرام ہے، یہ مسلک اعمش، زید بن وھب اور حضرت علیؓ سے مروی ہے (۷۹)۔

امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک ضب کا گوشت مکروہ ہے (۸۰)۔ امام طحاوی نے مکروہ تنزیہی فرمایا (۸۱) اور بنایہ میں علامہ عینی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے (۸۲)۔

جمہور کا استدلال حدیث باب سے ہے، جو واضح ہے۔

حرمت کے قائلین، ابوداود میں عبدالرحمن بن شبل کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی عن أکل الضب" (۸۳)۔

علامہ بیہقی نے اس حدیث کو اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے معلول قرار دیا (۸۴)۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اسماعیل بن عیاش کی شامیین سے روایات مقبول ہیں اور یہ حدیث وہ شامیین سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابن عساکر نے اس روایت کو حضرت عائشہؓ کے طریق

---

(۷۷) فتح الباری: ۹/۶۶۸۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۶۱

(۷۸) کتاب الأم: ۱/۲۵۰، الجزء الثانی، أکل الضب، وعمدة القاری: ۲۱/۳۹۔

(۷۹) عمدة القاری: ۱۰/۵۳ (کذا فی تکملة فتح الملهم: ۳/۵۲۷)

(۸۰) عمدة القاری: ۱۰/۵۳۔

(۸۱) إعلاء السنن، کتاب الذبائح، باب النهی عن أکل الضب: ۱۷/۱۶۲۔

(۸۲) البنایة شرح هدایة: ۱۰/۳۰۷

(۸۳) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الضب، رقم الحدیث: ۳۷۹۶۔

(۸۴) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۷/۱۶۰۔

سے بھی نقل کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے(۸۵)۔

اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ان کو کسی نے ضب ہدیہ میں دیا، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے انھیں منع فرمایا، اتنے میں ایک سائل آیا، حضرت عائشہؓ نے اسے وہی ضب کھلانا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "أتطعمینه مالا تأکلین" جو خود نہیں کھارہی، وہ اسے کھلارہی ہو۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وبه نأخذ، وهو قول أبی حنیفة" (۸۶)۔

۱۰ – باب : طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ

۵۰۷۷ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ . وَحَدَّثَنَا إِسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ) .

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ نقل کیے ہیں، یہ اس حدیث کے الفاظ ہیں جو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کی ہے (۸۷)...... حدیث چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی، اس لیے امام بخاری نے ان الفاظ کو ترجمۃ الباب میں ذکر کیا اور آگے باب میں طعام الاثنین کافی الثلاثة والی روایت نقل فرمائی، دونوں روایات کے درمیان فرق ظاہر ہے، ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کفایت کرجاتا ہے، اس صورت میں ہر ایک کے حصہ میں نصف نصف آئے گا، دو کا تین کے لیے کافی ہے، اس میں نصف کے بجائے ہر ایک کے حصہ میں دو دو ثلث آئے گا۔

علامہ ابن منیر نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کے الفاظ حدیثِ باب سے اس طرح ثابت ہوتے ہیں کہ جس شخص کے لیے ثلث چھوڑنا ممکن ہو، اس کے لیے نصف چھوڑنا بھی ممکن ہوتا ہے لتقارب بهما (۸۸) کیونکہ نصف اور دو دو ثلث میں صرف ایک سدس کا فرق ہے اور یہ کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔

---

(۸۵) السراج المنیر للعزیزی: ۳/۳۹۶۔

(۸۶) کتاب الآثار: ۱۷۹، رقم الحدیث: ۸۱۶۔

(۸۷) دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل، رقم الحدیث: ۲۰۵۸۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۶۶۹۔

ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہونے کا مطلب

باقی ان احادیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس کھانے سے ایک آدمی سیر ہو سکتا ہے اس سے دو آدمی سیر ہو جائیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دو کا گذارا اس سے ہو سکتا ہے اسی طرح جو کھانا دو آدمیوں کو سیر کر دیتا ہے، وہ تین آدمیوں کے لیے بطور قناعت کافی ہو جاتا ہے اور ان کی بنیادی غذائی ضرورت اس سے پوری ہو جاتی ہے (۸۹)۔

اس طرح کی احادیث کا اصل مقصد ایثار اور قناعت کی ترغیب اور تعلیم دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے، اس میں دوسرے لوگوں کو بھی شریک کر لیا کرو۔

حدیث باب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۹۰)۔

۱۱ - باب: الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ.

۵۰۷۸/۵۰۸۰: حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاقِدِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُؤْتَى بِمِسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَكَلَ كَثِيرًا، فَقَالَ: يَا نَافِعُ، لَا تُدْخِلْ هٰذَا عَلَيَّ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: (الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ).

(۵۰۷۹): حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: (إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَإِنَّ الْكَافِرَ، أَوِ الْمُنَافِقَ - فَلَا أَدْرِي أَيَّهُمَا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ - يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ).

وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

(۵۰۸۰): حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ: كَانَ أَبُو نَهِيكٍ رَجُلًا أَكُولًا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: (إِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ). فَقَالَ: فَأَنَا أُومِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ.

---

(۸۹) فتح الباری: ۹/۶۶۸۔ وشرح مشکاۃ للطیبی، کتاب الأطعمۃ: ۸/۱۴۴۔

(۹۰)(۵۰۷۷) وأخرجه مسلم فی کتاب الأطعمۃ، باب فضیلۃ المواساۃ فی الطعام القلیل، رقم الحدیث: ۲۰۵۸، وأخرجه الترمذی فی کتاب الأطعمۃ، باب ماجاء فی طعام الواحد یکفی الاثنین، (رقم الحدیث: ۱۸۲۰)

۵۰۸۱/۵۰۸۲ : حدّثنا إسماعِيلُ قالَ : حدَّثَني مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ في مِعًى وَاحِدٍ ، وَالْكافِرُ يَأْكُلُ في سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .

(۵۰۸۲) : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثابِتٍ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَجُلاً كانَ يَأْكُلُ أَكْلاً كَثِيرًا ، فَأَسْلَمَ ، فكانَ يَأْكُلُ أَكْلاً قَلِيلاً ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ في مِعًى وَاحِدٍ ، وَالْكافِرَ يَأْكُلُ في سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .

مِعیً: میم کے کسرہ اور عین کی تنوین کے ساتھ آنت کو کہتے ہیں۔

باب کی پہلی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ جب تک کسی مسکین اور فقیر کو ان کے ساتھ کھانے میں شریک نہ کیا جاتا، اس وقت تک وہ کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک مرتبہ ایک آدمی ان کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے لایا گیا تو اس نے بہت زیادہ کھانا کھایا تو حضرت ابن عمرؓ فرمانے لگے کہ اس شخص کو آئندہ میرے پاس نہیں لانا کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مؤمن ایک آنت اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

مؤمن کا ایک آنت اور کافر کا سات آنتوں میں کھانے کا مطلب

حضرات محدثین نے اس حدیث کے مختلف مطلب بیان کیے ہیں:

❶ ایک مطلب یہ بیان کیا گیا کہ اس حدیث سے حقیقتاً آنتیں اور کھانا مراد نہیں، بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کی قلت و کثرت مراد ہے، گویا دنیا کو "أکل" اور اس کے اسباب کو "امعاء" سے تعبیر کیا اور مقصد یہ ہے کہ مؤمن دنیوی لذتوں کا زیادہ شائق نہیں ہوتا جب کہ کافر عیش پرست اور لذت پرست ہوتا ہے(۹۱)۔

(۵۰۷۸) الحدیث أخرجه البخاری ایضاً فی هذا الباب رقم الحدیث (۵۰۷۹)، و (۵۰۸۰) و (۵۰۸۱) و (۵۰۸۲)، وأخرجه مسلم فی کتاب الأشربة، باب المؤمن یأکل فی معیً واحد، رقم الحدیث (۲۰۶۰) و (۲۰۶۱)

(۹۱) فتح الباری: ۹/ ۶۷۲۔ عمدة القاری: ۲۱/ ۴۱۔ وإرشاد الساری: ۱۲/ ۱۶۲

❷ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ مؤمن رزق حلال کھاتا ہے جو نسبتاً کم ہوتا ہے اور کافر حرام کھاتا ہے جس کے ذرائع بکثرت ہوتے ہیں، قلتِ حلال اور کثرتِ حرام کو "معی واحد" اور "سبعة أمعاء" سے تعبیر کیا گیا (۹۲)۔

❸ حدیث کا مطلب مؤمن کے کھانے میں برکت اور کافر کے طعام میں بے برکتی کو بیان کرنا ہے کہ مؤمن اللہ کا نام لے کر کھاتا ہے تو برکت ہوتی ہے اور شیطان اس کے ساتھ شریک نہیں رہتا تو کم کھانا اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ جب کہ کافر اللہ کا نام لیے بغیر کھاتا ہے تو شیطان کی شرکت کی وجہ سے کم کھانا اس کے لیے کفایت نہیں کرتا (۹۳)۔

❹ اس سے مراد عام قانون کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ایک خاص مسلمان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا، جس کا ذکر مسلم وغیرہ کی روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مہمان آیا جو کافر تھا آپ ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری سے دودھ دوہنے کا حکم فرمایا، بکری سے دودھ دوہا گیا، اس نے وہ دودھ پی لیا، پھر دوسری بکری دوہی گئی، وہ اس دودھ کو بھی پی گیا، اس طرح وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اس کے لیے بکری دوہنے کا حکم دیا، اس نے اس کا دودھ پیا اور دوسری بکری دوہی گئی لیکن اس نے کہا میں سیراب ہو چکا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا، مطلب یہ تھا کہ یہ آدمی جب کافر تھا تو زیادہ پیتا رہا، مسلمان ہوا تو کم پیا، تو اس حدیث میں اس خاص آدمی کا ذکر ہے، عام بات اور کوئی قاعدہ کلیہ بیان کرنا مقصد نہیں "المؤمن" اور "الکافر" میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے "مشکل الآثار" میں اسی قول کو اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"إن هذا الحديث كان في كافر مخصوص وهو الذي شرب حلاب سبع شياه...... وليس عندنا للحديث محمل غيرهذا الوجه۔"

ابن عبدالبر اور ابو عبیدہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے (۹۴)

(۹۲) فتح الباری: ۹/ ۶۷۲۔

(۹۳) فتح الباری: ۹/ ۶۷۲۔ عمدة القاري: ۲۱/ ۴۱

(۹۴) فتح الباری: ۹/ ۶۷۳۔

لیکن اس قول پر اشکال ہوگا کہ جب یہ حدیث ایک خاص آدمی کے متعلق ہے، عام بات اس میں بیان نہیں کی گئی تو پھر حضرت ابن عمرؓ نے اس سے عموم کیسے سمجھ لیا کہ زیادہ کھانے والے فقیر کے متعلق فرمایا کہ اسے دوبارہ میرے پاس نہیں لانا۔

❺ پانچواں مطلب یہ بیان کیا گیا کہ اس حدیث میں مؤمن کی عمومی اور غالب حالت کا ذکر ہے اور "سبعة" کے لفظ سے عدد مخصوص مراد نہیں بلکہ یہ مبالغہ فی التکثیر کے لیے ہے، مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی شان اور عمومی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ کھانے پینے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا، کم کھاتا ہے، زیادہ کھانا اور مستقل اسی کی فکر میں لگے رہنا کفار کی صفت ہے، قرآن کریم میں ہے ﴿والذین کفروا یتمتعون ویاکلون کماتاکل الانعام﴾ اسی طرح مؤمن کا کھانا کافر کے کھانے کے مقابلے میں عموماً ایک اور سات کی نسبت سے ہے، لیکن یہ اکثر اور اغلب کے اعتبار سے ہے، ورنہ اکثر مؤمن ایسے ہو سکتے ہیں، جو عادتاً یا کسی عارض کی وجہ سے زیادہ کھاتے ہوں جیسا کہ باب کی تیسری حدیث میں ہے کہ ابونہیک زیادہ کھاتے تھے، حضرت ابن عمر نے جب ان سے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے تو انھوں نے کہا میں مؤمن ہوں (کافر نہیں) اور کئی کافر ایسے ہو سکتے ہیں جو بہت کم کھاتے ہوں، حدیث بناء علی الأغلب والأکثر ارشاد فرمائی گئی ہے (۹۵)۔ اس حدیث کی تشریح میں یہی قول سب سے زیادہ دل کو لگتا ہے۔

❻ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا، کھانے کی خواہشات اور شہوات سات ہیں، شہوۃ الطبع، شہوۃ النفس، شہوۃ العین، شہوۃ الفم، شہوۃ الاذن، شہوۃ الانف، شہوۃ الجوع...... یہ آخری بھوک کی خواہش انسانی ضرورت ہے، مؤمن صرف اسی ایک خواہش کے تحت کھاتا ہے جب کہ کافر باقی خواہشات کو بھی پیش نظر رکھتا ہے، حدیث میں "معی واحد" اور "أمعاء سبعة" سے یہی شہوات وخواہشات مراد ہیں (۹۶)۔

قاضی ابوبکر بن العربی نے بھی اس کے قریب قریب اس حدیث کی تشریح فرمائی (۹۷)، یحیی بن عبداللہ بن بکیر کی تعلیق امام بخاری نے جو ذکر فرمائی ہے اس کو ابونعیم نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۸)۔

---

(۹۵) فتح الباری: ۹/۶۷۳، وشرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح: ۸/۱۷۳۔ عمدۃ القاری: ۲۱/۴۱

(۹۶) فتح الباری: ۹/۶۷۴۔ عمدۃ القاری: ۲۱/۴۲

(۹۷) فتح الباری: ۹/۶۷۴۔

(۹۸) إرشاد الساری: ۱۲/۱۶۴۔ وفتح الباری: ۹/۶۷۱۔ وعمدۃ القاری: ۲۱/۴۲

باب کی آخری حدیث میں ہے:أن رجلا کان یأکل کثیرا

یہ آدمی کون تھا؟اکثر حضرات کی رائے ہے کہ یہ جھجاہ غفاری تھے،امام احمد کی روایت ہے کہ یہ نضلہ بن عمرو تھے،ابوعبید نے "الغریب" میں ذکر کیا ہے کہ یہ ابونضرہ غفاری تھے اورابن اسحاق کے قول کے مطابق یہ ثمامہ بن اثال تھے(۹۹)۔

تنبیہ

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں دوباب ہیں، ہمارے ہندوستانی نسخے بھی اسی کے مطابق ہیں، پہلاباب ہے"المؤمن یأکل فی معی واحد"اس باب کے تحت حضرت ابن عمرؓ کے مسکین کے واقعے والی روایت ذکر کی ہے اور دوسراباب ہے"المؤمن یأ کل فی معی واحد، فیه ابوهريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم"دونوں میں تکرار ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریارحمہ اللہ نے فرمایاکہ دونوں ترجموں میں اگرچہ صورۃً تکرار ہے لیکن دونوں کی غرض الگ الگ ہے۔پہلے باب سے تقلیل طعام کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور دوسرے باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس بات پرتنبیہ کرنا ہے کہ کھانے سے مؤمن کی غرض صرف رفع الجوع ہونا چاہیے، کافر کی طرح مختلف شہوتوں کو پورا کرنا مؤمن کا مقصد نہیں ہونا چاہیے(۱۰۰)۔واللہ اعلم

١٢ - باب : الْأَكْلِ مُتَّكِئًا .

٥٠٨٣/٥٠٨٤ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ : سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُولُ : قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (لَا آكُلُ مُتَّكِئًا) .

(٥٠٨٤) : حدّثني عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قالَ : كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ : (لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَّكِئٌ) .

---

(۹۹) فتح الباری: ۹/۶۷۱۔وإرشادالساری:۱۲/۱۲۵۔۱۲۶ (۱۰۰)تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۹۴۔

(۵۰۸۳) الحدیث أخرجه أبوداود فی کتاب الأطعمة، باب فی الأکل متکئاً، رقم الحدیث: ۳۷۶۹ و ۳۷۷۰ ، وأخرجه الترمذی فی کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی کراهیة الأکل متکئاً، رقم الحدیث : ۱۸۳۰: وأخرجه ابن ماجه فی أبواب الأطعمة، رقم الحدیث: ۳۲۶۲۔

یہ باب امام بخاری رحمہ اللہ نے تکیہ اور ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے متعلق قائم کیا ہے اور صراحتاً کوئی حکم نہیں لگایا، کیونکہ کوئی صریح نہی اس سلسلہ میں وارد نہیں ہے۔

ٹیک لگا کر کھانے کا حکم

ٹیک لگانے کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو مشہور معنی ہیں کہ کسی چیز تکیہ، دیوار وغیرہ کے ساتھ ٹیک لگائی جائے، تاہم اس کے علاوہ ایک جانب پہلو کی طرف جھک کر کھانا کھانا، بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر کھانا کھانا...... اس طرح کی صورتیں بھی اتکاء میں داخل ہیں، ٹیک لگا کر کھانا کھانے میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء کے نزدیک ٹیک لگا کر کھانا کھانا مکروہ ہے (۱۰۲)۔

لیکن صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے "أکل متکئاً" کا جواز منقول ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس، خالد بن ولید، عبیدہ سلمانی، محمد بن سیرین، عطاء بن یسار اور امام زہری سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

حضرات حنفیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے "لا بأس بالأکل متکئاً" (۱۰۴)۔

ان حضرات نے غالباً حدیث باب کو یا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کیا ہے اور یا پھر افضلیت پر محمول کیا ہے۔

شوافع میں سے ابوالعاص ابن القاص کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱۰۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۴۳۔

(۱۰۳) إرشادی الساری: ۱۲/ ۱۶۷ فتح الباری: ۹/ ۶۷۲۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۴۴

(۱۰۴) درمختار: ۵/ ۵۳۳ مسائل شتی فإنه قال: وهذا إذا لم یکن عن تکبر، وإلا فیحرم۔

خصائص میں سے ہے(۱۰۵)۔

لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کو بغیر کسی دلیل کے آپ کی خصوصیت قرار نہیں دیا جاسکتا، البتہ بلاعذر ٹیک لگا کر کھانا خلاف اولی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں (۱۰۶)۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتأکل متکئاً" علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں(۱۰۷)۔

ضرورت کے وقت ٹیک لگا کر کھانا کھانا بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔

کھانے کے لیے بیٹھنے کی مستحب صورتیں

کھانے کے لیے بیٹھنے میں مستحب صورت ایک تو یہ ہے کہ آدمی دونوں پاؤں پر اس طرح بیٹھے کہ سرین زمین پر نہ لگے جیسے ہمارے ہاں مدارس کے مطعم میں طلبہ بیٹھتے ہیں، چنانچہ حضرت انسؓ کی ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے کے وقت بیٹھنے کی یہ کیفیت منقول ہے(۱۰۷☆)۔

دوسری صورت یہ ہے دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھے، جیسے درس گاہ میں عموماً طلبہ اسی ہئیت پر بیٹھتے ہیں(۱۰۸)۔

اس کے علاوہ دوزانو ہو کر بیٹھنا اور متربعاً بیٹھنا بھی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اس میں کراہت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی! بلکہ دوزانو اس طرح بیٹھنا کہ بایاں ہاتھ بطن پر ہو اور جُھک کر کھانا کھایا جائے تو یہ

---

(۱۰۵) عمدة القارى: ۲۱/۴۳، وفتح البارى: ۹/۶۷۶۔

(۱۰۶) عمدة القارى: ۲۱/۴۴۔ والأبواب والتراجم: ۲/۸۷۔

(۱۰۷) عمدة القارى: ۲۱/۴۴۔

(۱۰۷☆) دیکھیے سنن أبى داود، كتاب الأطعمة۔ باب ماجاء فى الاكل متكِئاً: ۳/۳۴۸،(رقم الحديث: ۳۷۷۱)

(۱۰۸) قال القسطلانى فى إرشادالسارى: ۱۲/۱۶۷: "وإذاثبت أنه مكروه أوخلاف الأولىٰ فليكن الأكل جاثيا على ركبتيه وظهور قدميه، أو ينصب الرجل اليمنى ويجلس على اليسرى" نیز دیکھیے تحفة الأحوذى: ۵/۵۵۸۔ وعمدةالقارى: ۲۱/۴۴۔ وفتح البارى: ۹/۶۷۶

اولی ہے کھانا کم کھایا جائے گا اور کھانے کا احترام بھی اسی میں زیادہ ہوگا، کما سمعتُ عن شیخ **الاسلام** والمسلمین سیدنا ومولانا حسین أحمد المدنیؒ۔

حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیک لگا کر کھانا کھاتے دیکھا تو آپ ﷺ کو منع فرمایا، اس کے بعد آپ نے متکئاً کھانا تناول فرمانا ترک کر دیا **(۱۰۹)**۔

علی بن الأقمر

یہاں باب کی دو حدیثوں کی سند میں علی بن الاقمر ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۱۱۰)۔

ابن سعد نے اہل کوفہ کے طبقہ ثالثہ میں انہیں ذکر کیا ہے (۱۱۱)۔ یحیی بن معین، ابو حاتم، عجلی، نسائی اور دارقطنی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے (۱۱۲)۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں انہیں ذکر کیا ہے (۱۱۳)۔

سمعت أبا جحیفة

یہ حدیث علی بن الأقمر نے براہ راست ابو جحیفہ سے بھی سنی ہے جیسا کہ اس جملے میں تصریح ہے اور ابو جحیفہ کے بیٹے عون کے واسطے سے بھی سنی ہے جیسا کہ سفیان کی روایت میں ہے، اس کو اصول حدیث کی اصطلاح میں "مزید فی متصل الاسانید" کہتے ہیں (۱۱۴)۔

---

(۱۰۹) فتح الباری: ۹/ ۶۷۶۔ وإرشاد الساری: ۱۲/ ۱۶۷۔

(۱۱۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۴۳۔ وفتح الباری: ۹/ ۶۷۵۔

(۱۱۱) طبقات ابن سعد: ۶/ ۳۱۱۔

(۱۱۲) دیکھیے الجرح والتعدیل: ۶، رقم الترجمة: ۹۵۴، والمعرفة والتاریخ: ۳/ ۶۵۱۔ وتهذیب **الکمال:** ۲۰/ ۳۲۴، وتهذیب التهذیب: ۷/ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔

(۱۱۳) کتاب الثقات لابن حبان: ۵/ ۱۶۲۔

(۱۱۴) فتح الباری: ۹/ ۶۷۵۔

١٣ – باب : الشِّوَاءِ .

وَقَوْلِ ٱللّٰهِ تَعَالَى : «جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ» /هود: ٦٩/ : أَيْ مَشْوِيٍّ .

٥٠٨٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ : أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِضَبٍّ مَشْوِيٍّ ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ لِيَأْكُلَ ، فَقِيلَ لَهُ : إِنَّهُ ضَبٌّ ، فَأَمْسَكَ يَدَهُ ، فَقَالَ خَالِدٌ : أَحَرَامٌ هُوَ ؟ قَالَ : (لَا ، وَلٰكِنَّهُ لَا يَكُونُ بِأَرْضِ قَوْمِي ، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ) . فَأَكَلَ خَالِدٌ وَرَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ يَنْظُرُ . قَالَ مَالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ . [ر : ٥٠٧٦]

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بھنا ہوا گوشت کھانا جائز ہے، اس کے تحت ضب والی روایت نقل کی ہے، ضب تو آپ نے طبعی ناگواری کی وجہ سے تناول نہیں فرمایا، تاہم اس کے مشوی اور بھنے ہوئے ہونے پر اعتراض نہیں کیا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ بھنا ہوا گوشت کھانے میں مضائقہ نہیں ہے (۱) ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیت میں "حنیذ" کے معنی مشوی اور بھنے ہوئے کے ہیں۔

١٤ – باب : الخَزِيرَةِ .

قَالَ النَّضْرُ : الخَزِيرَةُ مِنَ النُّخَالَةِ ، وَالحَرِيرَةُ مِنَ اللَّبَنِ .

٥٠٨٦ : حدّثني يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ : أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ : أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي ، وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي ، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ ، فَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى . فَقَالَ : (سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ ٱللّٰهُ) . قَالَ عِتْبَانُ : فَغَدَا رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ٱرْتَفَعَ النَّهَارُ ، فَٱسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ، ثُمَّ قَالَ لِي : (أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ) . فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ . فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرَ فَصَفَفْنَا ،

---

(۱) فتح الباری: ۹/ ۶۷۷۔

فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ ، فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا ، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ : أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : ذٰلِكَ مُنَافِقٌ ، لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تَقُلْ ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، يُرِيدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ) . قَالَ : اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ : قُلْنَا : فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ ، فَقَالَ : (فَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ) .

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ ، أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ ، وَكَانَ مِنْ سَرَاتِهِمْ ، عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودٍ ، فَصَدَّقَهُ . [ر : ٤١٤]

نضر بن شمیل فرماتے ہیں کہ خزیرہ میدے سے اور حریرہ دودھ سے بنایا جاتا ہے۔

ابن فارس نے فرمایا کہ خزیرہ آٹا اور گوشت کو ملا کر بنایا جاتا ہے (۲)۔

جوہری نے فرمایا کہ خزیرہ بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو زیادہ مقدار پانی میں ڈال دیا جاتا ہے اور خوب پکانے کے بعد اس میں کچھ آٹا ڈال دیا جاتا ہے (۳)۔

نخالة: ایسے آٹے کو کہتے ہیں جو چھنا ہوا نہ ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ موٹے آٹے کو نخالہ کہتے ہیں، اس کی تائید ایک دوسرے قول سے ہوتی ہے جس میں "جشیشة" وارد ہوا ہے اور اہل لغت نے لکھا ہے کہ جشیشة یہ ہے کہ گیہوں کو موٹا سا دل لیا جائے اور پھر اس میں چربی وغیرہ ڈال کر حریرہ بنالیا جائے (۴)۔ واللہ اعلم۔

حدیث باب کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے، اس میں واقع "وحبسناه علی خزیرة صنعناه" کی مناسبت سے امام نے اسے یہاں ذکر فرمایا۔

---

(۲) فتح الباری: ۹/ ۶۷۸، وعمدة القاری: ۲۱/ ۴۵۔

(۳) فتح الباری: ۹/ ۶۷۸، وعمدة القاری: ۲۱/ ۴۵۔

(۴) النہایة لابن الأثیر: ۱/ ۲۷۳، و مجمع بحار الأنوار: ۱/ ۳۶۱۔

١٥ – باب : الأَقِطِ .

وَقالَ حُمَيْدٌ : سَمِعْتُ أَنَسًا : بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِصَفِيَّةَ ، فَأَلْقَى التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ . [ر : ٥٠٧٢]

وَقالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو ، عَنْ أَنَسٍ : صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْسًا . [ر : ٥٠٧٢]

٥٠٨٧ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : أَهْدَتْ خالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ضِبَابًا وَأَقِطًا وَلَبَنًا ، فَوُضِعَ الضَّبُّ عَلَى مائِدَتِهِ ، فَلَوْ كانَ حَرامًا لَمْ يُوضَعْ ، وَشَرِبَ اللَّبَنَ ، وَأَكَلَ الْأَقِطَ . [ر : ٢٤٣٦]

أَقِط (ہمزہ کے فتحہ اور قاف کے کسرہ کے ساتھ) پنیر کو کہتے ہیں، حیس: کھجور، پنیر اور گھی سے ملا کر ایک خاص قسم کا حلوہ بنایا جاتا ہے، اس کو حیس کہتے ہیں۔

١٦ – باب : السِّلْقِ وَالشَّعِيرِ .

٥٠٨٨ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قالَ : إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ ، كانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ أُصُولَ السِّلْقِ ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا ، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ ، إِذَا صَلَّيْنَا زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا ، وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ ، وَما كُنَّا نَتَغَدَّى ، وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ ، وَاللّٰهِ ما فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ . [ر : ٨٩٦]

سِلْق چقندر اور شعیر جو کو کہتے ہیں، حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن ہم بڑے خوش ہوتے تھے کیونکہ ہماری ایک بڑی بی چقندر کو لے کر ایک ہانڈی میں ڈال دیا کرتی تھیں اور اس میں جو کے کچھ دانے شامل کر دیا کرتی تھیں، ہم جب نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تھے تو ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے تھے اور وہ چقندر اور جو کا وہ مرکب کھانا ہمیں پیش کرتی تھیں، اس میں نہ گوشت ہوتا تھا نہ گھی۔ وَدَک اور دسم کے ایک ہی معنی ہیں: تری، گھی، اس سے اندازہ لگالیں کہ حضرات صحابہ کرام کی زندگی اور ان کی معیشت کتنی سادہ تھی۔

۱۷ - باب : النَّهْسِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ .

۵۰۸۹ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : تَعَرَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَتِفًا ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

وَعَنْ أَيُّوبَ وَعَاصِمٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : انْتَشَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَرْقًا مِنْ قِدْرٍ ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۴]

نہش (نون کے فتحہ اور ہاء کے سکون کے ساتھ) دانت سے نوچ نوچ کر گوشت کھانے کو کہتے ہیں اور انتشال اللحم کا مطلب یہ ہے کہ ہانڈی سے نکال کر گوشت کھایا جائے، اکثر یہ لفظ اس وقت استعمال کرتے ہیں جب گوشت ابھی پوری طرح پکا نہ ہو اور ہانڈی سے نکال لیا جائے ایسے گوشت کو "نشیل" کہتے ہیں(۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں قطع اللحم بالسکین (چاقو چھری سے گوشت کاٹنے) کی ممانعت وارد ہوئی ہے(۶)۔

لیکن حافظ کی یہ بات وزنی نہیں، اس حدیث کی تضعیف کی طرف امام بخاری نے اگلے باب...... باب قطع اللحم بالسکین سے اشارہ کیا ہے اور وہاں وہ اشارہ سمجھ میں بھی آتا ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد امام ترمذی رحمہ اللہ کی ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھانے کا استحباب بیان کرنا ہے، ترمذی کی روایت ہے "انهشوا اللحم نهشا، فإنه أهنأ وأمرأ"(۷)۔

عن محمد عن ابن عباس

یہاں باب کی پہلی حدیث محمد بن سیرین حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، محمد بن سیرین کا حضرت ابن عباس سے سماع ثابت نہیں ہے بلکہ شعبہ کا کہنا ہے "أحاديث محمد بن سيرين

(۵) عمدة القاری:۲۱/۴۷، وفتح الباری:۹/۶۸۱۔

(۶) فتح الباری:۹/۶۸۱۔

(۷) الأبواب والتراجم:۲/۸۸۔

عن عبدالله بن عباس إنما سمعها من عكرمة" یعنی درمیان میں عکرمہ کا واسطہ ہے، اس لیے یہ سند منقطع ہے، محمد بن سیرین عن ابن عباس کی صرف یہی ایک روایت صحیح بخاری میں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس وجہ سے دوسری روایت ایوب عن عکرمہ عن ابن عباسؓ کے طریق سے نقل فرمائی جو متصل ہے(۸)۔ باب کی پہلی روایت میں "تعَرَّق" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہڈی سے گوشت کو نوچ کر کھانے کے ہیں، دوسری روایت میں "عَرْق" کا لفظ آیا ہے، عین کے فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ یہ گوشت والی ہڈی کو کہتے ہیں(۹)۔

١٨ - باب : تَعَرُّقِ الْعَضُدِ .

٥٠٩١/٥٠٩٠ : حدّثني محمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قالَ : حَدَّثَنِي عُثْمانُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ : حدَّثَنَا أَبُو حازِمٍ الْمَدَنِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ مَكَّةَ .

(٥٠٩١) : حدثنا عَبْدُ الْعَزِيز بْنُ عَبْدِ اللّهِ : حَدَّثَنَا محمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قالَ : كُنْتُ يَوْمًا جالِسًا مَعَ رِجالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ ، وَرَسُولُ اللّهِ ﷺ نَازِلٌ أَمامَنا ، وَالْقَوْمُ مُحْرِمُونَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ ، فَأَبْصَرُوا حِمَارًا وَحْشِيًّا وَأَنَا مَشْغُولٌ أَخْصِفُ نَعْلِي ، فَلَمْ يُؤْذِنُونِي بِهِ ، وَأَحَبُّوا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ ، فَالْتَفَتُّ فَأَبْصَرْتُهُ ، فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ، ثمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ ، فَقُلْتُ لَهُمْ : نَاوِلُونِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ ، فَقَالُوا : لَا وَاللّهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ ، فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُما ثُمَّ رَكِبْتُ ، فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمارِ فَعَقَرْتُهُ ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ ، فَوَقَعُوا فِيهِ يَأْكُلُونَهُ ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ ، فَرُحْنَا ، وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِي ، فَأَدْرَكْنَا رَسُولَ اللّهِ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ ، فَقَالَ : (مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ) . فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَأَكَلَهَا حَتَّى تَعَرَّقَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ .

قالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ : مِثْلَهُ .

[ر : ١٧٢٥]

---

(۸) فتح الباری:۹/۶۸۱۔عمدة القاری:۲۱/۴۷۔

(۹) إرشاد الساری:۱۲/۱۷۲۔

اس باب میں بازو کا گوشت دانتوں سے نوچ کر کھانے کا ذکر امام نے کیا ہے، باب میں ذکر کردہ حضرت قتادہ کی روایت کتاب الحج میں گذر چکی ہے(۱۰)، اس میں ہے "فناولته العضد، فأكلها حتى تعرقها"۔

قال محمد بن جعفر حدثني زيد بن أسلم

محمد بن جعفر امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں، ان کی دو سندیں ہیں ایک "عن أبي حازم" والی، جس کا متن امام بخاری نے ذکر کیا اور دوسری سند زید بن اسلم سے ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے "قال محمدبن جعفر" سے یہی بتایا ہے، اس کو تعلیق نہ سمجھا جائے بلکہ ماقبل سند پر اس کا عطف ہے اور متصل ہے(۱۱)۔

۱۹ - باب : قَطْعِ اللَّحْمِ بِالسِّكِّينِ .

۵۰۹۲ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو ابْنِ أُمَيَّةَ : أَنَّ أَبَاهُ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ ، فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّينَ الَّتِي يَحْتَزُّ بِهَا ، ثُمَّ قامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۵]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طریقے سے دانت سے نوچ کر گوشت کھانا جائز ہے، اسی طرح چھری سے گوشت کاٹ کر کھانا بھی جائز ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتقطعوا اللحم بالسكين، فإنه من صنيع الأعاجم، وانهشوه فانه أهنأ وأمرأ"(۱۲)۔

امام ابوداود اور امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ روایت قوی نہیں ہے(۱۳) امام نسائی نے بھی اس کو

---

(۱۰) فتح الباری:۹/ ۶۸۳۔

(۱۱)فتح الباری:۹/ ۶۸۳،وعمدة القاری:۲۱/ ۴۹۔

(۱۲)سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی اکل اللحم ۳/ ۳۴۹(رقم الحدیث:۳۷۷۸)

(۱۳)سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی أکل اللحم ۳/ ۳۴۹(رقم الحدیث۳۷۷۸)

ابومعشر کی مناکیر میں شمار کیا ہے (۱۴) اور علامہ ابن الجوزی نے ایک قدم بڑھایا اور اس کو موضوعات میں ذکر فرمایا (۱۵) حسن بن محمد صغانی لاہوری نے بھی اس کو موضوعات میں نقل کیا ہے (۱۶)۔

اگر یہ روایت تسلیم کی جائے تب بھی جمع بین الروایات ممکن ہے کہ گوشت اگر اچھی طرح پکا ہوا ہو تو اسے چھری سے نہیں کاٹنا چاہیے، ابوداؤد کی روایت اسی پر محمول ہے لیکن اگر گوشت کچا ہے یا سخت ہے تو اس صورت میں چھری سے گوشت کو کاٹا جا سکتا ہے۔

چھری کانٹے سے کھانے کا حکم

البتہ چھری کانٹے سے کھانا کھانا ناجائز ہے کیونکہ وہ فساق وفجار اور انگریزوں اور نصاریٰ کا شعار ہے، حدیث سے چھری کے ذریعے گوشت کاٹنے کا تو ذکر ہے، کھانے کا نہیں، البتہ چمچے سے کھانا جائز ہے، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو ہاتھ سے کھانے میں مشکل پیش آتی ہے اور چمچے سے سہولت ہو جاتی ہے جیسے پھینی ہے کہ اسے ہاتھ کے ذریعے کھانے میں دشواری پیش آتی ہے۔

چھری کانٹے میں اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، وہ کافروں اور فاجروں کا ایک خالص شعار و تہذیب ہے اور تشبہ بالکفار ممنوع ہے۔

۲۰ – باب: ما عاب النَّبيُّ ﷺ طعامًا.

۵۰۹۳: حدَّثنا محمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبي حازِمٍ، عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ قالَ: ما عابَ النَّبيُّ ﷺ طعامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ.

[ر: ۳۳۷۰]

کھانے کے اندر عیب نکالنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہیں تھی، آپ ﷺ کو کھانا مرغوب ہوتا تو تناول فرمالیا کرتے تھے، مرغوب نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد بھی یہ ہے کہ کھانے کے اندر عیب نکالنا درست نہیں، مثلاً یہ کہنا کہ

---

(۱۴) دیکھیے تنزیه الشريعة المرفوعة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۵۷: ۲/ ۲۴۸، واللآلي المصنوعة: ۲/ ۱۹۰۔

(۱۵) كتاب الموضوعات، كتاب الأطعمة، باب قطع اللحم بالسكين: ۲/ ۳۰۳۔

(۱۶) كتاب الموضوعات للصغاني: ۱۲

بدمزہ ہے، کچا ہے، جلا ہوا ہے، مزیدار نہیں۔

۲۱ - باب : النَّفْخِ فِي الشَّعِيرِ .(۱۷)

۵۰۹۴ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ : أَنَّهُ سَأَلَ سَهْلاً : هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمانِ النَّبِيِّ ﷺ النَّقِيَّ ؟ قالَ : لَا ، فَقُلْتُ : كُنْتُمْ تَنْخُلُونَ الشَّعِيرَ ؟ قالَ : لَا ، وَلٰكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ . [۵۰۹۷]

اس باب میں جو کے آٹے میں پھونک مارنے کا بیان ہے، تاکہ چھلکا اور بھوسا اُڑ جائے۔ حضرت ابوحازم نے حضرت سہل سے پوچھا کہ کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میدہ دیکھا تھا؟ انھوں نے کہا "نہیں" پھر میں نے پوچھا، کیا جو کے آٹے کو چھانتے تھے؟ انھوں نے کہا "نہیں" لیکن ہم لوگ اس پر پھونک مار لیا کرتے تھے۔

نقی: صاف آٹے، میدے کو کہتے ہیں: تنخلون الشعیر: تم جو کو چھانتے تھے، نخلتُ الدقیق أی أخرجتُ منه النخالة...... پھونک مارنے سے مراد یہ ہے کہ جو کو پیس لیا جاتا اور پھر پھونک مار کر اس کے بھوسے اور چھلکے کو اڑا دیا کرتے تھے۔

حدیث باب امام بخاری نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے، صحاح ستہ میں سے کسی اور نے یہ حدیث نقل نہیں کی ہے (۱۸)۔

۲۲ - باب : ما كانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَأْكُلُونَ .

۵۰۹۵ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا ، فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ ، فَأَعْطَانِي سَبْعَ تَمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشَفَةٌ . فَلَمْ يَكُنْ فِيهِنَّ تَمْرَةٌ أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْهَا ، شَدَّتْ فِي مَضَاغِي . [۵۱۲۵ ، ۵۱۲۶]

---

(۱۷)(۵۰۹۴)الحدیث أیضا أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمة، باب ماکان النبی صلی اللہ علیه وسلم وأصحابه یأکلون، رقم الحدیث:۵۰۹۷۔

(۱۸)قال العینی: والحدیث من إفراده (عمدة القاری:۲۱/۵۰)۔

٥٠٩٦ : حدّثنا عبد الله بن محمّد : حدّثنا وهب بن جرير : حدّثنا شعبة ، عن إسماعيل ، عن قيس ، عن سعد قال : رأيتني سابع سبعة مع النّبيّ ﷺ ، ما لنا طعام إلّا ورق الحبلة ، أو الحبلة ، حتّى يضع أحدنا ما تضع الشّاة ، ثمّ أصبحت بنو أسد تعزّرني على الإسلام ، خسرت إذًا وضلّ سعيي . [ر : ٣٥٢٢]

٥٠٩٧ : حدّثنا قتيبة بن سعيد : حدّثنا يعقوب ، عن أبي حازم قال : سألت سهل بن سعد فقلت : هل أكل رسول الله ﷺ النّقيّ ؟ فقال سهل : ما رأى رسول الله ﷺ النّقيّ ، من حين ابتعثه الله حتّى قبضه الله . قال : فقلت : هل كانت لكم في عهد رسول الله ﷺ مناخل ؟ قال : ما رأى رسول الله ﷺ منخلا ، من حين ابتعثه الله حتّى قبضه . قال : قلت : كيف كنتم تأكلون الشّعير غير منخول ؟ قال : كنّا نطحنه وننفخه ، فيطير ما طار ، وما بقي ثرّيناه فأكلناه . [ر : ٥٠٩٤]

٥٠٩٨ : حدّثني إسحق بن إبراهيم : أخبرنا روح بن عبادة : حدّثنا ابن أبي ذئب ، عن سعيد المقبريّ ، عن أبي هريرة رضي الله عنه : أنّه مرّ بقوم بين أيديهم شاة مصليّة ، فدعوه ، فأبى أن يأكل وقال : خرج رسول الله ﷺ من الدّنيا ولم يشبع من خبز الشّعير .

٥٠٩٩ : حدّثنا عبد الله بن أبي الأسود : حدّثنا معاذ : حدّثني أبي ، عن يونس ، عن قتادة ، عن أنس بن مالك قال : ما أكل النّبيّ ﷺ على خوان ، ولا في سكرّجة ، ولا خبز له مرقّق . قلت لقتادة : على ما يأكلون ؟ قال : على السّفر . [ر : ٥٠٧١]

٥١٠٠ : حدّثنا قتيبة : حدّثنا جرير ، عن منصور ، عن إبراهيم ، عن الأسود ، عن عائشة رضي الله عنها قالت : ما شبع آل محمّد ﷺ ، منذ قدم المدينة ، من طعام البرّ ثلاث ليال تباعًا ، حتّى قبض . [٥١٠٧ ، ٥١٢٢ ، ٦٠٨٩ ، ٦٣٠٩]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا کیا چیزیں تناول فرمایا کرتے تھے، اس باب میں ان میں سے چند چیزوں کا ذکر ہے۔

پہلی روایت حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے صحابہ میں کھجوریں تقسیم فرمائیں، ہر ایک کو سات سات کھجوریں عنایت کیں، مجھے بھی

سات کھجوریں دیں، ان میں ایک حشفہ یعنی ردی کھجور تھی لیکن ان کھجوروں میں اس سے زیادہ کوئی کھجور مجھے پسند نہ تھی، اس لیے کہ باقی عمدہ کھجوریں منہ میں زیادہ دیر نہیں رہیں(۱۹)۔ اور اس کو چوس چوس کر میں دیر تک لطف اندوز ہوتا رہا۔

شَدَّت: باب نصر سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے بمعنی سخت ہونا۔

مَضَاغ: میم کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا، اس کا اطلاق اس طعام پر بھی ہوتا ہے جو چبایا جاتا ہے اور مطلقاً چبانے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں لقمة لينة المَضاغ، وشديدة المَضاغ(۲۰)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "يحتمل أن يكون المراد مايمضغ به وهو الأسنان، وأن يكون المراد به المضغ نفسه"(۲۱) یعنی یہاں حدیث میں اس سے دانت بھی مراد لے سکتے ہیں جن کے ذریعے کھانا چبایا جاتا ہے اور نفس چبانا بھی مراد لے سکتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ وہ ردی کھجور میرے دانتوں میں یا میرے چبانے میں سخت تھی۔

باب کی دوسری روایت ابواب المناقب میں گذر چکی ہے(۲۲)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں ساتواں آدمی تھا (یعنی میں قدیم الاسلام ہوں) ہمارا کھانا درخت کے پتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا، یہاں تک کہ بکریوں کی طرح مینگنیاں کرتے تھے، اب بنو اسد اسلام کے بارے میں مجھے سرزنش کرتے ہیں، میں تو پھر خائب و خاسر ہو گیا اور میری ساری سعی ضائع گئی (اگر ان کے کہنے کے مطابق مجھے نماز بھی پڑھنا نہیں آیا حالانکہ میں نے ابتداء اسلام سے ساری چیزیں سیکھی ہیں)۔

---

(۱۹)(۵۰۹۵)الحديث أخرجه البخاري أيضافيه، باب الرطب بالقثاء، رقم الحديث:۵۱۲۵۔۵۱۲۶۔وأخرجه الترمذي في الزهد وأخرجه النسائي في أبواب الأطعمة، باب قسم المأكول إذاقل، رقم الحديث:۲۷۳۱۔ ۴/۱۶۸۔ وأخرجه ابن ماجه في الزهد باب معيشة اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم:۲/۱۳۹۲،رقم:۴۱۵۷۔

(۲۰)عمدة القاری:۲۱/۵۱۔

(۲۱)أرشادالساری:۱۲/۱۷۶۔

(۲۲)فتح الباری:۹/۶۸۶۔

جن چھ آدمیوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا وہ حضرت صدیق اکبر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے (۲۳)۔

اصل میں بنواسد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شکایت کی تھی کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نماز اچھی طرح نہیں جانتے، اس پر انھوں نے یہ ارشاد فرمایا (۲۴)۔

إلاورق الحَبْلة اوا الحُبُلَة

حَبْلَة (حاء کے فتحہ اور باء کے سکون کے ساتھ) درخت عضا کا پھل، درخت عضا کیکر کے مشابہ ہوتا ہے، اس کا پھل لوبیا کی طرح ہوتا ہے۔ دوسرا لفظ حُبْلَة (حاء کے ضمہ اور باء کے سکون کے ساتھ) اس کے معنی بھی وہی ہیں جو حَبلَة کے ہیں (۲۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حُبُلَة (حاء اور باء دونوں ضمہ کے ساتھ) کو بھی اسی معنی میں نقل کیا ہے (۲٦)۔

اور حَبَلَة (حاء اور باء دونوں کے فتحے کے ساتھ) انگور کو کہتے ہیں۔ بہر حال مطلب یہ تھا کہ اس وقت تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا، کھانے کو درخت عضا اور انگور کے پتوں کے سوا کچھ میسر نہیں تھا، وہی کھا کر گذارا کرتے تھے۔

تُعَزِّرُنی أیْ تُؤَدِّبنی، ثَرَّیناه: بتشدیدالراء، مِنْ ثَرَّیتَ السویق: إذابللته بالماء (۲۷): یعنی آٹے سے بھوسہ اڑانے کے بعد باقی کو ہم پانی میں بھگو کر کھالیتے۔ مُنْخُل: (میم کے ضمہ، نون کے سکون اور خاء کے ضمہ کے ساتھ) چھلنی کو کہتے ہیں، اس کی جمع مَناخل آتی ہے۔

شاة مَصْلِيّة

باب کی چوتھی حدیث میں یہ مَصْلِيَّة کا لفظ آیا ہے: مَصْلِيَّة (میم کے فتحے، صاد کے سکون، لام کے

---

(۲۳) إرشاد السارى: ۱۲/ ۱۷٦۔

(۲۴) عمدة القارى: ۲۱/ ۵۱۔

(۲۵) وفى النهاية: ۱/ ۳۳٤ "الحُبْلَة: بالضم وسكون الباء: ثمر السَّمُر يشبه اللوبيا، وقيل: هو ثمر العِضاه"" والحَبَلَة: بفتح الحاء والباء، وربما سُكِنتْ: الأصل أو القضِب من شجر الأعناب۔

(۲٦) فتح البارى: ۹/ ۲۸۷۔

(۲۷) عمدة القارى: ۲۱/ ۵۲۔

کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) مشویة کے معنی میں ہے: بھنی ہوئی بکری (۲۸)۔

فدعوہ، فأبی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت کو کھانے کی دعوت دی، آپ نے دعوت قبول نہیں فرمائی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لیس ھذا من ترك إجابة الدعوة، لأنه فی الولیمة، لافی کل الطعام" (۲۹)۔

مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں دعوت قبول کرنے سے انکار کیا جاسکتا ہے، البتہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا حق مسلم کے زمرے میں آتا ہے اور اسے قبول کرنا چاہیے، مذکورہ دعوت، ولیمہ کی نہیں تھی۔

باب کی آخری حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۰) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک گیہوں کی روٹی تین دن مسلسل تناول نہیں فرمائی۔

۲۳ - باب: التَّلْبِينَة.

۵۱۰۱: حدَّثنا يَحْيى بْنُ بُكَيْرٍ: حدَّثنا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عن ابْنِ شِهابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّها كانَتْ إِذَا ماتَ المَيِّتُ مِنْ أَهْلِها، فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّساءُ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَها وَخاصَّتَها، أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبِخَتْ، ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ فَصُبَّتِ التَّلْبِينَةُ عَلَيْها، ثُمَّ قالَتْ: كُلْنَ مِنْها، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: (التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ المَرِيضِ، تَذْهَبُ بِبَعْضِ الحُزْنِ). [۵۳۶۵، ۵۳۶۶]

---

(۲۸) إرشادالساری: ۱۲/۱۷۸۔

(۲۹) فتح الباری: ۹/۶۸۷۔

(۳۰) (۵۱۰۰) الحدیث أخرجه البخاری أیضافیه، باب ماکان السلف یدخرون فی بیوتهم وأسفارهم من الطعام، رقم الحدیث: ۵۱۰۷، وفی باب القدید، رقم الحدیث: ۵۱۲۳، وفی کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وأصحابه وتخلیهم من الدنیا، رقم الحدیث: ۶۰۸۹، وفی الدعوات، باب التوبة، رقم الحدیث: ۶۳۰۹، وأخرجه مسلم فی کتاب الزهد والرقاق، رقم الحدیث: ۲۹۷۰، وأخرجه النسائی فی کتاب الضحایا: ۲/۲۰۸، وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الأ طعمة، باب الخبز والبر: ۲۳۹۔

(۵۱۰۱) الحدیث أخرجه البخاری أیضافی الأطعمة، باب التلبینة للمریض، رقم الحدیث: ۵۳۶۵، وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب التلبینة محمة لفؤاد المریض، رقم الحدیث: ۲۲۱۶، وأخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء مایطعم المریض، رقم الحدیث: ۲۰۳۹، ۴/۳۸۳، واخرجه النسائی فی الولیمة، باب التلبینة: ۴/۱۶۱، رقم الحدیث: ۶۶۹۳۔

تلبینة: ایک خاص قسم کا حلوہ یا فالودہ ہوتا ہے جو میدے یا بغیر چھنے ہوئے آٹے سے بنایا جاتا ہے، بسا اوقات اس میں شکر یا شہد بھی ملا دیا جاتا ہے، رنگ میں لبن (دودھ) کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اسے تلبینة کہتے ہیں(۳۲)۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس کے متعلق تفصیل سے کلام کیا ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ تلبینة کوٹے ہوئے جو کا ابلا ہوا پانی ہوتا ہے(۳۳)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ان کا کوئی رشتہ دار مر جاتا تو عورتیں جمع ہوتیں، پھر سب اپنے گھر چلی جاتیں، مگر خاص خاص اور قریب کی عورتیں رہ جاتیں اور تلبینہ بنانے کا حکم دیتیں، وہ پکایا جاتا، پھر ثرید بنا کر تلبینہ اس پر ڈال دیا جاتا، پھر فرماتیں کہ اسے کھاؤ، اس لیے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔

مُجِمَّة المریض: مریض کو راحت پہنچانے والا، مَجَمَّة: میم اور جیم کے فتحہ کے ساتھ أی مکان الاستراحة...... میم کے ضمہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ صیغہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے: راحت پہنچانے والا(۳۴)۔

٢٤ - باب : الثَّرِيدِ .

٥١٠٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجَمَلِيِّ . عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ . عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ . وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ : إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ . وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ . وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ) . [ر : ٣٢٣٠]

(۳۲) وفی النهاية: ۴/۲۲۹: "التلبينة والتلبين: حَساء يعمل من دقيق أو نخالة، وربما جعل فيها عسَل، سميت بها تشبيهاً باللبن لبياضها ورقتها وهي تسمية بالمرة من التلبين، مصدر لبّن القومَ: إذا سقاهم اللبن۔"

(۳۳) زاد المعاد، کتاب الطب، فصل فی هديه فی تغذيه المريض بألطف ما اعتاده من الأغذية: ۴/۱۲۰۔

(۳۴) زاد المعاد: ۴/۱۲۰، وفتح الباری: ۹/۶۸۷۔

٥١٠٣ : حدّثنا عمرو بن عون : حدّثنا خالد بن عبد الله ، عن أبي طوالة ، عن أنس ، عن النبي ﷺ قال : (فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام) . [ر : ٣٥٥٩]

٥١٠٤ : حدّثنا عبد الله بن منير : سمع أبا حاتم الأشهل بن حاتم : حدّثنا ابن عون ، عن ثمامة بن أنس ، عن أنس رضي الله عنه قال : دخلت مع النبي ﷺ على غلام له خياط . فقدم إليه قصعة فيها ثريد . قال : وأقبل على عمله . قال : فجعل النبي ﷺ يتتبع الدباء . قال : فجعلت أتتبعه فأضعه بين يديه . قال : فما زلت بعد أحب الدباء . [ر : ١٩٨٦]

ثرید شوربے میں روٹی بھگو کر تیار کیا جاتا ہے، عربوں میں اس کو بہت پسندیدہ کھانا شمار کیا جاتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ثرید کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں جو روایات ذکر کی ہیں، ان میں ہر ایک کے اندر ثرید کی فضیلت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

٢٥ - باب : شاة مسموطة ، والكتف والجنب .

٥١٠٥ : حدّثنا هدبة بن خالد : حدّثنا همام بن يحيى ، عن قتادة قال : كنا نأتي أنس بن مالك رضي الله عنه وخبازه قائم ، قال : كلوا ، فما أعلم النبي ﷺ رأى رغيفا مرققا حتى لحق بالله ، ولا رأى شاة سميطا بعينه قط . [ر : ٥٠٧٠]

٥١٠٦ : حدّثنا محمد بن مقاتل : أخبرنا عبد الله : أخبرنا معمر ، عن الزهري ، عن جعفر بن عمرو بن أمية الضمري ، عن أبيه قال : رأيت رسول الله ﷺ يحتز من كتف شاة ، يأكل منها ، فدعي إلى الصلاة ، فقام فطرح السكين ، فصلى ولم يتوضأ . [ر : ٢٠٥]

شاة مسموطة کی تعریف پہلے گذر چکی ہے الکتف: دست کا گوشت، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور جنب: پہلو اور پسلی کا گوشت۔

باب کی پہلی حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

دوسری حدیث حضرت عمرو بن امیہ ضمری سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ چھری سے كَتِف شاة (شانے) کا گوشت کاٹ کر تناول فرما رہے تھے کہ آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا، آپ نے چھری پھینک دی، کھڑے ہوگئے، نماز ادا کی اور وضو نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ "مامست النار" ناقض وضو نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی سند اور متن کے ساتھ "کتاب الرقاق" میں بھی باب کی پہلی روایت کی تخریج کی ہے (۳۵)۔

۲۶ – باب : ما كانَ السَّلَفُ يدَّخِرُونَ في بُيوتِهِمْ وأسْفارِهِمْ . مِنَ الطَّعامِ واللَّحْمِ وغَيْرِهِ .

وَقالَتْ عائِشَةُ وأَسْماءُ : صَنَعْنا لِلنَّبِيِّ ﷺ وأَبي بَكْرٍ سُفْرَةً . [ر : ۳۶۹۲]

۵۱۰۷ : حدَّثنا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى : حدَّثنا سُفْيانُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عابِسٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : قُلْتُ لِعائِشَةَ : أَنَهى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الأَضاحِيِّ فَوْقَ ثَلاثٍ ؟ قالَتْ : ما فَعَلَهُ إِلَّا في عامٍ جاعَ النَّاسُ فِيهِ ، فَأَرادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيرَ ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُراعَ ، فَنَأْكُلُهُ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ ، قِيلَ : ما أَضْطَرَّكُمْ إِلَيْهِ ؟ فَضَحِكَتْ ، قالَتْ : ما شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ .

وَقالَ ٱبْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنا سُفْيانُ : حَدَّثَنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عابِسٍ بِهٰذا . [ر : ۵۱۰۰]

۵۱۰۸ : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثنا سُفْيانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَطاءٍ ، عَنْ جابِرٍ قالَ : كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْهَدْيِ عَلى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ .

تابَعَهُ مُحَمَّدٌ ، عَنِ ٱبْنِ عُيَيْنَةَ . وَقالَ ٱبْنُ جُرَيْجٍ : قُلْتُ لِعَطاءٍ : أَقالَ حَتَّى جِئْنا الْمَدِينَةَ ؟ قالَ : لا . [ر : ۱٦۳۲]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے زمانے میں ذخیرہ بنا کر کس قسم کے کھانے کی چیزوں کو رکھا جاتا تھا۔

روایات باب میں گوشت ذخیرہ کرنے کا ذکر ہے، ترجمۃ الباب میں طعام اور لحم دونوں کا ذکر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے طعام کو لحم کے ساتھ لاحق کر کے روایات سے اس کا اثبات کیا ہے اس لیے کہ لحم بھی بہر حال مطعومات میں شامل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ کی روایت یہاں تعلیقاً ذکر

(۳۵) دیکھیے صحیح البخاری، کتاب الرقاق باب کیف کان عیش ﷺ وأصحابه: (رقم الحدیث:٦٤٥٧)

کی ہے "باب الهجرة إلى المدينة" میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ موصولاً گذر چکی ہے(۳۶)، وہ دونوں فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے لیے ایک سَفرہ (توشہ دان) بنایا تھا۔

باب کی پہلی روایت حضرت عابس بن ربیعہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ آپ نے صرف اس سال منع فرمایا جس سال لوگ بھوکے تھے تو آپ ﷺ نے چاہا کہ غنی فقیر کو کھلائیں، ہم اس کا کھر رکھ لیتے تھے اور اس کو پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے، کسی نے پوچھا، آپ کو اس کی ضرورت کیوں پیش آتی تھی، وہ ہنس پڑیں اور کہا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سالن کے ساتھ گیہوں کی روٹی تین دن تک متواتر سیر ہو کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔

یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ پہلی بار امام بخاری نے یہاں ذکر کی ہے(۳۷)۔

وقال ابن كثير: أخبرنا سفيان، حدثنا عبدالرحمن بن عابس بهذا

یہ تعلیق ہے، اس میں سفیان ثوری نے تحدیث کی تصریح کی ہے اور "حدثنا عبدالرحمن" کہا ہے جب کہ خلاد بن یحیی کی روایتِ باب میں سفیان بن عیینہ نے "عَن عبدالرحمن" کہا ہے، طبرانی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے(۳۸)۔

باب کی دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قربانی کا گوشت مدینہ تک لاتے تھے۔

---

(۳۶) فتح الباری:۹/ ۶۹۰، وإرشاد الساری:۱۲/ ۱۸۲۔

(۳۷)(۵۱۰۷)أخرجه البخاری أيضا فی الأيمان والنذور، وأخرجه مسلم فی كتاب الأضاحی باب بيان ماكان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی الخ :۳/ ۱۵۶۲، رقم الحديث: ۱۹۷۲۔ وأخرجه الترمذی فی الأضاحی باب ماجاء فی الرخصة فی أكلها رقم الحديث:۱۵۱۱، ۴/ ۹۵۔وأخرجه النسائی فی الأضاحی: باب النهی عن الأكل من لحوم الأضاحی:۲/ ۲۰۶، وأخرجه ابن ماجه فی كتاب الأطعمة ۲/ ۱۰۵۵، باب ادخارلحوم الأضاحی، رقم الحديث:۳۱۶۰۔

(۳۸) فتح الباری:۹/ ۶۹۰۔ إرشادالساری:۱۲/ ۱۸۳۔

تابعه محمد عن ابن عيينة

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبداللہ بن محمد کی متابعت محمد بن سلام نے کی ہے، انھوں نے بھی یہی روایت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے۔ اس متابعت کو محمد بن یحیی بن ابی عمر نے اپنی سند میں موصولاً نقل کیا ہے (۳۹)۔

وقال ابن جريج: قلت لعطاء: أقال حتى جئنا إلى المدينة قال: لا

ابن جریج (جن کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز ہے) نے عطا سے پوچھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول "كنانتزود لحوم الهدى" کے بعد "حتى جئنا إلى المدينة" کہا تھا تو عطا نے کہا نہیں (۴۰) مقصد یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے "حتى جئنا المدينة" کے الفاظ نہیں کہے ہیں بلکہ "فتزودلحوم الهدى إلى المدينة" کے الفاظ کہے ہیں، مفہوم اس کا بھی وہی ہے۔

اسی سند کے ساتھ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں "لا" کے بجائے "نعم" ہے کہ حضرت جابرؓ نے یہ الفاظ کہے تھے، دونوں روایات میں تعارض ہے اور ظاہر ہے امام بخاری اور امام مسلم کی روایات میں اس طرح کا تعارض ہو جائے تو ترجیح بخاری کی روایت کو دی جائے گی، اس کے علاوہ مسند احمد اور نسائی کی روایات میں بھی "لا" ہے (۴۱)۔

٢٧ - باب : الحَيْس .

٥١٠٩ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثنا إِسْماعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو ، مَوْلَى المُطَّلِبِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ يَقُولُ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ : (التَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمانِكُمْ يَخْدُمُنِي) فخرجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَراءَهُ . فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ كُلَّما نَزَلَ . فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ

---

(۳۹) فتح البارى: ۹/ ۲۹۰۔

(۴۰) وشرحه العینی: "أی قال عبدالملك بن عبدالعزیز بن جریج، قلت لعطاء بن أبی رباح: أقال أی هل قال جابر فی قوله "كنانتزودلحوم الهدى حتى جئنا إلى المدينة" قال عطاء: لا، أی لم يقل ذلك جابر" (عمدة القارى: ۲۱/ ۵۷)۔

(۴۱) فتح البارى: ۹/ ۲۸۹، وعمدة القارى: ۲۱/ ۵۷۔

وَالحزَنِ ، وَالْعجزِ وَالْكسلِ ، وَالْبخلِ وَالْجُبْنِ ، وَضلَعِ الدَّيْنِ ، وغلبةِ الرِّجالِ) . فلَمْ أَزلْ أَخْدُمُهُ حَتَّى أَقْبلْنَا مِنْ خَيْبَرَ ، وَأَقْبلَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قد حازَهَا ، فَكُنْتُ أَراهُ يُحوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعبَاءَةٍ أَوْ بِكِسَاءٍ ، ثُمَّ يُرْدِفُهَا وَرَاءَهُ ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رِجالاً فَأَكَلُوا ، وكَانَ ذٰلِكَ بِنَاءَهُ بِهَا ، ثُمَّ أَقْبلَ حَتَّى إِذَا بَدَا لَهُ أُحُدٌ ، قالَ : (هٰذا جبَلٌ يُحِبُّنَا ونُحِبُّهُ) . فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قالَ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أُحرِّمُ ما بيْنَ جبَلَيْهَا ، مِثْلَ ما حرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ مكَّةَ . اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ) . [ر : ٢٧٣٢]

حیس کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ یہ پنیر، کھجور اور گھی کو ملا کر ایک خاص حلوہ بنایا جاتا ہے، مشہور شعر آپ نے پڑھا ہے:

وإذا تكون كريهة أدعى لها
وإذا يحاس الحيس يدعى جندب

باب کے تحت جو روایت ذکر کی ہے، وہ کتاب المغازی میں گذر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث ہوئی ہے(۴۲)۔

٢٨ - باب : الْأَكْلِ فِي إِنَاءٍ مُفَضَّضٍ .

٥١١٠ : حدَّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثنا سيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمانَ قالَ : سَمِعْتُ مُجاهِدًا يَقُولُ : حدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى : أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حُذَيْفَةَ . فَاسْتَسْقَى فَسَقَاهُ مَجُوسِيٌّ ، فلَمَّا وَضعَ الْقَدَحَ فِي يَدِهِ رَمَاهُ بِهِ وَقالَ : لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ ، كَأَنَّهُ يَقُولُ : لَمْ أَفْعَلْ هٰذَا ، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ . وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا ، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الآخِرَةِ) .
[٥٣٠٩ ، ٥٣١٠ ، ٥٤٩٣ ، ٥٤٩٩] (۴۳)

---

(۴۲) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی:۲۵۲-۲۵۳

(۴۳) (۵۱۱۰) الحديث أخرجه البخارى أيضا فى كتاب الأطعمة، باب الشرب فى آنية الذهب، رقم الحديث:۵۳۰۹، ۵۳۱۰، وفى كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وقدر مايجوز منه، رقم الحديث:۵۴۹۳، وأخرجه مسلم فى كتاب اللباس والزينة، باب استعمال إناء الذهب والفضة، رقم الحديث:۲۰۶۷، وأخرجه الترمذى فى أبواب الأشربة، باب ماجاء فى كراهية الشرب فى آنية الذهب والفضة، رقم الحديث:۱۸۷۸، ۴/۲۹۹۔

وأخرجه النسائى فى كتاب الزينة من السنن الفطرة، باب ذكر نهى عن لباس الديباج:۲/۲۹۶، وأخرجه ابن ماجه فى كتاب الأشربة، باب فى كتاب الأشربة، باب الشرب فى آنية الذهب والفضة:۲۴۴-۲/۱۶۷۔

یہ حدیث یہاں پہلی بار امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حذیفہؓ کے پاس بیٹھے تھے، انھوں نے پانی مانگا، ایک مجوسی ان کے پاس پانی لے کر آیا، جب پیالہ ان کے ہاتھوں میں رکھا تو انھوں نے اس کو پھینک دیا اور کہا کہ اگر میں اس کو ایک یا دو دفعہ منع نہ کر چکا ہوتا تو ایسا نہ کرتا (یعنی غصہ میں آکر پیالہ کو نہ پھینکتا) میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونا چاندی کے برتن میں پانی پیو اور نہ ان کی رکابیوں میں کھاؤ، اس لیے کہ دنیا میں یہ کفار کا سامان ہے اور ہمارے لیے یہ آخرت میں ہوگا۔

إناء مفضض: اس برتن کو کہتے ہیں جس پر چاندی کے پانی کا ملمع کیا گیا ہو، سونے کے پانی کا ملمع کردہ برتن کو مُذَهَّب کہتے ہیں۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

یہاں پہلا اشکال یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب، اکل کے متعلق قائم کیا ہے اور حدیث جو ذکر کی ہے وہ شرب سے متعلق ہے، حافظ ابن حجرؒ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

"وحديث حذيفة الذى ساقه فى الباب، فيه النهى عن الشرب فى آنية الذهب والفضة، ويوخذ منه منع الأكل بطريق الإلحاق"(۴۴)۔

یعنی حدیث اگرچہ شرب سے متعلق ہے لیکن شرب کے ساتھ اکل کو لاحق کرتے ہوئے اکل کی ممانعت بھی اس سے اخذ کی جاسکتی ہے (کیونکہ جو علت شرب کی ممانعت کی ہے وہی اکل کی ممانعت کی بھی ہے۔)

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب میں "اناء مفضض" کا ذکر ہے۔ جب کہ حدیث میں "آنية الذهب والفضة" کا ذکر ہے، چاندی کے ملمع کیے ہوئے برتن اور چاندی کے برتن میں فرق ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ "مفضض" کا لفظ اگرچہ اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو چاندی کا ملمع شدہ ہو، تاہم اگر کوئی برتن پورا کا پورا چاندی سے بنا ہو، تو اس پر بھی مفضض کا

(۴۴) فتح الباری: ۹/ ۶۹۲۔

اطلاق ہو سکتا ہے، اس طرح ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت موجود ہے (۴۵)۔

چاندی اور سونے کے برتن میں اکل وشرب ائمہ اربعہ کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے (۴۶)۔

البتہ اناء مفضض اور سرج مفضض کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب امام قدوری رحمہ اللہ نے یہ نقل کیا ہے کہ ایسا برتن اور ایسی زین استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ جہاں چاندی کا کام ہوا ہے اس جگہ سے اجتناب کیا جائے، نہ وہاں منہ لگایا جائے اور نہ اس پر بیٹھا جائے (۴۷)۔

صاحبِ ہدایہ نے فرمایا کہ اس کا منہ چاندی کی جگہ سے علیحدہ رہنا چاہیے اور زین میں اس کے بیٹھنے کی جگہ چاندی سے علیحدہ ہونی چاہیے (۴۸)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اناء مفضض کا استعمال مکروہ ہے۔ امام محمد کے بارے میں اختلاف نقل کیا گیا ہے، بعضوں کے نزدیک ان کی رائے امام ابو یوسف کے ساتھ ہے اور بعض کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہے (۴۸☆)۔ یعنی اگر چاندی کی جگہ سے گریز کیا جائے تو استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

٢٩ – باب : ذِكْرِ الطَّعَامِ .

٥١١١ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ . وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ ، لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ ، لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ) . [ر : ٤٧٣٢]

(۴۵) شرح الکرمانی: ۲/۴۹۔

(۴۶) عمدۃ القاری: ۲۱/۶۰۔

(۴۷) دیکھیے القدوری، کتاب الحظر والإباحۃ: ۲۵۲۔

(۴۸) الهدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الکراهیۃ: ۸/۴۴۲۔

(۴۸☆) الهدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الکراهیۃ: ۸/۴۴۲

٥١١٢ : حدّثنا مُسدَّدٌ : حدَّثنا خالِدٌ : حدَّثنا عبْدُ اللهِ بْنُ عبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَنسٍ ، عَنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ : (فَضْلُ عائشةَ عَلَى النِّساءِ ، كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سائِرِ الطَّعامِ) .
[ر : ٣٥٥٩]

٥١١٣ : حدّثنا أَبو نُعَيْمٍ : حدَّثنا مالِكٌ ، عَنْ سُمَيٍّ ، عنْ أَبي صالِحٍ ، عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ : (السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذابِ ، يَمْنَعُ أَحدَكُمْ نَوْمَهُ وطَعامَهُ ، فإِذا قَضى نَهْمَتَهُ مِنْ وَجْهِهِ فَلْيُعَجِّلْ إِلى أَهْلِهِ) . [ر : ١٧١٠]

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد کیا ہے؟ شارح بخاری ابن بطال نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصد عمدہ کھانوں کی اباحت بتلانا ہے کہ عمدہ کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ زھد کے منافی نہیں ہے (۴۹)۔

عمدہ کھانوں کا ذکر حرص میں داخل نہیں

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ مختلف اور لذیذ کھانوں کا ذکر کرنا حرص وہوس میں داخل نہیں (۵۰)۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سنن ابی داود کی روایت کی طرف اشارہ کررہے ہوں، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے:

"وددت أن عندی خبزة بيضاءَ من برة سمراء ملبقة بلبن و سمن" (۵۱)۔

یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس شامی گیہوں کی سفید روٹی ہوتی جو گھی اور دودھ میں تر ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدہ کھانے کا ذکر اور تمنا فرمائی، ظاہر ہے اسے حرص نہیں کہا جاسکتا۔

لہٰذا اگر کوئی آدمی اپنی پسند کے عمدہ کھانے کا ذکر کبھی کرے تو اس پر حرص کا الزام لگا کر نکیر نہیں

---

(۴۹) فتح الباری:۹/۲۹۳، نیز دیکھیے، عمدة القاری:۲۱/۶۰۔

(۵۰) تعلیقات لامع الدراری:۹/۳۹۶، والأبواب و التراجم:۲/۸۸۔

(۵۱) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی الجمع بین لونین من الطعام:۳/۳۵۹، رقم الحدیث:۳۸۱۸۔

کی جانی چاہیے، امام بخاری کا مقصد "باب ذکر الطعام" سے یہی ہے۔

باب کے تحت جو تین احادیث ذکر فرمائیں، وہ پہلے گذر چکی ہیں اور تینوں میں طعام کا ذکر ہے، پہلی میں "طعم" کا اور باقی دو میں طعام کا۔

باب کی آخری روایت کے آخر میں ہے "فاذاقضی نهمته من وجهه فليعجل إلى أهله" اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے سفر کیا ہے جب وہ مقصد اور وہ ضرورت پوری ہو جائے تو واپس گھر آجانا چاہیے۔

۳۰ - باب : الْأُدْمِ .

٥١١٤ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ رَبِيعَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ : كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ : أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَشْتَرِيَهَا فَتُعْتِقَهَا ، فَقَالَ أَهْلُهَا : وَلَنَا الْوَلَاءُ . فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : (لَوْ شِئْتِ شَرَطْتِيهِ لَهُمْ ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) . قَالَ : وَأُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي أَنْ تَقِرَّ تَحْتَ زَوْجِهَا أَوْ تُفَارِقَهُ . وَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا بَيْتَ عَائِشَةَ وَعَلَى النَّارِ بُرْمَةٌ تَفُورُ . فَدَعَا بِالْغَدَاءِ فَأُتِيَ بِخُبْزٍ وَأُدْمٍ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ ، فَقَالَ : (أَلَمْ أَرَ لَحْمًا) . قَالُوا : بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَلٰكِنَّهُ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَأَهْدَتْهُ لَنَا ، فَقَالَ : (هُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا ، وَهَدِيَّةٌ لَنَا) . [ر : ٤٨٠٩]

أُدْم (ہمزہ اور دال کے ضمہ کے ساتھ اور دال کا سکون بھی پڑھا گیا ہے) إدام کی جمع ہے سالن کو کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے سالن کے استعمال کے جواز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

سب سے بہترین سالن گوشت کا ہوتا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے "سيد الإدام في الدنيا والآخرة اللحم" (۵۲)۔

اسماعیلی نے روایت باب کو مرسل کہا ہے اور واقعتاً صورتاً وہ مرسل ہے کیونکہ اس مین قاسم بن محمد کے بعد حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں اس کو

(۵۲) فتح الباری: ۹/۶۹۴۔ سنن ابن ماجہ ۲/۱۰۹۹، باب اللحم رقم الحدیث (۳۳۰۵) ولفظه: "سيد طعام أهل الدنيا وأهل الجنة: اللحم......"۔

موصولاً بھی ذکر کیا ہے، یہاں اس کو مرسلاً ذکر کرنے پر اس لیے اکتفا کیا تاکہ ایک روایت ہمیشہ تکرار کے ساتھ ایک ہی طرح مذکور نہ ہو، اس لیے اس کو پہلے موصولاً ذکر کیا اور یہاں مرسلاً (۵۳)۔

٣١ - باب : الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ .

٥١١٥ : حدَّثني إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ . [ر : ٤٩١٨]

٥١١٦ : حدَّثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي الْفُدَيْكِ ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : كُنْتُ أَلْزَمُ النَّبِيَّ ﷺ لِشِبَعِ بَطْنِي ، حِينَ لَا آكُلُ الْخَمِيرَ وَلَا أَلْبَسُ الْحَرِيرَ ، وَلَا يَخْدُمُنِي فُلَانٌ وَلَا فُلَانَةُ ، وَأُلْصِقُ بَطْنِي بِالْحَصْبَاءِ ، وَأَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْآيَةَ ، وَهِيَ مَعِي ، كَيْ يَنْقَلِبَ بِي فَيُطْعِمَنِي . وَخَيْرُ النَّاسِ لِلْمَسَاكِينِ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ ، حَتَّى إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ ، فَنَشْتَقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيهَا . [ر : ٣٥٠٥]

حلوا ہر میٹھی چیز کو کہا جاتا ہے، ہمارے ہاں سوجی کا جو حلوہ مشہور ہے، عربی زبان میں حلوہ کا لفظ اس کے لیے مخصوص نہیں ہے (۵۴) حلوہ کے بعد عسل کا ذکر کیا ہے، یہ ذکر الخاص بعد العام کی قبیل سے ہے، اس کا خاص ذکر اس لیے کیا کہ عسل کو دوسری شیریں اشیاء پر فوقیت وفضیلت حاصل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ لذیذ اور شیریں اشیاء کا استعمال جائز ہے اور یہ زہد کے منافی نہیں ہے۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیرینی اور شہد پسند فرماتے تھے۔

علامہ ثعالبی نے "فقہ اللغہ" میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس حلوہ کو پسند

(۵۳) فتح الباری:۹/ ۶۹۴۔

(۵۴) وقال الخطابی: اسم الحلوی لایقع إلاعلی مادخلة الصنعة، وفی المخصص لابن سیده: هی ماعولج من الطعام بحلاوة، وقد تطلق علی الفاكهة......(فتح الباری:۹/ ۶۹۵)۔

کرتے تھے وہ کھجور کو دودھ میں گوندھ کر بنایا جاتا تھا (۵۵)۔

باب کی دوسری روایت ابواب المناقب میں گذر چکی ہے (۵۶)۔

كنت ألزم النبى صلى الله عليه وسلم لشبع بطنى

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکم سیری کے لیے رہتا تھا یعنی وہیں میری شکم سیری کا انتظام بھی ہو تا تھا، لام تعلیل کے لیے ہے......أى لأجل شبع بطنى، شِبَع: شین کے کسرہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ شکم سیری کو کہتے ہیں (۵۷)۔

حين لاآكل الخمير، ولاألبس الحرير

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نہ خمیری روٹی کھاتا تھا اور نہ ریشم پہنتا تھا۔ یہاں روایت میں "حریر" کا لفظ ہے کہ میں اس وقت حریر نہیں پہنتا تھا جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ گویا اب حریر کا استعمال ہو رہا ہے، حالانکہ حریر کا استعمال ناجائز ہے، حریر کا استعمال جیسے پہلے درست نہیں تھا، بعد میں بھی درست نہیں تھا۔

کتاب المناقب کی روایت میں "الحریر" کی بجائے "الحبیر" کا لفظ ہے جس کے معنی منقش، دھاری دار اور مزین چادر اور کپڑے کے آتے ہیں، اس صورت میں مطلب واضح ہے کہ اس وقت میرے پاس استعمال کے لیے منقش اور دھاری دار قسم کا عمدہ لباس نہیں ہو تا تھا، بعد میں اللہ تعالی نے سب کچھ دیا تو میں نے خمیری روٹی بھی کھانی شروع کر دی اور عمدہ لباس بھی استعمال کرنے لگا۔

قاضی عیاض نے سیاق کلام کی موافقت کی وجہ سے اسی روایت کو ترجیح دی ہے (۵۸)۔

وألصق بطنى بالحَصْباء

اور میں اپنے پیٹ کو کنکریوں سے ملادیا کرتا تھا (تاکہ ان کی ٹھنڈک کی وجہ سے بھوک کی حرارت میں کمی آجائے۔)

آگے فرماتے ہیں مسکینوں کے لیے سب سے اچھے آدمی جعفر بن ابی طالب تھے، وہ ہمیں اپنے

---

(۵۵) فتح البارى: ۹/۶۹۶، وفقه اللغة للثعالبى: ۱۰۰

(۵۶) فتح البارى: ۹/۶۹۶۔

(۵۷) إرشاد السارى: ۱۲/۱۹۱۔

(۵۸) فتح البارى: ۹/۶۹۶۔

ساتھ لے جاتے اور جو کچھ ان کے گھر میں موجود ہوتا، وہ کھلاتے، یہاں تک کہ بعض دفعہ خالی برتن ہی لے آتے اور میں اسے پھاڑ کر جو کچھ اس میں ہوتا اسے چاٹ لیتا۔

عُکّة (عین کے ضمہ اور کاف مفتوحہ مشددہ کے ساتھ) یہ گھی وغیرہ رکھنے کے لیے چمڑے کا برتن ہوتا تھا، حضرت جعفر وہ لے آتے، اس میں گھی نہیں ہوتا، تو اس کو چیر ڈالتے تھے اور چیرنے کے بعد اس کے اندر کی سطح پر جو گھی لگا ہوتا، ہم اسے چاٹ لیا کرتے تھے۔(۵۹)

فنشتقها

اس لفظ میں دو روایتیں ہیں:

❶ قاضی عیاض نے اس کو شین اور فاء کے ساتھ "نشتفها" ضبط کیا ہے۔ اشتفاف کے معنی ہیں: برتن میں موجود ساری چیز پی جانا۔

اس صورت میں مطلب واضح ہے کہ ہم اس ظرف میں موجود گھی کی تری وغیرہ کو صاف کر جاتے۔

❷ دوسری روایت نشتقها شین اور قاف کے ساتھ ہے جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں، اسی دوسری روایت کو ابن التین نے ترجیح دی ہے، اوپر تشریح اس کے مطابق کی گئی ہے(۶۰)۔

البتہ اس پر اشکال ہوگا کہ اس طرح کسی ظرف کو پھاڑ کر ضائع کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کا ایک جواب تو یہ دیا کہ کسی ظرف کو بے مقصد ضائع کرنا تو یقیناً درست نہیں لیکن یہاں تو تطییبِ قلبِ مسلم اور اس کی تسلی کے لیے ایسا کیا گیا اس لیے، اس کو اضاعت نہیں کہا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ ممکن ہے اسے اس طرح چیرتے ہو کہ اس کے بعد قابل انتفاع رہتا ہو(۶۱)۔ واللہ اعلم۔

---

(۵۹) عمدة القاری:۲۱/۶۲۔

(۶۰) دیکھیے عمدة القاری:۲۱/۶۲، وفتح الباری:۹/۶۹۷۔

(۶۱) لامع الدراری:۹/۳۹۸۔

٣٢ - باب : اَلدُّبَّاءِ .

٥١١٧ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَوْنٍ ، عَنْ ثُمامَةَ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ أَتَى مَوْلًى لَهُ خَيَّاطًا ، فَأُتِيَ بِدُبَّاءٍ ، فَجَعَلَ يَأْكُلُهُ ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَأْكُلُهُ . [ر : ١٩٨٦]

دُبّا (دال کے ضمہ اور باء مشددہ کے ساتھ) لوکی اور کدو کو کہتے ہیں، اس کے لیے قرع کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، اس کے کئی فوائد ہیں، طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "علیکم بالقرع فإنه یزید فی الدماغ" (۶۲)۔ تم لوکی کا استعمال کرو، یہ دماغی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

لیکن یہ روایت صحیح نہیں، اس کی سند میں عمرو بن حسین ایک راوی ہیں اور وہ متہم ہیں، علامہ ابن الجوزی نے "کتاب الموضوعات" میں اسے ذکر کیا ہے (۶۳)۔ ویسے لوکی کی فضیلت کے لیے روایتِ باب کافی ہے، اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دبا کو شوق سے کھایا کرتے تھے اور حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے آپ کو شوق سے کھاتے دیکھا ہے دبا کے ساتھ مجھے محبت ہو گئی۔

٣٣ - باب : الرَّجُلِ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ .

٥١١٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱلْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ : كَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ ، وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ ، فَقَالَ : ٱصْنَعْ لِي طَعَامًا ، أَدْعُو رَسُولَ ٱللهِ ﷺ خامِسَ خَمْسَةٍ ، فَدَعَا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ خامِسَ خَمْسَةٍ ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّكَ دَعَوْتَنَا خامِسَ خَمْسَةٍ ، وَهٰذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا ، فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ) . قَالَ : بَلْ أَذِنْتُ لَهُ .

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ : إِذَا كَانَ الْقَوْمُ عَلَى الْمَائِدَةِ ، لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يُنَاوِلُوا مِنْ مَائِدَةٍ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى ، وَلٰكِنْ يُنَاوِلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي تِلْكَ الْمَائِدَةِ أَوْ يَدَعُوا . [ر : ١٩٧٥]

(۶۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۶۲۔

(۶۳) كتاب الموضوعات لابن الجوزی: ۲/ ۲۹۰۔ اللالی المصنوعة، كتاب الأطعمة: ۲/ ۱۸۰ لیکن اس میں نام عمرو بن حصین ذکر کیا ہے، وتنزیه الشریعة المرفوعة، كتاب الأطعمة، الفصل الثانی: ۲/ ۲۴۴۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائیوں کے لیے پر تکلف دعوت اور کھانے کا انتظام کرتا ہے تو یہ درست ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ایک انصاری صحابی جن کو ابو شعیب کہا جاتا تھا، ان کا ایک لحام (گوشت بیچنے والا) غلام تھا، انھوں نے اپنے غلام سے کہا کہ کھانا تیار کرو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کی دعوت کروں گا، چنانچہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کو بلایا، آپ کے ساتھ ایک آدمی اور بھی ہو گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہونچ کر ان سے کہا "آپ نے ہم پانچ آدمیوں کو بلایا ہے، یہ آدمی بھی میرے ساتھ ہو گیا ہے، اگر آپ چاہیں تو اسے بھی اجازت دیدیں اور اگر نہ چاہیں تو چھوڑ دیں، انھوں نے کہا "اسے بھی اجازت ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دعوت کرنے والے انصاری صحابی اور ان کے غلام کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا، یہاں غلام کے لیے "لحام" صفت لائے ہیں اور کتاب البیوع میں "قصاب" کا لفظ ہے (۶۴)۔

خامس خمسة: پانچ آدمیوں کا پانچواں، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا چار تھے، آپ سمیت پانچ تھے، یہ ترکیب اعداد میں استعمال ہوتی ہے، قرآن کریم میں ہے ﴿ثانی اثنین﴾ ﴿ثالث ثلاثة﴾۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت میں شریک ہونے اور بعد میں ساتھ ملنے والے شخص کے ناموں کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے (۶۵)۔

ترجمۃ الباب کا ثبوت

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ حدیث باب سے ترجمۃ الباب کا ثبوت کیسے ہوگا؟

❶ حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ دعوت کرنے والے صحابی نے چونکہ عدد کو پانچ

---

(۶۴) فتح الباری: ۹/ ۶۹۸۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/ ۶۹۹۔

مین منحصر کیا جس سے ظاہر اور متبادر یہی ہوتا ہے کہ انھوں نے پر تکلف طعام تیار کرایا ہوگا، اگر سادہ دعوت کرنی ہوتی اور عام کھانا کھلانا ہوتا تو پھر حصر عدد نہ کرتے (٦٦)۔

❷ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت میں گوشت کا اہتمام تھا (کیونکہ گوشت کا کاروبار کرنے والے غلام سے کھانا تیار کرنے کے لیے کہا تھا) اور ظاہر ہے جس کھانے میں گوشت ہو وہ پر تکلف ہی کہلائے گا (٦٧)۔

❸ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث کے طرز اور صنیع سے تکلف خود بخود سمجھ میں آرہا ہے کہ انھوں نے اپنے غلام سے بطور خاص کہا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کے لیے دعوت کر رہا ہوں تم کھانا تیار کرو، اس سے یقیناً پر تکلف کھانا ہی مراد ہے (٦٨)۔

طفیلی کا حکم

یہاں حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی طفیلی کے طور پر دعوت کے بغیر گئے، آپ نے صاحب خانہ سے ان کے لیے اجازت طلب فرمائی اور انھوں نے اجازت دے دی۔

طفیلی کے لیے حکم یہی ہے کہ اگر خاص دعوت میں وہ اجازت کے بغیر چلا گیا اور داعی اس کو اجازت دینے پر دل سے راضی نہیں تو اس کے لیے کھانا کھانا جائز نہیں (٦٩)۔

ہاں اگر دعوت ایسی ہے کہ اس میں صلائے عام ہے تو اس میں خصوصی دعوت کے بغیر بھی جایا جاسکتا ہے۔

---

(٦٦) دیکھیے فتح الباری: ۹/ ۶۹۸، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۱۹۴۔ وقال العینی فی عمدة القاری: ۲۱/ ۶۳: "إنه حصر العدد، والحاصر متکلف، لأنه ألزم نفسه بعدد معین، وھذا تکلف لاحتمال الزیادة والنقصان۔

(٦٧) لامع الدراری: ۹/ ۳۹۸۔

(٦٨) تعلیقات لامع الدراری: ۹/ ۳۹۸۔

(٦٩) طفیلی، طفیل کی طرف منسوب ہے، یہ کوفہ کے ایک آدمی کا نام تھا جو اکثر دعوتوں میں بن بلائے شامل ہوجاتا تھا، اس کے بعد ہر بن بلائے شخص کے لیے "طفیلی" کا لفظ استعمال ہونے لگا، خطیب بغدادی نے طفیلیوں کے دلچسپ واقعات پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ (دیکھیے إرشاد الساری: ۱۲/ ۱۹۳)۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے "من دخل بغیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیرا" جو آدمی بغیر دعوت کے آجاتا ہے تو وہ چور ہے اور جب واپس جائے تو وہ لوٹ کر جانے والا ہے (۷۰)۔

یہاں کراچی میں ایسا بہت ہوتا ہے، آپ نے ولیمہ وغیرہ کی دعوت سو پچاس آدمیوں کے لیے کی ہے لیکن اردگرد منڈلانے والے پچاس ساٹھ مزید داخل ہوگئے اور مدعو مہمانوں کے لیے کھانا کم پڑ جاتا ہے، اس طرح بن بلائے دعوتوں میں گھس جانا درست اور جائز نہیں ہے۔

البتہ مدعو کو یقین ہو کہ اگر وہ اپنے ساتھ ایک دو آدمی ایسے لے جائے جو مدعو نہیں لیکن داعی ان کی شرکت کو محسوس نہیں کرے گا تو ایسی صورت میں لے جاسکتا ہے، لے جاکر ان کے لیے صراحتاً اجازت بھی طلب کر سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اگر قرائن سے اجازت اور طیب نفس کا علم ہو تو پھر صراحتاً اجازت طلب کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

ایسی صورت میں اگر داعی اجازت نہ دے تو مدعو کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ دعوت میں جانے یا اس سے قبول کرنے کے بعد رد کردے۔

البتہ دعوت قبول کرنے کے وقت شرط لگائی جاسکتی ہے کہ میرے ساتھ فلاں کی دعوت کرو گے تو قبول ہے ورنہ نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے لیے اس طرح کی شرط لگائی تھی کہ اگر عائشہؓ کی دعوت نہیں تو پھر مجھے بھی قبول نہیں (۷۱)۔

قال محمد بن یوسف: سمعت محمد بن اسماعیل البخاری یقول: إذا کان القوم علی المائدة......

یہ تعلیق صرف ابوذر عن المستملی کے نسخے میں ہے (۷۲)۔ محمد بن یوسف فریابی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب چند لوگ ایک دستر خوان پر بیٹھے ہوں تو ان کو یہ

---

(۷۰) یہ روایت ضعیف ہے (إرشاد الساری ۱۲۰/ ۱۹۳، فتح الباری: ۹/ ۷۰۰)

(۷۱) مذکورہ تفصیل اور مزید تشریح کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/ ۷۰۰-۷۰۱۔

(۷۲) فتح الباری: ۹/ ۷۰۱۔

حق حاصل نہیں کہ ایک دستر خوان والے دوسرے دستر خوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیں، ہاں ایک ہی دستر خوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے۔

ولکن یناول بعضهم بعضا فی تلك المائدة اَویدعوا...... أی یترکوا یعنی ایک دستر خوان والے ایک دوسرے کو چاہیں دیں یا چھوڑیں، نہ دیں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ حکم اس صورت میں ہے جب صاحبِ طعام کی طرف سے صراحتاًیا دلالتاً اجازت نہ ہو لیکن اگر صراحتاًیا دلالتاً اجازت ہو تو پھر چیزیں ایک دستر خوان سے دوسرے دستر خوان کی طرف منتقل کی جاسکتی ہیں، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

قوله: ولایناول من هذه المائدة إلی مائدة أی إذالم یأذن بذلك صاحب الطعام صراحةً أودلالة، ودلالة الإذن موجودة فیما إذاکان طعامان علی مائدتین واحدا من غیرفرق، وتکفل صاحب الطعام بإ شباعهم جملة، فإنه لابأس حینئذ فی المناولة(۷۳)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں بیان کردہ حکم کو حدیث باب سے اخذ کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے بعد ایک اور آدمی کے لیے اجازت طلب کی، گویا کہ دعوت کے بعد تصرف فی الطعام کی ایک عام اجازت حاصل ہوگئی اور اس کی بنیاد پر کسی اور شخص کے لیے اجازت طلب کی جاسکتی ہے، اس کے برخلاف اگر کوئی شخص سرے سے مدعو ہی نہیں ہے تو ظاہر ہے وہ دوسرے کے لیے کیا اجازت حاصل کر سکتا ہے۔

یہی حال ایک دستر خوان پر بیٹھنے والوں کا ہے، اس دستر حوان پر جو کچھ رکھا گیا ہے وہ اس کی طرف مدعو ہیں اور اس دعوت کی بنیاد پر انہیں دستر خوان پر ایک گونہ تصرف کا حق حاصل ہے چنانچہ وہ اشیاء کو ایک دوسری کی طرف منتقل کر سکتے ہیں، لیکن دوسرے دستر خوان پر موجود اشیاء کی طرف چونکہ وہ مدعو نہیں، اس لیے وہاں کی چیزیں نہیں لے سکتے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وکأنه استنبط ذلك من استئذ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الداعی فی

(۷۳) لامع الدراری: ۹/۳۹۹۔

الرجل الطارى ، ووجه أخذه منه أن الذين دُعوا، صار لهم بالدعوة عموم إذن بالتصرف فى الطعام المدعو إليه، بخلاف من لم يدع، فيتنزل من وضع بين يديه الشئى منزلة من دعى له أوينزل الشئى الذى وضع بين يدى غيره منزلة من لم يدع إليه(٧٤)۔

تین باب چھوڑ کر آگے امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی کلام عبداللہ ابن المبارک کے حوالے سے آرہا ہے۔

٣٤ باب : مَنْ أَضافَ رَجُلاً إِلَى طَعَامٍ وَأَقْبَلَ هُوَ عَلَى عَمَلِهِ .

٥١١٩ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُنِيرٍ : سَمِعَ ٱلنَّضْرَ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عَوْنٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ثُمامَةُ ٱبْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ غُلامًا أَمْشِي مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَدَخَلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَى غُلامٍ لَهُ خَيَّاطٍ ، فَأَتَاهُ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعامٌ وَعَلَيْهِ دُبَّاءٌ ، فَجَعَلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ ٱلدُّبَّاءَ ، قالَ : فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ جَعَلْتُ أَجْمَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ، قالَ : فَأَقْبَلَ ٱلْغُلامُ عَلَى عَمَلِهِ ، قالَ أَنَسٌ : لا أَزالُ أُحِبُّ ٱلدُّبَّاءَ بَعْدَ ما رَأَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ صَنَعَ ما صَنَعَ . [ر : ١٩٨٦]

اگر ایک آدمی کسی کو کھانے کی دعوت دیتا ہے، مہمان آگیا، کھانا اس کے سامنے رکھ دیا اور خود اپنے کام میں مشغول ہو گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث باب میں اس کی تصریح ہے کہ غلام نے کھانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا اور خود اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

٣٥ - باب : المَرَق .

٥١٢٠ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ : أَنَّ خَيَّاطًا دَعا ٱلنَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ . فَذَهَبْتُ مَعَ ٱلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيرٍ ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ ، فَرَأَيْتُ ٱلنَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ ٱلدُّبَّاءَ مِنْ حَوالَيِ ٱلْقَصْعَةِ ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ ٱلدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ . [ر : ١٩٨٦]

(٧٤) فتح الباری: ٩/٧٠١۔

مرق شوربے کو کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الأطعمہ میں مطعومات کا تذکرہ فرمارہے ہیں اور مطعومات میں شوربا بھی داخل ہے، اس لیے اس کا بھی ذکر کردیا۔

٣٦ - باب : الْقَدِيدِ .

٥١٢١ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مالكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللَّهِ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِمَرَقَةٍ فِيهَا دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ . فَرَأَيْتُهُ يَتَتَبَّعُ ٱلدُّبَّاءَ يَأْكُلُهَا . [ر : ١٩٨٦]

٥١٢٢ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : ما فَعَلَهُ إِلَّا في عامٍ جاعَ النَّاسُ ، أَرادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيرَ ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ . وما شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثًا . [ر : ٥١٠٠]

قدید اصل میں اس گوشت کو کہتے ہیں جس کو نمک لگا کر دھوپ میں خشک ہونے کے لیے رکھ دیا جاتا ہے اور پھر اسے حسب ضرورت موقع بموقع استعمال کیا جاتا ہے۔

باب کی دونوں روایات میں گوشت کا ذکر ہے، پہلی روایت میں قدید کا اور دوسری میں "کُراع" کا، دونوں روایات پر کلام گذر چکا۔

٣٧ - باب : مَنْ نَاوَلَ أَوْ قَدَّمَ إِلَى صَاحِبِهِ عَلَى الْمَائِدَةِ شَيْئًا .

قالَ : وَقَالَ ٱبْنُ الْمُبَارَكِ : لَا بَأْسَ أَنْ يُنَاوِلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ، وَلَا يُنَاوِلُ مِنْ هٰذِهِ الْمَائِدَةِ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى .

٥١٢٣ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ يَقُولُ : إِنَّ خَيَّاطًا دَعا رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ . قالَ : أَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ إِلَى ذٰلِكَ الطَّعَامِ ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ . قالَ أَنَسٌ : فَرَأَيْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ ٱلدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الصَّحْفَةِ ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ ٱلدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ .

وَقالَ ثُمَامَةُ ، عَنْ أَنَسٍ : فَجَعَلْتُ أَجْمَعُ ٱلدُّبَّاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ . [ر : ١٩٨٦]

اس باب میں امام بخاری کا سابقہ کلام، ابن المبارک کے قول کے طور پر آگیا ہے، ایک ہی دستر خوان پر بیٹھنے والوں کو ایک دوسرے کی طرف چیز بڑھانا اور دینا جائز ہے جیسا کہ حدیث باب میں تصریح ہے کہ حضرت انسؓ لوکی کے قتلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا رہے تھے۔

٣٨ - باب : الرُّطَبِ بِالْقِثَّاءِ .

٥١٢٤ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ ، قالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ . [٥١٣٢ ، ٥١٣٤]

رطب تازہ کھجور اور قثاء ککڑی کو کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجور کو ککڑی اور کھیرے کے ساتھ استعمال فرمایا کرتے تھے اور مقصد اس میں یہ ہوتا تھا کہ کھجور میں موجود حرارت ککڑی اور کھیرے کی برودت سے کم ہو جائے اور اعتدال پیدا ہو جائے۔

(٥١٢٤) الحديث أخرجه البخاری أيضا فی كتاب الأطعمة، باب القثاء ، رقم الحديث:٥١٣٢۔ وباب جمع اللونين أوالطعامين بمرة، رقم الحديث: ٥١٣٤، وأخرجه مسلم فی كتاب الأشربة، باب أكل القثاء بالرطب، رقم الحديث:٢٠٤٣، وأخرجه ابن ماجه فی كتاب الأ طعمة،باب القثاء والرطب يجمعان: ٢/١١٠٤ (رقم الحديث:٣٣٢٥)

باب

۵۱۲۶/۵۱۲۵ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قالَ : تَضَيَّفْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَبْعًا ، فَكانَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ وَخادِمُهُ يَعْتَقِبُونَ اللَّيْلَ أَثْلاثًا : يُصَلِّي هٰذَا ، ثُمَّ يُوقِظُ هٰذَا ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ : قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَصْحابِهِ تَمْرًا ، فَأَصابَنِي سَبْعُ تَمَرَاتٍ ، إِحْداهُنَّ حَشَفَةٌ .

(۵۱۲۶) : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ : حَدَّثَنَا إِسْماعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ ، عَنْ عاصِمٍ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَنَا تَمْرًا ، فَأَصابَنِي مِنْهُ خَمْسٌ : أَرْبَعُ تَمَرَاتٍ وَحَشَفَةٌ ، ثُمَّ رَأَيْتُ الحَشَفَةَ هِيَ أَشَدُّهُنَّ لِضِرْسِي . [ر : ۵۰۹۵]

حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی وغیرہ کے نسخوں میں یہ باب بلاترجمہ ہے، لیکن ہمارے ہندوستانی نسخوں میں اس کا ترجمہ "باب الحشف" موجود ہے۔

حَشَف: حَشَفَة کی جمع ہے، ردی کھجور کو کہتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے قبل امام بخاری نے ایک ترجمہ قائم کیا تھا کہ دعوت میں پر تکلف کھانے کا اہتمام کرنا جائز ہے، یہاں "باب الحشف" کا ترجمہ قائم کر کے بتا رہے ہیں کہ وہ تکلف ضروری نہیں ہے، ہو جائے تو ٹھیک ہے، نہ ہو اور ماحضر ہی مہمانوں کو پیش کیا جائے تو بھی ٹھیک ہے (۲)۔

تعارض روایات اور اس کا حل

یہاں باب کی پہلی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سات کھجوریں عنایت فرمائیں اور دوسری روایت میں پانچ کا ذکر ہے۔

❶ ابن التین نے فرمایا کہ ان میں ایک روایت کو تو یا وہم پر محمول کیا جائے اور یا انہیں تعددِ واقعات پر محمول کیا جائے۔

---

(۲) الأبواب والتراجم: ۲/۸۹۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اتحاد مخرج کی وجہ سے تعددِ واقعات پر محمول کرنا ایک بعید سی بات ہے(۳)۔

❷ علامہ کرمانی نے مشہور جواب دیا کہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا، لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں(۴)۔

❸ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک مجلس میں تقسیم کے دو مراحل کا بیان ہے۔ پہلی مرتبہ آپ نے پانچ پانچ کھجوریں تقسیم فرمائیں، دوسری روایت میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر کچھ کھجوریں بچ رہیں تو آپ نے دوبارہ تقسیم فرمائیں اور اب کی بار دو دو کھجوریں مزید دیں، پہلی روایت میں کل اور مجموعہ کا ذکر ہے(۵)۔

تضيفت أباهريرة، أی نزلت به ضيفاً..... سبعاً : أی سبع ليال یعنی میں سات دن تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے ہاں مہمان بنا رہا تو وہ، اور ان کا خادم اور ان کی بیوی تہائی تہائی رات باری باری سے اٹھتے تھے، رات کے ایک ثلث میں ایک عبادت کرتا، پھر وہ آرام کے لیے لیٹ جاتا، دوسرے کو اٹھاتا پھر وہ ایک ثلث عبادت کرنے کے بعد تیسرے کو اٹھاتا، یوں رات بھر گھر میں عبادت کا سلسلہ جاری رہتا۔

يَعْتَقِبون : بالقاف أی: يتنا وبون قيام الليل۔

٣٩ - باب : الرُّطَبِ وَالتَّمْرِ .

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا» /مريم : ٢٥/.

٥١٢٧ : وقالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ : حَدَّثَتْنِي أُمِّي ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ : التَّمْرِ وَالْمَاءِ . [ر : ٥٠٦٨]

(۳) فتح الباری:۹/۷۰۵۔

(۴) شرح الكرمانی:۲۰/۵۶۔

(۵) فتح الباری:۹/۷۰۵۔

تر اور خشک کھجوروں کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ قائم کیا ہے، اس کے بعد قرآنِ کریم کی آیت نقل فرمائی ہے جس میں تر کھجور کا ذکر ہے۔

تر کھجور نفاس والی عورت کے لیے انتہائی مفید ہے، عبد بن حمید نے ربیع بن خثیم کے طریق سے روایت نقل کی ہے "ليس للنفساء مثل الرطب، ولا للمريض مثل العسل" (٦)۔

٥١٢٨ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما قالَ : كانَ بِالْمَدِينَةِ يَهُودِيٌّ ، وَكانَ يُسْلِفُنِي فِي تَمْرِي إِلَى ٱلْجِدادِ ، وَكانَتْ لِجابِرٍ الْأَرْضُ الَّتِي بِطَرِيقِ رُومَةَ ، فَجَلَسَتْ ، فَخَلَا عامًا ، فَجاءَنِي الْيَهُودِيُّ عِنْدَ الجَدادِ وَلَمْ أَجُدَّ مِنْها شَيْئًا ، فَجَعَلْتُ أَسْتَنْظِرُهُ إِلَى قابِلٍ فَيَأْبَى ، فَأُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَقالَ لِأَصْحابِهِ : (آمْشُوا نَسْتَنْظِرْ لِجابِرٍ مِنَ الْيَهُودِيِّ) . فَجاؤُونِي فِي نَخْلِي ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلِّمُ الْيَهُودِيَّ ، فَيَقُولُ : أَبا القاسِمِ لَا أُنْظِرُهُ ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ قامَ فَطافَ فِي النَّخْلِ ، ثُمَّ جاءَهُ فَكَلَّمَهُ فَأَبَى ، فَقُمْتُ فَجِئْتُ بِقَلِيلِ رُطَبٍ ، فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَكَلَ ، ثُمَّ قالَ : (أَيْنَ عَرِيشُكَ يا جابِرُ) . فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقالَ : (آفْرُشْ لِي فِيهِ) . فَفَرَشْتُهُ . فَدَخَلَ فَرَقَدَ ثُمَّ آسْتَيْقَظَ ، فَجِئْتُهُ بِقَبْضَةٍ أُخْرَى فَأَكَلَ مِنْها ، ثُمَّ قامَ فَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ فَأَبَى عَلَيْهِ ، فَقامَ فِي الرِّطابِ فِي النَّخْلِ الثَّانِيَةَ ، ثُمَّ قالَ يا جابِرُ : (جُدَّ وَآقْضِ) . فَوَقَفَ فِي الجَدادِ ، فَجَدَدْتُ مِنْها ما قَضَيْتُهُ ، وَفَضَلَ مِثْلُهُ ، فَخَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ ، فَقالَ : (أَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ ٱللهِ) .

«عَرْشٌ» /النمل: ٢٣/ : وَعَرِيشٌ : بِناءٌ ، وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «مَعْرُوشاتٍ» /الأنعام: ١٤١/ : ما يُعَرَّشُ مِنَ الْكُرُومِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ . يُقالُ : «عُرُوشِها» /البقرة: ٢٥٩/ : أَبْنِيَتُها .

قالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : قالَ أَبُو جَعْفَرٍ : قالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْماعِيلَ : فَخَلَا ، لَيْسَ عِنْدِي مُقَيَّدًا ، ثُمَّ قالَ : فَخَلَا ، لَيْسَ فِيهِ شَكٌّ .

---

(٦) فتح الباری: ٩/٧٠٧۔

(٥١٢٨) (يسلفني من السلف، أي يدفع له الثمن قبل نضج الثمر واستلامه۔ (الجداد) زمن قطع النخل۔ (رومة) اسم موضع قرب المدينة۔ (فجلست) بقيت الأرض نخلاً بدون ثمر، وفي رواية (فخاست) يعني خالفت معهودها من الحمل۔ (فخلا) من التخلية، أي تأخر وفاء السلف، وفي رواية (نخلا) أي بقيت الأرض نخلاً۔ (اگلے صفحہ پر)

حضرت جابرؓ کے قرض کا واقعہ

باب کی دوسری روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا جو مجھ سے میری کھجوروں میں ان کے کاٹنے کے وقت تک کے لیے بیع سلم کیا کرتا تھا، میری ایک زمین بئر رومہ کے راستہ میں تھی، ایک سال اس زمین میں کچھ پیداوار نہ ہوئی چنانچہ میرے پاس یہودی پھل کاٹنے کے وقت آیا اور میں اس سے کچھ بھی نہیں کاٹ سکا تھا تو میں نے اس سے آئندہ سال کے لیے مہلت مانگی لیکن اس نے انکار کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی، آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ چلو، جابر کو اس یہودی سے مہلت دلائیں، چنانچہ یہ لوگ میرے باغ میں آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے مہلت دینے کو کہا تو اس نے کہا ”ابوالقاسم! میں اس کو مہلت نہیں دے سکتا“ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت حال دیکھی تو کھڑے ہو کر باغ میں گھومے، پھر اس یہودی کے پاس آئے اور گفتگو کی لیکن وہ نہیں مانا، میں کھڑا ہوا اور تھوڑی رطب کھجور لے کر آیا اور آپ کو سامنے ان کو رکھ دیا، آپ نے ان کو تناول فرمایا، پھر فرمایا ”جابر! آپ کی جھونپڑی کہاں ہے؟“ میں نے بتائی، آپ نے فرمایا ”میرے لیے کوئی بچھونا اس میں بچھاؤ“ میں نے بچھایا، آپ اندر داخل ہو کر آرام فرمانے لگے، بیدار ہونے کے بعد میں نے تھوڑی سی مزید تر کھجوریں پیش کیں، آپ نے انہیں تناول فرمایا، پھر یہودی سے گفتگو کی لیکن اس نے (مہلت دینے سے) انکار کر دیا تو آپ تیسری بار کھجور کے درختوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”جابر، تم کاٹتے جاؤ اور اس کو ادا کرتے جاؤ، آپ کھجور کاٹنے کی جگہ بیٹھے گئے، چنانچہ میں نے اتنی کھجوریں توڑلیں جن سے میں نے اس یہودی کا قرض ادا کر دیا اور کچھ باقی بھی بچ گیا، میں نے باہر نکل کر نبی کریم صلی اللہ

(گزشتہ سے پیوستہ)(أستنظره) أطلب منه أن يمهلني۔(قابل)عام ثان۔ (رطب)ثمر النخل قبل أن يصبح تمراً (عريشك) المكان الذى اتخذته من بستانك تستظل به وتقيل فيه، والعريش مايستظل به عند الجلوس تحته، وقيل: النساء۔ (قام في الرطاب) طاف بين النخل وعليه ثمره۔ (الثانية) المرة الثانية۔ (فوقف في الجداد) أي حال قطع الثمر وأثناء ه۔ (محمد بن يوسف) هو الفِرَبري، الراوي عن البخاري۔ (أبو جعفر) هو محمد ابن أبي حاتم وراق البخاري۔ (محمد بن إسماعيل) هو البخاري نفسه۔ (محلا ليس عندي مقيداً) أي مضبوطاً۔ (فخلاليس فيه شك) أي هذا هو الذي يظهر، والله أعلم۔

علیہ وسلم کو (دین ادا ہونے کی) خوشخبری سنائی، آپ ﷺ نے فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں"

عروش اور عریش سے مراد مکان ہے۔

سند میں ابو غسان کا نام محمد بن مطرف ہے اور ابو حازم کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اس کے بعد ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ ہیں، ابو ربیعہ کا نام عمرو یا حذیفہ ہے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا، ان کا نام زمانہ جاہلیت میں "بحیر" تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے "عبداللہ" رکھا، زمانہ جاہلیت میں "عبداللہ" اشراف قریش میں شمار ہوتے تھے (۷)۔

ابراہیم بن عبدالرحمٰن

ابراہیم بن عبدالرحمٰن کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے (۸)۔ یہ حضرت ام کلثوم بنت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صاحبزادے ہیں حضرت عائشہؓ ان کی خالہ ہیں۔

یہ حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت عائشہؓ اور اپنے دادا حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ سے روایات نقل کرتے ہیں (۹)۔

امام بخاری، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی روایات نقل کی ہیں (۱۰)۔

اگرچہ ابن القطان (یحییٰ بن سعید) نے ان کے بارے میں کہا "لا یعرف له حال" (۱۱)۔

لیکن دوسرے ائمہ جرح و تعدیل نے انہیں ثقہ قرار دیا، ابن خلفون نے فرمایا "ھو ثقة مشھور"

---

(۷) الإستیعاب لابن عبدالبر: ۸۹۶/۳، والتجرید للذھبی: ۳۱۰/۱۔

(۸) فتح الباری: ۷۰۸/۹، وعمدۃ القاری: ۶۹/۲۱۔

(۹) دیکھیے تہذیب الکمال: ۱۳۳/۲، رقم الترجمۃ: ۲۰۲۔

(۱۰) تہذیب الکمال: ۱۳۴/۲۔

(۱۱) تہذیب التہذیب: ۱۳۹/۱۔

اور حاکم نے مستدرک میں ان کی حدیث کی تصحیح فرمائی ہے (۱۲)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے (۱۳)۔

امام بخاری نے بھی تاریخ کبیر میں ان کا تذکرہ کیا ہے (۱۴)۔

و کان یسلفنی فی تمری إلی الجذاذ

"وہ یہودی اس وعدے پر کہ کھجوروں کی کٹائی پر ادائیگی ہوگی مجھے قرض دیا کرتا تھا"۔

جذاء جیم پر کسرہ اور فتحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں، کٹائی کو کہتے تھے، یعنی کھجوروں کے کاٹنے کے زمانہ تک مجھے قرض دیتا تھا۔

اس پر ایک اشکال تو یہ کیا گیا کہ "سلف إلی الجذاذ" (کٹائی کے وقت تک قرض دینا) امام بخاری وغیرہ کے نزدیک جائز نہیں (۱۵)۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ دوسرے ثقہ راویوں نے یہ قصہ نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ قرض حضرت جابرؓ پر نہیں تھا، بلکہ ان کے والد پر تھا، جب کہ یہاں ہے کہ قرض حضرت جابرؓ پر تھا۔ تو یہ حدیث شاذ ہے، کیونکہ "شاذ" کی تعریف ہے "ماروا‌ه الثقة مخالفا لما رواه أحفظ منه واضبط" (۱۶)۔

پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ "سلف إلی الجذاذ" اس وقت جائز نہیں ہے جب عقد بیع میں وقت متعین نہ ہوا ہو، لیکن اگر وقت متعین ہے تو اس صورت میں جائز ہے، یہاں اختصار کی وجہ سے صرف سلف إلی الجذاذ کا ذکر ہے، ورنہ اصل عقد میں وقت متعین تھا (۱۷)۔

اور دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ شذوذ تعدد واقعہ کی وجہ سے دور ہو سکتا ہے یعنی بہت ممکن

---

(۱۲) تعلیقات تهذیب الکمال للدکتور بشار عواد: ۲/۱۳۴۔

(۱۳) کتاب الثقات لابن حبان: ۴/۱۰، أول کتاب التابعين۔

(۱۴) تاریخ البخاری الکبیر: ۱/۲۹۶-۲۹۷۔ نیز دیکھیے الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ۱/۱۱۱، والجمع لابن القیسرانی: ۱/۲۰۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۷۰۸۔

(۱۶) دیکھیے ظفر الأمانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی: ۲/۳۶۹۔ وعلوم الحدیث لابن الصلاح، النوع الثالث معرفة الشاذ: ۷۶-۷۹۔ وتیسیر مصطلح الحدیث: ۱۱۶۔ الشاذ والمحفوظ۔

(۱۷) فتح الباری: ۹/۷۰۸، وعمدة القاری: ۲۱/۶۹۔

ہے کہ قرض حضرت جابرؓ کے والد پر بھی ہو اور حضرت جابرؓ پر بھی ہو، دونوں پر ہو۔ دوسرے ثقہ راویوں نے حضرت جابرؓ کے والد والے قصہ کو ذکر کیا اور روایت باب میں خود حضرت جابرؓ کے دین کے قصے کو ذکر کیا گیا تو اس طرح یہ حدیث تعدد واقعات کی وجہ سے شاذ نہیں رہے گی۔ شاذ تب ہوتی جب واقعہ ایک ہوتا اور ایک ثقہ راوی اس کے بیان میں اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا، یہاں ایسا نہیں ہے (۱۸)۔

فَجَلَسَت فخلا عاما

اس جملے کی شراح حدیث نے مختلف تشریحات کی ہیں:

❶ ابو مروان ابن سراج نے فرمایا کہ "جلستُ" مفرد متکلم کا صیغہ ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا یعنی ادائیگی قرض سے میں پیچھے ہٹ گیا اور "خلّی" یا باب تفعیل "تخلیة" سے ہے بمعنی تأخر، اس میں ضمیر فاعل "سلف" بمعنی دین کی طرف راجع ہے۔ أی تأخر السلف عاما یعنی وہ قرض ایک سال کے لیے مؤخر ہونے لگا، یا "خلا" مجرد میں "خلو" سے اسی تأخر کے معنی میں ہے (۱۹)۔

❷ دوسرا مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا کہ یہ لفظ "جَلَسَتْ" ہے، مفرد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور ضمیر فاعل "أرض" کی طرف راجع ہے اور اگلا لفظ "فَخَلا" نہیں بلکہ "نَخلا" ہے اور صحیح عبارت ہے "فَجَلَسَت نَخلاً عاما" أی تأخرت الأرض عن الإثمار من جهة النخل یعنی زمین کھجور کا پھل دینے سے ایک سال تک کے لیے بیٹھ گئی، روایت میں "نَخلا" میں تصحیف ہوگئی اور اسے "فَخَلا" کر دیا گیا (۲۰)۔

❸ اصیلی کی روایت میں "جَلَست" کی بجائے "حَبَست" (بمعنی روکنا) ہے اور ابو نعیم کی روایت میں "خَنَستْ" بمعنی "تَأخَّرت" ہے (۲۱) ان دونوں صورتوں میں معنی واضح ہیں۔

---

(۱۸) عمدة القاری: ۲۱/ ٦۹، وفتح الباری: ۹/ ۷۰۸۔

(۱۹) فتح الباری: ۹/ ۷۰۹۔

(۲۰) فتح الباری: ۹۰/ ۷۰۹، وعمدة القاری: ۲۱/ ٦۹۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/ ۷۰۹، وعمدة القاری: ۲۱/ ٦۹۔

❹ اسماعیلی کی روایت میں یہ پورا جملہ اس طرح ہے...... "فَخَنَّسَت عَلَيَّ عاماً" یعنی وہ زمین مجھ پر ایک سال مؤخر ہوگئی "عَلَيَّ" میں تصحیف کی گئی، کسی نے اس کو "فَخَلَی" بنادیا اور کسی نے "نَخلاً" بنادیا(۲۲)۔

❺ کشمیہنی کی روایت میں "فَخاسَت" ہے جس کے معنی خلاف ورزی کرنے کے آتے ہیں أی خالفت الأرض معهودها و حملها(۲۳)۔

ولم أجد منها شيئاً

لم أَجُدَّ (ہمزہ کے فتحہ، جیم کے ضمہ اور دال کی تشدید کے ساتھ) باب نصر سے واحد متکلم کا صیغہ ہے جَدّ الشئَ...... جَدّا و جِدَادًا(۲۴): کاٹنا...... فهو مجدود، حضرت جابرؓ کا مطلب یہ تھا کہ میں نے باغ میں سے ابھی کچھ بھی نہیں کاٹا تھا۔

اين عريشك

العريش: المكان الذى اتخذته فى البستان لتستظل به و تقيل فيه(۲۵): باغ میں آرام کرنے کے لیے جو چھپر نما سی جگہ بنائی جاتی ہے اسے عریش کہتے ہیں۔

ثم قال: ياجابر جذ

جذ: جذاذ سے امر ہے، یعنی اے جابر، کاٹئے، واقض: أی أوف یعنی قرض ادا کیجئے۔

فقال : أشهد أنى رسول الله

اس میں چونکہ خرق عادت کے طور پر بہت کم چیز بطور معجزہ کافی ہوگئی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

---

(۲۲) فتح الباری:۹/۷۰۹۔

(۲۳) إرشاد الساری:۱۲/۲۰۰۔

(۲۴) المعجم الوسیط:۱/۱۰۹۔ والقاموس الوحید:۲۳۷

(۲۵) فتح الباری:۹/۷۰۹۔

باب کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق کتاب التفسیر میں موصولاً گذر چکی ہے (۲۶)۔

٤٠ – باب : أَكْلِ الْجُمَّارِ.

۵۱۲۹ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسٌ إِذْ أُتِيَ بِجُمَّارِ نَخْلَةٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرَكَتُهُ كَبَرَكَةِ الْمُسْلِمِ) . فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَعْنِي النَّخْلَةَ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ : هِيَ النَّخْلَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، ثُمَّ الْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا عَاشِرُ عَشَرَةٍ أَنَا أَحْدَثُهُمْ فَسَكَتُّ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هِيَ النَّخْلَةُ) . [ر : ٦١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد جمار یعنی کھجور کے گابھے کا جواز بتلانا ہے کہ اسے کھانا جائز ہے۔

روایت پر تفصیلی کلام کتاب العلم میں گذر چکا ہے (۲۷)۔

٤١ – باب : الْعَجْوَةِ. (۲۸)

۵۱۳۰ : حدّثنا جُمْعَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ : أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ : أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً ، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ) . [٥٤٣٥ ، ٥٤٣٦ ، ٥٤٤٣]

عَجوہ مدینہ منورہ کی ایک خاص قسم کی بہت ہی مشہور کھجور ہے، کتاب الطب میں اس کی تفصیل آئے گی۔

حدیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ آدمی صبح کو اگر سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اس دن نہ اس کو زہر نقصان پہنچا سکے گا نہ جادو۔

---

(۲۶) کشف الباری (کتاب التفسیر): ۲۰۲

(۲۷) کشف الباری (کتاب العلم):

(۲۸) (۵۱۳۰) الحديث أخرجه البخاری أيضا فی كتاب الطب، باب الدواء بالعجوة للسحر، رقم الحديث: ۵۴۳۵، وفی باب مایذكر فی سم النبی صلی الله عليه وسلم ، رقم الحديث : ۵۴۴۳، وأخرجه مسلم فی كتاب الأطعمة، باب فضل تمر المدينة، رقم الحديث: ۲۰۴۷، وأخرجه أبو داود فی كتاب الطب، باب فی تمر العجوة: ۴/ ۸ (رقم الحديث: ۳۸۷۶)

جمعہ بن عبداللہ

حدیث باب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔ اس میں امام بخاری کے شیخ "جُمعہ بن عبداللہ بلخی" ہیں جُمعہ جیم کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ ہے، بعضوں نے کہا کہ ان کا نام یحییٰ ہے، جمعہ ان کا لقب ہے (۲۹)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور انہیں "مستقیم الحدیث" فرمایا ہے (۳۰)۔

ان کی وفات ۲۳۳ھ ہجری کو ہوئی ہے (۳۱)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وماله فی البخاری بل ولا فی الکتب الستة سوی هذا الحدیث" (۳۲)۔

٤٢ - باب : الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ .

دو دو کھجوریں ملا کر کھانے میں اختلاف ہے۔

ظاہریہ کے نزدیک دو دو کھجوریں ملا کر کھانا جائز ہے (۳۳)۔

جمہور کہتے ہیں کہ مکروہ ہے (۳۴)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں تفصیل ہے، اگر کھجوریں کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہوں اور ایک ساتھ کھانے کے لیے بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر دو ایک ساتھ کھانا جائز نہیں ہے، البتہ اجازت ملنے کی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں، چاہے صراحتاً اجازت مل جائے یا دلالۃً

(۲۹) تهذيب الكمال: ۵/۱۲۰، رقم الترجمة: ۹۶۲۔

(۳۰) كتاب الثقات لابن حبان: ۸/۱۶۵۔

(۳۱) تهذيب الكمال: ۵/۱۲۱، تهذيب التهذيب: ۲/۱۱۱، وخلاصة الخزرجی: ۱/ الترجمة: ۱۰۹۰۔

(۳۲) فتح الباری: ۹/۵۷۱۔

(۳۳) شرح مسلم للنووی: ۲/۱۸۱۔

(۳۴) شرح النووی علی المسلم: ۲/۱۸۱، باب نهی الأكل مع جماعة عن قران تمرتين ونحوهما فی لقمة إلاّ بإذن أصحابه۔

چونکہ ان میں سب کا برابر حق ہے، اب اگر کوئی دو دو اٹھا کر کھائے گا تو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ وصول کرنے والا ہوگا جس کا وہ اجازت کے بغیر مستحق نہیں (۳۵)۔

البتہ اگر مشترکہ کھجوریں نہیں، ذاتی ہیں تو ان سے اپنی مرضی کے مطابق دو دو کھا سکتا ہے کہ اس صورت میں ذکر کردہ علت نہیں پائی جاتی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ دو دو کھجوریں ملا کر کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں حرص وہوس کا شائبہ پایا جاتا ہے (۳۶)۔

اگر یہ علت مانی جائے تو پھر مطلقاً دو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ ہونا چاہیے، چاہے وہ مشترکہ ہوں، یا ذاتی۔

امام محمد اور دوسرے کئی اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں قران فی التمر سے منع کیا گیا تھا، بعد میں اس کی اجازت دیدی گئی (۳۷)۔

حضرت بریدہؓ کی ایک مرفوع روایت بھی "مسند بزار" میں ہے، آپ نے فرمایا "كنت نهيتكم عن القران في التمر، وإن الله وسع عليكم فاقرنوا" (۳۸) "میں نے پہلے تمہیں قرآن فی التمر سے منع کیا تھا، اس لیے کہ عسرت اور قلتِ مال کا زمانہ تھا، اب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمادی ہے، اس لیے اب اس میں کوئی حرج نہیں"۔

۵۱۳۱ : حَدَّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قالَ : أَصابَنَا عامُ سَنَةٍ مَعَ ٱبْنِ الزُّبَيْرِ فَرَزَقَنَا تَمْرًا ، فَكانَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ ، وَيَقُولُ : لَا تُقارِنُوا ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهى عَنِ الْقِرانِ . ثُمَّ يَقُولُ : إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخاهُ .

قالَ شُعْبَةُ : الْإِذْنُ مِنْ قَوْلِ ٱبْنِ عُمَرَ . [ر : ۲۳۲۳]

(۳۵) شرح مسلم للنووی: ۲/۱۸۱۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۷۱۴، باب القران فی التمر

(۳۷) مرقات شرح مشکاة، کتاب الأطعمة: ۸/۱۷۳

(۳۸) فتح الباری: ۹/۷۰۴

جبلہ بن سحیم کوفہ کے رہنے والے ہیں اور تابعی ہیں، بخاری میں ان کی روایات صرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہوئے، انھوں نے ہمیں کھجوریں دیں، وہ ہمارے پاس سے گزر رہے ہوتے اور ہم کھجوریں کھا رہے ہوتے تو فرماتے "دو کھجوروں کو ملا کر مت کھاؤ، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔" پھر فرماتے "مگر یہ کہ آدمی اپنے بھائی سے اجازت لے لے"...... (تو اس صورت میں دو ملا کر کھا سکتا ہے۔)

قال شعبة: الإذن من قول ابن عمر

یہ تعلیق نہیں ہے بلکہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، شعبہ فرماتے ہیں کہ "إلاّ أن يستأذن الرجل أخاه" حدیث مرفوع کا حصہ نہیں بلکہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے، چنانچہ خطیب نے اس روایت کی تخریج کی، اس میں تصریح ہے "قال ابن عمر: إلاأن يستأذن الرجل أخاه" (۳۹)۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شعبہ کے اصحاب میں سے بعض اس کو مرفوع نقل کرتے ہیں، بعض نے اس کو تردد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ مرفوع ہے یا موقوف اور بعض نے جزم کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی شعبہ سے روایت کرنے والوں میں تعارض ہے۔

دوسرے تابعین میں سے سفیان ثوری، ابن اسحاق، شیبانی، مسعر اور زید بن اُبی انیسہ سے یہ روایت منقول ہے۔

سفیان ثوری کی روایت کتاب الشرکہ میں گذرچکی ہے، اس کے الفاظ ہیں: "نهى أن يقرن الرجل بين التمرتين جميعا حتى يستأذن أصحابه" (۴۰)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "وهذا ظاهره الرفع مع احتمال الإدراج" (۴۱)۔

شیبانی کی روایت امام ابوداود نے نقل کی ہے: "نهى عن الإقران إلا أن تستأذن

---

(۳۹) فتح الباری: ۹/ ۷۱۲۔

(۴۰) صحیح البخاری، کتاب الشرکة، باب القران فی التمرببن الشرکاء، رقم الحدیث: ۲۴۹۰۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/ ۷۱۳۔

أصحابك"(۴۲) یہ بھی ظاہر اًمرفوع ہے لیکن ادراج کا احتمال اس میں بھی ہے۔

زید بن ابی انیسہ کی روایت ابن حبان نے نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: "من أكل مع قوم من تمر فلايقرن، فإن أرادأن يفعل ذلك فليستأذنهم ، فإن أذنوا،فليفعل"(۴۳)۔ یہ بھی ظاہراً مرفوع ہے لیکن ادراج کے احتمال سے بہر حال یہ بھی خالی نہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ یہ روایت بزار نے حضرت ابوہریرہؓ سے بھی نقل کی ہے، اس میں ہے: "قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم تمرا بين أصحابه فكان بعضهم يقرن، فنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقرن إلاباذن أصحابه"(۴۴)

اس لیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "فالذي ترجح عندي أن لا إدراج فيه" یعنی تمام روایات کو سامنے رکھنے کے بعد معلوم یہ ہوتا ہے کہ اذن کا قول حدیث مرفوع کا حصہ ہے، موقوف نہیں(۴۵)۔

٤٣ - باب : الْقِثَّاءِ .

٥١٣٢ : حدَّثني إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ جَعْفَرٍ قالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ . [ر : ٥١٢٤]

قثاء کا ترجمہ کھیرا اور خیار کا ترجمہ ککڑی کیا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت دونوں کے بارے میں یہ تھی کہ آپ رطب یعنی تر کھجور کے ساتھ ان کو ملا کر تناول فرمایا کرتے تھے اس لیے کہ کھیرے کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور کی تاثیر گرم، دونوں کو ساتھ استعمال کرنے سے اعتدال پیدا ہو جاتا ہے، بطیخ (خربوزہ) بھی آپ کھجور کے ساتھ استعمال فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ابوداود کی روایت میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل البطيخ بالرطب ، فيقول: بكسر حرهذا

---

(۴۲) سنن أبی داود، كتاب الأطعمة، باب الأ قران فی التمر عندالأكل:۳/ ۳۶۲:رقم الحديث:۳۸۳۴۔

(۴۳) فتح الباری:۹/ ۷۱۳۔

(۴۴) فتح الباری:۹/ ۷۱۳۔

(۴۵) فتح الباری:۹/ ۷۱۳۔

بردهذا، وبردهذا بحرهذا"(۴۶)۔

٤٤ - باب : بَرَكَةِ النَّخْلِ .

٥١٣٣ : حدّثنا أبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا محمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ ، عَنْ زُبَيْدٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عُمَرَ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ ، تَكُونُ مِثْلَ الْمُسْلِمِ ، وَهِيَ النَّخْلَةُ) . [ر : ٦١]

اس میں کوئی شک نہیں کہ کھجور کا درخت بڑا بابرکت درخت ہے، اس کی گٹھلی کوٹ کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے، اس کے پتوں سے پنکھے بنائے جاتے ہیں، اس کی ٹہنیاں اور شاخیں چھت کے اندر لوگ استعمال کرتے ہیں، اس کا تنا بھی تعمیر میں ستون اور شہتیر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، غرضیکہ ہر چیز اس کی کار آمد ہے۔

حدیث باب پر تفصیلی بحث کتاب العلم میں گذر چکی ہے(۴۷)۔

٤٥ - باب : جَمْعِ اللَّوْنَيْنِ أَوِ الطَّعَامَيْنِ بِمَرَّةٍ .

٥١٣٤ : حدّثنا ٱبْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ . [ر : ٥١٢٤]

تر کھجوروں کو آپ کھیرے کے ساتھ جمع فرمایا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ جمع اللونین یا جمع طعامین یعنی دو مختلف قسم کے پھلوں یا کھانوں کو جمع کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب سے شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس ؓ سے مروی اس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا، اس میں دودھ اور شہد دونوں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا "أدْمان فی

---

(۴۶) سنن أبی داود، كتاب الأطعمة، باب فی الجمع بین لونین فی الأكل: ۳/ ۳۶۳، رقم الحديث: ۳۸۳۶۔

(۴۷) دیکھیے كشف الباری، كتاب العلم:

إناء؟...... لاأكله ولاأحرمه"(۴۸)۔"دوسالن ایک برتن میں؟ میں نہ اسے کھاؤں گا اور نہ اسے حرام قرار دوں گا"اس روایت میں چونکہ ایک مجہول راوی ہے اس لیے ضعیف ہے۔

٤٦ – باب : مَنْ أَدْخَلَ الضِّيفَانَ عَشَرَةً عَشَرَةً ، وَالْجُلُوسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشَرَةً عَشَرَةً .

٥١٣٥ : حدّثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنِ الجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ ، عَنْ أَنَسٍ . وَعَنْ هِشَامٍ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ . وَعَنْ سِنَانٍ أَبِي رَبِيعَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ أُمَّهُ ، عَمَدَتْ إِلَى مُدٍّ مِنْ شَعِيرٍ جَشَّتْهُ ، وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِيفَةً ، وَعَصَرَتْ عُكَّةً عِنْدَهَا ، ثُمَّ بَعَثَتْنِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَدَعَوْتُهُ ، قَالَ : (وَمَنْ مَعِي) . فَجِئْتُ فَقُلْتُ : إِنَّهُ يَقُولُ : وَمَنْ مَعِي ؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ أَبُو طَلْحَةَ ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ صَنَعَتْهُ أُمُّ سُلَيْمٍ ، فَدَخَلَ فَجِيءَ بِهِ ، وَقَالَ : (أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً) . فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ، ثُمَّ قَالَ : (أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً) . فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ، ثُمَّ قَالَ : (أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً) . حَتَّى عَدَّ أَرْبَعِينَ ، ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ قَامَ ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ ، هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ . [ر : ٤١٢]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر مہمان بہت زیادہ ہوں اور جگہ تنگ ہو تو ان کو تقسیم بھی کیا جاسکتا ہے اور تھوڑے تھوڑے بٹھا کر کھانا کھلایا جاسکتا ہے، ترجمۃ الباب میں "عشرہ" کی قید احترازی نہیں ہے چونکہ حدیث میں ذکر تھا"أدخل عليّ عشره ثم أدخل على عشرة" تو اس کی رعایت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں "عشرہ" کی قید لگائی ہے، ورنہ آپ موقع اور محل کے اعتبار سے پچاس پچاس بٹھانا چاہیں تو بھی کوئی حرج نہیں، گنجائش کے مطابق مہمانوں کو تقسیم کر کے بٹھایا جاسکتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ ام سلیم نے ایک مد جو دل کر اس کا دلیا پکایا اور اس پر ان کے پاس موجود کپی سے گھی نچوڑ کر ٹپکایا، پھر مجھے آنحضرت کے پاس بھیجا، میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ اس وقت حضرات صحابہؓ کے ساتھ تھے، میں نے دعوت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا"میرے ساتھ جو ساتھی ہیں یہ بھی چلیں؟" میں نے واپس آکر اطلاع کی کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں"کیا وہ لوگ

(۴۸) فتح الباری:۹/۷۱۵۔

بھی آئیں جو میرے ساتھ ہیں؟"...... تو ابو طلحہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! ام سلیم نے جو کچھ تیار کیا ہے وہ کم ہے، آپ ﷺ تشریف لائے، وہ کھانا آپ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا "دس دس آدمیوں کو اندر بلاؤ" وہ لوگ آئے اور سب نے آسودہ ہو کر کھانا کھایا...... یہاں تک کہ چالیس آدمی شمار کیے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور اٹھ کھڑے ہوئے، میں اس کھانے کو دیکھ رہا تھا کہ اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا تھا۔

جَشَّته: أي جعلته جشيشا، والجشيش دقيق غيرناعم: یعنی اس کا دلیا بنایا، جش کے معنی دلنے اور نیم کوفتہ بنانے کے آتے ہیں۔ خطیفة اور عصیده کے ایک ہی معنی ہیں وہ کھانا جو آٹا اور دودھ کو ملا کر بنایا جاتا ہے، گھی بھی اس میں شامل کر لیا جاتا ہے (۴۹)۔

یہاں بخاری کی روایت میں اختصار ہے، مسلم کی روایات میں تفصیل ہے کہ حضرت ابو طلحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا...... "یارسول اللہ! میں نے انس کو صرف آپ کو دعوت دینے کے لیے بھیجا تھا، گھر میں ان سب لوگوں کو سیر کرنے کے لیے کھانا نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا "إن الله سيبارك فيه" "اللہ اس میں برکت ڈال دیں گے (۵۰)۔

ابن بطال نے فرمایا کہ مل کر کھانا کھانا باعث برکت ہے (۵۰☆)، امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک روایت بھی نقل فرمائی ہے: "فاجتمعوا على طعامكم، واذكروا اسم الله، يبارك لكم فيه" (۵۱)۔

---

(۴۹) فتح الباری: ۹/ ۷ا۵۔

(۵۰) صحيح مسلم: كتاب الاشربة باب جواز استتباعه غيره إلى دارمن يثق برضاه الخ: ۳/ ۱۶۱۲ (رقم الحديث: ۲۰۴۰)

(۵۰☆) فتح الباری: ۹/ ۷ا۵۔

(۵۱) سنن أبی داود، كتاب الأطعمة، باب في الاجتماع على الطعام: ۳/ ۳۴۶، رقم: ۳۷۶۴۔

٤٧ - باب : ما يُكْرَهُ مِنَ الثُّومِ وَالْبُقُولِ .

فِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٨١٥]

٥١٣٦ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قالَ : قِيلَ لِأَنَسٍ : ما سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي الثُّومِ ؟ فَقَالَ : (مَنْ أَكَلَ فَلا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا) . [ر : ٨١٨]

٥١٣٧ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ . عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءٌ : أَنَّ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما : زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (مَنْ أَكَلَ ثُوماً أَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا ، أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا) . [ر : ٨١٦]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ان سبزیوں کو مکروہ قرار دیا جن کے اندر بو ہوتی ہے جیسے لہسن، پیاز، مولی اور گندنا ہوتا ہے۔

لہسن وغیرہ کے متعلق جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، ظاہریہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس کی بدبو سے فرشتوں اور لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے۔

البتہ حرام نہیں کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جب ان سبزیوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے تناول نہیں فرمایا، انھوں نے دریافت کیا؟ یارسول اللہ! کیا یہ حرام ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "حرام نہیں، لکنی أكرهه من أجل ريحه ...... ان کی بدبو کی وجہ سے میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے (۵۲)۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "کُلْ، فإني أنا جي من لاتناجي" (۵۳)۔

اس سے عام لوگوں کے حق میں ان سبزیوں کے استعمال کی اباحت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ اباحت تب ہے جب دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

بدبو کی وجہ سے انہیں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، لیکن چونکہ ان میں دوسرے فوائد و منافع بھی ہیں

---

(۵۲) دیکھیے سنن الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی کراهية أکل الثوم والبصل: ۴/۲۶۱، رقم الحدیث: ۱۸۰۷۔

(۵۳) فتح الباری: ۷/۷۱۸، وسنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الثوم، رقم الحدیث: ۳۸۲۲۔ ۳/۳۲۰

اس لیے پکا کر یا کسی دوسرے طریقے سے اس کی بدبو زائل کر کے ان کا کھانا بہرحال فائدہ سے خالی نہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے "إن کنتم لابد آکلیهما فأمیتوهما طبخاً" (۵۴)۔

البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ان کا استعمال بعض علماء کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک مکروہ تھا (۵۵)۔

روایت باب میں ہے کہ جو آدمی لہسن یا پیاز کھاتا ہے، وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا کہ وہ ہماری مسجد سے علیحدہ رہے۔ "مسجدنا" سے مطلقاً مساجد مراد ہیں، مسجد نبوی کی تخصیص نہیں ہے، چنانچہ بعض روایات میں "فلایقربن المساجد" کے الفاظ بھی آئے ہیں، اس لیے یہ حکم تمام مساجد کو شامل ہے (۵۶)۔

٤٨ – باب : الْكَبَاثِ ، وَهْوَ ثَمَرُ الْأَرَاكِ .

٥١٣٨ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قالَ : أَخْبَرَنِي جابِرُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِي ٱلْكَبَاثَ ، فَقَالَ : (عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَيْطَبُ) . فَقِيلَ : أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ ؟ قالَ : (نَعَمْ ، وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعاهَا) . [ر : ٣٢٢٥]

بعض نسخوں میں کباث کی تشریح ورق الاراک سے کی گئی ہے، یہ سہو ہے، پیلو کے پتے کو کباث نہیں کہتے، بلکہ پیلو کے پھل کو کباث کہتے ہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام "مرالظہران" میں تھے، ہم پیلو کے پھل چن رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، سیاہ رنگ کے چن لو اس لیے کہ وہ اچھے ہوتے ہیں، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں؟ (کیونکہ ان چیزوں کو بکریاں چرانے والے لوگ عموماً جانتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں اور کوئی بھی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں"۔

---

(۵۴) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة باب فی أکل الثوم، رقم الحدیث: ۳۸۲۷ـ ۳۲۱/۳

(۵۵) فتح الباری: ۳۱۸/۹ـ

(۵۶) دیکھیے سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الثوم، رقم الحدیث: ۳۸۲۵ـ ۳۲۱/۳

أيطب: أطيب کے معنی میں ہے اور اس کا مقلوب ہے، جیسے جذب، جبذ۔

٤٩ – باب : الْمَضْمَضَةِ بَعْدَ الطَّعَامِ .

٥١٣٩ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ قالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ . فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ دَعا بِطَعَامٍ ، فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ ، فَأَكَلْنَا ، فَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَتَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا .

قالَ يَحْيَى : سَمِعْتُ بُشَيْرًا يَقُولُ : حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ ، قالَ يَحْيَى : وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ ، دَعا بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ ، فَلُكْنَاهُ ، فَأَكَلْنَا مَعَهُ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ ، فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا مَعَهُ ، ثُمَّ صَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ . وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

وَقالَ سُفْيَانُ : كَأَنَّكَ تَسْمَعُهُ مِنْ يَحْيَى . [ر : ٢٠٦]

کھانے کھانے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے، چونکہ دانتوں اور مسوڑھوں وغیرہ میں کھانے کا کچھ بقیہ رہ جاتا ہے، اس لیے کلی کر کے منہ صاف کر لینا چاہیے۔

باب کی دونوں روایات میں مضمضہ کا ذکر ہے۔

قال سفيان: كأنك تسمعه من يحيى

حضرت سفیان نے اپنے شاگرد علی بن عبداللہ سے فرمایا کہ تم یہ حدیث مجھ سے سن رہے ہو، یہ سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں، بلکہ میرے استاذ یحیی بن سعید انصاری سے سن رہے ہو، یعنی یہ مجھے اس قدر یاد ہے کہ لفظ بلفظ میں بیان کر رہا ہوں، جیسے میں نے یحیی سے سنی تھی، یہ سمجھو کہ گویا تم بھی یحیی بن سعید سے سن رہے ہو۔

٥٠ – باب : لَعْقِ الْأَصَابِعِ وَمَصِّهَا قَبْلَ أَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِيلِ .

٥١٤٠ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا) .

کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں کو رومال سے پونچھنے سے پہلے چاٹ لیا جائے اور اس کے بعد

پھر ہاتھوں کو پونچھا جائے تو رومال زیادہ آلودہ نہیں ہوگا، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں ''مسح بالمنديل'' سے غالباً اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، اس میں ہے ''فلایمسح یدہ بالمندیل حتی یلعق أصابعه''(۵۷)۔ یعنی انگلیاں مندیل کے ساتھ پونچھنے سے پہلے چاٹ لینی چاہئیں۔

کتنی انگلیوں سے کھایا جائے؟

فلایمسح یدہ...... ''ید'' پورا ہاتھ نہیں بلکہ انگلیاں مراد ہیں کیونکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے ''إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یأکل بثلاث أصابع، فإذا فرغ لعقها''(۵۸) یعنی آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور فارغ ہونے کے بعد انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

طبرانی نے کعب بن عجرہ کی روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ان تین انگلیوں کی تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یأکل بأصابعه الثلاث: بالإبهام، والتی تلیها، والوسطی، ویلعق الوسطی، ثم التی تلیها، ثم الإبهام''(۵۹) یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور درمیان کی بڑی انگلی...... ان تینوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور سب سے پہلے درمیان کی بڑی انگلی، پھر شہادت کی انگلی اور آخر میں انگوٹھے کو چاٹتے تھے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے، اگرچہ پانچوں انگلیوں سے بھی کھانا جائز ہے اور ابن شہاب زہری کی ایک مرسل روایت میں آپ ﷺ سے ثابت بھی ہے، اس میں ہے ''إن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان إذا أکل بخمس''(۶۰)۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین انگلیوں سے زیادہ انگلیاں کھانے کے لیے استعمال کرنے

---

(۵۷)صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع: ۳/۱۶۰۶، رقم الحدیث: ۲۰۳۳۔

(۵۸)صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع. رقم الحدیث: ۲۰۳۲۔ ۳/۱۶۰۵

(۵۹)مجمع الزوائد: ۳/۲۸، وطبقات ابن سعد: ۱/۳۸۱۔

(۶۰)فتح الباری: ۹/۷۲۱۔

میں ایک گونہ حرص وہوس کا شائبہ پایا جاتا ہے جب کہ ضرورت تین انگلیوں سے پوری ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کھانا اس طرح ہے کہ تین انگلیوں سے لقمہ صحیح نہیں بنتا، تب چوتھی اور پانچویں انگلی کو بھی بلا کراہت استعمال کیا جا سکتا ہے(۶۱)۔

حتی یَلْعَقَها أو یُلْعِقَها

یہاں تک کہ خود چاٹے یا کسی کو چٹائے، پہلا مجرد میں باب سمع سے ہے بمعنی چاٹنا اور دوسرا باب افعال سے ہے بمعنی چٹانا۔

انگلیاں چاٹنے کی مصلحتیں

انگلیاں چاٹنے کی تین علتیں یا مصلحتیں بیان کی گئی ہیں:

❶ ایک تو یہ کہ چاٹنے کے بعد رومال وغیرہ سے ہاتھ پونچھنے میں زیادہ آلودگی اور تلویث نہیں ہوگی۔

❷ دوسری علت مسلم شریف کی ایک روایت میں بیان کی گئی ہے...... "إذا سقطت لقمة أحدکم فلیمط ما أصابها من أذی ولیأکلها ولایدعها للشیطان، ولایمسح یده بالمندیل حتی یلعقها أو یلعقها، فإنه لایدری فی أی طعامه البرکة"(۶۲)۔

اور طبرانی کی روایت کے الفاظ ہیں...... "فانه لایدری فی أی طعامه یبارك له"(۶۳)۔

برکت کے اصل معنی تو زیادتی کے ہیں، یہاں اس سے کیا مراد ہے؟ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والمراد بالبرکة ماتحصل به التغذیة، وتسلم عاقبته من الأذی، ویقوی علی الطاعة"(۶۴)۔

---

(۶۱) فتح الباری: ۹/۷۲۱۔

(۶۲) صحیح مسلم، کتاب الأشربة والأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع، رقم الحدیث: ۲۰۳۳-۳/۱۶۰۷

(۶۳) فتح الباری: ۹/۷۲۲۔

(۶۴) شرح مسلم للنووی، کتاب الأطعمة-باب استحباب لعق الاصابع: ۲/۱۷۵۔

③ قاضی عیاض نے ایک تیسری علت بھی بیان فرمائی، انہوں نے فرمایا اس کا حکم اس لیے دیا گیا تاکہ طعام اور غذا کی قلیل سی مقدار کو بھی ہلکا اور حقیر نہ سمجھا جائے (٦٥)۔

البتہ دوسروں کو چٹانے میں اس بات کا اہتمام رہے کہ جس کو انگلیاں چٹائی جارہی ہیں وہ کراہت اور گھن محسوس نہ کرتا ہوں جیسے بیوی، خادم، بچہ وغیرہ (٦٦)۔

بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ انگلیاں چاٹنا کوئی پسندیدہ عمل نہیں۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ اس اعتراض اور اس کا جواب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عاب قوم أفسدعقلهم الترفه، فزعموا أن لعق الأ صابع مستقبح، كأنهم لم يعلموا أن الطعام الذى علق بالأصابع أوالصحفة جزء من أجزا ء ما أكلوه، وإذا لم يكن سائر أجزائه مستقذرا، لم يكن الجزء اليسير منه مستقذرا، وليس فى ذلك أكبر من مصه أصابعه بباطن شفتيه، ولايشك عاقل فى أن لابأس بذلك، فقديمضمض الإنسان فيدخل إصبعه فى فيه فيدلك أسنانه وباطن فمه، ثم لم يقل أحد أن ذلك قذارة أوسوء أدب۔" (٦٧)

حدیث باب سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنا مستحب ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا یہ اس وقت ہے جب ہاتھوں کو دھونے کی ضرورت نہ ہو، مثلاً ہاتھوں کو کسی قسم کی کوئی چکنائی وغیرہ نہیں لگی ہے، لیکن اگر ہاتھوں پر چکنائی لگی ہے اور صرف پونچھنے سے وہ زائل نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں ہاتھوں کو دھونا چاہیے (٦٨)۔

---

(٦٥) فتح الباری:٩/٧٢٢۔

(٦٦) فتح الباری:٩/٧٢٢۔

(٦٧) فتح الباری:٩/٧٢٢۔

(٦٨) فتح الباری: ٩/٧٢٢۔

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا چاہیئے

امام ابوداود رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ ایک روایت نقل فرمائی ہے "من نام وفی یده غمر ولم یغسله فأصابه شئی فلایلومن إلانفسه" (٦٩) یعنی رات کو کوئی شخص اس حال میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی چکنائی اور بو ہو اور اس کی وجہ سے اسے کوئی گزند پہونچ جائے (مثلاً کوئی کیڑا کاٹ لے) تو وہ بس اپنے ہی کو ملامت کرے (اور اسے اپنی ہی غلطی اور غفلت کا نتیجہ سمجھے)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "برکة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده" (٧٠)۔ یعنی کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ کا دھونا (کلی کرنا) باعث برکت ہے، اس حدیث میں وضو سے وہ وضو مراد نہیں جو نماز کے لیے کیا جاتا ہے بلکہ ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔

سفیان ثوری کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو مکروہ کہتے تھے، امام ابوداود نے اسے ضعیف قرار دیا (٧٠☆)۔

٥١ - باب : الْمِنْدِيل .

٥١٤١ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما : أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ ؟ فَقالَ : لَا . قَدْ كُنَّا زَمانَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنَ الطَّعامِ إِلَّا قَلِيلاً ، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ إِلَّا أَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَأَقْدَامَنَا ، ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کھانا کھانے کے بعد رومال سے ہاتھ پونچھنے کا جواز ثابت کیا

---

(٦٩) سنن أبی داود: کتاب الأطعمة، باب فی غسل الیدمن الطعام، رقم الحدیث: ٣٨٥٢-٣/٣٦٦

(٧٠) سنن الترمذی: کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعده، رقم الحدیث: ١٨٤٦- ٤/٣٨٢

(٧٠☆) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی غسل الیدقبل الطعام، (رقم الحدیث: ٣٧٦١) ٣/٣٤٦-

(٥١٤١) الحدیث اخرجه ابن ماجه فی کتاب الأطعمة، باب مسح الیدبعدالطعام: ٢/١٠٩٢ (رقم الحدیث: ٣٢٨٢)

ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آگ سے پکایا ہوا کھانا ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت کم نصیب ہوتا تھا اور جب ہم اس قسم کا کھانا پالیتے تو ہمارے پاس، پاؤں، بازوؤں اور ہتھیلیوں کے سوا کوئی رومال نہیں ہوتا تھا (یعنی ہم لوگ اپنے ہاتھ جسم کے ان ہی حصوں کے ساتھ پونچھ لیتے تھے) پھر ہم لوگ نماز پڑھتے تھے (اور کھانے کی وجہ سے) وضو نہیں کرتے تھے (کیونکہ مامست النار ناقض وضو نہیں ہے۔)

اس حدیث کے مفہوم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے کہ ہمارے پاس رومال نہیں ہوتا تھا اس لیے قدم اور بازو وغیرہ سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے، اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر رومال ہوتا تو ہم رومال ہی سے ہاتھ پونچھتے۔

امام قفال نے ''محاسن الشریعۃ'' میں لکھا ہے کہ مندیل (رومال) سے وہ رومال مراد نہیں جو وضو یا غسل کے بعد استعمال کیا جاتا ہے بلکہ وہ تولیہ مراد ہے جو کھانے کے بعد ہاتھوں کی تری اور چکنائی وغیرہ صاف کرنے کے لیے مختص کر دیا جاتا ہے۔ (۷۱)

٥٢ – باب : ما يقولُ إذا فرَغَ مِنْ طعامِهِ .

٥١٤٢/٥١٤٣ : حدّثنا أبو نُعيم : حدّثنا سُفْيانُ ، عَنْ ثَوْر ، عَنْ خالِدِ بْنِ مَعْدانَ ، عَنْ أبي أُمامَةَ : أنَّ النّبيَّ ﷺ كان إذا رَفَعَ مائِدَتَهُ قالَ : (الحَمْدُ للهِ كَثيرًا طَيِّبًا مُبارَكًا فيهِ ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلا مُوَدَّعٍ وَلا مُسْتَغْنًى عَنْهُ ، رَبَّنا) .

(٥١٤٣) : حدّثنا أبو عاصِم ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزيدَ ، عَنْ خالِدِ بْنِ مَعْدانَ ، عَنْ أبي أُمامَةَ : أنَّ النَّبيَّ ﷺ كانَ إذا فَرَغَ مِنْ طَعامِهِ ، وَقالَ مَرَّةً : إذا رَفَعَ مائِدَتَهُ ، قالَ : (الحَمْدُ لِلهِ الَّذي كَفانا وَأَرْوانا ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلا مَكْفُورٍ) . وَقالَ مَرَّةً : (الحَمْدُ للهِ رَبَّنا ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلا مُوَدَّعٍ وَلا مُسْتَغْنًى ، رَبُّنا) .

کھانا کھانے کے بعد اللہ جل شانہ کی حمد وثناء بیان کرنا اور شکر کرنا مستحب و مسنون ہے، احادیث میں مختلف ادعیہ منقول ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں تین دعائیں نقل فرمائی ہیں۔

---

(۷۱) فتح الباری: ۹/ ۷۲۰۔

❶ پہلی دعا ہے الحمدللّٰه کثيرا طيباً مبارکا فيه، غيرمکفی ولاموڈع ، ولامستغنی عنه ربنا(۷۲)۔

یعنی اللہ جل شانہ کا زیادہ، عمدہ بابرکت شکر ہے جو کفایت نہیں کیا جائے گا (یعنی حق شکر ہم نہیں ادا کر سکتے) اور نہ اس کو چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ اس سے استغنا اور بے نیازی اختیار کی جاسکتی ہے۔ اے ہمارے رب!"

غیرمکفی

"مکفی" کی تشریح میں شارحین نے مختلف اقوال لکھے ہیں، اس کو حمد کی صفت بھی بنا سکتے ہیں(۷۴)،اوپر ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے کہ ہماری طرف سے جو حمد اور شکر ہے وہ ہر گز کافی نہیں لیکن اس کو چھوڑا بھی نہیں جاسکتا، لہٰذا ہم اپنی استعداد و استطاعت کے مطابق آپ کی حمد و شکر ادا کرتے ہیں......اور اس کو "طعام" کی صفت بھی بنا سکتے ہیں، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"...... لفظ مكفی من الكفاية، وهو اسم مفعول، أصله مكفوی علی وزن مفعول ، ولما اجتمعت الوا و والياء، قلبت الواوياء، وأدغمت الياء فی الياء ، ثم أبدلت ضمة الياء كسرة لأ جل الياء، والمعنی: هذا الذی أكلنا ليس فيه كفاية لمابعده بحيث إنه ينقطع ويكون هذا آخرالأكل ، بل هو غير منقطع عنا بعدهذا، بل تستمر هذه النعمة لناطول أعمار ناولاتنقطع۔"(۷۵)

اس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ "مکفی" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، "مرمی" کے وزن پر ہے، "مرمی" کا قاعدہ اس میں جاری ہوا ہے اور یہ "طعام" کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ جو کھانا ہم نے

(۷۲)(۵۱۴۲)أخرجه البخاری ايضا فحيه (رقم الحديث:۵۱۵۳) الحديث أخرجه أبوداود فی كتاب الأ طعمة، باب مايقول الرجل إذاطعم (رقم الحديث:۳۸۴۹)۳/۱۳۶۶،وأخرجه الترمذی فی كتاب الدعوات، باب مايقول إذافرغ من الطعام:(رقم الحديث:۳۴۵۵)۵/۱۵۰۸وأخرجه ابن ماجه فی الأ طعمة،باب مايقال اذافرغ من الطعام:۲/۱۰۹۲ (رقم الحديث:۳۲۸۴)

(۷۴)فتح الباری:۹/۷۲۵۔

(۷۵)عمدة القاری:۲۱/۷۸۔

کھایا، بعد کے لیے یہ کافی نہیں ہے، گویا اس میں ضمناً اس بات کی درخواست ہے کہ یہ نعمت ہم سے منقطع نہ ہو اور مسلسل جاری رہے۔

ولا مودع

مودّ ع (میم کے ضمہ، واو اور دال کے فتحہ اور تشدید کے ساتھ) باب تفعیل سے صیغہ اسم مفعول ہے بمعنی متروک، جس کو الوداع کہہ دی گئی ہو، یہ یا تو حمد کی صفت ہے کہ وہ شکر چھوڑا نہیں گیا اور یا طعام کی صفت ہے کہ اس طعام میں رغبت اور اس کی طلب متروک نہیں یا اس طعام کو ہماری طرف سے الوداع نہیں کہا گیا کہ وہ ہمارا آخری طعام ثابت ہو۔ اور مودّع دال کے کسرہ کے ساتھ صیغہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے یعنی اس طعام کو ہم الوداع اور رخصت کرنے والے نہیں (٧٦)۔

ربنا

یہ منادی منصوب ہے، حرف ندا محذوف ہے یعنی "یاربنا" اور اس کو "ھو" مبتدا محذوف کے لیے خبر بھی بنا سکتے ہیں (٧٧)۔

❷ دوسری دعا ہے:

الحمدللّٰه الذی کفانا و أروانا غیر مکفی ولا مکفور۔

شکر اس اللہ کے لیے جس نے ہماری کفایت فرمائی، ہمیں سیراب کیا، نہ اس سے بے نیازی برتی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی ناشکری کی جاسکتی ہے۔

❸ تیسری دعا ہے:

الحمدللّٰه ربنا غیر مکفی، ولا مودّ ع ولا مستغنی ربنا۔

اس میں پہلا "ربنا" "اللہ" کی صفت اور دوسرا "ربنا" منادی ہے۔

❹ ایک دعا امام ابوداود رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہے۔

الحمدللّٰه الذی أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین (٧٨)۔

---

(٧٦) عمدة القاری:٢١/٧٨۔ فتح الباری:٩/٧٢٥۔

(٧٧) عمدة القاری:٢١/٧٨۔

(٧٨) سنن أبی داود: کتاب الأطعمة، باب مایقول الرجل إذاطعم، رقم الحدیث: ٣٨٥٠۔ ٣/٣٦٦

❺ ایک دعا امام ابوداود رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے۔

الحمدللہ الذی أطعم وسقی، وسَوَّغَہ وجعل لہ مخرجا(۷۹)۔

❻ ایک دعا امام نسائی رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

اللھم أطعمت، وسقیت، وأغنیت، وأقنیت وھدیت وأحییت، فلك الحمدعلی ماأعطیت(۸۰)۔

❼ ایک اور دعا بھی امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے:

الحمدللہ الذی أطعمنی ھذا، ورزقنیہ من غیرحول منی ولاقوۃ (۸۰☆)۔

٥٣ – باب : الْأَكْلِ مَعَ الخَادِمِ .

٥١٤٤ : حدَّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، هُوَ ابْنُ زِيَادٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خادِمُهُ بِطَعَامِهِ ، فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ ، فَلْيُنَاوِلْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ ، أَوْ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ ، فَإِنَّهُ وَلِيَ حَرَّهُ وَعِلَاجَهُ) . [ر : ٢٤١٨]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی خادم نے کھانا تیار کیا ہے، جب آپ کھانا کھانے کے لیے بیٹھیں اور وہ کھانا لے کر آئے تو اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا جائے اور اگر مصلحت اجازت نہ دے یا کھانا کم ہے تو کم از کم اس کو ایک دو لقمے ہی دے دیئے جائیں کیونکہ اس نے کھانا پکاتے ہوئے اس کی گرمی اور تیاری کی مشقت برداشت کی ہے، اس کے لیے انتظامات کی تکلیف اٹھائی ہے تو یہ مناسب نہیں کہ آپ اس کو بالکل نظرانداز کردیں۔

اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر اس طریقے سے نظرانداز کیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آئندہ پکے ہوئے کھانے میں خیانت شروع کردے گا۔

روایت باب میں "علاج" مراد کھانا تیار کرنا اور بنانا ہے۔

---

(۷۹) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب مایقول الرجل اذاطعم، رقم الحدیث: ۳۸۵۱-۳/۳۶۶

(۸۰) فتح الباری: ۹/۷۲۵۔

(۸۰☆) الترمذی کتاب الدعوات باب مایقول إذا فرغ من الطعام، رقم الحدیث:۳۴۵۶-۵/۵۰۸

مسلم شریف کی روایت میں ہے "فإن كان الطعام مشفوها قليلا فليضع في يده منه أكلة أو أكلتين" (٨١) یعنی خادم کو ساتھ بٹھایا جائے لیکن اگر کھانا مشفوہ ہو یعنی اسے کھانے والے زیادہ ہوں اور کھانا کم ہو تو اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمہ دے دیئے جائیں۔

اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے "إذا كفى أحدكم خادمه طعامه حره و دخانه فليأخذه بيده، فليقعده معه، فإن أبى، فليأخذ لقمة، فليطعمها أياه" (٨٢)۔

٥٤ باب الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ

فِيهِ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

اپنے آپ کو مفطرات ثلاثہ سے روکنے اور صبر کرنے والے روزہ دار کا اجر سب کو معلوم ہے لیکن کھا کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر کرنے والا بھی روزہ دار کی طرح مستحق اجر و ثواب ہوتا ہے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی اللہ جل شانہ کا فضل و احسان ہے کہ کھانے پر شکر کرنے والے کو اجر عطا فرماتے ہیں جیسے روزے دار کو صبر کرنے پر اجر عطا فرماتے ہیں (٨٣)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے دونوں کے درمیان وجہ تشبیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صائم اور شاکر دونوں کے درمیان "حبس نفس" پایا جاتا ہے، صائم میں تو ظاہر ہے اور شاکر میں اس طرح کہ وہ اپنے نفس کو منعم حقیقی کی محبت و تعظیم کا پابند بنا دیتا ہے (٨٤)۔

پھر بعض حضرات نے فرمایا، شاکر اور صائم دونوں کا ثواب برابر ہے، چنانچہ علامہ طیبی لکھتے ہیں:

ورد الإيمان نصفان: نصف صبر، ونصف شكر، وربما يتوهم متوهم أن ثواب الشكر يقصر عن ثواب الصبر، فأريل توهمه به يعنى هما متساويان في الثواب۔ (٨٥)

---

(٨١) صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل: ٣/١٢٨٤۔ رقم الحديث: ١٦٦٣۔

(٨٢) سنن الترمذي، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في الأكل مع المملوك والعيال: ٤/٢٨٦، رقم الحديث: ١٨٥٣۔

(٨٣) فتح البارى: ٩/٧٢٨۔

(٨٤) عمدة القارى: ٢١/٨٠، وشرح طيبى، كتاب الأطعمة: ٨/١٥٦۔

(٨٥) عمدة القارى: ٢١/٨٠، وشرح طيبى، كتاب الأطعمة: ٨/١٥٦۔

لیکن علامہ کرمانی رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صائم کا اجر شاکر سے زیادہ ہے اور یہاں تشبیہ نفس استحقاق میں دی گئی ہے، کمیت وکیفیت میں نہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"التشبيه هنا في أصل الثواب، لافي الكمية ولاالكيفية والتشبه لايستلزم المماثلة من جميع الأوجه۔"(٨٦)۔

ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صائم مشبہ بہ ہے اور مشبہ بہ، مشبہ کے مقابلے میں اعلیٰ وارفع ہوتا ہے(٨٧)۔

فيه عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت صحیح بخاری میں کہیں بھی موصولاً ذکر نہیں فرمائی ہے(٨٨)۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت ذکر کی ہے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعم الشاكر بمنزلة الصائم الصابر"(٨٩)۔

٥٥ باب : الرَّجُلِ يُدْعَى إِلَى طَعَامٍ فَيَقُولُ : وَهٰذَا مَعِي .

وَقَالَ أَنَسٌ : إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مُسْلِمٍ لَا يُتَّهَمُ ، فَكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ .

٥١٤٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ أَبِي ٱلْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا ٱلْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا شَقِيقٌ : حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ ٱلْأَنْصَارِيُّ قَالَ : كَانَ رَجُلٌ مِنَ ٱلْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ ، وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ ، فَعَرَفَ الْجُوعَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَذَهَبَ إِلَى غُلَامِهِ اللَّحَّامِ ، فَقَالَ : اصْنَعْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً ، لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ ، فَصَنَعَ لَهُ طُعَيِّمًا ، ثُمَّ أَتَاهُ فَدَعَاهُ ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَبَا شُعَيْبٍ ، إِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا ، فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ) . قَالَ : لَا ، بَلْ أَذِنْتُ لَهُ . [ر : ١٩٧٥]

(٨٦) شرح كرمانی: ٢٠/٦٦، وفتح الباری:٩/٢٨ے۔

(٨٧) فتح الباری:٩/٢٨ے۔

(٨٨) فتح الباری:٩/٢ے۔

(٨٩) وعمدة القاری:٢١/٨٠۔

ایک آدمی کی دعوت کی گئی، دعوت میں اس کے ساتھ بن بلائے کوئی اور آدمی گیا تو وہ وہاں کہے کہ میرے ساتھ یہ بھی ہے، اگر اجازت مل گئی تو ٹھیک ورنہ اس کے لیے دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں، حدیث باب پہلے گذر چکی ہے اور طفیلی کا مسئلہ بھی وہاں بیان کردیا گیا تھا۔

وقال أنس: إذا دخلت على مسلم لايتهم فكل من طعامه واشرب من شرابه

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ جب کسی ایسے مسلمان کے پاس جائیں جو متہم (اور مشکوک مال رکھنے والا) نہیں ہے تو اس کے ہاں آپ کھا پی سکتے ہیں۔

طبرانی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے اس مفہوم کی ایک مرفوع حدیث بھی نقل فرمائی ہے "إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم، فأطعمه طعاما، فليأكل من طعامه ولايسأ له عنه"(٩٠)۔

حضرت انس کی اس تعلیق کی مناسبت ترجمۃ الباب سے بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"مطابقة هذا التعليق للترجمة من حيث إن الرجل إذا دخل على رجل مسلم سواء بدعوة أوبغيرها، فوجدعندها أكلا أوشربا، هل يتناول من ذلك شيئاً، فقال أنس: يأكل ويشرب، إذالم يكن الرجل المدخول عليه لايتهم في دينه ولا في ماله"(٩١)۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ باب میں طفیلی کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور حضرت انسؓ کی تعلیق "إذ ادخلت على مسلم......" میں بلائے اور بن بلائے دونوں صورتیں داخل ہیں، بن بلائے کوئی گیا تو وہ طفیلی ہے جس کا ترجمۃ الباب میں ذکر ہے، تعلیق عام اور ترجمہ خاص ہے، امام نے عام سے خاص کا حکم ثابت کیا ہے۔

---

(٩٠) المستدرك للإمام الحاكم، كتاب الاطعمة: ١٢٦/٤، وعمدة القارى: ٨٠/٢١۔

(٩١) عمدة القارى: ٨٠/٢١۔

اوراس تعلیق کی حدیث باب سے مناسبت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ومطابقة الأثر للحديث من جهة كون اللحام لم يكن متهما، وأكل النبى صلى الله عليه وسلم من طعام، ولم يسأله"(۹۲)۔

حضرت انسؓ کی اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۳)۔

٥٦ - باب : إذا حضر العشاء فلا يعجل عن عشائه .

٥١٤٦ : حدّثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزهري . وقال الليث : حدّثني يونس ، عن ابن شهاب قال : أخبرني جعفر بن عمرو بن أميّة : أنّ أباه عمرو بن أميّة أخبره : أنّه رأى رسول الله ﷺ يحتزّ من كتف شاة في يده ، فدعي إلى الصلاة ، فألقاها والسكين التي كان يحتزّ بها ، ثمّ قام فصلّى ولم يتوضّأ . [ر : ٢٠٥]

٥١٤٧ : حدّثنا معلّى بن أسد : حدّثنا وهيب ، عن أيوب ، عن أبي قلابة ، عن أنس بن مالك رضي الله عنه ، عن النبيّ ﷺ قال : (إذا وضع العشاء وأقيمت الصلاة ، فابدؤوا بالعشاء) .

وعن أيوب ، عن نافع ، عن ابن عمر ، عن النبيّ ﷺ نحوه .

وعن أيوب ، عن نافع ، عن ابن عمر : أنّه تعشّى مرّة ، وهو يسمع قراءة الإمام . [ر : ٦٤١ ، ٦٤٢]

٥١٤٨ : حدّثنا محمّد بن يوسف : حدّثنا سفيان ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عائشة ، عن النبيّ ﷺ قال : (إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء ، فابدؤوا بالعشاء) .

قال وهيب ويحيى بن سعيد ، عن هشام : (إذا وضع العشاء) . [ر : ٦٤٠]

ترجمۃ الباب "عشائه" (بفتح العین) سے مراد شام کا کھانا ہے اور پہلے والے العشاء میں دو احتمال ہیں:

---

(۹۲) فتح الباری: ۹/۷۲۸۔

(۹۳) عمدۃ القاری: ۲۱/۸۰، وفتح الباری: ۹/۷۲۹۔

❶ العِشاء (عین کے کسرہ کے ساتھ) سے مراد نماز عشاء ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر شام کا کھانا آگیا ہے اور دستر خوان پر لگ گیا ہے تو کھانے والے کو عجلت میں نہیں ڈالا جائے گا، اسے اطمینان کے ساتھ کھانا کھانے کی اجازت ہے۔

❷ دوسرا احتمال یہ ہے کہ العَشاء ...... عین کے فتحہ کے ساتھ ہے، ضد الغدا، مراد شام کا کھانا ہے اور مطلب یہ ہے کہ شام کا کھانا جب لگ جائے تو کھانے والے کو عجلت میں نہیں ڈالا جانا چاہیے، بلکہ وہ اطمینان سے کھانا کھائے، پھر نماز پڑھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسری روایت کو راجح قرار دیا اور فرمایا کہ حدیث میں نماز مغرب کا ذکر ہے، نماز عشاء کا نہیں، اس لیے یہ عَشاء بفتح العین ہے اور مراد کھانا ہے، نماز نہیں (۹۴)۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں بکری کے شانے کا گوشت تھا، آپ چھری سے کاٹ کر تناول فرمارہے تھے، اذان ہوئی تو آپ نے وہ گوشت اور چھری دونوں رکھ دی اور کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہوئے۔

فألقاها: اس میں ضمیر مؤنث "قطعة اللحم" کی طرف راجع ہے، یا کتف کی طرف راجع ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے (۹۵)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے چونکہ نماز کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانے میں مشغول ہونا معلوم ہوتا ہے اس لیے امام بخاریؒ نے اسے یہاں ذکر فرمایا کہ نماز کے وقت اشتغال بالأکل جائز ہے (۹۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب میں ذکر کردہ آگے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایات میں "فابدؤوا بالعشاء" امر کا صیغہ آیا ہے کہ نماز کھڑی ہو اور کھانا بھی لگ جائے تو کھانے کو مقدم کرو، امام بخاری نے عمرو بن امیہ کی یہ روایت پہلے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ "فابدؤوا بالعشا" میں امر وجوب کے لیے نہیں۔

---

(۹۴) فتح الباری: ۹/۲۹ ۷۔
(۹۵) فتح الباری: ۹/۳۰ ۷۔
(۹۶) شرح الکرمانی: ۲۰/۶۷۔

پہلی روایت کی سند میں "وقال اللیث......" تعلیق ہے، اسے اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے(۹۷)۔

"وعن أیوب عن نافع......" یہ تعلیق نہیں، ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے۔"قال وھیب ویحی بن سعید......" یہ دونوں تعلیقات ہیں، وھیب کی روایت کو اسماعیلی نے اور یحیی بن سعید کی روایت کو امام احمد نے موصولاً نقل کیا ہے(۹۸)۔

نماز مقدم ہے یا کھانا

اکثر روایات میں "إذا وضع العشا" کے الفاظ آئے ہیں، اس لیے جن روایات میں "إذا حضر العشا" کے الفاظ آئے ہیں، وہاں "حضر" سے "وضع" مراد ہے، اگرچہ "حضر" عام ہے(۹۹)۔
مطلب یہ ہے کہ جب کھانا لگادیا جائے اور دستر خوان پر رکھ دیا جائے تو کھانے کو مقدم کرنا چاہیے۔

یہ مسئلہ کتاب الصلاۃ میں گذر چکا ہے۔

ظاہر یہ کے نزدیک ایسی صورت میں تقدیم طعام واجب ہے، وہ حدیث میں وارد صیغے کو وجوب پر محمول کرتے ہیں۔

ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اگر کھانا لگ گیا ہے اور بھوک بھی ہے تو ایسی صورت میں کھانے کو مقدم کیا جائے لیکن اگر کھانا نہیں لگا، یا بھوک نہیں ہے تو پھر نماز کو مقدم کرنا چاہیے، بھوک کی صورت میں تقدیم طعام کی وجہ یہ ہے کہ نماز بعد میں اطمینان سے پڑھی جاسکے، اگر نماز مقدم کردی تو خیال کھانے میں اٹکا رہے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقولہ مشہور ہے "أن أجعل الطعام صلاۃً خیر من أن أجعل الصلاۃ طعاما" کھانا کھاتے ہوئے نماز کی فکر کرنا اس سے بہتر ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کھانے

---

(۹۷) فتح الباری:۹/۷۳۰۔

(۹۸) فتح الباری:۹/۷۳۰۔

(۹۹)

کی فکر کی جائے (۱۰۰)۔

٥٧ – باب: قَوْلِ ٱللهِ تَعالَى: «فإذا طَعِمْتُمْ فَٱنْتَشِرُوا» /الأحزاب: ٥٣/.

٥١٤٩: حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنا يَعْقُوبُ بْنُ إبْراهِيمَ قالَ: حَدَّثَني أَبي، عَنْ صالِحٍ، عَنِ ٱبْنِ شِهابٍ: أَنَّ أَنَسًا قالَ: أَنا أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجابِ، كانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُني عَنْهُ. أَصْبَحَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، وَكانَ تَزَوَّجَها بِالْمَدِينَةِ، فَدَعا النَّاسَ لِلطَّعامِ بَعْدَ ٱرْتِفاعِ النَّهارِ، فَجَلَسَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجالٌ بَعْدَما قامَ الْقَوْمُ، حَتَّى قامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَمَشَى وَمَشَيْتُ مَعَهُ، حَتَّى بَلَغَ بابَ حُجْرَةِ عائِشَةَ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ مَعَهُ، فَإِذا هُمْ جُلُوسٌ مَكانَهُمْ، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ الثَّانِيَةَ، حَتَّى بَلَغَ بابَ حُجْرَةِ عائِشَةَ، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذا هُمْ قَدْ قامُوا، فَضَرَبَ بَيْني وَبَيْنَهُ سِتْرًا، وَأُنْزِلَ الْحِجابُ. [ر: ٤٥١٣]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دعوت وغیرہ میں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد واپس آجانا چاہیے، وہاں بیٹھ کر مجلس آرائی کرنا اور صاحب خانہ کے لیے بار بننا درست نہیں۔

حضرت امیر خسرو ایک بار کسی دعوت میں شریک تھے، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوگ باتوں میں مشغول ہوگئے، ایک دُھنیے نے روئی دھنی شروع کی، روئی دھنے کی ایک مخصوص آواز ہوا کرتی ہے، کسی نے پوچھا یہ دھنیا کیا کہہ رہا ہے؟ تو امیر خسرو نے کہا کہ یہ کہہ رہا ہے "نان کہ خوردی خانہ برو" (کھانا کھا کر گھر کو چلو)۔

---

(۱۰۰) دیکھیے، معارف السنن، أبواب الصلاة، باب ماجاء إذاحضر العشاء وأقيمت الصلاة: ۳/۹۸ تا...، ومرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها: ۳/۵۳۔ وحاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ۱/۲۴۱ والجوهرة النيرة: ۶۹، والبحر الرائق: ۱/۳۶۷۔

٧٤ - كتابُ العقيقة

كتاب العقيقة (الأحاديث: ٥١٥٠-٥١٥٧)

كتاب العقیقہ میں چار باب اور بارہ حدیثیں ہیں، ان میں سے تین معلق اور باقی موصول ہیں، آٹھ احادیث مکرر ہیں اور چار حدیثوں کی تخریج امام نے پہلی بار اس میں کی ہے، ان چار میں سے دو حدیثیں متفق علیہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٧٤ - كتاب العقيقة

عقیقہ کے لغوی واصطلاحی معنی

عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو نومولود کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے(۱)۔

ابو عبید، اصمعی اور زمخشری نے فرمایا کہ "عقیقہ" اصل میں ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو نومولود بچے کے سر پر ہوتے ہیں "عق" کے معنی کاٹنے کے ہیں، چونکہ وہ بال کاٹے جاتے ہیں، اس لیے انہیں "عقیقہ" کہا جاتا ہے، پھر اس حالت میں ذبح کی جانے والی بکری کو "عقیقہ" کہا جانے لگا(۲)۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں "العقيقة اسم الشاة المذبوحة عن الولد، سميت بذلك لإنها تعق مذابحها، أي تشق وتقطع......"(۳) یعنی عقیقہ اس بکری کا نام ہے جو بچے کی طرف سے ذبح کی جاتی ہے، اسے اس لیے عقیقہ کہتے ہیں کہ اس کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔

ایک حدیث میں بھی بکری پر عقیقہ کا اطلاق کیا گیا ہے "للغلام عقيقتان، وللجارية عقيقة"(۴)۔

علامہ ابن فارس نے فرمایا کہ عقیقہ بچے کے بالوں اور اس کی طرف سے ذبح کی جانے والی بکری دونوں کو کہا جاتا ہے(۵)۔

---

(۱) فتح الباری:۹/۷۳۲، وإرشاد الساری:۱۲/۲۱۹۔ والنهاية لابن الأثير:۳/۲۷۶۔

(۲) فتح الباری:۹/۷۳۲، والفائق للزمخشری:۳/۱۱، باب العين مع القاف۔

(۳) عمدة القاری:۲۱/۸۲، وفتح الباری:۹/۷۳۲۔

(۴) فتح الباری:۹/۷۳۲۔

(۵) دیکھیے معجم مقاييس اللغة لابن الفارس:۴/۴، كتاب العين، باب العين وما بعدها في المضاعف۔

عقیقہ کا حکم

❶ داود ظاہری، ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک عقیقہ واجب ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے(٦)۔

❷ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عقیقہ سنت مؤکدہ ہے، امام احمد کی دوسری روایت بھی اسی کے مطابق ہے(۷)۔

❸ حضرات مالکیہ کے نزدیک عقیقہ مندوب و مستحب ہے(۸)۔

❹ حضرات حنفیہ کے مسلک میں روایات و نقول مختلف ہیں:

......امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی ظاہر الروایت تو یہ ہے کہ عقیقہ مشروع نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ "مؤطا" میں فرماتے ہیں:

أما العقيقة فبلغنا أنها كانت في الجاهلية، وقد فُعِلَتْ في أول الإسلام، ثم نَسخ الأضحى كلَّ ذبح كان قبله، ونسخ صوم شهر رمضان كل صوم كان قبله، ونسخ غسل الجنابة كل غسل كان قبله، ونسخت الزكاة كل صدقة كان قبلها، كذلك بلغنا(۹)۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں رائج تھا اور ابتدائے اسلام میں بھی اس کا رواج رہا لیکن پھر اضحیہ (قربانی) کی مشروعیت کے بعد منسوخ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب اس کی مشروعیت باقی نہیں رہی، چنانچہ انھوں نے جامع صغیر میں تصریح فرمائی کہ "ولا يعق عن الغلام، ولا عن الجارية"(۱۰)۔

---

(٦) دیکھیے المحلی لابن حزم، کتاب العقيقة:٦/۲۳۴۔ وأوجز المسالك:۹/۲۰۵۔

(۷) المجموع شرح المهذب، باب العقيقة: ۸/۴۲٦۔ وإرشاد الساري: ۱۲/۲۱۹ وأوجز المسالك: ۹/۲۰۵۔ والمغني لابن قدامة: كتاب الأضاحي:۹/۳٦۲۔۳٦۳۔

(۸) دیکھیے مؤطأ الإمام مالك كتاب العقيقة، باب العمل في العقيقة:۲/۵۰۲ وأوجز المسالك:۹/۲۰۵۔

(۹) مؤطا الإمام محمد، كتاب الضحايا، باب العقيقة:۲۹۱۔۲۹۰۔

(۱۰) أوجز المسالك ، كتاب العقيقة:۹/۲۰٦۔

امام محمدؒ کے ذکر کردہ دلائل

امام محمد رحمہ اللہ نے یہاں "بلغنا" کہہ کر دو روایتوں کو جمع کیا ہے، پہلی روایت کی تخریج انھوں نے کتاب الآثار میں حضرت ابراہیم نخعی اور محمد بن الحنفیہ سے کی ہے:

❶عن أبی حنيفةؒ، عن حماد، عن إبراهيم قال: كانت العقيقة فی الجاهلية، فلما جاء الإسلام، رُفِضَتْ(١١)۔

وعنه عن رجل عن محمد بن الحنفية أن العقيقة كانت فی الجاهلية، فلماجاء الإسلام، رُفِضَتْ(١٢)۔

امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں ایک مفہوم کی یہ دو روایتیں ذکر کرنے کے بعد فرمایا "به نأخذ، وهو قول أبی حنيفةؒ"۔

❷اور دوسری روایت کی تخریج دار قطنی نے مسیّب بن شریک کے طریق سے حضرت علیؓ سے موصولا کی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نسخت الزكاة كل صدقة، ونسخ صوم رمضان كل صوم، ونسخ غسل الجنابة كل غسل، ونسخت الأضحى كل ذبح(١٢☆)۔

اسی طرح دار قطنی نے حارث بن نبہان کے طریق سے بھی یہ روایت حضرت علیؓ سے مرفوعا نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں "محاذبح الأضاحی كل ذبح كان قبله"(١٣)۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ روایت حضرت علیؓ سے موقوفاً بھی نقل کی ہے(١۴)۔

اور علامہ ابن حزم نے "المحلی" میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے بھی موقوفاً یہ

---

(١١)كتاب الآثار:١١٦

(١٢)كتاب الآثار:١١٦

(١٢☆)سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح:۴/٢٨١(رقم الحديث:٣٩)

(١٣) سنن الدارقطنی، باب الصيدو الذبائح (رقم الحديث:٣٧) ۴/٢٧٨۔

(١۴)إعلاء السنن، كتاب الذبائح، كشف الحقيقة عن أحكام العقيقة:١٧/١٠٩۔

روایت نقل کی ہے(۱۵)۔

اور اصول حدیث کی کتابوں میں محدثین نے تصریح کی ہے کہ غیر مدرک بالقیاس امور میں حدیثِ موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے(۱۶)۔

امام محمد رحمہ اللہ کی ذکر کردہ دونوں روایتوں اور مذکورہ ان دوسری روایتوں سے اتنی بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علی، محمد بن علی بن الحسین، محمد بن الحنفیہ اور حضرت ابراہیم نخعی نے عقیقہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ زمانۂ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں تھا لیکن پھر منسوخ ہو گیا۔

البتہ حضرت علیؓ سے منقول روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

دار قطنی نے یہ روایت مسیّب بن شریک اور حارث بن نبہان کے طریق سے نقل کی ہے اور مسیّب کے بارے میں انھوں نے کہا کہ متروک ہیں، ان کے شیخ عتبہ بن یقظان ہیں، انہیں بھی دار قطنی نے متروک قرار دیا ہے(۱۷)۔

جہاں تک تعلق ہے حارث بن نبہان کا تو وہ صالحین میں سے تھے، البتہ ان کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا گیا ہے(۱۸)۔ تاہم مسیّب کی روایت اس کی متابع ہے، مسیّب کو بھی اتہام بالکذب کی وجہ سے ضعیف نہیں کہا گیا، بلکہ سوء حفظ کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا گیا(۱۹)۔

اور عتبہ بن یقظان کی تو بعض محدثین نے توثیق کی ہے(۲۰)، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے(۲۱)۔

لہٰذا اس حدیث کو بالکل بے اصل اور باطل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

---

(۱۵) المحلی بالآثار لابن حزم، کتاب العقيقة:۶/۲۴۱۔

(۱۶) دیکھیے شرح نخبة الفكر:۹۴۔

(۱۷) دیکھیے سنن الدارقطني، باب الصيد:۴/۲۸۰۔۲۸۱۔

(۱۸) إعلاء السنن، كتاب الذبائح:۱۷/۱۰۸۔

(۱۹) إعلاء السنن، كتاب الذبائح:۱۷/۱۰۸۔

(۲۰) دیکھیے میزان الإعتدال:۳/۳۰، رقم الترجمة:۵۴۸۰۔

(۲۱) تهذيب التهذيب:۷/۱۰۴۔

شمس الحق عظیم آبادی نے دار قطنی کی شرح میں اس حدیث پر ایک اشکال یہ بھی کیا ہے کہ ابن اثیر کی تصریح کے مطابق اضحیہ (قربانی) کی مشروعیت سن دو ہجری میں ہوئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کا عقیقہ سن تین ہجری اور حضرت حسین کا عقیقہ سن چار ہجری میں کیا ہے اور حدیث اُم کرز آپ نے سن چھ ہجری میں حدیبیہ کے موقع پر ارشاد فرمائی ہے جس میں ہے "عن الغلام شاتان، وعن الجارية شاة" تو ایسی صورت میں اضحیہ کو عقیقہ کے لیے کیسے ناسخ قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ اضحیہ کی مشروعیت پہلے اور عقیقہ کے واقعات بعد میں ہوئے ہیں، ناسخ کے لیے تو مؤخر ہونا ضروری ہے(۲۲)۔

اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "إعلاء السنن" میں فرمایا کہ ابن اثیر نے سن دو ہجری میں اضحیہ کی مشروعیت کی جو بات ارشاد فرمائی ہے، وہ غیر مستند ہے، انھوں نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی ہے اور اگر اسے درست بھی تسلیم کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ اضحیہ کی مشروعیت سن دو ہجری کو ہوئی ہے، تاہم وجوبِ اضحیہ کب ہوا؟ اس کے متعلق انھوں نے کچھ نہیں کہا اور "محاذبح الأضحى كل ذبح" کے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ وجوب اضحیہ ہر ذبح کے لیے ناسخ بنا ہے اور وجوب اضحیہ فرضیت حج کے موقع پر ہوا ہے جو ۹ھ کا واقعہ ہے، اُم کرز کی حدیث اور حضرت حسن و حسین کے عقیقے والی روایت کو مولانا ظفر احمد عثمانی نے مضطرب قرار دیا ہے اور فرمایا کہ "فلاحجة له فيهما......"(۲۳)۔

❸ حضرات حنفیہ کی ایک تیسری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، اس میں ہے:

"إن الحسن بن علی لما ولد، أرادتْ أُمُّه فاطمة أن تعق عنه بكبش، فقال: لاتعقي عنه، ولكن احلقي شعر رأسه، ثم تصدقي بوزنه من الورق في سبيل الله، ثم ولد حسين بعدذلك، فَصَنَعَتْ مثل ذلك(۲۴)۔

(۲۲) التعليق المغني على سنن الدارقطني:۴/۲۸۰۔

(۲۳) إعلاء السنن، کتاب الذبائح:۱۷/۱۰۷ و ۱۱۰۔

(۲۴) إعلاء السنن:۱۷/۱۰۲۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث حضرات حنفیہ کی سب سے قوی دلیل ہے، اس میں صاف تصریح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن کی ولادت کے وقت دنبہ ذبح کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لاتعقی عنه" فرما کر انہیں منع کیا اور فرمایا "ان کے سر کے بال کاٹ دیں، اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کردیں" بعد میں حضرت حسینؓ کی ولادت پر بھی انھوں نے اسی طرح کیا، معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں ہونے والا عقیقہ بعد میں منسوخ ہوگیا ہے۔

اس کی تائید سعید بن منصور کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے سند صحیح کے ساتھ محمد بن علی سے مرسلاً نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

"إن فاطمة إذا ولدت ولدا حلقتْ شعره و تصدقتْ بزنته وَرَقا" (۲۵)۔

البتہ ابورافعؓ کی اس حدیث کے ساتھ وہ احادیث متعارض ہیں جن میں تصریح آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دنبہ کا عقیقہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن وحسین کے عقیقے کی ان روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

چنانچہ امام حاکم نے مستدرک میں محمد بن عمرو یافعی کے طریق سے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے:

"عق رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحسن والحسين يوم السابع، وسماهما، وأمرأن يماط عن رؤوسهما الأذى"۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا (۲۶) اور علامہ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے (۲۷) اس روایت میں "شاة" یا "کبش" کا ذکر نہیں ہے۔

حاکم نے دوسری روایت محمد بن اسحاق کے طریق سے حضرت علیؓ سے نقل کی ہے، اس میں ہے

---

(۲۵) فتح الباری: ۹/۷۴۳۔

(۲۶) المستدرك على الصحيحين للإمام الحاكم، كتاب الذبائح: ۴/۲۳۷۔

(۲۷) التلخيص للذهبي مع المستدرك: ۴/۲۳۷۔

"عق رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة، وقال، يا فاطمة، احلقي رأسه، وتصدقي بزنة شعره، فوزناه، فكان درهما"(۲۸)۔

لیکن اس روایت میں "محمد بن اسحاق" متکلم فیہ بھی ہیں اور مدلس بھی، اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں اور یہ روایت انھوں نے "عَنْ" سے بیان کی ہے(۲۹)۔

البتہ اس کی تائید ابوداود کی روایت سے ہوتی ہے جو "عکرمۃ، عن ابن عباسؓ" کے طریق سے مروی ہے، اس میں ہے "إنه صلى الله عليه وسلم عق عن الحسن والحسين كبشا كبشا"......و إسناده صحيح(۳۰)۔

لیکن امام نسائی نے "عكرمة، عن ابن عباس" کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "عق عنهما كبشين كبشين"......وإسناده صحيح(۳۱)۔

اور حاکم نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت نقل کی، اس میں بھی "كبشين كبشين" کا ذکر ہے(۳۲)۔

علامہ ذہبی نے اگرچہ اسے ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ اس میں ایک راوی "سوار" ضعیف ہیں(۳۳)، تاہم اس سے امام نسائی کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اُبوداود کی صحیح روایت میں ایک کبش کا ذکر ہے اور اس کی تائید محمد بن اسحاق کی ضعیف روایت سے ہوتی ہے اور نسائی کی صحیح روایت میں "کبشین" کا ذکر ہے اور اس کی تائید سوار کی ضعیف روایت سے ہوتی ہے، اس طرح دونوں کے درمیان یہ اضطراب پایا جاتا ہے، البتہ اتنی بات چاروں روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا۔

---

(۲۸) المستدرك على الصحيحين، كتاب الذبائح:۴/۲۳۷۔

(۲۹) إعلاء السنن:۱۷/۱۰۳۔

(۳۰) سنن أبي داود، كتاب الأضاحي، باب في العقيقة:۳/۱۰۷ (رقم الحديث:۲۸۴۱)

(۳۱) سنن النسائي ، كتاب العقيقة:۲/۱۸۸۔

(۳۲) المستدرك للإمام الحاكم:۴/۲۳۷۔

(۳۳) التلخيص للذهبي:۴/۲۳۷۔

تعارض روایات اور اس کا حل

اب بظاہر ان روایات اور ابو رافع ؓ کی روایت میں تعارض ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کو عقیقہ سے منع فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور ان کے شیخ ابن الملقن نے دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت فاطمہ ؓ کے ہاں اس وقت چونکہ تنگی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور ذبح کرنے سے منع فرمایا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ آپ ﷺ خود ان کی طرف سے دنبہ ذبح کر چکے تھے، اس لیے انہیں منع فرمایا(۳۴)۔

لیکن یہ بات کوئی زیادہ قوی نہیں کیونکہ حضرت فاطمہ ؓ کا دنبہ کے ذبح کرنے کا ارادہ کرنا تو خود اس بات کا قرینہ ہے کہ اس وقت وہ تنگدست نہیں تھی، اسی طرح اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی طرف سے دنبہ ذبح کر چکے تھے، پھر حضرت فاطمہ ؓ کو کیا ضرورت تھی کہ انھوں نے بھی ذبح کا ارادہ کیا(۳۵)۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل روایت تو ہے "عق رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن الحسن والحسین" کہ آپ نے حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کی طرف سے عقیقہ کیا، اور عقیقہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے سر کے بالوں کے حلق کرنے اور ان کے وزن کی بہ مقدار چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ ابو رافع ؓ کی روایت میں ہے...... پھر آگے راویوں کو وہم ہوا اور انھوں نے "عق" سے اہراق دم مراد لیا اور اپنی طرف سے "کبش" یا "کبشین" کا اضافہ کیا۔

اس کی تائید یحیی بن سعید اور بریدہ ؓ کی روایات سے بھی ہوتی ہے کہ ان میں صرف "عق عن الحسن والحسین" کے الفاظ ہیں...... "کبش" وغیرہ کا ذکر نہیں(۳۶)۔

---

(۳۴) فتح الباری:۹/۷۴۳۔

(۳۵) إعلاء السنن:۱۷/۱۰۵۔

(۳۶) إعلاء السنن:۱۷/۱۰۵ و سنن النسائی، کتاب العقیقة:۲/۱۸۷۔

اس طرح ابو رافعؓ کی روایت اور دوسری قسم کی ان روایات میں تطبیق ہو سکتی ہے، لیکن اس پر حضرت ام کرزؓ کی حدیث سے اشکال ہوتا ہے جس کی تخریج امام نسائی رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ فرماتی ہیں:

"أتيت النبي صلى ا لله عليه وسلم بالحديبية أسأله عن لحوم الهدي، فسمعته يقول: على الغلام شاتان، وعلى الجارية شاة، لايضركم ذكرانا كن أو إناثا" (۳۷)۔

یہ روایت انھوں نے حدیبیہ میں سنی جو سن چھ ہجری کا واقعہ ہے۔ جب کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے عقیقے کا واقعہ سن تین اور چار ہجری کا ہے، لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو منع فرمانا ممکن ہے کسی اور مصلحت کی وجہ سے ہو، اس وجہ سے نہیں تھا کہ عقیقہ منسوخ ہو چکا ہے، ورنہ حدیبیہ کے موقع پر آپ یہ ارشاد کیوں فرماتے!

اس اشکال کا کوئی قابل اطمینان جواب کسی نے نہیں دیا اور اسے تسلیم کرتے ہوئے مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

"فالأولى أن يقال: إن العقيقة بإزاقة الدم كانت مشروعة إلى زمن الحديبية، ثم نسخت بدليل أنه صلى الله عليه وسلم لم يعق عن ابنه إبراهيم، ولو كانت واجبة أو سنة، لعق عنه، فإنما يؤخذ بالآخر فالآخر مِنْ فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم" (۳۸)۔

"یعنی عقیقہ بالذبح حدیبیہ کے زمانے تک مشروع رہا، پھر منسوخ ہوا، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کا عقیقہ نہیں کیا (ابراہیم کی ولادت سن نو ہجری میں ہوئی (۳۹)......) اگر عقیقہ واجب یا مسنون ہوتا تو آپ ﷺ ان کا عقیقہ کرتے۔"

---

(۳۷) سنن النسائي: ۲/۱۸۷، کتاب العقیقة

(۳۸) إعلاء السنن: ۱۷/۱۰۷

(۳۹) دیکھیے زادالمعاد، فصل في أولاده صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۰۳، والتعليق المغني على سنن الدارقطني: ۴/۲۸۰۔

لیکن یہ کوئی قوی دلیل نہیں اولاً تو اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابراہیم کی طرف سے عقیقہ کرنا بعض روایات میں ثابت ہے (۴۰) اور ثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابراہیم کا عقیقہ نہیں کیا تھا تو اس سے عقیقے کے استحباب یا اباحت کی نفی تو نہیں ہوتی، بعض مستحب چیزیں آپ ﷺ نے ترک فرمائی ہیں، تو ترکِ عقیقہ دلیلِ کراہت کیسے بن سکتا ہے اور اس سے عقیقے کی عدمِ مشروعیت یا نسخ پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

عقیقہ کی کراہت کا قول مرجوح ہے

❶ حقیقت یہ ہے کہ جمہور فقہاء حنفیہ نے اس سلسلے میں کراہت کا قول اختیار نہیں کیا ہے، جن حضرات نے یہ اختیار کیا ہے، کئی حنفی علماء نے ان کی تردید کی ہے، مثلاً صاحب بدائع نے کراہت کا قول اختیار کیا لیکن ملا علی قاری نے ان کا رد کیا، چنانچہ بدائع میں ہے:

"ولا يعق عن الغلام والجارية عندنا...... ولنا ماروى عن سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: نسخت الأضحية كل دم كان قبلها...... والعقيقة كانت قبل الأضحية، فصارت منسوخة بها كالعتيرة، والعقيقة ماكانت قبلها فرضا، بل كانت فضلا، وليس بعد نسخ الفضل إلاالكراهة" (۴۱)۔

یعنی عقیقہ پہلے مستحب تھا، پھر منسوخ ہو گیا، لہٰذا جب اس کی فضیلت منسوخ ہو گئی تو صرف کراہت باقی رہ گئی۔

لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ فضیلت کے انتفاء سے اباحت کا انتفاء لازم نہیں آتا ہے، اس لیے کہ نسخ، زیادتی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، لہٰذا فضیلت جو ایک امر زائد ہے

(۴۰) دیکھیے طبقات ابن سعد، ذكر إبراهيم ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۳۵، والسيرة الحلبية، باب ذكر أولاده صلى الله عليه وسلم: ۱/۳۰۹۔

(۴۱) بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب الإستحسان: ۵/۱۲۷۔

وہ تو منسوخ ہوئی، تاہم اباحت کا منسوخ ہونا اس سے لازم نہیں آتا ہے (۴۲)۔

❷ مرجوح ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، جس کی تفصیل گذر چکی اور اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اضحیہ نے ہر سابقہ ذبح کے وجوب کو منسوخ کیا ہے اور وجوب کے منسوخ ہونے سے استحباب اور مشروعیت کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا، جیسے صوم رمضان نے صوم عاشورا وغیرہ کا وجوب منسوخ کیا لیکن اس کی مشروعیت اور استحباب ثواب بھی باقی ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ "التعلیق الممجد" میں لکھتے ہیں:

"بعد تسلیم ثبوته، ظاهره یدل علی منسوخیة وجوب العقیقة ونحوها، فإن بمعناه: نسخ الأضحی لزومَ كل ذبح كان قبله...... ویدل علیه ضمه بنسخِ شهرِ رمضانَ كُلَّ صومٍ كان قبله، فإنه كان صوم یومِ عاشوراء، وأیامِ البیض فرضا، فلمانزل صوم رمضان، نسخ وجوبَ ذلك...... فكما أن نسخ صوم رمضان لِمَا قبله لم یدل إلاعلی عدم لزومه، لاعلی عدم مشروعیته، وانتفاء فضیلته، كذلك نسخ الأضحی كل ذبح كان قبله لایدل علی انتفاء استحبابه ومشروعیته" (۴۲☆)۔

❸ امام محمد رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" میں محمد بن الحنفیہ اور ابراہیم نخعی کے جو آثار نقل کیے، وہ اگرچہ غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے "مرفوع" کے حکم میں ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں احادیث مرفوعہ صریحہ میں عقیقہ کی مشروعیت ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ "مرفوع حکمی" کے مقابلے میں "مرفوع صریح" کو ترجیح حاصل ہوگی۔

ب)...... حنفیہ کا دوسرا قول اباحت کا ہے، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ عقیقہ نہ واجب ہے، نہ سنت ہے، بلکہ مباح ہے (۴۳☆)۔

---

(۴۲) التعلیق الممجد:۲۹۱۔

(۴۲☆) التعلیق الممجد:۲۹۱۔

(۴۳☆) فتاوی عالمگیریه، کتاب الأضحیه، باب العقیقة: ۵/۳۶۲۔ نیز دیکھیے، الفقه الإسلامی وأدلته: ۳/۶۳۲، وحلیة العلماء فی معرفة مذاهب الفقهاء: ۳/۳۸۳۔

حنفیہ کا قول مختار

اکثر فقہاء حنفیہ نے عقیقہ کو مستحب کہا ہے، چنانچہ امام طحاوی، علامہ عینی، ملا علی قاری وغیرہ علماء حنفیہ نے استحباب کے قول کو ترجیح دی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار میں اس پر بحث کی ہے اور قاضی ابوالمحاسن یوسف بن موسی نے امام طحاوی کی اس بحث کی "المعتصر من المختصر" کے اندر تلخیص کی ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہی ہے کہ ابتدائے اسلام میں عقیقہ واجب تھا، پھر اس کا وجوب منسوخ ہوا اور استحباب باقی رہا، انھوں نے مشکل الآثار میں ان الفاظ کے ساتھ اس پر عنوان قائم کیا ہے "باب بیان مشکل ما روی عن رسول ﷺ فی العقیقة، وهل هو علی الوجوب أو علی الاختیار"(۴۳)۔

عقیقہ کی مشروعیت پر دلالت کرنے والی چند احادیث

جن احادیث سے عقیقہ کی مشروعیت یا استحباب و وجوب ثابت ہوتا ہے، ان میں سے چند تو وہ ہیں جو ما قبل میں ذکر کر دی گئی ہیں، اور کچھ آگے باب میں آرہی ہیں، کچھ یہ ہیں:

❶ حضرت سمرہ رضی اللہ کی مرفوع حدیث ہے:

کل غلام مرتهن بعقیقته، تذبح عنه یوم سابعه، ویسمی فیه، ویحلق رأسه(۴۴☆)۔

حضرت سلمان بن عامر ضحاک کی مرفوع حدیث ہے:

---

(۴۳) دیکھیے مشکل الآثار للطحاوی: ۳/۸۱۔

(۴۴☆) الحدیث أخرجه أبوداود، فی کتاب الضحایا، باب فی العقیقة، (رقم الحدیث: ۲۸۳۸) وأخرجه الترمذی فی کتاب الأضاحی، باب فی العقیقة، (رقم الحدیث: ۱۵۲۲) وابن ماجه فی کتاب الذبائح، باب العقیقة، (رقم الحدیث: ۳۱۶۵) وأخرجه الدارمی فی کتاب الأضاحی، باب السنة فی العقیقة: ۲/۱۱۱، (رقم الحدیث: ۱۹۶۹)

❷مع الغلام عقيقة، فأهر يقوا عنه دما، وأميطوا عنه الأذى(۴۴)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

❸أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نعق عن الجارية شاة وعن الغلام شاتين(۴۵)۔

❹حضرت بریدہ اسلمیؓ کی روایت ہے "إن الناس يعرضون على العقيقة يوم القيامة كمايعرضون على الصلوات الخمس"(۴۶)۔

ظاہریہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اس طرح کی احادیث سے عقیقہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔

❺طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ انھوں نے فرمایا "سبعة من السنة، فی الصبی یوم السابع یسمی ویختتن ویماط عنه الأذى وينقب أذنه ويعق عنه، ويحلق رأسه...... ويتصدق بشعروزنه ذهبا أوفضةً(۴۷☆)۔

جمہور علماء کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے اور وہ عمرو بن شعیب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، اس میں ہے:

سئل النبی صلى الله عليه وسلم عن العقيقة، فقال: لاأحب العقوق، من أحب منكم أن ينسك عن ولده، فليفعل عن الغلام شاتان مكافئتان، وعن الجارية شاة(۴۷)۔

(۴۴)الحديث أخرجه أبوداود، فی الضحايا، باب فی العقيقة،(رقم الحديث:۲۸۳۹)وأخرجه الترمذی فی الأضاحی، باب الأذان فی أذن المولود: (رقم الحديث:۴/۹۷) وأخرجه ابن ماجه فی الذبائح، باب العقيقة، رقم الحديث:۳۱۶۴،وأخرجه الدارمی فی كتاب الأضاحی، باب السنة فی العقيقة:۲/۱۱۱،(رقم الحديث:۱۹۶۷)

(۴۵)الحديث أخرجه الترمذی فی الأضاحی، باب ماجاء فی العقيقة،(رقم الحديث: ۱۵۱۳)وأخرجه ابن ماجه فی الذبائح، باب العقيقة:۲/۱۰۵۶ (رقم الحديث:۳۱۶۳)

(۴۶)المحلى بالآثار لابن حزم، كتاب العقيقة:۶/۲۳۷۔

(۴۷☆)فتح الباری:۹/۷۳۵

(۴۷) سنن أبی داود، كتاب الضحايا، باب فی العقيقة:(رقم الحديث:۲۸۴۲)

اسی طرح زید بن اسلم کی روایت امام مالک رحمہ اللہ نے "مؤطا" میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

لاأحب العقوق...... وكأنه إنما كره الاسم...... وقال: من ولدله ولد، فأحب أن ينسك عن ولده، فليفعل(۴۸)۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ جو شخص چاہے تو عقیقہ کر سکتا ہے (تاہم واجب اور ضروری نہیں) اور اس روایت کے بعض طرق میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال حجۃ الوداع کے موقع پر کیا گیا تھا(۴۹☆)، اس لیے امام طحاوی نے فرمایا کہ سابقہ روایتوں سے جو وجوب ثابت ہوتا ہے، وہ بعد میں منسوخ ہو گیا تھا اور اب صرف استحباب باقی رہا ہے۔

چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وبالجملة الحكم بنفي مشروعيتها في الإسلام مطلقا غير صحيح وترك الأحاديث الصريحة المرفوعه والموقوفة الواردة في هذا الباب"(۴۹)۔

بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی ہے کہ انہوں نے عقیقہ کو بدعت کہا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"هذا افتراء ، فلايجوزنسبته إلى أبي حنيفة، وحاشاه أن يقول مثل هذا، وإنما قال: ليس بسنة، فمراده إما ليست بسنة ثابتة، وإما ليست بسنة مؤكدة ، وحديث عمرو بن شعيب عن جده ...... يدل على الاستحباب"(۵۰)۔

---

(۴۸) مؤطا الإمام مالك، كتاب العقيقة، باب ماجاء في العقيقة:۲ /۵۰۰،(رقم الحديث:۱)

(۴۹☆) أوجز المسالك:۹ /۲۰۷

(۴۹) التعليق الممجد:۲۹۱۔

(۵۰) عمدة القاری:۲۱ /۸۳، نیز دیکھیے مالابدمنہ:۱۲۸۔

اردو فتاوی نے بھی عموماً استحباب کا قول اختیار کیا ہے (۵۰☆)۔

١ - باب : تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ غَدَاةَ يُولَدُ . لِمَنْ لَمْ يُعَقَّ عَنْهُ . وَتَحْنِيكِهِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب میں جمع بین الروایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دراصل بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ بچے کا نام، اس کی پیدائش کے دن ہی رکھا جائے اور بعض روایات میں ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن نام رکھا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر بچے کے عقیقے کا ارادہ نہ ہو تو اس کا نام اسی دن رکھا جائے لیکن اگر عقیقہ کرنے کا ارادہ ہے تو پھر ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ نام رکھا جائے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "وهو جمع لطيف، لم أره لغير البخاری" (۵۱)۔

ترجمۃ الباب میں "لمن لم يعق عنه" سے عقیقہ کے عدم وجوب کی طرف بھی اشارہ ہو گیا (۵۲)۔

(۵۰☆) چنانچہ بہشتی زیور میں ہے: "جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے، عقیقہ کر دینے سے بچہ کی سب الابلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے (بہشتی زیور، حصہ سوم، مسئلہ نمبر ۱، ص ۴۳)۔

مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں: "عقیقہ میں ساتویں دن کی رعایت محض مستحب ہے جیسا کہ نفس عقیقہ بھی بہت سے بہت مستحب ہے" (فتاوی محمودیہ، ج ۴، ص ۳۲۲)۔

اور حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "عقیقہ سنت ہے لیکن اس کی میعاد ہے، ساتویں دن یا اکیسویں دن اس کے بعد اس کی حیثیت نفل کی ہوگی" (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۴/۲۲۴)۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "عقیقہ سنت ہے، اس سے بچے کی الابلا دور ہوتی ہے" (ص ۲۲۵)۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: "عقیقہ واجب نہیں ہے، سنت ہے اگر وسعت ہو تو عقیقہ کرنا اولیٰ و افضل ہے" (کفایت المفتی، ج: ۸/۲۴۲۔)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اور عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرنا یا دو ذبح کرنا یہ سب مستحب ہے" (تقریر ترمذی، للشیخ التھانوی رحمہ اللہ، ص ۴۴۲)

(۵۱) فتح الباری: ۹/۷۳۷۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۷۳۷۔

و تحنيكه

بچے کی پیدائش کے بعد کھجور وغیرہ کو چبا کر حلق میں تالو کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ اس کی حلاوت بچے کے پیٹ میں جائے، اس عمل کو تحنیک کہتے ہیں (۵۳)، بچے کے لیے بزرگوں سے یہ عمل برکت کے لیے کرایا جاتا ہے اور یہاں باب کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے۔

٥١٥٠ : حدَّثني إسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قالَ : حدَّثَني بُرَيْدٌ ، عَنْ أَبي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : وُلِدَ لِي غُلَامٌ ، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ ، وَدَفَعَهُ إِلَيَّ ، وَكانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبي مُوسَى . [٥٨٤٥] (۵۴)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا، میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا، آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے اس کی تحنیک کی (یعنی کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگائی) اس کے حق میں برکت کی دعا کی، پھر مجھے دے دیا، یہ ابو موسی کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کا نام اسی دن رکھا گیا، ساتویں دن کا انتظار نہیں کیا گیا۔

بچہ کا نام کب رکھا جائے

بعض روایات میں بچے کی پیدائش کے ساتویں روز نام رکھنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ ابن حبان اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے سند صحیح کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔ عق

(۵۳) فتح الباری: ۹/ ۷۳۷۔

(۵۴) (۵۱۵۰) الحدیث أخرجه البخاری أیضا فی کتاب الأدب، باب من سما بأسماء الأنبیاء (رقم الحدیث: ۵۸۴۶) وأخرجه مسلم فی کتاب الأدب، باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته (رقم الحدیث: ۲۱۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عن الحسن و الحسین یوم السابع و سماھما(۵۵)۔

اسی طرح امام ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ سے روایت نقل کی ہے: "أمرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بتسمیة المولود لسابعه"(۵۶)۔

حضرت ابن عمرؓ نے بھی ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ:

إذا کان یوم السابع للمولود، فأھریقوا عنه دما، وأمیطوا عنه الأذی وسموه(۵۷)۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ نام رکھنا چاہیے، تاہم ساتویں دن نام رکھنا ضروری نہیں بلکہ ولادت کے دن، یا اس سے اگلے دن بھی نام رکھا جاسکتا ہے جیسا کہ روایت باب سے معلوم ہوتا ہے۔

کتاب الأدب میں حضرت ابو أسید کی حدیث آرہی ہے "أتی النبی صلی اللہ علیه وسلم بابنه حین ولد فسماہ المنذر"(۵۸)۔

مسلم شریف میں حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کے بارے میں فرمایا "ولدلی اللیلة الغلام فسمیته بأسم أبی. إبراھیم"(۵۹)۔

اسی طرح آگے اس باب کی آخری روایت میں بھی تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے بچے کی پیدائش کے اگلے دن اس کا نام رکھا۔

بہر حال اگر عقیقہ کا ارادہ ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ ساتویں دن نام رکھا جائے اور اگر ارادہ نہیں تو پھر پیدا ہونے کے بعد اسی دن یا اگلے دن نام رکھا جائے۔

---

(۵۵) المستدرک کتاب الذبائح: ۴/ ۲۳۷۔

(۵۶) سنن الترمذی کتاب الأدب، باب ماجاء فی تعجیل اسم المولود: ۵/ ۱۳۲ (رقم الحدیث: ۲۸۳۲)

(۵۷) فتح الباری: ۹/ ۷۳۵۔

(۵۸) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب تحویل الإسم إلی اسم أحسن منه (رقم الحدیث: ۶۱۹۱)

(۵۹) مسلم کتاب الفضائل، باب رحمة صلی اللہ علیه و سلم الصبیان و العیال: ۴/ ۱۸۰۷ (رقم الحدیث: ۲۳۱۵)

٥١٥١ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِصَبِيٍّ يُحَنِّكُهُ ، فَبَالَ عَلَيْهِ ، فَأَتْبَعَهُ المَاءَ . [ر : ٢٢٠]

٥١٥٢ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ ، قالَتْ : فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ ، فَأَتَيْتُ المَدِينَةَ فَنَزَلْتُ قُبَاءً ، فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ، ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ ، ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ، ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ حَنَّكَهُ بِالتَّمْرَةِ ، ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ ، وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ ، فَفَرِحُوا بِهِ فَرَحًا شَدِيدًا ، لِأَنَّهُمْ قِيلَ لَهُمْ : إِنَّ الْيَهُودَ قَدْ سَحَرَتْكُمْ فَلَا يُولَدُ لَكُمْ . [ر : ٣٦٩٧]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ مکہ ہی میں حاملہ ہوگئی تھی، حمل کے دن پورے ہونے کو تھے کہ میں مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئی، میں قبا میں اتری تو وہیں پر میرا بچہ پیدا ہوا، پھر میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئی اور میں نے اسے آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا، آپ ﷺ نے کھجور منگوائی، اس کو چبایا، پھر اس کے منہ میں ڈال دیا، چنانچہ سب سے پہلے اس کے پیٹ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن داخل ہوا، پھر اس کے تالو میں وہ کھجور لگائی اور اس کے حق میں دعا کی اور اس پر مبارک باد دی، یہ سب سے پہلا لڑکا تھا جو اسلام میں پیدا ہوا، لوگ بہت زیادہ خوش ہوئے، اس لیے کہ مسلمانوں کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ان پر یہودیوں نے جادو کر دیا ہے، اس لیے ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔

یہ روایت باب ہجرۃ النبیؐ الی المدینہ میں گذر چکی ہے۔

ابن سعد نے "طبقات" میں اس واقعے کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے:

"لماقدم المهاجرون المدينة، أقاموا لايولد لهم، فقالوا: سحرتنا يهودُ حتى كثرت فى ذلك القالة، فكان أول مولود بعدالهجرة عبدالله بن الزبير، فكبّرالمسلمون تكبيرة واحدة، حتى ارتجت المدينة تكبيرا"(٦٠)۔

(٦٠) طبقات ابن سعد، وسیر أعلام النبلاء: ٣٦٥/٢، رقم الترجمة: ٥٣۔

چونکہ یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ یہودیوں نے جادو کیا ہے اور مسلمانوں کے ہاں بچے نہیں ہوں گے، اس لیے جب حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر لگایا اور مدینہ منورہ تکبیر کی صداؤں سے گونجنے لگا۔

روایت باب میں ہے "وأنا متم" یعنی حمل کی مدت تمام ہونے والی تھی اور بچے کی ولادت کا وقت بالکل قریب تھا۔

ثم تفل فی فیه: أی بزق علیه السلام فی فمه یعنی کھجور چبانے کے بعد اس کا عرق بچے کے منہ میں ڈالا۔ بَرَّكَ علیه: اس کے لیے برکت کی دعا کی، دعاله بالبرکة..... ثم حنکه بتمرة: یعنی چبائے ہوئے کھجور کے اجزاء کو اس کی زبان اور تالو سے لگایا۔

۵۱۵۳ : حدَّثنا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ : حدَّثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي ، فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ ، فَقُبِضَ الصَّبِيُّ . فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ : مَا فَعَلَ ابْنِي . قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ : هُوَ أَسْكَنُ مَا كَانَ ، فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَّى ، ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ : وَارِ الصَّبِيَّ . فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ ، فَقَالَ : (أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ) . قَالَ : نَعَمْ . قَالَ : (اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا) . فَوَلَدَتْ غُلَامًا . قَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ : احْفَظْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ ، فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ ﷺ وَأَرْسَلَتْ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (أَمَعَهُ شَيْءٌ) . قَالُوا : نَعَمْ ، تَمَرَاتٌ ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ فِيهِ ، فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ وَحَنَّكَهُ بِهِ ، وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ .

حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حدَّثنا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ . [ر : ۱۲۳۹]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ کا ایک بچہ بیمار تھا، ابوطلحہؓ باہر (کہیں سفر پر) نکلے تو بچے کا انتقال ہوگیا، جب ابوطلحہ واپس ہوئے تو پوچھا، میرے بچے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم نے کہا "وہ پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے" اور رات کا کھانا پیش کیا (انھوں نے کھانا کھایا) پھر اپنی بیوی سے ہم

بستری کی، جب فارغ ہوئے تو بیوی نے کہا "بچے کو دفن کر آؤ (کیونکہ اس کا انتقال ہو چکا ہے) ابو طلحہ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تم نے رات اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہے؟" ...... انھوں نے کہا "ہاں" ...... تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے لیے برکت کی دعا کی اور فرمایا اللهم بارك لهما ...... چنانچہ ام سلیم کا بیٹا پیدا ہوا (راوی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ) مجھ سے ابو طلحہ نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانے تک اس کی حفاظت کرو" چنانچہ وہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے، ام سلیم نے ان کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں، آپ ﷺ نے بچے کو لیا اور فرمایا "کیا کچھ ساتھ بھی ہے؟" لوگوں نے کہا "ہاں چند کھجوریں ہیں" آپ ﷺ نے وہ کھجوریں لیں، انہیں چبایا اور منہ مبارک سے نکال کر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا اور ان کے ساتھ اس کی تحنیك کی اور اس کا نام "عبداللہ" رکھا۔

وارالصبی: بچے کو چھپادو یعنی دفن کردو ...... "وار" باب مفاعلہ سے امر ہے، واری ۔ مُوَاراة: چھپانا ...... أعرستم: إعراس سے ہے، جماع وہم بستری مراد ہے۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے دو طریق سے نقل کی ہے، ایک طریق میں ان کے شیخ مطر بن الفضل ہیں اور دوسرے میں محمد بن المثنی ہیں اور دونوں روایات کے الفاظ مختلف ہیں۔ مطر کے طریق میں ابن عون انس بن سیرین سے روایت کرتے ہیں اور یہاں اسی طریق کے الفاظ ہیں جب کہ محمد بن المثنی کے طریق میں ابن عون محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں، اس کے الفاظ یہاں نہیں، وہ روایت امام بخاری نے کتاب اللباس میں ذکر کی ہے (٦١)۔

٢ – باب : إماطَةِ الْأَذى عَنِ الصَّبِيِّ في العَقِيقَةِ .

إماطة بمعنی ازالہ ہے، یعنی بچے سے عقیقہ میں أذی کا ازالہ کیا جاتا ہے، اذی سے کیا مراد ہے؟ اکثر حضرات فرماتے ہیں، اس سے ولادت کے وقت بچے کے سر پر جو بال ہوتے ہیں، وہ مراد ہیں، إماطة

(٦١) فتح الباری: ٩/ ٧٣٧

اذی سے حلق رأس مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ عقیقہ میں بچے کے سر کے بال صاف کردینے چاہیں (٦٢)۔

٥١٥٤ : حدّثنا أَبو النُّعْمانِ : حدَّثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عامِرٍ قالَ : (مع الْغُلامِ عَقيقَةٌ).

وقالَ حَجَّاجٌ : حدَّثَنا حَمَّادٌ : أَخْبَرَنا أَيُّوبُ وَقَتادَةُ وهِشامٌ وحَبِيبٌ ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ ، عَنْ سَلْمَانَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَقالَ غَيْرُ وَاحِدٍ : عَنْ عاصِمٍ وَهِشَامٍ ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ ، عَنِ الرَّبابِ ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عامِرٍ الضَّبِّيِّ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ إِبْراهِيمَ ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ ، عَنْ سَلْمَانَ : قَوْلَهُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت نقل فرمائی ہے "مع الغلام عقيقة" اس کے چار طرق ذکر کیے ہیں:

❶ پہلا طریق موصول ہے، لیکن مرفوع نہیں ہے، سلمان بن عامرؓ صحابی ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے (٦٣)۔

❷ دوسرا طریق امام بخاری نے "وقال حجاج......" کہہ کر بیان فرمایا ہے، حجاج بن منہال، حماد بن سلمہ سے نقل کرتے ہیں، حماد چار شیوخ سے نقل کرتے ہیں، ایوب، قتادہ، ہشام بن حسان اور حبیب بن شہید...... یہ طریق مرفوع ہے لیکن موصول نہیں، امام نے اس کو تعلیق کے طور پر ذکر کیا ہے، امام طحاوی اور بیہقی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (٦٤)۔

❸ تیسرا طریق امام نے "وقال غيرواحد عن عاصم......" سے نقل فرمایا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "غيرواحد" کا مصداق سفیان بن عیینہ ہے، امام احمد نے ان کے نام کی تصریح کے ساتھ یہ حدیث نقل فرمائی ہے (٦٥)۔

---

(٦٢) فتح الباری: ٩/ ٧٣٧

(٦٣) فتح الباری: ٩/ ٧٣٧۔ ان کی وفات حضرت عثمان یا حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئی، دیکھیے الإصابة: ٢/ ٦٢۔

(٦٤) فتح الباری: ٩/ ٧٣٧۔

(٦٥) فتح الباری: ٩/ ٧٣٨۔

یہ طریق بھی مرفوع ہے لیکن امام نے اس کو تعلیقاً نقل کیا ہے، اس تعلیق میں حفصہ بنت سیرین "رباب" سے نقل کرتی ہیں۔ یہ رباب بنت صُلَیْع، حضرت سلمان بن عامر کی بھتیجی ہیں (٦٦)۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (٦٧)، حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں ان کے متعلق "مقبولة" کے الفاظ لکھے ہیں (٦٨)۔ علامہ ذہبی نے انہیں "مجھولات" کے ضمن میں ذکر کیا ہے (٦٩) صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک تعلیق ہے (٧٠)۔

امام مسلم کے علاوہ باقی اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں (٧١)۔

❹ چوتھا طریق امام بخاری نے یزید بن ابراہیم کا ذکر کیا ہے، یہ بھی تعلیق ہے، امام طحاوی نے اسے موصولاً نقل فرمایا ہے (٧٢)۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

ذکر کردہ ان چار طرق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جو الفاظ "مع الغلام عقیقة" کے نقل کیے ہیں، ان کی ترجمۃ الباب سے بظاہر کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حماد بن زید کا جو طریق امام نے موصولاً نقل کیا ہے، وہ یہاں مختصر ہے، امام احمد نے اسے تفصیلاً نقل کیا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی متن حدیث میں شامل ہیں "فأهریقوا عنه دما، وأمیطوا عنه الأذی" (٧٣)۔

---

(٦٦) تہذیب الکمال: ٣٥/١٧١۔

(٦٧) کتاب الثقات: ٤/٢٤٤۔

(٦٨) تقریب التہذیب: ٧٣٧، رقم الترجمة: ٨٥٨٢

(٦٩) میزان الإعتدال: ٤/رقم الترجمة: ١٠٩٥٤

(٧٠) فتح الباری: ٩/٧٣٨۔

(٧١) تہذیب الکمال: ٣٥/١٧١۔

(٧٢) فتح الباری: ٩/٧٣٨

(٧٣) فتح الباری: ٩/٧٣٧۔

اور یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ بسا اوقات مختصر روایت ذکر کرتے ہیں، جب کہ ترجمۃ الباب کا ثبوت تفصیلی روایت سے ہوتا ہے۔

وَقَالَ أَصْبَغُ : أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ : حَدَّثَنَا سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : (مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ ، فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا ، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى) .

یہ بعض حضرات کے نزدیک تعلیق ہے، کیونکہ امام بخاری نے "حدثنی" یا "أخبرنی" نہیں فرمایا ہے۔

اور اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ اصبغ سے چونکہ امام بخاری صحیح بخاری میں بکثرت روایات نقل کرتے ہیں، اس لیے یہ صورتاً اگرچہ تعلیق ہے لیکن در حقیقت موصول ہے (۷۴)۔

حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کے ساتھ ایک عقیقہ یعنی ایک بکری ہے، لہٰذا تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے اذی کو دور کرو۔

مع الغلام عقیقة

حضرت حسن اور حضرت قتادہ نے اس کے مفہوم مخالف سے استدلال کر کے فرمایا کہ لڑکی کا عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔

جمہور کے نزدیک دونوں کا عقیقہ کیا جائے گا، جمہور ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں لڑکی کے عقیقہ کا حکم دیا گیا ہے جن کی تفصیل گذر چکی ہے (۷۵)۔

---

(۷۴) فتح الباری: ۹/ ۷۳۷

(۷۵) فتح الباری: ۹/ ۷۳۹

فأهر يقوا عنه دما

تم لڑکے کی طرف سے خون بہاؤ، اس میں "دم" مبہم ہے، جمہور کے نزدیک لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے جیسا کہ روایات میں گذر چکا ہے کہ "عن الغلام شاتان، وعن الجارية شاة" امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی جائے گی۔

وہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے عقیقے کے سلسلے میں وارد ہونے والی روایت سے استدلال کرتے ہیں" أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا"۔

لیکن یہ بات پہلے تفصیل سے آچکی ہے کہ ان روایات میں اضطراب ہے بعض میں "کبشا" اور بعض میں "کبشین" کا ذکر ہے، اس لیے اس سے غلام کے لیے ایک کبش پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، جب کہ کئی روایات میں "عن الغلام شاتان" کی تصریح آچکی ہے۔

أمیطوا عنه الأذی

أمیطوا بمعنی أزیلوا: زائل کرو، ہٹاؤ، أذی کے بارے میں تین قول ہیں۔

❶ مشہور قول یہ ہے کہ اس سے وہ بال مراد ہیں جو بچے کے سر پر ولادت کے وقت ہوتے ہیں۔

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ خون مراد ہے جو زمانہ جاہلیت میں عقیقہ کرتے وقت بچے کے سر پر ڈال دیا جاتا تھا، جس بکری یا جانور کو عقیقہ میں ذبح کرتے تھے، اس کا خون بچے کے سر پر ڈال دیا کرتے تھے(۷۶)۔

اسلام نے اس کی ممانعت کردی کہ اس طرح بچے کے سر پر خون نہ بہایا جائے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

❸ ایک قول یہ بھی ہے کہ "أذی" سے ختنہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ عقیقہ کے ساتھ بچے

---

(۷۶) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۸۷۔

کا ختنہ بھی کر لیا کرو (۷۷)۔

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۷۸)۔

۵۱۵۵ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ قَالَ : أَمَرَنِي ٱبْنُ سِيرِينَ أَنْ أَسْأَلَ الحَسَنَ : مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيثَ الْعَقِيقَةِ ؟ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : مِنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ .

یہ عبداللہ بن محمد بن ابی الاسود ہیں، ابوالاسود کا نام حمید ہے، قریش بن انس کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ آخر عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، ان کے اختلاط کا یہ دور سن ۲۰۳ھ سے ۲۰۶ھ تک رہا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "فمن سمع منه قبل ذلك فسماعه صحيح" (۷۹)۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ولعل سماع شيخ البخاری عن قريش كان قبل الاختلاط" (۸۰)۔

قریش کے شیخ حبیب بن شہید ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن سیرین نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت حسن بصری سے پوچھوں کہ انھوں نے عقیقہ کی حدیث کن سے سنی ہے؟ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا "سمرہ بن جندبؓ سے"۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا "لایصح للحسن سماع عن سمرة إلاحديث العقيقة وحده" (۸۱)۔

---

(۷۷) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

(۷۸) (۵۱۵۴) الحديث أخرجه الترمذی فی كتاب الأضاحی، باب ماجاء فی العقيقة: ۱/۲۷۸۔ وأخرجه أبوداود، فی كتاب الضحايا، باب فی العقيقة: ۲/۳۶، وأخرجه النسائی فی كتاب العقيقة: ۲/۱۸۷، وأخرجه ابن ماجه فی كتاب الذبائح، باب العقيقة: ۲۲۸۔

(۷۹) فتح الباری: ۹/۷۴۰۔

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ "سماع الحسن من سمرة صحیح" یعنی صرف عقیقہ والی حدیث میں نہیں بلکہ دوسری روایات میں بھی حضرت حسن کا سماع حضرت سمرہ بن جندبؓ سے صحیح اور ثابت ہے (۸۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث عقیقہ ذکر نہیں فرمائی، حافظ فرماتے ہیں "و کأنه اکتفی عن إیراده بشهرته" (۸۳)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے وہ روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے "الغلام مرتهن بعقیقة، تذبح عنه یوم السابع، ویحلق رأسه، ویسمی" امام ترمذی اس کے بعد فرماتے ہیں "هذا حدیث حسن صحیح، والعمل علی هذا عندأهل العلم یستحبون أن یذبح عن الغلام العقیقة یوم السابع، فإن لم یتهیأ یوم السابع، فیوم الرابع عشر، فإن لم یتهیأ عق عنه یوم إحدی وعشرین" (۸۴)۔

مرتَهَن بعقیقة

مرتہن (تا اور ہاء کے فتحہ کے ساتھ) بمعنی رھن ہے یعنی نو مولود اپنے عقیقہ کی وجہ سے گروی اور مرہون ہوتا ہے، عقیقہ اس کے لیے لازمی ہے (۸۵)۔ اس کے چار مطلب مشہور ہیں۔

❶ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ شفاعت کے متعلق ہے، مطلب یہ ہے اگر بچے کی طرف سے عقیقہ نہیں کیا گیا اور وہ مر گیا تو والدین کے حق میں وہ سفارش نہیں کر سکے گا، اس کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے اس معنی کو سب سے عمدہ قرار دیا ہے (۸۶)۔

---

(۸۲) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

(۸۳) فتح الباری: ۹/۷۴۱۔

(۸۴) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب من العقیقة: ۴/۱۰۱، (رقم الحدیث: ۱۵۲۲)

(۸۵) یعنی العقیقة لازمة له، لابدمنها، فشبهه بلزومها، وعدم انفکاکها منها بالرهن فی یدالمرتهن۔

(۸۶) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

❷ دوسرے معنی ہیں مرھون بأذی شعرہ یعنی بالوں کی اذی اس کے ساتھ رہتی ہے یہاں تک عقیقہ کے وقت اس کے بال صاف کردیے جاتے ہیں (۸۷)۔

❸ علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملے سے عقیقہ کا لزوم اور وجوب بتلانا مقصود ہے، اس لیے کہ کوئی شے جب مرہون ہوتی ہے تو وہ مرتہن کے قبضے میں ہوتی ہے اور رہن رکھوانے لے کے لیے دین وقرض ادا کیے بغیر اس سے انتفاع ممکن نہیں ہوتا، انتفاع کے لیے دین کا ادا کرنا روری ہے تو جس طرح اداء دین لازم ہے، اسی طرح عقیقہ بھی لازم ہے۔

❹ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے "تحفة الودود فی أحكام المولود" میں فرمایا کہ غلام کا اپنے یقے میں مرہون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے، یث میں آتا ہے "مامن مولود إلا ويمسه الشيطان" اسی لیے پیدائش کے بعد بچہ رونے لگتا ہے جب تک بچے کا عقیقہ نہیں کیا جاتا وہ شیطان کے تسلط سے آزاد نہیں ہوتا، عقیقہ کرنے کے بعد وہ شیطانی لط کے آثار سے آزاد اور محفوظ ہو جاتا ہے۔

يُذْبَح عنه يوم السابع

ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے گا، "یُذْبَح" مجہول ہے۔ باپ ذبح کرے گا، ورنہ جن ے ذمہ بچے کا نفقہ ہے وہ ذبح کریں گے (۸۸)۔ اس جملے سے استدلال کر کے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ں کہ عقیقہ ساتویں دن کے ساتھ موقت اور خاص ہے، ساتویں دن سے پہلے اگر کوئی کرے گا تو نہیں گا اور ساتویں دن گذرنے کے بعد فوت ہو جائے گا (۸۹)۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساتواں دن اختیار کے لیے ہے، تعیین وتحدید کے لیے نہیں، لہٰذا ں سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اگرچہ مختار ساتواں دن ہے (۹۰)۔

---

(۸۷) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۷۴۳۔

(۸۹) فتح الباری: ۹/۷۴۲۔

(۹۰) فتح الباری: ۹/۷۴۲۔

اگر سابع اول میں فوت ہو گیا تو سابع ثانی یعنی چودھویں تاریخ کو کیا جائے، سابع ثانی میں بھی نہیں ہوا تو سابع ثالث یعنی اکیسویں تاریخ کو کرے (۹۱)۔

بچے کی ولادت کا دن ان سات دنوں میں شمار نہیں ہوگا، امام مالک رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ولادت کے دن کے بعد والا دن پہلا دن شمار کیا جائے گا، ہاں اگر بچہ طلوع فجر سے پہلے پیدا ہوا ہو یعنی رات کو پیدا ہوا ہو تو اگلا دن شمار ہوگا (۹۲)۔

سابع اول (ساتواں دن) سابع ثانی (چودھواں دن) اور سابع ثالث (اکیسواں دن) ان تین میں عقیقہ کرنا مختار ہے، اس کے بعد کے اسابیع میں بھی بالغ ہونے سے پہلے پہلے کیا جا سکتا ہے، البتہ بالغ ہونے کے بعد پھر عقیقہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، کوئی دوسرا اس کی طرف سے عقیقہ نہیں کر سکتا، ہاں اگر خود اپنی طرف سے اپنا عقیقہ کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے (۹۳) کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا تھا، یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس سے بعض علماء نے بالغ ہونے کے بعد خود اپنا عقیقہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے (۹۴)۔

حضرت محمد بن سیرین فرماتے تھے: "لو أعلم أبي لم یعق عني لعققت عن نفسي" (۹۵)۔

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے "إذا لم یعق عنك فعق عن نفسك وإن كنت رجلاً" (۹۵☆)

ویسمی

قتادہ کے اکثر شاگردوں نے اس کو "ویسمی" ہی نقل کیا ہے، اس کے دو معنی مشہور ہیں۔

---

(۹۱) فتح الباری: ۹/ ۷۴۲۔

(۹۲) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۸۹، وفتح الباری: ۹/ ۷۴۲۔

(۹۳) شرح المہذب: ۸/ ۴۳۲۔

(۹۴) فتح الباری: ۹/ ۷۴۲۔

(۹۵) فتح الباری: ۹/ ۷۴۲۔

(۹۵☆) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۷/ ۱۲۱۔

❶ایک تو یہ کہ عقیقہ کے وقت بچے کا نام رکھا جائے گا،اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

❷دوسرے یہ کہ ذبح کے وقت تسمیہ پڑھا جائے گا(۹۶)، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے قتادہ سے روایت نقل فرمائی ہے،اس میں ہے"ویسمی علی العقیقة، کما یسمی علی الأضحیة: بسم اللّٰہ عقیقة فلان"(۹۷)۔

اور قتادہ کی اس روایت کے دوسرے طریق میں یہ الفاظ ہیں:"اللهم منك ولك، عقيقة فلان، بسم اللّٰه واللّٰه أكبر، ثم يذبح"(۹۸)۔

لیکن ان دو معنوں میں پہلے معنی زیادہ مشہور ہیں۔البتہ قتادہ کے اصحاب میں سے ھمام نے اس لفظ کو" یُدَمّٰی "نقل کیا ہے۔

امام أبوداود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ھمام سے وہم ہوا ہے،اصل لفظ"یسمی"ہے جیسا کہ قتادہ کے اکثر اصحاب نے نقل کیا ہے(۹۹)۔

لیکن امام أبوداود کی بات پر اس سے شبہ ہوتا ہے کہ ھمام سے جب"یدمی"کی تشریح پوچھی گئی توانھوں نے فرمایا کہ جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس کی رگوں سے بہنے والے خون کے سامنے روئی وغیرہ رکھ دی جاتی ہے اور خون سے تر ہونے کے بعد اسے بچے کے سر پر رکھ دیتے ہیں جس سے خون اس کے چہرے پر بہہ پڑتا ہے،اس عمل کو تدمیہ کہتے ہیں(۱۰۰)اور زمانہ جاہلیت میں لوگ عقیقہ کے وقت یہ عمل کیا کرتے تھے۔

علامہ ابن حزم نے بھی"المحلی"میں امام أبوداود کے اس اعتراض کو وہم قرار دیا اور کہا کہ "یدمی"وہم نہیں،بلکہ صحیح ہے۔

---

(۹۶) فتح الباری:۹/۷۴۱۔

(۹۷) مصنف ابن أبی شیبة: وفتح الباری:۹/۷۴۱۔

(۹۸) مصنف ابن أبی شیبة:وفتح الباری:۹/۷۴۱۔

(۹۹) سنن أبی داود، کتاب العقیقة، کتاب الأضاحی، باب(رقم الحدیث:۲۸۳۸)

(۱۰۰) فتح الباری:۹/۷۴۱۔

ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ، عطاء، حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ سے تدمیہ کے اس عمل کا استحباب نقل کیا ہے (۱۰۱)۔

ابن المنذر نے صرف حضرت حسن اور حضرت قتادہ سے استحباب نقل کیا ہے (۱۰۲)۔

لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری سے سند صحیح کے ساتھ تدمیہ کی کراہت کا قول نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں "تدمیہ" کا یہ عمل مشروع تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔ اس عمل کے نسخ پر چند احادیث دلالت کرتی ہیں.

❶ ابن حبان نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل فرمائی ہے "كانوا في الجاهلية إذا عقوا عن الصبي، خضبوا قطنة بدم العقيقة، فإذا حلقوا رأس الصبي، وضعوها على رأسه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: اجعلوا مكان الدم خلوقاً" (۱۰۴) اور ابو الشیخ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: "ونهى أن يمس رأس المولود بدم" (۱۰۵)۔

❷ ابن ماجہ نے یزید بن عبداللہ مزنی کی روایت نقل کی ہے: "إن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يعق عن الغلام، ولا يمس رأسه بدم" (۱۰۶)۔

یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ یزید بن عبداللہ تابعی ہیں، صحابی نہیں (۱۰۷)۔

❸ امام ابوداود اور حاکم نے بھی حضرت عائشہؓ کی روایت کے مثل ایک روایت عبداللہ بن بریدہ

---

(۱۰۱) فتح الباري: ۹/۷۴۱ نیز دیکھیے المحلى لابن حزم، كتاب العقيقة: ۶/۲۳۶

(۱۰۲) فتح الباري: ۹/۷۴۱۔

(۱۰۳) مصنف ابن أبي شيبة: وفتح الباري: ۹/۷۴۲۔

(۱۰۴) الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان كتاب الأطعمة، باب العقيقة: ۸/۳۵۵ (رقم الحديث: ۵۲۴۸)

(۱۰۵) فتح الباري: ۹/۷۴۱۔

(۱۰۶) سنن ابن ماجه، كتاب الذبائح، باب العقيقة (رقم الحديث: ۳۱۶۶)

(۱۰۷) فتح الباري ۹/ ۷۴۔

سے نقل کی ہے، اس کے آخر میں ہے "فلما جاء الله بالإسلام، كنا نذبح شاة، ونحلق رأسه، ونلطخه بزعفران" (١٠٨)۔

یہ روایت اگرچہ مرفوع نہیں ہے، لیکن حضرت عائشہؓ کی حدیث کے لیے شاہد ہے (١٠٩)۔

ان احادیث کی وجہ سے جمہور تدمیہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فالحق أن ذلك كان في أول الإسلام، ثم نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عنه كما في حديث يزيد بن عبدالله المزني، وبريدة الأسلميؓ" (١١٠)۔

فائدہ

عقیقہ میں بکری یا بکرا ذبح کرنا سنت ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اس بکری کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں، اس کا گوشت خود بھی کھائیں، صدقہ بھی کریں اور اقرباء واحباب کو بھی کھلائیں، حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں اس کی تصریح وارد ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل کی ہے (١١١) بکری کے علاوہ گائے، اونٹ وغیرہ سے عقیقہ تو ہو جائے گا لیکن وہ افضل نہیں ہے، افضل شاۃ ہے، دنبہ وغیرہ بھی شاۃ کے حکم میں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں عقیقہ کی مشروعیت کی کئی مصلحتیں اور فوائد بیان کیے ہیں:

❶ ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے بچے کا نسب معاشرہ میں خوب متعارف ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا بچہ ہے۔

---

(١٠٨) سنن أبي داود، كتاب الأضاحي، باب العقيقة، رقم الحديث: ٢٨٤٣۔ والمستدرك للحاكم، كتاب الذبائح والعقيقة: ٤/٢٣٨۔

(١٠٩) فتح الباري: ٩/٧٤١۔

(١١٠) إعلاء السنن: ١٧/١٢١۔

(١١١) المستدرك للإمام الحاكم: ٤/٢٣٨۔ وأقره الذهبي۔

❷ اس سے سخاوت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، مال کی محبت، بخل اور کنجوسی کی مذموم صفت پر ضرب پڑتی ہے۔

❸ یہ خوشی کا موقع ہوتا ہے، عقیقہ میں اس خوشی پر شکر ادا کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

❹ عقیقہ بچے کے لیے خیر و بھلائی اور برکت پر مشتمل دعاؤں کا سبب بھی ہے کیونکہ عقیقہ کا گوشت مساکین اور فقراء کو کھلانے سے ان کے دل سے دعائیں نکلیں گی جو بچے کے لیے برکت و بھلائی کا ذریعہ بنیں گی (۱۱۲)۔

٣ – باب: الْفَرَعِ.

٥١٥٦: حدّثنا عَبْدَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ).

وَالْفَرَعُ: أَوَّلُ النِّتَاجِ، كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ. وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ. [٥١٥٧]

٤ – باب: الْعَتِيرَةِ.

٥١٥٧: حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ).

قَالَ: وَالْفَرَعُ: أَوَّلُ نِتَاجٍ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ. كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ. وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ. [ر: ٥١٥٦]

فرع اونٹنی کے اس پہلے بچے کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا (۱۱۳)۔

اور عتیرہ اس ذبیحہ کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں ماہ رجب کے پہلے عشرہ میں لوگ کرتے تھے،

---

(۱۱۲) حجة الله البالغة: ۲/۲۱۲۔

(۵۱۵۶) الحدیث أخرجه البخاری ایضاً فی باب العتیرة (رقم الحدیث: ۵۱۵۷) وأخرجه مسلم فی کتاب الأضاحی باب الفرع والعتیرة (رقم الحدیث: ۱۹۷۶) وأخرجه الترمذی فی کتاب الأضاحی باب الفرع والعتیرة (رقم الحدیث: ۱۵۱۲)

(۱۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

اس کو "رجبیہ" بھی کہتے ہیں (۱۱۴)۔

• احادیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ کی نفی فرمائی ہے۔

غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا بالاتفاق حرام ہے، البتہ عتیرہ اور فرع اللہ کے نام اب کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے استحباب منقول ہے، حضرت ابن سیرین رجب میں عتیرہ ذبح کرتے تھے، امام طحاوی نے "مشکل الآثار" میں حضرت ابن عمرؓ سے بھی عتیرہ کا ثبوت نقل کیا ہے (۱۱۵)۔

کئی احادیث سے فرع اور عتیرہ کا جواز معلوم ہوتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

❶ امام نسائی رحمہ اللہ نے حارث بن عمرو سے روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک آدمی نے عتیرہ اور فرع کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "من شاء عتر، ومن شاء لم يعتر، ومن شاء فرع، ومن شاء لم يفرع" (۱۱٦)۔

❷ امام نسائی نے ایک روایت نقل فرمائی ہے، ابوذر بن لقیط بن عامرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "يارسول الله إناكنا نذبح الذبائح في الجاهلية في رجب، فنأكل، ونطعم من جاء نا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لابأس به" (۱۱۷)۔

❸ طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ سے عتیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "هي حق" (۱۱۸)۔

❹ معجم اوسط میں یزید بن عبداللہ مزنی سے روایت ہے "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في الإبل فرع، وفي الغنم فرع" (۱۱۹)۔

---

(۱۱۴) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔

(۱۱۵) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔

(۱۱٦) سنن النسائی، كتاب الفرع والعتيرة، باب لافرع ولاعتيرة، (رقم الحديث: ۴۵۵۲) ۷۹/۳۔

(۱۱۷) سنن النسائی، كتاب الفرع والعتيرة، باب تفسير الفرع. (رقم الحديث ۴۵۵۷) ۸۱/۳۔

(۱۱۸) عمدة القاری ۸۹/۲۱۔ وفتح الباری ۷۴٦/۹۔

(۱۱۹) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔ وفتح الباری ۷۴٦/۹۔

⑤امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت مخنف بن سُلَیم کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ انھوں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں کہتے ہوئے سنا "یاأیہا الناس علی کل أهل بیت فی کل عام أضحیة وعتیرة"(۱۲۰)۔

⑥امام ابوداود رحمہ اللہ نے نبیشہ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے آواز دے کر کہا "یارسول الله، إنا کنا نعترعتیرة فی الجاهلیة، فی رجب ، فما تأمرنا؟ قال: اذ بحو الله فی أی شهر کان، قال: إنا کنا نفرع فرعا فی الجاهلیة، فما تأمرنا؟ فقال: فی کل سائمة فرع قال أبو قلابة: السائمة مائة(۱۲۱)۔

یہ تمام احادیث فرع اور عتیرہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور امام شافعی کے لیے مستدل ہیں. لیکن جمہور علماء فرع اور عتیرہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ قاضی عیاض اور علامہ حازمی نے فرمایا کہ نہی کی احادیث، اباحت کی احادیث کے لیے ناسخ ہیں (۱۲۲)، ابن المنذر فرماتے ہیں:

"ومعلوم أن النهی لایکون إلاعن شئی قدکان یفعل، ولانعلم أن أحدا من أهل العلم یقول: إن النبی صلی الله علیه وسلم کان نها هم عنهما أی عن الفرع والعتیرة، ثم أذن فیهما"(۱۲۳)۔

---

(۱۲۰)سنن الترمذی، کتاب الأضاحی،(رقم الحدیث:۱۵۱۸) ۴/۹۹ ،عمدة القاری: ۲۱/۸۹۔وفتح الباری: ۹/۴۲۶۔

(۱۲۱) سنن أبی داود کتاب الأضاحی، باب فی العتیرة، (رقم الحدیث:۲۸۳۰)۳/۱۰۴۔

(۱۲۲)عمدة القاری:۲۱/۸۹۔

(۱۲۳) عمدة القاری:۲۱/۸۹۔

۷۵- كتاب الذبائح والصّيد

كتاب الذبائح والصيد (الأحاديث: ٥١٥٨-٥٢٢٤)

کتاب الذبائح والصید میں اڑتیس ابواب اور ترانوے (۹۳) احادیث ہیں، ان میں سے اکیس احادیث معلق اور بقیہ موصول ہیں، ۷۹ احادیث مکرر ہیں اور چودہ احادیث کی پہلی بار اس میں تخریج کی گئی ہے، نو حدیثیں متفق علیہ ہیں، کتاب الذبائح میں صحابہ اور تابعین وغیرہ کے چوالیس آثار ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۵ – کتاب الذبائح والصید

ذبائح ذبیحة کی جمع ہے، ذبیحة مذبوحة کے معنی میں ہے، وہ جانور جس کو ذبح کیا جائے (۱)۔

صید باب ضرب کا مصدر ہے اور اسم مفعول مصید کے معنی میں ہے، وہ جانور جس کا شکار کیا جائے (۲)۔

۱ – باب: التَّسمِيةِ على الصَّيْدِ.

وَقَوْلِهِ تَعالَى: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ» الْآيَةَ /المائدة: ٩٤/.

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: «أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ» /المائدة: ١/. وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: «حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ – إِلَى قَوْلِهِ – فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ» /المائدة: ٣/.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «الْعُقُودُ» /المائدة ١/: الْعُهُودُ. مَا أُحِلَّ وَحُرِّمَ. «إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ»: الْخِنْزِيرُ. «يَجْرِمَنَّكُمْ» /المائدة: ٢/: يَحْمِلَنَّكُمْ. «شَنَآنُ» /المائدة: ٢/: عَدَاوَةُ. «الْمُنْخَنِقَةُ»: تُخْنَقُ فَتَمُوتُ. «الْمَوْقُوذَةُ»: تُضْرَبُ بِالْخَشَبِ يَقِذُهَا فَتَمُوتُ. «وَالْمُتَرَدِّيَةُ»: تَتَرَدَّى مِنَ الْجَبَلِ. «وَالنَّطِيحَةُ» تُنْطَحُ الشَّاةُ. فَمَا أَدْرَكْتَهُ يَتَحَرَّكُ بِذَنَبِهِ أَوْ بِعَيْنِهِ فَاذْبَحْ وَكُلْ.

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے شکار پر تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنے کا وجوب بیان کیا ہے۔

بعض نسخوں میں یہاں "باب" نہیں ہے، ابتدا میں قرآنی آیات امام نے معمول کے مطابق ذکر فرمائی ہیں، ابتدائی تین آیات سورۃ مائدہ میں ہیں، پہلی آیت ہے:

---

(۱) عمدة القاری: ۲۱/۹۰۔

(۲) إرشاد الساری: ۱۲/۲۲۸۔

﴿يأأيها الذين آمنوا ليبلونكم الله بشئی من الصيد تناله ايديكم ورماحكم ليعلم اللهمن يخافه بالغيب فمن اعتدی بعدذلك فله عذاب اليم﴾(۱)۔

(۱) (ليبلونكم) ليختبرن التزامكم لأمر الله تعالى ونهيه . (بشيء من الصيد) بإرسال بعض الحيوانات البرية التي يحل صيدها وأكلها (تناله رماحكم وأيديكم) والمعنى : يبعثه عليكم بحيث يصبح في متناول أيديكم ولا يكلفكم كبير مشقة للحصول عليه ، بل يستطيع أحدكم أن يمسكه بيده ، أو يجرحه برمحه والرمح في يده . (الآية) وتتمتها : «لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ..» ليتميز من يراقب الله في السر والعلن ، ومن تنهار عزيمته أمام عرض الدنيا وشهوة النفس ويتجاوز حدود شرع الله تعالى . فيقع في سخطه وأليم عقابه (بهيمة الأنعام) هي الإبل والبقر والغنم وما يشابهها من الحيوانات الوحشية . (إلا ما يتلى عليكم) إلا ما سنذكر لكم تحريمه . وتتمة الآية : «غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ» أي أحللنا لكم الأنعام في حال امتناعكم من صيد الحيوان البري وأنتم محرمون . فلا يجوز للمحرم أن يقتل صيدًا في حال إحرامه مطلقًا . (الميتة) هي كل حيوان ذهبت حياته بدون ذبح شرعي . (إلى قوله) وتتمتها : «وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ...» (أهل لغير الله) ذكر عند ذبحه اسم غير الله تعالى ، من الإهلال وهو رفع الصوت . (وما أكل السبع) ما أكل منه حيوان مفترس له ناب يعدو به على الناس أو الدواب . (إلا ما ذكيتم) إلا ماأدركتموه مما سبق ذكره . وفيه حياة مستقرة فذبحتموه ذبحًا شرعيًا . (النصب) حجارة منصوبة حول الكعبة . يذبحون عليها تعظيمًا لها وتقربًا لأصنامهم . وقيل : هي الأصنام . والمراد : ما ذبح من أجلها

(تستقسموا) تطلبوا معرفة ما قسم لكم . (بالأزلام) جمع زلم . وهي قطع خشبية كتب على بعضها افعل . وبعضها لا تفعل وبعضها مهمل . يضربون بها إذا أرادوا القيام بعمل ما . (فسق) خروج عن طاعة الله عز وجل . (يئس ..) يئسوا من الطعن به أو أن يرجعوكم عنه . (تخشوهم) تخافوهم . (أكملت ..) بيان ما تحتاجون إليه من الأحكام . (وأتممت ..) بإكمال الدين والشريعة . (مخمصة) مجاعة . (متجانف لإثم) مائل الى المخالفة وفعل ما هو محرم . (يقذها) يثخنها ضربًا بعصًا أو بحجر . (تتردى) تسقط من علو ؟

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمھیں آزمائے گا جن تک تمھارے ہاتھ اور تمھارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ (ظاہر طور پر بھی) معلوم کرلے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پس جو شخص اس کے بعد حد سے تجاوز کرے گا، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا ممنوع ہے، محرم کے آس پاس شکار کے جانور پھریں گے، اس کے ہاتھ اور نیزے دونوں کی زد میں شکار ہوگا، اب یہ ایک امتحان اور آزمائش کی گھڑی ہوگی جو اس آزمائش میں کامیاب ہوا، وہ تو کامیاب رہا لیکن جس نے شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کی، اس کے لیے آخرت میں المناک عذاب ہے۔

دوسری آیت بھی سورۃ مائدہ کی ہے:

﴿احلت لكم بهيمة الانعام الامايتلى عليكم غيرمحلى الصيدوانتم حرم ان الله يحكم مايريد﴾۔

''تمھارے لیے چوپائے مویشی حلال کیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تم کو (آگے آیت میں) بتلادیئے جائیں گے (کہ ان کا استعمال حلال نہیں) لیکن احرام کی حالت میں تم شکار کو حلال مت سمجھنا، اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں''۔

تیسری آیت بھی سورۃ مائدہ کی ہے:

﴿حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الاماذكيتم وما ذبح على النصب و ان تستقسموا بالازلام ذلكم فسق اليوم يئس الذين كفروا من دينكم فلاتخشوهم و اخشون﴾۔

''تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار جانور، خون، خنزیر کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے لیے نامزد کردیا گیا ہو اور جو جانور گلا گھٹنے سے مرجائے، جو کسی ضرب سے

مر جائے اور جو اونچائی سے گر کر مر جائے اور جو کسی کی ٹکر (سینگ مارنے) سے مر جائے اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر (ان قسموں میں سے) جس کو تم نے (مرنے سے پہلے) ذبح کر لیا ہو (تو وہ حلال ہے) اور جو جانور غیر اللہ کی پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی حرام ہے کہ تم گوشت کو تیروں کے ذریعہ تقسیم کرو، یہ گناہ کا کام ہے کفار آج تمھارے دین کے (مغلوب ہونے) سے ناامید ہو گئے ہیں، سو تم کفار سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو"۔

مذکور تینوں آیتوں کی مناسبت کتاب اور باب سے واضح ہے۔

وقال ابن عباس: العقود: العهود ماأحل وحرم۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت کریمہ ﴿یاایها الذین آمنوا اوفوا بالعقود﴾ میں عقود سے وہ عہد مراد ہیں جو حلال اور حرام کے متعلق کیے جائیں اور ﴿إلامایتلی علیکم﴾ سے خنزیر وغیرہ مراد ہیں جن کا ذکر دوسری آیت میں کر دیا گیا ہے۔

یجرمنکم: یحملنکم، شآن: عداوة

آیت کریمہ میں ہے ﴿ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام﴾ اس میں "یجرمنکم"، "یحملنکم" کے معنی میں ہے اور شنآن عداوت کے معنی میں ہے یعنی کسی قوم کی عداوت تم کو مسجد حرام سے روکنے پر آمادہ نہ کر دے۔

المنخنقة......

منخنقة سے وہ جانور مراد ہے جسے گلا گھونٹ کر مارا جائے، موقوذہ وہ ہے جس کو لاٹھی سے مارا جائے (چنانچہ عرب بولتے ہیں) یوقذها فتموت اور متردیة وہ ہے جو پہاڑ سے گر کر مر جائے، نطیحة وہ ہے جسے بکری اپنے سینگوں سے مارے۔

اگر تو اس کو دم ہلاتا ہوا یا آنکھ پھڑکاتا ہوا پائے (کہ زندگی کی رمق اس میں موجود ہے) تو اسے ذبح کر کے کھا لے۔

٥١٥٨ : حدّثنا أبو نعيم : حدّثنا زكريّاء ، عن عامر ، عن عديّ بن حاتم رضي الله عنه قال : سألت النبيّ ﷺ عن صيد المعراض . قال : (ما أصاب بحدّه ، فكله . وما أصاب بعرضه فهو وقيذ) . وسألته عن صيد الكلب . فقال : (ما أمسك عليك فكل ، فإنّ أخذ الكلب ذكاة . وإن وجدت مع كلبك أو كلابك كلبًا غيره ، فخشيت أن يكون أخذه معه . وقد قتله فلا تأكل . فإنّما ذكرت اسم الله على كلبك ولم تذكره على غيره) . [ر : ١٧٣]

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض سے شکار کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس کی دھار سے زخمی ہو جائے تو اس کو کھالے اور اگر اس کی چوڑائی سے زخمی ہو تو وہ موقوذہ کے حکم میں ہے......اور میں نے آپ سے کتے کے شکار کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شکار آپ کے لیے روکے رکھے (اور خود اسے نہ کھائے) تو آپ اسے کھائیں اس لیے کہ کتے کا شکار کو اس طرح پکڑنا ذبح کرنا ہے اور اگر آپ اپنے کتے یا کتوں کے ساتھ کوئی دوسرا کتا پائیں اور آپ کو اندیشہ ہو کہ اس نے بھی اس کے ساتھ شکار پکڑ کر مارا ہے تو تم اس کو نہ کھاؤ، اس لیے کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے، دوسرے کتے پر تو نہیں پڑھی ہے۔

مِعْراض

معراض بروزن محراب ایک تیر کا نام ہے، جس کی تشریح اور تفسیر میں اہل لغت کے مختلف اقوال ہیں:

❶ امام خلیل نحوی اور اہل لغت کی ایک جماعت نے فرمایا سهم لاريش له ولانصل یعنی ایسا تیر جس کے پر ہوتے ہیں نہ پیکان بے پر کا تیر۔

❷ ابن درید اور ابن سیدہ نے فرمایا: سهم طويل له أربع قذذرقاق، فإذا رمى به اعترض۔ لمبا تیر جس کے چار باریک پر ہوتے ہیں، جب اسے پھینکا جاتا ہے تو وہ پر کھل جاتے ہیں۔

❸ علامہ خطابی نے فرمایا: المعراض نصل عريض له ثقل ورزانة یعنی معراض چوڑا اور بھاری تیر ہوتا ہے۔

❹ بعضوں نے کہا یہ ایک لکڑی ہوتی ہے جو دونوں طرف سے باریک اور درمیان سے موٹی ہوتی

ہے۔

❺ بعضوں نے کہا کہ ایک بھاری لکڑی ہوتی ہے جس کا سرا دھار والا ہوتا ہے، امام نووی نے اسی قول کو قوی قرار دیا(۷) مشہور پہلا قول ہے(۸)۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شکار کو اس کی دھار کی طرف لگی ہو تو وہ شکار جائز ہے لیکن اگر یہ تیر شکار کو چوڑائی میں لگا ہو تو پھر اس شکار کا کھانا جائز نہیں، وہ موقوذة کے حکم میں ہے، جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح کردی گئی ہے، وماأصاب بعرضه فهو وقيذ...... وقیذ بمعنی موقوذ ہے۔

کتے کے شکار کے جواز کی شرطیں

وسألته عن صيدالكلب، فقال: ماأمسك عليك، فكل

کلب کا اطلاق کتے پر بھی ہوتا ہے اور دوسرے درندوں پر بھی لغتاً اس کا اطلاق ہوتا ہے(۹)۔

کلب اور دوسرے درندے اگر شکار کریں تو وہ شکار کھانا تین شرطوں کے ساتھ جائز ہیں:

❶ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ معلَّم اور تربیت یافتہ ہو۔

❷ دوسری شرط یہ ہے کہ شکار پر اسے بھیجتے ہوئے تسمیہ پڑھا ہو۔

❸ تیسری شرط یہ ہے کہ اس شکار سے کتے نے کھایا نہ ہو(۱۰)۔

---

(۷) مذکورہ اقوال و تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری:۹/۷۳۹، وعمدة القاری:۲۱/۹۲۔

(۸) لسان العرب:۹/۴۲، وتاج العروس:۵/۵۰۔

(۹) تكملة فتح الملهم:۳/۴۸۲۔

(۱۰) یہ تینوں شرطیں حدیث باب اور قرآن کی آیت سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے، علامہ شامی نے پندرہ شرطیں ذکر کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: (قوله بخمسة عشرشرطا)خمسة فى الصائد: وهوأن يكون من أهل الذكاة، وأن يوجد منه إلارسال، وأن لايشاركه فى الإرسال من لايحل صيده، وأن لايترك التسمية عامدًا، وأن لايشترك بين الإرسال، والأخذ بعمل آخر...... وخمسة فى الكلب: أن يكون معلّما، وأن يذهب على سنن الإرسال، وأن لايشاركه فى الأخذ مالايحل صيده، وأن يقتله جرحاً، وأن لايأكل منه...... وخمسة فى الصيد:أن لايكون من الحشرات، وأن لايكون من بنات الماء إلاالسمك، وأن يمنع نفسه بجناحيه أوقوائمه، وأن لايكون متقوياً بنابه أومخلبه، وأن يموت بهذا قبل أن يصل إلى ذبحه (ردالمحتار:۵/۳۲۸)

کلب معلّم کب ہو گا

شکار کے جواز کے لیے کلب کا معلّم اور سدھایا ہوا ہونا ضروری ہے البتہ وہ معلّم کب کہلائے گا، اس میں اختلاف ہے۔

امام احمد اور حضرات صاحبین کے نزدیک کلب کے معلّم ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اسے تین بار شکار کے لیے چھوڑا جائے اور تینوں بار وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لائے اور خود اس سے نہ کھائے، ایسا کلب معلّم کہلائے گا، امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے البتہ اس روایت میں تیسری بار کا شکار کھانا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں اس طرح کی کوئی تحدید نہیں ہے، یہ مبتلی بہ کی رائے پر موقوف ہے، جب صائد کو ظن غالب ہو جائے کہ کتا معلم بن گیا ہے تو اس کے ظن غالب کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔

حضرات شوافع اس میں عرف کا اعتبار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عرف میں جو کلب معلّم سمجھا جائے گا، شرعاً وہ معلّم کہلائے گا اور اس کا شکار کھانا درست ہو گا(۱۱)۔

امام مالک رحمہ اللہ تعلیم کلب میں ترک اکل کا اعتبار نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ کتا بلانے سے آئے اور بھگانے سے بھاگ جائے، یہی اس کے معلّم ہونے کے لیے کافی ہے، وہ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے امام أبو داود رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "إذا أرسلت كلبك و ذكرت اسم الله عليه، فكل و إن أكل" (۱۲)۔

جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں "و إن أكل" کا اضافہ داود بن عمر کا تفرد ہے اور داود کو ائمہ جرح و تعدیل نے ضعیف قرار دیا ہے (۱۳)۔

(۱۱) مذکورہ مذاہب کے لیے دیکھیے، مغنی لابن قدامة: ۸/۵۴۳، وهداية، كتاب الصيدوالذبائح: ۴/۵۰۳، والمجموع شرح المهذب: ۹/۱۰۷۔

(۱۲) سنن أبی داود، كتاب الصيد، باب فی الصيد (رقم الحديث: ۲۸۵۲) ۳/۱۰۹

(۱۳) دیکھیے إعلاء السنن: ۱۸/۴۶۔

نیز یہ اضافہ، حضرت عدی بن حاتم کی حدیث باب سے متعارض بھی ہے کیونکہ اس کے بعض طرق میں تصریح ہے "فإن أكل، فلاتأكل، فإني أخاف أن يكون إنما أمسك على نفسه۔"
اور ثقہ کے مقابلہ میں ضعیف راوی کا اضافہ قبول نہیں کیا جاتا ہے (۱۴)۔

پھر امام ابو حنیفہ، امام احمد کے نزدیک ترک اکل کی یہ قید کتے اور دوسرے شکاری درندوں کے متعلق ہے لیکن باز اور شاہین وغیرہ میں یہ شرط نہیں ہے، اس کے معلم ہونے کے لیے صرف یہ شرط ہے کہ وہ بلانے سے آجائے (۱۵)۔

امام شافعی رحمہ اللہ اس میں بھی "ترک اکل" کی قید لگاتے ہیں اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو امام أبوداود رحمہ اللہ نے مجالد کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ماعلمت من كلب أوباز،ثم أرسلته، وذكرت اسم الله، فكل مماأمسك عليك، قلت: وإن قتل؟ قال: إذاقتله، ولم يأكل منه شيئاً،فإنما أمسك عليك"(۱۶)۔

حضرات حنفیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں "باز" کا ذکر مجالد کا تفرد ہے، مجالد ضعیف راوی ہیں، انھوں نے حفاظ کی مخالفت کی ہے (۱۷)، یہ حضرات اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں سند صحیح متصل کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے: "إذا أرسلته، فقتل، فكل، فإن الكلب إذاضربته لم يعد، وان تعليم الطير أن يرجع إلى صاحبه، وليس يضرب، إذا أكل من الصيد، ونتف من الريش، فكل"(۱۸)۔

---

(۱۴) تکملة فتح الملهم:۳/ ۴۸۲۔

(۱۵) تکملة فتح الملهم:۳/ ۴۸۲۔

(۱۶) سنن أبي داود، كتاب الصيد والذبائح، باب في الصيد:۳/ ۱۰۹۔ (رقم الحديث:۲۸۵۱)

(۱۷) تکملة فتح الملهم:۳/ ۴۸۳۔

(۱۸) كتاب الآثار، باب صيد الكلب:۱۳۹۔ کتاب الآثار کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "وما أمسك عليك كلبك إن كان عالماً، فكلْ، فإن أكل فلا تأكل منه، فإنما أمسك على نفسه، وأما الصقر والبازی، فكل وإن أكل، فإن تعليمه إذادعوته أن يجيئكَ ولايستطيع ضربه حتى يدع الأكل۔"

ذبیحہ اور شکار کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم

ذبیحہ اور شکار کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے حکم میں اختلاف ہے:

❶ حضرات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک عمداً بسم اللہ چھوڑ دینے سے ذبیحہ اور شکار حلال نہیں ہوگا، البتہ اگر نسیاناً تسمیہ ترک ہوگیا تو ذبیحہ اور شکار حلال ہوگا، ان کے نزدیک صحتِ ذبیحہ اور شکار کے لیے تسمیہ شرط ہے لیکن قصد و عمد کی حالت میں، نسیان کی حالت میں نہیں (۱۹)۔

❷ امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ذبیحہ میں یہی مسلک ہے البتہ شکار میں ان کے نزدیک تسمیہ عمد اور نسیان دونوں حالتوں میں شرط ہے اور ایک روایت میں وہ شکار میں بھی فرق کرتے ہیں چنانچہ ارسال سہم (تیر مارنے میں) میں تو نسیان کو جائز قرار دیتے ہیں، ارسال کلب میں نہیں (۲۰)۔

❸ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تسمیہ علی الذبیحہ اور تسمیہ علی الصید مسنون ہے، واجب نہیں، لہٰذا ترک تسمیہ چاہے عمداً ہو یا نسیاناً، ذبیحہ اور شکار حرام نہیں ہوگا (۲۱)۔

لیکن ان کے مسلک میں اتنی تفصیل بھی ہے کہ ذبیحہ کے وقت عمداً بسم اللہ ترک کرنے والے نے تہاون کی وجہ سے اور معمولی سمجھ کر بسم اللہ ترک نہ کی ہو، اتفاقاً ایک آدھ دفعہ تسمیہ ترک کردیا ہو، تاہم اگر اس نے بسم اللہ کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑا، یا ترک تسمیہ کا معمول بنادیا تو ایسی صورت میں ان کے نزدیک بھی ذبیحہ حلال نہیں ہوگا (۲۲)۔

دلائل جمہور

❶ جمہور کا پہلا استدلال قرآن کریم کی آیت ﴿ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ﴾ سے ہے۔ اسی طرح سورۃ مائدہ کی آیت میں ہے ﴿واذکروا اسم اللّٰہ علیہ﴾۔

---

(۱۹) المغنی لابن قدامۃ: ۸/ ۵۶۵۔

(۲۰) المغنی لابن قدامۃ: ۸/ ۵۶۵۔

(۲۱) شرح مسلم للنووی: ۲/ ۱۴۵، وقلیوبی وعمیرۃ: ۴/ ۲۴۵۔

(۲۲) کتاب الأم، باب ذبائح اهل الکتاب: ۲/ ۱۳۱۔

❷ آگے حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ کی روایت آرہی ہے، اس میں ہے "وماصِدت بقوسك فذكرت اسم الله فكُلْ، وماصدت بكلبك المعلَّم فذكرت اسم الله فكل"۔

❸ رافع بن خدیجؓ کی روایت بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے "ما انهر الدم، وذكر اسم الله عليه، فكل، لىس السن والظفر"۔

البتہ نسیان کی حالت میں ترک تسمیہ سے مندرجہ ذیل احادیث کی وجہ سے ذبیحہ حرام نہیں ہوگا:

❶ بیہقیؒ اور دارقطنیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "المسلم يكفيه اسمه، فإن نسي أن يسمي حين يذبح، فليسم، وليذكر اسم الله عليه، ثم لیأكل" (۲۳)۔

❷ دارقطنی نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "الرجل منا يذبح وينسى أن يسمي الله؟ قال: اسم الله في فم كل مسلم" (۲۴)۔

❸ عبد بن حمید نے راشد بن سعد سے مرسلا روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ذبيحة المسلم حلال، سمى أولم يسم، مالم يتعمد، والصيد كذلك" (۲۵)۔

امام شافعیؒ کا استدلال

امام شافعی رحمہ اللہ قرآن کریم کی آیت ﴿إلاماذكيتم﴾ سے استدلال کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس میں تذکیہ کا ذکر ہے اور اس کے لیے تسمیہ کی شرط نہیں لگائی گئی ہے، تذکیہ لغت میں فتح وشق کو

(۲۳) إعلاء السنن: ۱۷/۶۷، وأخرجه الحاكم في المستدرك: ۴/۲۳۳، موقوفا على ابن عباس، نیز دیکھیے نصب الراية للزيلعي: ۲/۲۶۱۔

(۲۴) سنن الدارقطني، باب الصيد والذبائح: ۴/۲۹۵۔

(۲۵) الدرالمنثور: ۳/۴۲۔

کہتے ہیں(۲۶)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ یہاں تذکیہ سے شرعی تذکیہ مراد ہے، جس میں تسمیہ شرط ہے، لغوی تذکیہ مراد نہیں، اگر کسی شکار کو درندہ مار دے اور کوئی مرنے کے بعد اسے ذبح کر دے تو وہ بالاتفاق حلال نہیں، حالانکہ وہاں لغوی تذکیہ پایا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ شرعی تذکیہ نہیں پایا جاتا، اس لیے وہ میتہ کے حکم میں ہے، حلال نہیں، معلوم ہوا "إلاما ذكيتم" میں تذکیہ سے شرعی تذکیہ مراد ہے(۲۷)۔

امام شافعی رحمہ اللہ حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں، جس میں ہے:

"إن قوما قالوا للنبي صلى الله عليه وسلم: إن قوما يأتوننا بلحم لاندري أذكر اسم الله عليه أم لا؟ فقال: سموا عليه أنتم وكلوه، قالت: وكانوا حديثي عهد بالكفر"(۲۸)۔

"یعنی ہمارے پاس کچھ نو مسلم گوشت لاتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ انھوں نے ذبیحہ کے وقت بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا "تم بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ"۔

لیکن یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ کا مستدل ہونے میں صریح نہیں، کیونکہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ تم بسم اللہ پڑھو اور کھالو، مقصد یہ ہے کہ جب مسلمان گوشت لایا ہے تو اس کے بارے میں خواہ مخواہ بدگمانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے، حسن ظن سے کام لینا چاہیے، جب تک صراحۃً ترک تسمیہ عمداً معلوم نہ ہو جائے، بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔

لہذا اس حدیث سے ترک تسمیہ عمداً میں ذبیحہ کی حلت پر استدلال کرنا درست نہیں(۲۹)۔

---

(۲۶) شرح مسلم للنووی: ۲/ ۱۴۵۔

(۲۷) إعلاء السنن: ۱۷/ ۵۷۔

(۲۸) یہ روایت آگے بخاری میں آ رہی ہے۔

(۲۹) مرقات شرح مشکاۃ، کتاب الصید والذبائح: ۸/ ۱۱۱، وتکملة فتح الملہم: ۳/ ۴۸۵۔

۲ - باب : صَيْدِ الْمِعْرَاضِ .

وقال ابْنُ عمر في المَقْتولةِ بالْبُنْدُقةِ : تلْكَ المَوْقُوذَةُ .

وكرهَهُ سالِمٌ وَالْقاسِمُ وَمُجاهِدٌ وَإِبْراهِيمُ وَعَطاءٌ وَالحسَنُ .

وكره الحسنُ : رَمْيَ الْبُنْدُقةِ في الْقُرى والأَمْصارِ ، ولا يرى بَأْسًا فِيما سِواهُ .

۵۱۵۹ : حدَّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حرْبٍ : حدَّثَنا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفرِ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قالَ : سمِعْتُ عدِيَّ بْن حاتِمٍ رَضِي اللهُ عنْهُ قال : سأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ ، فقالَ : (إذا أصبْت بحدِّهِ فكُلْ . فإذا أصاب بعرْضِهِ فقتل فإنَّهُ وقِيذٌ فلا تأْكُلْ) . فقُلْتُ : أرْسِلُ كلْبِي ؟ قالَ : (إذا أرْسلْت كلْبك وسمَّيْتَ فكُلْ) . قُلْتُ : فإنْ أكل ؟ قالَ : (فلا تأْكُلْ ، فإنَّهُ لمْ يُمْسِكْ عليْكَ ، إنَّما أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ) . قُلْتُ : أرْسِلُ كلْبِي فأَجدُ معهُ كلْبا آخر ؟ قالَ : (لا تأْكُلْ ، فإنَّك إنَّما سمَّيْت على كلْبك ولمْ تُسمِّ على آخر) . [ر : ۱۷۳]

معراض کی تفسیر میں مختلف اقوال کا بیان گذر چکا ہے، معراض کے شکار کا حکم بھی گذر چکا ہے کہ اگر تیر چوڑائی میں شکار کو لگا ہو تو وہ شکار، موقوذہ کے حکم میں ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں، اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اثر نقل کیا ہے کہ انھوں نے بندقہ کے شکار کے متعلق فرمایا کہ وہ موقوذہ کے حکم میں ہے۔

بندقہ سے غُلّہ، مراد ہے، یعنی مٹی کی بنی ہوئی وہ گولی جسے غلیل کے ذریعہ پھینکتے ہیں، ہمارے زمانے کی بندوق کی بارودی گولی مراد نہیں، اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس اثر کو بیہقی نے موصولا نقل کیا ہے (۳۰)۔

وكرهه سالم والقاسم ومجاهد وإبراهيم وعطاء والحسن

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ صدیق، مجاہد بن جبیر، ابراھیم نخعی، عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری نے بندقہ کے شکار کو مکروہ قرار دیا۔

(۳۰) فتح الباری: ۹/ ۷۵۳، وعمدة القاری: ۲۱/ ۹۳۔

سالم، قاسم، مجاهد اور ابراھیم نخعی کی تعلیقات کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے (۳۱)۔

عطا کی روایت کو عبدالرزاق اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا (۳۲)۔

وكره الحسن رمي البندقة في القرى والأمصار

حضرت حسن بصریؒ بستیوں اور شہروں میں بندقہ سے شکار کو مکروہ کہتے تھے کیونکہ وہاں لوگوں کا ہجوم رہتا ہے، کسی شخص کے زخمی ہونے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن ان کے علاوہ صحرا میں بندقہ سے شکار میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

٣ باب : ما أصاب المعراض بعرضه .

٥١٦٠ : حدثنا قبيصة : حدثنا سفيان ، عن منصور ، عن إبراهيم ، عن همام بن الحارث ، عن عدي بن حاتم رضي الله عنه قال : قلت : يا رسول الله ، إنا نرسل الكلاب المعلمة ؟ قال : (كل ما أمسكن عليك) . قلت : وإن قتلن ؟ قال : (وإن قتلن) . قلت : إنا نرمي بالمعراض ؟ قال : (كل ما خزق ، وما أصاب بعرضه فلا تأكل) . [ر : ١٧٣]

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب اور اس سے پہلا ترجمۃ الباب دونوں ایک جیسے ہیں اور بظاہر دونوں میں تکرار معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب اول میں صید معراض کا مصداق بتلانا مقصود تھا کہ کون سا شکار صید معراض کہلائے گا اور اس باب سے صید معراض کا حکم بیان کرنا مقصود ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں، لہٰذا دونوں ترجموں کا مقصد الگ الگ ہے، تکرار نہیں ہے (۳۳)۔

(۳۱) فتح الباری: ۹/ ۷۵۳، وعمدۃ القاری: ۲۱/ ۹۳۔

(۳۲) فتح الباری: ۹/ ۷۵۳، وعمدۃ القاری: ۲۱/ ۹۳۔

(۳۳) الأبواب والتراجم ۲/ ۹۱۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے باب سے امام بخاری رحمہ اللہ صید المعراض کا جواز بتلا رہے تھے اور یہ دوسرا باب لا کر اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ صید معراض جائز تو ہے لیکن اس وقت جب شکار اس کی دھار کی جانب کے لگنے سے مرا ہو، اگر چوڑائی اور عرض سے شکار مرا ہو تو پھر وہ حلال نہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

٤ - باب : صَيْدِ القَوْسِ

وَقَالَ الحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ : إِذَا ضَرَبَ صَيْدًا ، فَبَانَ مِنْهُ يَدٌ أَوْ رِجْلٌ ، لَا تَأْكُلِ الَّذِي بَانَ وَتَأْكُلُ سَائِرَهُ .

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : إِذَا ضَرَبْتَ عُنُقَهُ أَوْ وَسَطَهُ فَكُلْهُ .

وَقَالَ الأَعْمَشُ ، عَنْ زَيْدٍ : اسْتَعْصَى عَلَى رَجُلٍ مِنْ آلِ عَبْدِ اللَّهِ حِمَارٌ ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَضْرِبُوهُ حَيْثُ تَيَسَّرَ ، دَعُوا مَا سَقَطَ مِنْهُ وَكُلُوهُ .

تیر سے شکار کرنے کی شرطیں

تیر سے شکار کرنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ اس کے حلال ہونے کے لیے ایک شرط تو یہ ہے کہ تیر پھینکتے ہوئے بسم اللہ پڑھی گئی ہو، قصداً تسمیہ ترک نہ کیا گیا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ اس بات کا یقین یا ظنِ غالب ہو کہ شکار تیر لگنے ہی سے مرا ہے، کسی اور چیز سے اس کی موت واقع نہیں ہوئی، اگر شک ہو جائے کہ اس کی موت کسی اور چیز سے واقع ہوئی ہے تو اس شکار کا استعمال درست نہیں ہے اور تیسری شرط یہ ہے کہ تیر پھینکنے کے بعد شکار کے غائب ہونے کی صورت میں اس کی تلاش مسلسل جاری رکھی گئی ہو (۳۴)۔

وقال الحسن وإبراهيم: إذا ضرب صيدا فبان منه يد أو رِجل ، لاتأكل الذى بان

حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب شکار کو مارا اور اس کے ہاتھ یا پاؤں (یا جسم کا کوئی اور حصہ) اس سے الگ ہو جائے (اور وہ زندہ تھا، بعد میں پھر مر گیا) تو جو حصہ الگ

---

(۳۴) تفصیل کے لیے دیکھیے، ردالمحتار ۶/ ۴۶۸۔

ہوا ہے، اس کو کھانا جائز نہیں، باقی سارا کھا سکتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ موصولا نقل کیا ہے

"إنه قال في رجل ضرب صيدا، فأبان منه يدًا أورجلا، وهو حي ثم مات، قال: لاتأكله، ولاتأكل مابان منه إلاّ أن تضربه، فتقطعه، فيموت من ساعته، فإذا كان كذلك فليأكله" (۳۵)۔

حضرت ابراہیم نخعی کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے (۳۶)۔

وقال إبراهيم: إذاضربت عنقه أو وسطه فكله

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب آپ نے شکار کو گردن یا اس کے بالکل درمیان میں تیر مارا ہو (اور وہ مر گیا ہو) تو اسے کھائیں۔ وَسَط سین کے فتحہ کے ساتھ بالکل درمیان (مرکز دائرہ) کو کہتے ہیں (۳۷)۔

وقال الأعمش عن زيد استعصى على رجل من آل عبدالله حمار، فأمرهم أن يضربوه حيث تيسر، دعوا ماسقط منه، وكلوه۔

اعمش نے زید سے نقل کیا کہ آل عبداللہ میں سے ایک شخص سے حمار وحشی (نیل گائے، تیر لگنے کے بعد) بھاگ گیا تو عبداللہ نے حکم دیا کہ جہاں پر موقع ہو ماریں اور جو حصہ اس کا گر جائے اس کو چھوڑ دیں اور باقی کھائیں۔

اس تعلیق میں زید سے ابن وھب اور عبداللہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہیں اور "حمار" سے حمار وحشی یعنی نیل گائے مراد ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود کے خاندان کا ایک آدمی نیل گائے کا شکار نہ کر سکا تھا اس تعلیق میں اسی کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کا نام مجھے معلوم نہ

---

(۳۵) فتح الباری: ۹/۷۵۵۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۷۵۵۔ عمدۃ القاری: ۲۱/۹۵۔

(۳۷) قال العيني. وسط: بفتح السين المهملة: لأنه اسم لمعنى مابين طرفي الشئي، كمركزالدائرة، وبالسكون اسم مبهم لداخل الدائرة (عمدة القاری: ۲۱/۹۵)

ہو سکا (۳۸)۔

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے (۳۹)۔

استعصی کے معنی بے قابو ہونے کے ہیں، استعصی علیه حمار یعنی حمار وحشی تیر لگنے کے بعد اس آدمی سے بے قابو ہو گیا، اس کے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔

امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے نزدیک اگر شکار کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں برابر ہیں تو دونوں کا استعمال درست ہے، اگر ایک ثلث الگ ہو گیا ہے اور وہ سر کی جانب سے ہے تو بھی سب کا استعمال جائز ہے لیکن اگر ایک ثلث سر کی جانب سے نہیں بلکہ دم کی جانب سے الگ ہوا ہے تو پھر اس جدا ہونے والا ثلث کا استعمال جائز نہیں (۴۰)۔

٥١٦١ : حدّثنا عبد الله بن يزيد : حدّثنا حيوة قال : أخبرني ربيعة بن يزيد الدمشقيّ ، عن أبي إدريس ، عن أبي ثعلبة الخشنيّ قال : قلت : يا نبيّ الله ، إنّا بأرض قوم أهل الكتاب ، أفنأكل في آنيتهم ؟ وبأرض صيد ، أصيد بقوسي ، وبكلبي الّذي ليس بمعلّم وبكلبي المعلّم ، فما يصلح لي ؟ قال : (أمّا ما ذكرت من أهل الكتاب : فإن وجدتم غيرها فلا تأكلوا فيها ، وإن لم تجدوا فاغسلوها وكلوا فيها . وما صدت بقوسك فذكرت اسم الله فكل . وما صدت بكلبك المعلّم فذكرت اسم الله فكل . وما صدت بكلبك غير معلّم فأدركت ذكاته فكل)

[٥١٧٠ ، ٥١٧٧]

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اہل کتاب کی زمین میں رہتا ہوں، کیا میں ان کے برتنوں میں کھا سکتا ہوں؟ اور شکار کی زمین میں رہتا ہوں، کمان سے اور کلب غیر معلم اور کلب معلم سے شکار کرتا ہوں تو میرے لیے کون سی صورت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اہل کتاب کے متعلق جو تم نے ذکر کیا، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تم ان کے علاوہ کوئی برتن پاؤ تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور

---

(۳۸) فتح الباری: ۹/ ۷۵۵۔

(۳۹) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۹۵۔

(۴۰) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۹۵۔

اگراور برتن نہ ملے تو اسے دھولو، پھراس میں کھاؤاور اپنی کمان سے جو تم نے شکار کیا ہے، اگراس پر بسم اللہ پڑھ لی ہے تو کھاؤ، سکھائے ہوئے کتے کے ذریعہ جو شکار کیا ہے، اس پر اگر تم نے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو کھاؤ، کلب غیر معلم کے ذریعے جو شکار تم نے کیااور اس کے ذبح کرنے کا موقع تم نے پایا تو اس کو بھی (ذبح کرنے کے بعد) کھا سکتے ہو۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۴۱)۔

یہ روایت حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے ہے، حضرت ابو ثعلبہؓ کے نام میں مختلف اقوال ہیں۔ جرثوم، جرھم، ناشب، غرنوق، ناشر، لاش، لاشن، ان کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے، عمرو، ناشب، جلہم، حمیر (۴۲)۔

یانبی اللّٰہ إنا بأرض قوم اهل الکتاب

اس سے شام کی سرزمین مراد ہے، عرب کے کئی قبائل شام میں رہ کر نصرانی بن گئے تھے، ان میں سے ایک قبیلہ حضرت ابو ثعلبہ کا بھی تھا (۴۳)۔

---

(۴۱)(۵۱۶۱) الحدیث أخرجه البخاری أیضا فی باب ماجاء فی التصید،(رقم الحدیث: ۵۱۷۰) وباب آنیة المجوس والمیتة(رقم الحدیث:۵۱۷۷) وأخرجه مسلم فی کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة، رقم الحدیث:۱۹۳۰،وأخرجه أبو داود فی کتاب الأطعمة، باب الأکل فی آنیة اهل الکتاب،(رقم الحدیث:۳۸۳۹)وأخرجه الترمذی فی الصید، باب ماجاء مایؤکل من صید الکلب ومالا یؤکل،(رقم الحدیث:۱۴۹۱) وفی السیر، باب ماجاء فی الانتفاع بآنیة المشرکین،(رقم الحدیث:۱۲۰۵) وفی الأطعمة، باب ماجاء فی الأکل فی آنیة الکفار،(رقم الحدیث: ۱۸۵۸) وأخرجه النسائی فی الصید، باب صید الکلب الذی لیس بمعلم (رقم الحدیث:۴۲۶۶)وأخرجه فی الصید، باب صید الکلب،(رقم الحدیث: ۳۲۴۶) وباب صید القوس (رقم الحدیث:۳۲۵۰)

(۴۲) فتح الباری:۹/۷۵۲۔

(۴۳) فتح الباری:۹/۷۵۲۔

کفار کے برتنوں کو استعمال کرنے کا حکم

أفنأكل في آنيتهم،...... آنية: إناء کی جمع ہے اور أواني آنية کی جمع ہے۔

مشرکین اور کفار کے برتنوں کے استعمال کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں نجاست کے ہونے کا یقین ہو تو ایسی صورت میں بغیر دھوئے ان کا استعمال جائز نہیں، حرام ہے، ہاں اگر دھو لیے گئے تو پھر ان کا استعمال جائز ہے۔

اور اگر ان میں نجاست نہیں ہے تو ایسی صورت میں بغیر دھوئے ان کا استعمال مکروہ ہے، حرام نہیں اور دھونے کے بعد ان کا استعمال بلا کراہت جائز ہے، چاہے اور برتن ملیں یا نہ ملیں، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز، ولايكون أكلا ولاشاربا حراما، وهذا إذالم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لايجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولوشرب أوأكل كان شاربا وآكلا حراما"(۴۴)۔

حدیث باب کے الفاظ "فإن وجدتم غيرآنيتهم فلاتأكلوا فيها" سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوسرے برتن میسر ہوں تو اہل کتاب کے برتن استعمال نہیں کرنے چاہئیں، جب کہ فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ مذکورہ سوال ان برتنوں کے متعلق تھا جن میں نجاست ہوتی تھی۔ چنانچہ ابوداود کی روایت میں تصریح ہے "إنا نجاور أهل الكتاب، وهم يطبخون في قدورهم الخنزير، ويشربون في آنيتهم الخمر"(۴۵) ... اور ظاہر ہے کہ خنزیر اور خمر دونوں نجس ہیں، ایسے

---

(۴۴) فتاوی عالمگیری:۵/۳۴۷۔

(۴۵) سنن أبي داود، كتاب الأطعمة باب الأكل في آنية أهل الكتاب:۳/۳۶۳(رقم الحديث:۳۸۳۹)

برتنوں کا استعمال دھوئے بغیر ناجائز اور حرام ہیں اور اگر دوسرے برتن موجود ہوں تو ان کا استعمال دھونے کے باوجود مکروہ ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نہی تنزیہی ہے جو جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے لہٰذا فقہاء کے فتوی اور حدیث کے ظاہر مفہوم دونوں میں کوئی تعارض نہیں (۴۶)۔

علامہ ابن حزم اور ظاہریہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ مشرکین اور کفار کے برتنوں کا استعمال دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ دوسرے برتن نہ ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ انہیں دھویا جائے (۴۷)۔

٥ - باب : الخَذْفِ وَالْبُنْدُقَةِ .

٥١٦٢ : حدّثنا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، وَاللَّفْظُ لِيَزِيدَ ، عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الحَسَنِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ : أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً يَخْذِفُ ، فقال لَهُ : لَا تَخْذِفْ ، فَإِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الخَذْفِ ، أَوْ كانَ يَكْرَهُ الخَذْفَ ، وقالَ : (إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَأُ بِهِ عَدُوٌّ ، وَلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ ، وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ) . ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَخْذِفُ ، فَقَالَ لَهُ : أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الخَذْفَ ، وَأَنْتَ تَخْذِفُ ، لَا أُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا . [ر : ٤٥٦١]

خَذْف (خاء کے ساتھ) انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکنے کو کہتے ہیں، ابن المنذر نے فرمایا الخذف: رميك حصاة أو نواة تأخذ بين سبابتيك وترمي بها اور حَذْف (حاء مہملہ کے ساتھ) رمی بالعصا لاٹھی سے کسی چیز کے مارنے اور پھینکنے کو کہتے ہیں (۴۸)۔

ابن اثیر نے فرمایا حذف رمی اور ضرب دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (۴۹) اور بُنْدُقة کے

(۴۶) فتح الباری:۹/۷۵۶۔

(۴۷) فتح الباری:۹/۷۵۷۔

(۴۸) عمدة القاری:۲۱/۹۶۔

(۴۹) عمدة القاری:۲۱/۹۶، النہایة لابن الأثیر: ۱/۳۵۶۔

متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں طينة مدورة مجففة يرمى بها عن الجُلاهق (۵۰) یعنی مٹی سے بنی ہوئی وہ گول سی خشک گولی جو غلیل کے ذریعہ پھینکی جاتی ہے، اس کو اردو میں غُلہ کہتے ہیں۔

غلیل سے شکار کا حکم

جُلاہِق (جیم کے ضمہ اور ہاء کے کسرہ کے ساتھ) غلیل کو کہتے ہیں، غلیل سے جو شکار کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جب تک اس کو ذبح نہ کیا جائے، اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ وہ موقوذہ کے حکم میں ہے (۵۱)۔

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ولا تأكل من البندقة إلا ماذكيت" (۵۲)۔

ابن المسیب اور ابن ابی لیلی سے بندقہ یعنی غلہ کے ذریعہ شکار کا جواز منقول ہے (۵۳)۔

بندوق کی گولی سے شکار کا حکم

باقی آج کل بندوق کی گولی سے جو شکار کیا جاتا ہے، اس کے حکم کے متعلق بھی فقہاء کے اقوال میں اختلاف ہے۔

متقدمین کی کتابوں میں بندوق کی بارودی گولی کے متعلق کوئی حکم نہیں ملتا کیونکہ بارود کی گولی آٹھویں یا دسویں صدی ہجری میں عام ہوئی ہے۔

حنفیہ میں سے ابن عابدین اور ابن نجیم نے گولی کے شکار کو موقوذہ کے حکم میں قرار دے کر ناجائز کہا ہے اِلا یہ کہ وہ زندہ حالت میں مل جائے اور اسے شرعی طریقے سے ذبح کر دیا جائے (۵۴)۔

---

(۵۰) عمدة القاری: ۹۱/۲۱۔

(۵۱) المغنی لابن قدامة: ۳۷/۱۱۔

(۵۲) المغنی لابن قدامة: ۳۷/۱۱

(۵۳) المغنی لابن قدامة: ۳۷/۱۱

(۵۴) ردالمحتار: ۴۷۱/۶۔ وتذکرة الرشید: ۱۳۹/۱۔

مالکیہ نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے، چنانچہ علامہ دردیر، علامہ دسوقی اور علامہ صاوی نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے (۵۵)۔ علامہ شوکانی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے (۵۶)، حنفیہ میں سے علامہ سندھی نے بھی اسے جائز کہا ہے (۵۷)۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ بندوق کی گولی میں خرق پایا جاتا ہے۔

یہ اختلاف بندوق کی عام بارود کی گولی میں ہے، لیکن اگر گولی محدد، دھاری دار اور نوک دار ہو جیسے بعض صورتوں میں کلاشنکوف، جی تھری اور تھری ناٹ تھری وغیرہ کی گولی یا نوک دار چھرہ والا کارتوس ہوتا ہے تو ایسی نوک دار گولی کا شکار بالاتفاق درست ہے کیونکہ اس میں خرق پایا جاتا ہے اور چھید کر پار ہونے کی صلاحیت اس میں ہوتی ہے اس لیے ایسی گولی آلات جارحہ میں شمار ہوگی۔

اس میں اصل وہی ہے کہ جو چیز خود جارح نہ ہو بلکہ زور اور پریشر سے شکار کو زخمی کر کے مار دے تو وہ موقوذہ کے حکم میں ہے اور حلال نہیں، بندوق کی عام گولی اور غلیل کی گولی بھی چونکہ خود جارح نہیں، اس لیے اس کا شکار اگر قبل الذبح مر جائے تو اس کا استعمال جائز نہیں۔

حدثنی یوسف بن راشد......

حضرت عبداللہ بن مغفل نے ایک آدمی کو انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا کہ کنکریاں مت پھینکو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے یا یہ کہا کہ آپ خذف یعنی انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرمایا کہ اس سے نہ شکار ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی دشمن زخمی ہو سکتا ہے، ہاں البتہ بسا اوقات کسی کا دانت توڑ دیتا ہے اور آنکھ پھوڑ دیتا ہے، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے پھر اس آدمی کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو کہا "میں نے تجھ سے رسول اللہ

(۵۵) حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر: ۲/۱۰۳، وحاشیة الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر: ۲/۱۶۲۔

(۵۶) فتح القدیر: ۲/۹۔

(۵۷) التحریر المختار للعرافی: ۳۱۵۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ نے اسے مکروہ سمجھا ہے لیکن اس کے باوجود تم انگلیوں سے کنکریاں پھینک رہے ہو، میں تم سے آئندہ گفتگو نہیں کروں گا"۔

انه رأى رجلا

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آدمی کا نام مجھے معلوم نہ ہو سکا(۵۸)۔

انه لایصاد به صید

یعنی کنکریاں انگلیوں سے پھینک کر عموماً شکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس طرح کی کنکری لگنے سے کوئی شکار مر بھی جائے تو وہ موقوذہ کے حکم میں ہے اور اس کا استعمال جائز نہیں ہے(۵۹)۔

و لاینکأ به عدو

نَکَأَ......نکایة باب فتح سے اس کے معنی ہیں، زخمی کرنا، یعنی دشمن کو بھی میدان جنگ میں اس عمل کے ذریعہ سے زخمی نہیں کیا جاسکتا، البتہ قریب بیٹھے ہوئے اپنے ہی آدمیوں میں کسی کے دانت ٹوٹنے یا آنکھ پھوڑنے کا ذریعہ بن سکتا ہے مقصد یہ ہے کہ اس حرکت سے فائدہ تو کچھ بھی نہیں، نہ اس سے دشمن کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ شکار کیا جاسکتا ہے، البتہ اپنے کسی آدمی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

لاأكلمك كذا و كذا

کذا و کذا یہاں مبہم ہے، مسلم کی روایت میں "لا أكلمك أبدا" ہے(۶۰)۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کی مخالفت کرنے والے شخص سے ترک تعلق اور ترک کلام اختیار کیا جاسکتا ہے اور یہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے ترک کلام کی جو نہی وارد ہوئی ہے اس میں داخل نہیں، کیونکہ وہ نہی اس شخص سے متعلق ہے جو کسی سے اپنے ذاتی غصہ اور نفرت کی وجہ سے ترک کلام کرے(۶۱)۔

---

(۵۸) فتح الباری:۹/۷۵۸۔

(۵۹) فتح الباری:۹/۷۵۸۔

(۶۰) فتح الباری :۹/۷۵۹۔

(۶۱) فتح الباری:۹/۷۵۹۔

٦ باب من اقتنى كلبا ليس بكلب صيد أو ماشية

٥١٦٣/٥١٦٥ : حدثنا موسى بن إسماعيل . حدثنا عبد العزيز بن مسلم : حدثنا عبد الله بن دينار قال : سمعت ابن عمر رضي الله عنهما . عن النبي ﷺ قال (من اقتنى كلبا . ليس بكلب ماشية أو ضارية . نقص كل يوم من عمله قيراطان)

(٥١٦٤) حدثنا المكي بن إبراهيم أخبرنا حنظلة بن أبي سفيان قال سمعت سالما يقول . سمعت عبد الله بن عمر يقول سمعت النبي ﷺ يقول (من اقتنى كلبا . إلا كلبا ضاريا لصيد أو كلب ماشية ، فإنه ينقص من أجره كل يوم قيراطان) .

(٥١٦٥) : حدثنا عبد الله بن يوسف . أخبرنا مالك . عن نافع . عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : (من اقتنى كلبا . إلا كلب ماشية . أو ضاريا . نقص من عمله كل يوم قيراطان) .

اقتناء کے معنی پالنے کے ہیں اور ماشیة اسم ہے جو اونٹ، گائے اور بکری کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع مواشی ہے، کلب ماشیہ یعنی وہ کتا جس کو جانوروں وغیرہ کی حفاظت کے لیے پالا جاتا ہے۔

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت تین طرق سے نقل کی ہے، ان کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کتا پالتا ہے اور وہ نہ شکار کے لیے ہے اور نہ ہی حفاظت کے لیے تو اس کے عمل میں سے ہر دن دو قیراط کا اجر کم کیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ اگر وہ شکار یا حفاظت کی غرض سے کتا پالتا ہے تو اس کی شریعت میں اجازت ہے۔

ليس بكلب صيد ولاضارية

ضارية اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے، باب سمع سے ہے، ضري الكلب بالصيد کتے کا شکار کا عادی ہونا، ضاری: شکاری، شکار کا عادی، ضارية مؤنث کے بجائے "ضاری" مذکر ہونا چاہیے کیونکہ یہ کلب کی صفت ہے لیکن "ماشية" کی مناسبت سے "ضارية" لے آئے ہیں تاکہ دونوں میں وزن کے اعتبار سے تناسب برقرار رہے، جیسے کہتے ہیں لادریت ولاتلیت جب کہ "تلوت" ہونا چاہیے لیکن "دریت"

کی مناسبت سے "تلیت" کہہ دیا جاتا ہے(٦٢)۔

٧ - باب : إذا أكل الكلب.

وَقَوْلُهُ تَعَالَى : «يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ» /المائدة: ٤/ : الصَّوَائِدُ وَالْكَوَاسِبُ . «اجْتَرَحُوا» /الجاثية: ٢١/ : اكْتَسَبُوا . «تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ - إِلَى قَوْلِهِ - سَرِيعُ الْحِسَابِ» .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : إِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَقَدْ أَفْسَدَهُ . إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ . وَاللَّهُ يَقُولُ : «تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ» . فَتُضْرَبُ وَتُعَلَّمُ حَتَّى تَتْرُكَ .

وَكَرِهَهُ ابْنُ عُمَرَ .

وَقَالَ عَطَاءٌ : إِنْ شَرِبَ الدَّمَ وَلَمْ يَأْكُلْ فَكُلْ .

٥١٦٦ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ، عَنْ بَيَانٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ . سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ : إِنَّا قَوْمٌ نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ ؟ فَقَالَ : (إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ ، وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ ، فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ قَتَلْنَ . إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ . فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ . وَإِنْ خَالَطَهَا كِلَابٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ) . [ر : ١٧٣]

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باب إذا أکل الکلب شرط ہے اور جواب شرط "لایؤ کل" محذوف ہے(٦٢☆)۔

اس کے بعد باب امام بخاری نے سورۂ مائدہ کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے۔

﴿یسالونك ماذا احل لهم قل احل لكم الطيبات وما علمتم من

(٦٢) عمدة القاری: ٢١/٩٨۔الحدیث اخرجه البخاری فیه ایضا، رقم الحدیث: (٥١٦٤) وایضا فیه (رقم الحدیث:٥١٦٥)

(٦٢☆) عمدة القاری: ٢١/٩٨

الجوارح مکلبین تعلموهن مما علمکم اللّٰه فکلوا مما امسکن علیکم واذ کروا اسم اللّٰه علیه واتقوا للّٰه ان اللّٰه سریع الحساب﴾

''لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لیے حلال کیے گئے ہیں؟ (یعنی جتنے حلال شکار ذبح سے حلال ہو جاتے ہیں کیا کتے اور باز وغیرہ کے شکار کرنے سے وہ سب حلال رہتے ہیں) آپ فرما دیجیے تمھارے لیے طیبات (ستھری چیزیں) حلال کی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو (شکار پر) چھوڑو بھی اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لیے پکڑیں اس کو کھالو اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔''

حضرات فقہاء کرام نے شکار کے لیے مذکورہ آیت سے پانچ شرطیں مستنبط کی ہیں:

آیت کریمہ سے پانچ شرطوں کا استنباط

پہلی شرط یہ کہ وہ کتا یا باز سدھایا اور سکھایا ہوا ہو، یہ شرط ''وما علمتم'' سے ماخوذ ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی نے اپنے ارادے سے شکاری کتے یا باز کو شکار پکڑنے کے لیے چھوڑا ہو، یہ نہ ہو کہ وہ خود بخود شکار کے پیچھے دوڑ کر اسے پکڑ لیں، یہ شرط ''مکلبین'' سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ لفظ تکلیب سے مشتق ہے جس کے معنی کتوں کے سکھلانے اور سدھانے کے ہیں، پھر ہر شکاری جانور (باز وغیرہ) کے سکھلانے اور شکار پر چھوڑنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا، چنانچہ بعض مفسرین نے اس کی تفسیر ارسال سے کی ہے جس کے معنی ہیں شکار پر چھوڑنا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار سے خود نہ کھائے بلکہ تمہارے پاس لائے یہ شرط ''مما أمسکن علیکم'' سے ماخوذ ہے۔

چوتھی شرط ''بسم اللہ'' پڑھنے کی ہے جس کا حکم ''واذکروا اسم اللّٰه'' میں دیا گیا ہے۔

اور پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ شکاری کتا شکار کو زخمی بھی کردے، یہ شرط ''الجوارح'' سے اخذ کی

گئی ہے، یہ شرط صرف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے(۶۳)۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ حکم ان وحشی جانوروں سے متعلق ہے جو انسان کے قبضہ میں نہ ہوں، لیکن اگر کوئی وحشی جانور قبضے میں آگیا تو پھر وہ ذبح کے بغیر حلال نہیں ہوگا۔

لصوائد والکواسب

صوائد: صائدۃ کی جمع ہے اور کواسب کا سبۃ کی جمع ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ”الجوارح“ کی صفت ہے(۶۴) اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا یہ کلاب کی صفت ہے(۶۵) یعنی شکار کرنے اور کمانے والے درندے یا کتے۔

اجترحوا: اکتسبوا

یہ لفظ ایک دوسری آیت میں ہے ﴿والذین اجترحوا السیئات﴾ فرماتے ہیں کہ جرحو کے معنی کام کرنے اور کمانے کے ہیں، کواسب کی مناسبت سے اس لفظ کو امام بخاری نے یہاں ذکر کیا کہ اجتراح اکتساب کے معنی میں آتا ہے۔

وقال ابن عباس إذا أكل الكلب فقد أفسده، إنما أمسك على نفسه والله يقول ...

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کتے نے شکار کھالیا تو اس نے اسے فاسد کردیا (اب اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ) وہ اس نے اپنے لیے پکڑا ہے، جبکہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ تم ان کتوں کو سدھاؤ (اور جب اس نے خود کھالیا تو معلوم ہوا کہ وہ سدھایا ہوا نہیں ہے، لہٰذا اس کا استعمال درست نہیں) سدھانے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں مارا جائے اور سکھایا جائے یہاں تک کہ وہ شکار پکڑنے کے بعد اس سے کھانا چھوڑدے حتی تترك یعنی الأكل، تترك کا مفعول بہ أكل ہے۔

---

(۶۳) دیکھیے معارف القرآن، سورۃ المائدۃ: ۳/۴۱۔

(۶۴) عمدۃ القاری ۲۱/۹۹۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۶۱۷۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس تعلیق کو سعید بن منصور نے موصولاً نقل کیا ہے(۶۶)۔

وکرهه ابن عمرؓ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایسے شکار کو جس سے کتے نے کھایا ہو مکروہ سمجھتے تھے۔

وقال عطاء: إن شرب الدم ولم يأكل، فكل

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ کتے نے شکار کا خون پی لیا لیکن اس کا گوشت نہیں کھایا تو ایسے شکار کا استعمال جائز ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے(۶۷)۔

٨ – باب : الصَّيْدِ إذا غاب عنْهُ يومَيْنِ أوْ ثلاثة .

٥١٦٧ : حدّثنا موسى بْنُ إسْماعيل . حدّثنا ثابتُ بْنُ يزيد : حدّثنا عاصِم . عن الشّعْبيّ . عَنْ عدِيّ بْنِ حاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النّبِيّ ﷺ قالَ : (إذا أرْسَلْتَ كَلْبكَ وسَمّيْتَ فأمْسكَ وقتلَ فكُلْ ، وَإنْ أكَلَ فَلا تأكُلْ . فإنّما أمْسكَ عَلَى نَفْسِهِ . وَإذا خالطَ كِلابًا . لَمْ يُذْكرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْها ، فأمْسَكْنَ وقتَلْنَ فَلا تأكُلْ ، فإنّكَ لا تدْرِي أيُّها قتلَ . وإنْ رَميْتَ الصّيْدَ فوَجَدْتَهُ بَعْدَ يَوْمٍ أوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إلّا أثَرُ سَهْمِكَ فكُلْ ، وَإنْ وَقعَ في الماءِ فَلا تأكُلْ) .

وَقالَ عَبْدُ الأعْلَى ، عَنْ داوُدَ ، عَنْ عامِرٍ ، عَنْ عَدِيٍّ : أنّهُ قالَ لِلنّبِيّ ﷺ : يَرْمي الصّيْدَ فيَقْتَفِرُ أثرَهُ اليَوْمَيْنِ وَالثّلاثةَ ، ثُمّ يَجِدُهُ مَيّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ ، قالَ : (يأكُلُ إنْ شاءَ) .

[ر : ١٧٣]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے شکار کیا لیکن وہ شکار اس سے غائب ہو گیا اور دو تین دن کے بعد ملا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شکاری کو یقین ہو کہ شکار اسی کے تیر سے مرا ہے تو اسے کھا سکتا ہے لیکن اگر شکار میں مرنے کی کوئی اور علامت اور سبب بھی نظر آ رہا ہو

(۶۶) عمدة القاری:۲۱/۱۰۰، وفتح الباری:۹/۷۶۱۔

(۶۷) عمدة القاری:۲۱/۱۰۰۔

مثلاً پانی میں ڈوبا ہوا ہے، یا کسی پہاڑی سے گرا ہوا معلوم ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کا استعمال جائز نہیں۔

لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ شکاری، شکار کرنے کے بعد اس کی تلاش مسلسل جاری رکھے۔

وقال عبدالأعلى عن داود، عن عامر عن عدي أنه قال للنبي صلى الله عليه وسلم يرمي الصيد فيقتفي أثره اليومين ....

حضرت عدی بن حاتم نے سوال کیا کہ شکار پر تیر پھینک دیا گیا اور (غائب ہونے کے بعد) اس کی تلاش دو یا تین دن شکاری نے جاری رکھی، پھر اس کو اس حالت میں مردہ پایا کہ شکاری کا تیر اس کے جسم میں پیوست تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر وہ چاہے تو کھا سکتا ہے۔

يقتفي: اقتفاء سے ہے جس کے معنی تتبع اور تلاش کرنے کے آتے ہیں، یہ لفظ "يقتفر" بھی مروی ہے، اقتفار کے معنی بھی تلاش و تتبع کے ہیں (۶۸)۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "إذارميت سهمك فغاب عنك، فأدركته، فكل مالم ينتن" (۶۹) اس میں "مالم ينتن" کی قید ہے کہ جب تک وہ بدبودار نہ ہو جائے، اس وقت تک کھا سکتے ہیں، اگر وہ اس قدر بدبودار ہو چکا ہے کہ اس کا کھانا مضر صحت ہے تو اس کا استعمال تب تو حرام ہے لیکن اگر اس میں تھوڑی بہت بدبو پیدا ہوئی ہے تو اس کا استعمال جائز ہے تاہم حدیث کی وجہ سے کراہت تنزیہی سے بہر حال خالی نہیں۔

عبد الاعلیٰ کی مذکورہ تعلیق کو امام ابوداود رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۰)۔

---

(۶۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۱۔

(۶۹) فتح الباری: ۹/ ۷۶۳۔

(۷۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۱، وفتح الباری: ۹/ ۷۶۳۔

۹ - باب : إذا وجد مع الصيد كلبا آخر .

۵۱۶۸ : حدثنا آدم : حدثنا شعبة ، عن عبد الله بن أبي السفر ، عن الشعبي ، عن عدي بن حاتم قال : قلت : يا رسول الله ، إني أرسل كلبي وأسمي . فقال النبي ﷺ : (إذا أرسلت كلبك وسميت ، فأخذ فقتل فأكل فلا تأكل ، فإنما أمسك على نفسه) . قلت : إني أرسل كلبي ، فأجد معه كلبا آخر ، لا أدري أيهما أخذه ؟ فقال : (لا تأكل ، فإنما سميت على كلبك ولم تسم على غيره) . وسألته عن صيد المعراض ، فقال : (إذا أصبت بحده فكل ، وإذا أصبت بعرضه فقتل فإنه وقيذ ، فلا تأكل) . [ر : ۱۷۳]

شکاری کے کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شکار کرنے میں شریک ہو گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں، حدیث شریف میں اس کی علت بیان کردی ہے کہ "فإنما سميت على كلبك ولم تسم على غيره"۔

۱۰ - باب : ما جاء في التصيد .

۵۱۶۹ : حدثني محمد : أخبرني ابن فضيل ، عن بيان ، عن عامر ، عن عدي بن حاتم رضي الله عنه قال : سألت رسول الله ﷺ فقلت : إنا قوم نتصيد بهذه الكلاب ، فقال : (إذا أرسلت كلابك المعلمة ، وذكرت اسم الله ، فكل مما أمسكن عليك ، إلا أن يأكل الكلب فلا تأكل ، فإني أخاف أن يكون إنما أمسك على نفسه ، وإن خالطها كلب من غيرها فلا تأكل) . [ر : ۱۷۳]

۵۱۷۰ : حدثنا أبو عاصم ، عن حيوة بن شريح . وحدثني أحمد بن أبي رجاء : حدثنا سلمة بن سليمان ، عن ابن المبارك ، عن حيوة بن شريح : قال سمعت ربيعة بن يزيد الدمشقي قال : أخبرني أبو إدريس عائذ الله قال : سمعت أبا ثعلبة الخشني رضي الله عنه يقول : أتيت رسول الله ﷺ فقلت : يا رسول الله ، إنا بأرض قوم أهل الكتاب ، نأكل في آنيتهم ،

وأرض صيد أصيد بقوسي ، وأصيد بكلبي المعلم والذي ليس معلما ، فأخبرني ، ما الذي يحل لنا من ذلك ؟ فقال : (أما ما ذكرت أنك بأرض قوم أهل الكتاب تأكل في آنيتهم : فإن وجدتم غير آنيتهم فلا تأكلوا فيها ، وإن لم تجدوا فاغسلوها ثم كلوا فيها . وأما ما ذكرت أنك بأرض صيد : فما صدت بقوسك فاذكر اسم الله ثم كل . وما صدت بكلبك المعلم فاذكر اسم الله ثم كل ، وما صدت بكلبك الذي ليس معلما فأدركت ذكاته فكل)

[ر : ٥١٦١]

٥١٧١ : حدثنا مسدد . حدثنا يحيى ، عن شعبة قال : حدثني هشام بن زيد ، عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : أنفجنا أرنبا بمر الظهران ، فسعوا عليها حتى لغبوا ، فسعيت عليها حتى أخذتها ، فجئت بها إلى أبي طلحة ، فبعث إلى النبي ﷺ بوركها وفخذيها فقبله .

[ر : ٢٤٣٣]

٥١٧٢ : حدثنا إسماعيل قال : حدثني مالك ، عن أبي النضر ، مولى عمر بن عبيد الله ، عن نافع ، مولى أبي قتادة ، عن أبي قتادة : أنه كان مع رسول الله ﷺ ، حتى إذا كان ببعض طريق مكة ، تخلف مع أصحاب له محرمين ، وهو غير محرم ، فرأى حمارا وحشيا ، فاستوى على فرسه ، ثم سأل أصحابه أن يناولوه سوطا فأبوا ، فسألهم رمحه فأبوا ، فأخذه ثم شد على الحمار فقتله ، فأكل منه بعض أصحاب رسول الله ﷺ وأبى بعضهم ، فلما أدركوا رسول الله ﷺ سألوه عن ذلك ، فقال : (إنما هي طعمة أطعمكموها الله) .

حدثنا إسماعيل قال : حدثني مالك ، عن زيد بن أسلم ، عن عطاء بن يسار ، عن أبي قتادة : مثله ، إلا أنه قال : (هل معكم من لحمه شيء) . [ر : ١٧٢٥]

شکار کرنے کا حکم

تصید باب تفعل سے ہے جس میں تکلف کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے شکار کرنے کا حکم بیان کیا ہے، شکار کو اگر کوئی ذریعۂ معاش بناتا ہے تو یہ مشروع ہے، اسی طرح اگر کوئی اسے ذریعہ معاش نہیں بناتا لیکن کبھی کبھی شکار کر لیتا ہے تو یہ

مباح ہے، اور اگر کوئی شوقیہ شکار کرتا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے لیکن جمہور کے نزدیک بلاکراہت جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ شکار کو ذبح کر کے اس سے انتفاع حاصل کیا جائے۔ اگر انتفاع اور ذبح کرنے کا ارادہ نہیں، ویسے ہی جانوروں کو مارنا ہے تو یہ بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے (۷۱)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے شکار کی مشروعیت کو اس لیے بیان کیا کہ ایک حدیث سے اس کی عدم مشروعیت کا کسی کو وہم ہو سکتا ہے جس میں ہے "من سکن البادیة جفا، و من اتبع الصید غفل" یعنی جو شخص دیہات میں رہا، اس نے ظلم کیا، جفا کے دو معنی ہیں، ایک جفاعلی نفسه یعنی اس شخص نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ دیہات میں آدمی کی تعلیم وتربیت کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں، اس کے مقابلے میں شہر میں تعلیم وتربیت کے لیے ماحول ساز گار ہوتا ہے تو دیہات میں رہ کر اپنے آپ کو تعلیم وتربیت سے دور رکھنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

جفا کے دوسرے معنی سختی اور سنگ دلی کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو شخص دیہات اور بادیہ میں رہتا ہے، وہ سنگ دل ہو جاتا ہے، اس کا دل سخت ہوتا ہے، شہریوں کے مقابلے میں واقعتاً دیہاتیوں کی طبیعت میں سختی اور درشتگی زیادہ ہوتی ہے، و من اتبع الصید غفل یعنی جو شکار کے پیچھے پڑا، وہ غافل ہو گیا، شکار کے شوقین عموماً خود غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب آدمی شکار کے عمل میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ نماز اور دوسرے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں خلل واقع ہونے لگے، ورنہ فی نفسہ شکار کی مشروعیت میں کوئی کلام نہیں (۷۲)۔

باب کی تیسری حدیث میں ہے "أنفجنا أرنبا بمرا لظهران" أنفج کے معنی هیج کے ہیں، برانگیختہ کرنا، ابھارنا، مرالظهران: مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، لغبوا بمعنی تعبوا ہے: تھک جانا۔

---

(۷۱) فتح الباری: ۹/ ۷۵۲۔

(۷۲) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۱

۱۱ باب : التَّصَيُّدِ عَلَى الْجِبَالِ .

۵۱۷۳ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْجُعْفِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنَا عَمْرٌو : أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ . عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ . وَأَبِي صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ : سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَهُمْ مُحْرِمُونَ ، وَأَنَا رَجُلٌ حِلٌّ عَلَى فَرَسٍ ، وَكُنْتُ رَقَّاءً عَلَى الْجِبَالِ . فَبَيْنَا أَنَا عَلَى ذٰلِكَ . إِذْ رَأَيْتُ النَّاسَ مُتَشَوِّفِينَ لِشَيْءٍ . فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ . فَإِذَا هُوَ حِمَارُ وَحْشٍ ، فَقُلْتُ لَهُمْ : مَا هٰذَا ؟ قَالُوا : لَا نَدْرِي . قُلْتُ : هُوَ حِمَارٌ وَحْشِيٌّ . فَقَالُوا : هُوَ مَا رَأَيْتَ . وَكُنْتُ نَسِيتُ سَوْطِي . فَقُلْتُ لَهُمْ : نَاوِلُونِي سَوْطِي ، فَقَالُوا : لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ . فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُ . ثُمَّ ضَرَبْتُ فِي أَثَرِهِ . فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا ذَاكَ حَتَّى عَقَرْتُهُ ، فَأَتَيْتُ إِلَيْهِمْ . فَقُلْتُ لَهُمْ : قُومُوا فَاحْتَمِلُوا . قَالُوا : لَا نَمَسُّهُ . فَحَمَلْتُهُ حَتَّى جِئْتُهُمْ بِهِ ، فَأَبَى بَعْضُهُمْ . وَأَكَلَ بَعْضُهُمْ . فَقُلْتُ : أَنَا أَسْتَوْقِفُ لَكُمُ النَّبِيَّ ﷺ ، فَأَدْرَكْتُهُ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيثَ ، فَقَالَ لِي : (أَبَقِيَ مَعَكُمْ شَيْءٌ مِنْهُ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، فَقَالَ : (كُلُوا ، فَهُوَ طُعْمٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللهُ) . [ر : ۱۷۲۵]

تصید کے معنی حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے کئے ہیں ”شکار کو ہی مشغلہ بنالینا“۔

سند میں ابوالنضر کے دو شیخ ہیں ،ایک نافع مولی ابی قتادہ اور دوسرے ابو صالح مولی توأمہ۔

ابوالنضر کا نام سالم ہے(۱)۔

ابو صالح کا نام نبہان ہے،نبہان کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے(۲)،یہ توأمہ کے آزاد کردہ غلام تھے، توأمہ جڑواں بچی کو کہتے ہیں، یہاں توأمہ سے توأمہ بنت امیہ بن خلف جمحی مراد ہیں، چونکہ یہ اپنی ایک بہن کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں،اس لیے انھیں توأمہ کہا جانے لگا(۳)، یہ صفوان بن

---

(۱) فتح الباری:۹/۷۶۲۔

(۲) فتح الباری:۹/۷۶۲،وتهذيب الكمال:۲۹/۳۱۱۔

(۳) عمدۃ القاری:۲۱/۱۰۴۔

امیہ کی بہن تھیں(۴)۔

لغات حدیث کی تشریح

حدیث باب میں چند الفاظ کے معنی دیکھ لیں، وھم مُحْرِمُون: یعنی وہ لوگ احرام میں تھے، یہ جملہ حالیہ ہے۔ وأنا رَجَلٌ حِلٌّ علی فرسی: یعنی میں اپنے گھوڑے پر حلال تھا، حالت احرام میں نہیں تھا، حِل (حاء کے کسرہ کے ساتھ) بمعنی حلال ہے۔ رأیت الناس متشوفین لشيء: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں، تشوَّف فلان لشيء: دیکھنا، کنت رَقَّاء علی الجبال: میں پہاڑوں پر بہت چڑھنے والا تھا، رَقَّاء: رقِيَ یَرْقیٰ: باب سمع سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ضربت فی أَثَرہ: یعنی خرجت في أثرہ...... أثَر ہمزہ اور ثاء کے فتحہ کے ساتھ اور ہمزہ کے کسرہ اور ثاء کے سکون کے ساتھ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے(۵)، یعنی میں اس کے پیچھے، اس کے تعاقب میں نکلا۔

عَقَرْتُه: جرحته: میں نے اس کو زخمی کیا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ شکار وغیرہ امر مباح کے لیے اپنے آپ کو یا سواری کو اگر تھوڑی بہت مشقت میں ڈال دیا جائے تو یہ جائز ہے، چنانچہ ابن منیّر لکھتے ہیں:

"نبہ بھذہ الترجمة علی جواز ارتکاب المشاق لمن له غرض لنفسه أولدابته، إذا کان الغرض مباحا، وأن التصید فی الجبال کھو فی السھل، وأن إجراء الخیل فی الوعر جائز للحاجة، ولیس ھو مِنْ تعذیب الحیوان"(۶)۔

---

(۴) تھذیب الکمال:۲۹/۳۱۱۔

(۵) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری:۲۱/۱۰۴۔

(۶) فتح الباری:۹/۷۶۶۔

١٢ - باب : قولِ اللهِ تعالى : «أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ» /المائدة: ٩٦/

وقال عمر : صَيْدُهُ ما اصْطِيد . و «طعامُهُ» المائدة ٩٦ : ما رمى به .

وقال أبو بكر : الطّافي حَلالٌ .

وقال ابْنُ عبّاس : طعامُهُ مَيْتَتُهُ ، إلّا ما قَذِرْتَ مِنْها ، وَالْجِرِّيُّ لا تأْكُلُهُ الْيَهُودُ ، ونحْنُ نأْكُلُهُ .

وقالَ شُرَيْحٌ ، صاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ : كُلُّ شيْءٍ في الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ .

وقالَ عطاءٌ : أَمّا الطَّيْرُ فَأَرى أَنْ يَذْبَحَهُ .

وقالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : قُلْتُ لِعطاءٍ : صَيْدُ الْأَنْهارِ وَقِلاتِ السَّيْلِ ، أَصَيْدُ بحْرٍ هُوَ؟ قال : نعم ، ثمّ تلا : «هذا عَذْبٌ فُراتٌ سائِغٌ شرابُهُ وهذا مِلْحٌ أُجاجٌ ومِنْ كُلٍّ تأْكُلُونَ لحْمًا طَرِيًّا» /فاطر: ١٢/ .

وركِبَ الحسَنُ عليْهِ السَّلامُ عَلَى سَرْجٍ مِنْ جُلُودِ كِلابِ الماءِ .

وَقالَ الشَّعْبِيُّ : لوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الضَّفادِعَ لَأَطْعَمْتُهُمْ .

وَلَمْ يرَ الحسَنُ بِالسُّلَحْفاةِ بَأْسًا .

وقالَ ابْنُ عبّاسٍ : كُلْ مِنْ صَيْدِ الْبحْرِ وإِنْ صادَهُ نَصْرانِيٌّ أَوْ يَهُودِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ .

وقالَ أَبُو الدَّرْداءِ في الْمُرِي : ذَبَحَ الخمْرَ النِّينانُ وَالشَّمْسُ .

٥١٧٥/٥١٧٤ : حدّثنا مسدّدٌ : حدّثنا يحْيى ، عن ابْنِ جُرَيْجٍ قال : أخْبرني عمْرٌو : أَنَّهُ سمِع جابِرًا رَضِيَ اللهُ عنْهُ يقُولُ : غزوْنا جيْشَ الخبَطِ ، وأَمِيرُنا أَبُو عُبَيْدة ، فجُعْنا جُوعًا شديدًا ، فَأَلْقى الْبحْرُ حُوتًا ميْتًا لَمْ يُرَ مِثْلُهُ ، يُقالُ لهُ الْعنْبرُ ، فَأَكَلْنا منْهُ نِصْف شهْرٍ ، فأخذ أَبُو عُبَيْدة عظْمًا مِنْ عِظامِهِ ، فمرَّ الرّاكِبُ تحْتَهُ .

(٥١٧٥) : حدّثنا عبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمّدٍ : أَخْبرنا سُفْيانُ ، عَنْ عمْرٍو قال : سمِعْتُ جابِرًا يقُولُ : بعثنا النَّبِيُّ ﷺ ثلاثمائة راكِبٍ ، وأَمِيرُنا أَبُو عُبَيْدة ، نرْصُدُ عِيرًا لِقُرَيْشٍ ، فأَصابنا جُوعٌ شَدِيدٌ حتّى أَكلْنا الخبَطَ ، فسُمِّيَ جيْشَ الخبَطِ ، وأَلْقى الْبحْرُ حُوتًا يُقالُ لهُ الْعنْبرُ ،

فَأَكَلْنَا نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَنَّا بِوَدَكِهِ ، حَتَّى صَلَحَتْ أَجْسَامُنَا . قَالَ : فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ . وَكَانَ فِينَا رَجُلٌ ، فَلَمَّا اشْتَدَّ الْجُوعُ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ . ثُمَّ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ، ثُمَّ نَهَاهُ أَبُو عُبَيْدَةَ . [ر : ۲۳٥١]

وقال عمر: صيده مااصطيد وطعامه مارمي به

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیت ﴿احل لکم صید البحر وطعامه﴾ میں صید سے مراد وہ ہے جس کو جال وغیرہ سے شکار کیا جائے اور طعام سے مراد وہ ہے جس کو سمندر پھینک دے۔

عبد بن حمید نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۷)۔

وقال أبوبكر: الطافي حلال

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ سمك طافي حلال ہے، طافی اس مچھلی کو کہتے ہیں جو مر کر پانی کے اوپر آجائے۔

اس تعلیق کو امام طحاوی، ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے موصولاً نقل کیا ہے (۸)۔

وقال ابن عباس: طعامه: ميتته، إلاماقذِرْتَ منها

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ﴿احل لکم صید البحر وطعامه﴾ میں طعام سے سمندر کے غیر مذبوح جانور مراد ہیں، مگر جس سے آپ نفرت کریں (اور اس کے کھانے کو ناپسند کریں۔)

طبری نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۹)۔

والجري لاتأكله اليهود، ونحن نأكله

---

(۷) فتح الباری: ۹/ ٦٦٧، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۴۔

(۸) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۵، وفتح الباری: ۹/ ٦٦٧، وسنن الدارقطني، باب الصيد والذبائح: ۴/ ۲٦۷، (رقم الحدیث ۴)

(۹) فتح الباری: ۹/ ٦٦٨، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۵۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جری کو یہود نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں، جری کو جریت بھی کہتے ہیں، علامہ خطابی نے فرمایا کہ یہ سانپ کے مشابہ ایک مچھلی ہوتی ہے، بعضوں نے کہا الجری سمك لاقشرله، اس کو مرماہی بھی کہتے ہیں۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا ہندی ترجمہ مجھے معلوم نہیں ہو سکا، فرمایا کہ "بعضوں نے اس کا ترجمہ "جھینگا" کیا ہے جب کہ جھینگے کے مچھلی ہونے میں مجھے تردد ہے۔" (۹☆) (جھینگے کا حکم آگے آرہا ہے۔)

اس تعلیق کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰)۔

وقال شريح صاحب النبيّ: كل شئ في البحر مذبوح، وقال عطاء: اماالطير فأرى أن تذبحه

یہ تعلیق امام بخاری نے "تاریخ" میں اور ابن مندہ نے "المعرفة" میں موصولاً نقل کی ہے (۱۱)۔

عمرو بن دینار اور ابوالزبیر دونوں شریح سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا "كل شئی فی البحر مذبوح" عطاء کے سامنے جب یہ بات ذکر کی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ البتہ طیر یعنی پرندہ کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس کو آپ ذبح کریں یعنی عطاء نے "کل شئی مذبوح" سے "طیر" کو مستثنیٰ کیا، طیر سے آبی طیر مراد ہے۔

دارقطنی نے اس تعلیق کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے (۱۲) لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "الموقوف أصح" (۱۳)۔

وقال ابن جريج: قلت لعطاء: صيدالأنهار وقلات السيل أصيدُ بَحْرٍهو؟ قال: نعم، ثم تلا: ﴿هذا عذب فرات وهذا ملح أجاج سائغ شرابه ومن كل تاكلونه لحماطريا﴾

(۹☆) فیض الباری: ۴/ ۳۴۰

(۱۰) فتح الباری: ۹/ ۶۸۷، وعمدة القاری ۲۱/ ۱۰۵، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۲۴۸۔

(۱۱) فتح الباری: ۹/ ۶۸۷۔

(۱۲) سنن الدارقطنی، باب الصید والذبائح: ۴/ ۲۶۹، ولفظہ: "إن الله تعالیٰ ذبح مافی البحر لبنی آدم"

(۱۳) فتح الباری: ۹/ ۶۸۷۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ نہروں اور چٹانوں میں جمع شدہ پانی کے شکار کا کیا حکم ہے، کیا وہ بھی "صید بحر" کے حکم میں ہے؟ تو انھوں نے کہا "ہاں" اور پھر قرآن کریم کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی جس میں میٹھے اور کڑوے دونوں پانیوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ﴿ومن کل تأکلون لحماطریا﴾..... قِلات. قلت (قاف کے فتحہ کے ساتھ) کی جمع ہے جیسے بحر بحار، بسا اوقات چٹانوں کے اندر بڑے بڑے گڑھے پڑ جاتے ہیں جن میں پانی جمع ہو جاتا ہے، اس کو قلت کہتے ہیں، حافظ فرماتے ہیں: هو النقرة في الصخرة يستنقع فيها الماء(۱۴)۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ تعلیق موصولاً نقل کی ہے(۱۵)۔

وركب الحسن على سرج من جلود كلاب الماء

حضرت حسن پانی کے کتوں کی کھالوں سے بنائی گئی زین پر سواری کے وقت بیٹھتے تھے۔

حسن سے یا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں یا اس سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ مراد ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض نسخوں میں "حسن" کے بعد "رضي الله عنه" کا جملہ بھی لکھا ہے جو صحابی کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں(۱۶)۔

وقال الشعبي: لو أن أهلي أكلوا الضفادع لأطعمتهم

حضرت عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے گھر والے مینڈک کھاتے تو میں انھیں کھلاتا۔

ضفادع، ضفدع کی جمع ہے، ضفدع ضاد کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ درست ہے اس

---

(۱۴) فتح الباری ۹/۶۶۹، نیز دیکھیے النہایۃ لابن الاثیر ۴/۹۹۔

(۱۵) عمدۃ القاری:۲۱/۱۰۶۔

(۱۶) فتح الباری:۹/۶۶۹

میں ایک لغت عین کے بغیر "ضفادی" بھی ہے (۱۷)۔

مینڈک کھانے کا حکم

جمہور کے نزدیک مینڈک حرام ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مینڈک کا استعمال جائز ہے۔ پھر ان کے مذہب میں اختلاف ہے "مدونة" میں ابن القاسم نے ان کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ بغیر ذبح کیے مینڈک کھانا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر مینڈک پانی میں رہتا ہے تو وہ بغیر ذبح کے کھا سکتے ہیں لیکن خشکی میں یا کبھی خشکی اور کبھی پانی میں رہنے والے مینڈک کو ذبح کیے بغیر کھانا درست نہیں ہے (۱۸)۔

جمہور سنن دارمی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوامیں مینڈک کے استعمال کی اجازت طلب کی گئی تو آپؐ نے منع فرمایا (۱۹)۔

امام أبوداود نے بھی اس طرح کی روایت کتاب الطب میں نقل کی ہے (۲۰)۔

شعبی کی اس تعلیق کو کس نے نقل کیا، یہ معلوم نہیں ہو سکا (۲۱)۔

ولم یر الحسن بالسلحفاة بأسا

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کچھوہ کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۲۲)۔

وقال ابن عباس: کُلْ من صید البحر نصرانی أو یهودی أو مجوسی

---

(۱۷) فتح الباری: ۹/ ۶۶۹، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۶۔

(۱۸) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۷۔

(۱۹) دیکھیے سنن الدارمی، عمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۷۔

(۲۰) سنن أبی داود، کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة، (رقم الحدیث: ۳۸۷۱) ۴/ ۷۔

(۲۱) چنانچہ تغلیق التعلیق جلد ۴، صفحہ ۵۱۰ پر یہاں و ماقول الشعبی ... کے بعد جگہ خالی ہے۔ شراح نے بھی خاموشی اختیار کی ہے۔

(۲۲) فتح الباری ۹/ ۶۶۹۔

یعنی صید البحر کا استعمال جائز ہے اگرچہ وہ شکار کسی نصرانی یا یہودی یا مجوسی نے کیا ہو۔

بخاری کے قدیم نسخوں میں عبارت اس طرح ہے لیکن یہ درست نہیں، چنانچہ بعض نسخوں میں صحیح عبارت "وإنْ صاده" کے اضافہ کے ساتھ اس طرح ہے "كُلْ مِنْ صيدالبحر، وإن صاده نصراني أويهودي......(۲۳)"

بیہقی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے(۲۴)۔

وقال أبوالدرداء: في المُرْي ذبح الخمر النينان والشمس

حضرت ابوالدرداءؓ کا نام عویمر بن مالک ہے(۲۵)، مُرْی میم کے ضمہ اور راء کے سکون کے ساتھ ہے، ابراہیم حربی نے اس کے متعلق فرمایا:

هو يعمل بالشام، يوخذالخمز، فيجعل فيها الملح والسمك ويوضع في الشمس ، فيتغيرطعمه إلى طعم المُرْى(٢٦)۔

یعنی شراب میں نمک اور مچھلی ملا کر اسے دھوپ میں رکھ دیا جاتا ہے، اس عمل سے شراب کا ذائقہ تبدیل ہو جاتا ہے اور جو چیز تیار ہوتی ہے اسے مری کہتے ہیں۔

نینان نون کی جمع ہے، نون مچھلی کو کہتے ہیں، ترکیب میں "الخمر" "ذَبح" فعل معروف کے لیے مفعول بہ ہے اور "النينان" فاعل ہے یعنی مری میں مچھلی اور دھوپ دونوں خمر کو ذبح یعنی حلال کر دیتے ہیں، جس طرح میتہ ذبح سے حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح شراب مری میں نمک، مچھلی اور دھوپ سے ایک دوسری چیز بن کر حلال ہو جاتی ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ثم تفسير كلام أبي الدرداء بقوله: "في المري" مقدم لفظا،

---

(۲۳) عمدة القاری:۲۱/۱۰۷،وفتح الباری:۹/۷۶۹۔

(۲۴) وفتح الباری:۹/[illegible]

(۲۵) عمدة القاری:۲۱/۱۰۷۔

(۲٦) وفتح الباری:۹/۷۷۰۔

ولكن فی المعنی متأخر، تقدیره: ذبح الخمَر النینانُ والشمسُ فی المُرْی(۲۷)۔"

ابراہیم حربی نے اس تعلیق کو "غریب الحدیث" میں موصولاً نقل کیا ہے(۲۸)۔

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت ذکر کی ہے، اس پر کلام کتاب المغازی میں گذر چکا ہے(۲۹)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت دو مسئلے بیان کیے ہیں اور ان دونوں میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے۔

سمندری جانوروں کا حکم

پہلا مسئلہ سمندری اور مائی جانوروں کی حلت اور حرمت کا ہے۔

سمندری جانوروں میں سے مچھلی کی حلت پر تو اجماع ہے اور اس کے حلال ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے(۳۰) البتہ باقی حیوانات کے متعلق اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

حضرات شافعیہ نے البتہ مینڈک کو مستثنیٰ قرار دیا ہے(۳۱)۔

حضرات مالکیہ نے انسانِ بحری، کلب بحری اور خنزیر بحری کو حلت کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے

---

(۲۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ "کانجی" سے کیا ہے (دیکھیے فیض الباری: ۴/۳۴۰)۔

(۲۸) وفتح الباری: ۹/۷۷۰۔

(۲۹) کشف الباری، کتاب المغازی: ۵۸۴-۵۸۵

(۳۰) إعلاء السنن: ۱۷/۱۸۷۔

(۳۱) المجموع شرح المهذب، کتاب الذبائح: ۹/۳۰-۳۱۔

لیکن علامہ دَرْدِیْر نے علی الاطلاق بحری حیوانات کی حلت کو قولِ مختار قرار دیا ہے (۳۲)۔

حضرات حنابلہ کے نزدیک بھی مطلقاً بحری حیوانات حلال ہیں (۳۳)۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک بحری حیوانات میں سے صرف مچھلی حلال ہے، باقی تمام حیواناتِ بحریہ حرام ہیں (۳۴)۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی حنفی مذہب کے مطابق منقول ہے (۳۵)۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے (۳۶)۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کے مطابق ہے جیسا کہ تعلیقاتِ باب سے معلوم ہوتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ قرآن کریم کی آیت ﴿احل لکم صید البحر﴾ سے استدلال کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ "صید البحر" مطلق ہے، تمام حیواناتِ بحریہ کو شامل ہے۔

لیکن یہ استدلال دو باتوں کے ثبوت پر موقوف ہے، جب تک وہ ثابت نہ ہو جائیں، استدلال تمام نہیں ہو سکتا۔

پہلی بات یہ کہ آیت میں "صید" سے مراد "مصید" لیا جائے "صید" مصدر ہے، اس کے معنی شکار کرنے کے ہیں، "مصید" اسم مفعول کا صیغہ ہے شکار کو کہتے ہیں، یعنی وہ جانور جس کو شکار کیا جائے، پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا "تمہاری لیے سمندر میں شکار کرنے کو حلال قرار دیا گیا ہے" اور دوسری

---

(۳۲) الشرح الصغیر للدردیر: ۲/۱۸۲۔

(۳۳) المغنی لابن قدامۃ، کتاب الصید والذبائح: ۹/۳۳۸۔

(۳۴) أحکام القرآن للجصاص: ۲/۴۷۹، والمغنی لابن قدامۃ: ۹/۳۳۸۔

(۳۵) فتح الباری: ۹/۷۷۲۔

(۳۶) أحکام القرآن للجصاص: ۲/۴۷۹۔

صورت میں ترجمہ ہوگا "تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا ہے۔"

ائمہ ثلاثہ کا مسلک اسی وقت اس لفظ سے ثابت ہو سکتا ہے جب "صید" سے شکار والا جانور مراد لیا جائے، لیکن اگر مصدری معنی مراد لیے جائیں تو پھر ان کا مسلک اس سے ثابت نہیں ہو سکے گا کیونکہ سمندر میں شکار کرنا حنفیہ کے نزدیک بھی درست اور حلال ہے اور چونکہ لفظ "صید" مصدر ہے، اس لیے اس کو اصل مصدری معنی پر محمول کرنا ہی حقیقت ہے، مصدر اسم مفعول کے معنی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے، مجاز کے لیے قرینہ ضروری ہے اور یہاں مجازی معنی مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔

بلکہ سیاق کلام حقیقی معنی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کے بعد ارشاد ہے ﴿وحرم علیکم صیدالبر مادمتم حرما﴾ اس جملے میں "صید" سے بالاتفاق مصدری معنی مراد ہیں، کیونکہ شکار کرنا احرام کی حالت میں حرام ہے، شکار کھانا مُحْرِم کے لیے حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر "صید" کو "مصید" کے معنی میں لیا جائے تو جمہور کا مسلک تب ثابت ہوگا جب "صیدالبحر" کی اضافت استغراق کے لیے ہو کہ سمندر کے تمام شکار حلال قرار دیئے گئے ہیں، لیکن استغراق پر کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا بلکہ عدم استغراق کا قرینہ پایا جاتا ہے کیونکہ ﴿وحرم علیکم صیدالبر﴾ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں "صیدالبر" میں "صید" سے "مایوکل لحمہ" یعنی وہ جانور مراد ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، کیونکہ "غیرمأکول اللحم" تو ہر حال میں حرام ہیں، آدمی چاہے محرم ہو یا غیر محرم، لہٰذا جب یہاں اضافت استغراق کے لیے نہیں تو "صیدالبحر" میں بھی اضافت استغراق کے لیے نہیں ہونی چاہیے (۳۷)۔

❷ جمہور کا دوسرا استدلال حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم بحری سفر کرتے ہیں اور میٹھا پانی ہمارے پاس کم ہوتا ہے، اگر ہم اس کو وضو میں استعمال کریں تو پیاسے رہ جائیں گے، کیا ایسی صورت میں ہم سمندر کے پانی سے وضو

---

(۳۷) تکملة فتح الملهم، کتاب الصید والذبائح: ۳/۵۰۷-۵۰۸، وأحکام القرآن للجصاص: ۲/۴۷۹، نیز دیکھیے فیض الباری: ۴/۳۰۰۔

کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا "هو الطهور ماء ه والحل ميتته" (۳۸)۔

حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ "میتتہ" میں اضافت استغراق کے لیے نہیں، بلکہ اس سے میتہ معہودہ مراد ہے اور وہ مچھلی ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "أحلت لنا ميتتان ودمان، فأما الميتتان: فالجراد والحوت، وأما الدمان: فالطحال والكبد" (۳۹)۔

اس حدیث میں صرف دو میتات کے متعلق حلت کا حکم بیان کیا گیا ہے، ایک ٹڈی اور دوسری مچھلی ، اس میں میتہ سے مراد وہ جانور ہے جو ذبح نہیں کیا جاتا، یا جس کا خون نہیں بہتا، معلوم ہوا کہ ان دو کے علاوہ باقی میتات قرآن کریم کی آیت ﴿حرمت عليكم الميتة......﴾ کی بناء پر حرام ہیں، چاہیں ان کا تعلق بر سے ہوں یا بحر سے (۴۰)۔

③ جمہور کا تیسرا استدلال حضرت شریح کی روایت سے ہے جس کو یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ "كل شئی فی البحر مذبوح"۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دار قطنی نے مرفوع روایت نقل کی ہے "مامن دابة فی البحر إلاقد ذكاها الله لبنی آدم" (۴۱)۔

حضرات حنفیہ میں سے بعض علماء نے اس کا جواب دیا کہ اس سے مراد مچھلی ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر قسم کی مچھلی حلال قرار دی ہے کیونکہ دار قطنی ہی نے دوسری روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: "إن الله تعالىٰ قد ذبح كل نون فی البحر لبنی آدم" اور "نون" کا اطلاق صرف مچھلی پر ہوتا ہے (۴۲)۔

---

(۳۸) سنن أبی داود، كتاب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، (رقم الحديث:۸۳) ۱/۲۱ وسنن الترمذی، أبواب الطهارة، باب ماجاء فی ماء البحر أنه طهورٌ (رقم الحديث:۶۹) ۱/۱۰۱

(۳۹) سنن ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب الكبد والطحال، (رقم الحديث:۳۳۱۴) ۲/۱۱۰۱

(۴۰) تكملة فتح الملهم:۳/۵۰۹، وفتح القدير، كتاب الكراهية:۸/۴۲۲۔

(۴۱) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح:۴/۲۶۷۔

(۴۲) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۴/۲۶۷

لیکن یہ جواب کوئی زیادہ دل کو نہیں لگتا کیونکہ بعض احادیث میں مچھلی کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن احادیث میں مطلقاً حیوانات کو حلال قرار دیا گیا ہے، ان سے بھی مچھلی ہی مراد ہے۔

دلائل احناف

حنفیہ کی ایک دلیل تو اوپر والی حدیث "أحلت لنامیتتان......" ہے اور دوسرے وہ قرآن کریم کی آیت ﴿ویحرم علیهم الخبائث﴾ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانور خبائث میں داخل ہیں (۴۲☆)۔

تیسرے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیق سے استدلال کرتے ہیں جسے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ "طعامه میتته إلاماقذرت منها" یعنی سمندر کے غیر مذبوح جانور طعام البحر ہیں جو کہ حلال ہیں لیکن جس کے کھانے میں طبیعت کی رغبت نہ ہو وہ طعام البحر نہیں اور مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانوروں کا گوشت کوئی مرغوب شئے نہیں ہے۔

بلاشبہ حضرات حنفیہ کا مسلک احوط ہے لیکن جمہور کا مسلک اقرب الی النصوص ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بھی جمہور کے مطابق ہے، انھوں نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں، ان سے مطلقاً حیواناتِ بحریہ کی حلت معلوم ہوتی ہے۔

سمك طافی کا مسئلہ

دوسرا اختلافی مسئلہ سمك طافی کا ہے یعنی وہ مچھلی جو سمندر کے اندر از خود مر جائے اور پانی کے اوپر آجائے تو اس کا کھانا جائز ہے کہ نہیں؟

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (۴۳)۔

(۴۲☆) فتح القدير، كتاب الكراهية، فصل في مايحل أكله...... :۸/۴۲۲۔

(۴۳) فتح الباری:۹/۷۷۱۔

جمہور کا استدلال

جمہور کا پہلا استدلال تو حدیث باب سے ہے کہ حضرات صحابہ نے "عنبر" نامی وہ مچھلی استعمال کی تھی۔

لیکن اس سے ان کا استدلال تام نہیں کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسی تصریح نہیں جس سے معلوم ہوسکے کہ وہ سمك طافی تھی اور از خود مری تھی، ہوسکتا ہے کہ سمندر نے اس کو خشکی کی طرف پھینک دیا ہو اور اس کے نتیجے میں وہ مری ہو، ایسی مچھلی کا کھانا بالاتفاق جائز ہے (۴۴)۔

ائمہ ثلاثہ حضرت صدیق اکبرؓ کے اثر سے بھی استدلال کرتے ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

امام اعظم کی دلیل

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ماألقی البحر أوجزر عنه فکلوہ، ومامات فیه وطفا، فلاتأ کلوہ" (۴۵)۔ اس میں تصریح ہے کہ سمك طافی کو نہ کھائیں اور حلت و حرمت کے درمیان جب تعارض ہوجائے تو احتیاط اسی میں ہے کہ جانبِ حرمت کو ترجیح دی جائے (۴۵☆)۔

جھینگے کا حکم

جہاں تک تعلق ہے جھینگے کا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو وہ جائز ہی ہے، اکثر حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے کیونکہ وہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ بعض علماء نے اس کے عدم جواز کا قول اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ

(۴۴) دیکھیے فیض الباری: ۴/ ۴۳۰۔

(۴۵) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، (رقم الحدیث: ۳۸۱۵)

(۴۵☆) لامع الدراری: ۹/ ۴۱۳۔

جھینگا مچھلی نہیں، بلکہ ایک مستقل الگ قسم ہے لیکن جمہور اس کو مچھلی ہی میں شمار کرتے ہیں (۴۶)۔

باب کی تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے عنبر مچھلی والی جو روایت نقل کی ہے، یہ کتاب المغازی میں گذر چکی ہے۔ حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے۔

۱۳ – باب : أَكْلِ الجَرَادِ .

۵۱۷۶ : حدّثنا أَبو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قالَ : سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا ، كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الجَرَادَ .
قالَ سُفْيَانُ وَأَبو عَوَانَةَ وَإِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى : سَبْعَ غَزَوَاتٍ .

---

(۴۶) مچھلی کے حلال ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جھینگا مچھلی میں شامل ہے یا نہیں؟ علم حیوان کے جدید ماہرین کے نزدیک جھینگا مچھلی میں شامل نہیں، کیونکہ جدید ماہرین کے نزدیک "مچھلی ریڑھ کی ہڈی والا وہ جانور ہے جو گلپھڑوں کے ذریعہ سانس لیتا ہے" جب کہ جھینگا نہ ریڑھ کی ہڈی رکھتا ہے اور نہ ہی گلپھڑوں کے ذریعہ سانس لیتا ہے (دیکھیے دائرۃ المعارف للبستانی: ج۱۰، ص۶۰)۔ لیکن اس کے برعکس مشہور علمائے لغت نے جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا ہے، ابن درید، علامہ فیروز آبادی، علامہ زبیدی اور دمیری کی یہی رائے ہے، چنانچہ ابن درید جمهرة اللغه: ج۳، ص۴۱۴ میں لکھتے ہیں "والإربيان ضرب من السمك" علامہ زبیدی نے بھی یہی فرمایا ہے (دیکھیے تاج العروس: ۱/۱۴۶) اور علامہ دمیری رحمہ اللہ (حياة الحيوان : جلد: اول، ص۴۷۳) میں لکھتے ہیں "الروبيان هو سمك صغير جدا أحمر" یعنی جھینگا سرخ رنگ کی ایک چھوٹی سی مچھلی ہے۔
حضرت تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاوی (ج۴، ص۱۰۴) میں تحریر فرماتے ہیں "......احقر کو اس کے سمک ہونے میں بالکل اطمینان ہے"...... حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاوی محمودیه (ج۵، ص۱۰۷، ۱۲۰، ۱۲۳) میں، حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے مجموعة الفتاوی (ج: دوم، ص۲۹۷) میں، مفتی عبدالرحیم لاجپوری نے فتاوی رحیمیه (ج: ششم، ص۲۹۷) میں اور مفتی عبدالسلام چاٹگامی نے جواهر الفتاوی (ج: اول، ص۵۸۴) میں جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا ہے، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب (تکمله فتح الملهم: ج: سوم، ص۵۱۴) میں لکھتے ہیں:

فلاينبغي التشديد فى مسألة الإربيان عندالإفتاء، ولاسيما فى حالة كون المسألة مجتهدا فيها من أصلها، ولاشك أنه حلال عند الأئمة الثلاثة، وأن اختلاف الفقهاء يورث التخفيف، غيرأن الاجتناب عن أكله أحوط وأولى"

جراد: جَرادة کی جمع ہے، ٹڈی کو کہتے ہیں، یہ جَرْد سے مشتق ہے لأنه لاینزل علی شئی الاجرده (۴۷)، اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک طیار یعنی اڑنے والی، دوسری وَثّاب یعنی کودنے والی، ٹڈی بغیر ذبح کیے کھانا جائز ہے، البتہ مالکیہ کے ہاں مشہور یہ ہے کہ اس کو ذبح کرنا جوازِ اکل کے لیے شرط ہے (۴۸)۔

پھر ذبح کرنے کے طریقے میں اختلاف ہے، بعضوں نے کہا اس کا سر کاٹا جائے، بعضوں نے کہا آگ یا ہانڈی میں اس کا گرنا ہی اس کا ذبح ہونا ہے (۴۹)۔

ابو یَعْفور

ان کا نام وقدان یا واقد ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ واقد، ان کا نام اور وقدان، ان کا لقب ہے، ابو یعفور دو ہیں، ایک اکبر اور دوسرے اصغر، جو اصغر ہیں، ان کا نام عبدالرحمٰن بن عبید ہے، دونوں ثقہ ہیں، ابو یعفور اکبر کی صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک یہاں اور دوسری کتاب الصلاۃ، ابواب الرکوع میں (۵۰)۔ ابو یعفور اصغرؒ نے صحابہ میں کسی سے روایت نہیں سنی، جبکہ ابو یعفور اکبر نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ وغیرہ سے روایات سنی ہیں، ۱۲۰ھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (۵۱)۔

سبع غزوات أو ستا

یہ شک شعبہ کو ہے کہ سات غزوات کہا ہے یا چھ۔

---

(۴۷) فتح الباری: ۹/ ۷۷۴۔

(۴۸) فتح الباری: ۹/ ۷۷۴۔

(۴۹) فتح الباری: ۹/ ۷۷۴۔

(۵۰) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/ ۷۷۴۔۷۷۵، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۹۔

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۹۔ نیز دیکھیے، تهذيب الكمال: ۳۰/ ۴۵۹، وطبقات ابن سعد: ۶/ ۳۴۸، وثقات ابن حبان: ۵/ ۴۹۹ وسير أعلام النبلاء: ۵/ ۲۱۴ وتهذيب التهذيب: ۱۱/ ۱۲۳ والجمع لابن القيسرانی: ۲/ ۵۴۵ والكاشف للذهبی: ۳/ الترجمة: ۶۱۵۸۔

كنا نأكل معه الجراد

یہاں معیت سے یا صرف غزوہ میں معیت مراد ہے، کھانے میں نہیں اور یا کھانے میں معیت مراد ہے، دوسرے احتمال کی تائید ابونعیم کی روایت سے ہوتی ہے جس میں "ويأكل معنا" کے الفاظ ہیں(۵۲)۔

شوافع میں علامہ صیمری کا خیال تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹڈی کھانا پسند نہیں کرتے تھے(۵۳)، وہ امام ابوداود کی ایک روایت سے استدلال کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا "لا آكله ولا أحرمه"(۵۴)۔

لیکن یہ روایت مرسل ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے ٹڈی کی حلت پر اجماع نقل کیا ہے(۵۵)۔ تاہم ابن العربی نے شرح ترمذی میں حجاز کی ٹڈیوں اور اندلس کی ٹڈیوں کے درمیان فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ اندلس کی ٹڈیاں سراپا ضرر ہیں(۵۶)، لہٰذا اگر کسی علاقے کی ٹڈیوں کے متعلق معلوم ہو کہ وہ مضرِ صحت ہیں تو ان کا استعمال پھر درست نہیں ہوگا۔

قال سفيان وأبوعوانة وإسرائيل عن أبي يعفور عن ابن أبي أوفى سبع غزوات

سفیان کی تعلیق کو دارمی نے موصولاً نقل کیا ہے(۵۷) ابوعوانہ کی تعلیق امام مسلمؒ نے موصولاً نقل کی ہے(۵۸) اور اسرائیل کی تعلیق طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے(۵۹)، ان تینوں روایات میں سات غزوات کا ذکر ہے۔

---

(۵۲) فتح الباری:۹/۷۷۵۔

(۵۳) فتح الباری:۹/۷۷۵۔

(۵۴) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی أكل الجراد، (رقم الحديث: ۳۸۱۳) ۳/۳۵۷۔

(۵۵) شرح مسلم للنووی، کتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد: ۲/۱۵۲۔

(۵۶) فتح الباری:۹/۷۷۵۔

(۵۷) سنن الدارمی، کتاب الصيد، باب فی أكل الجراد، (رقم الحديث: ۲۰۱۰) ۲/۱۲۶۔

(۵۸) صحيح مسلم، کتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد (رقم للحديث: ۱۹۵۲) ۳/۱۵۴۶۔

(۵۹) فتح الباری:۹/۷۷۶۔

١٤ – باب : آنِيَةِ الْمَجُوسِ وَالمَيْتَةِ .

٥١٧٧ : حدّثنا أَبُو عاصِمٍ ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قالَ : حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الخَوْلَانِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الخُشَنِيُّ قالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ : يا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّا بِأَرْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ ، وَبِأَرْضِ صَيْدٍ ، أَصِيدُ بِقَوْسِي ، وَأَصِيدُ بِكَلْبِي المُعَلَّمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَمَّا ما ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ أَهْلِ كِتَابٍ : فَلَا تَأْكُلُوا فِي آنِيَتِهِمْ إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا بُدًّا ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا بُدًّا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا . وَأَمَّا ما ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ صَيْدٍ : فَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَكُلْ ، وَما صِدْتَ بِكَلْبِكَ المُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَكُلْ ، وَما صِدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْهُ) . [ر : ٥١٦١]

٥١٧٨ : حدّثنا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قالَ : حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قالَ : لَمَّا أَمْسَوْا يَوْمَ فَتَحُوا خَيْبَرَ ، أَوْقَدُوا النِّيرَانَ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (عَلَامَ أَوْقَدْتُمْ هٰذِهِ النِّيرَانَ) . قالُوا : لُحُومِ الحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ ، قالَ : (أَهْرِيقُوا ما فِيهَا ، وَاكْسِرُوا قُدُورَهَا) . فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ : نُهَرِيقُ ما فِيهَا وَنَغْسِلُهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَوْ ذَاكَ) . [ر : ٢٣٤٥]

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

ترجمۃ الباب میں "آنیۃ المجوس" کہا ہے، جب کہ باب کی روایت میں اہل کتاب کے اوانی کا ذکر ہے۔

ابن منیر نے فرمایا کہ چونکہ نجاسات سے نہ بچنے کا سبب مجوس اور اہل کتاب دونوں میں مشترک ہے، اس لیے امام بخاریؒ نے ایک سے دوسرے کا حکم ثابت کیا ہے (۶۰)۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ مجوسیوں کو اہل کتاب پر قیاس کر کے امام بخاری نے حکم ثابت کیا ہے (۶۱)۔

---

(۶۰) فتح الباری: ۹/۷۷۷

(۶۱) شرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۹۲۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ درحقیقت بعض طرق میں مجوسیوں کا بھی ذکر ہے، امام بخاری نے ترجمۃ الباب سے ان طرق کی طرف اشارہ کیا ہے، امام بخاری عموماً اس طرح کرتے ہیں کہ بعض طرق جو ان کی شرط پر پورے نہیں اترتے، انہیں ترجمۃ الباب میں لے آتے ہیں اور حدیث اپنی شرط کے مطابق کوئی دوسری لے آتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وهذه طريقة يكثر منها البخاری، فماكان فی سنده مقال، يترجم به، ثم يورد فی الباب مايؤخذالحكم منه بطريق الإلحاق ونحوه(٦٢)۔

المیتة

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے میتۃ کا بھی ذکر کیا ہے، ابن منیر فرماتے ہیں:

نبه بذكر الميتة على أن الحميرلماكانت محرمة لم تؤثرفيها الذكاة، فكانت ميتة، ولذلك أمر بغسل الآنية منها(٦٣)۔

یعنی باب کی دوسری حدیث میں گدھوں کے گوشت کی حرمت کا حکم بیان کیا گیا ہے، گدھے ذبح کیے گئے تھے اور ان کا گوشت پکایا جارہا تھا کہ حرمت کا حکم آگیا، حُمر چونکہ میتۃ اور حرام قرار دیے گئے، اس لیے ان کی حلت کے لیے ذبح مؤثر نہیں رہا، کیونکہ ذبح حلال جانوروں میں مؤثر رہتا ہے، حرام میں نہیں۔

١٥ - باب : التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ . وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ .

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى : «وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ» /الأنعام: ١٢١/ : وَالنَّاسِي لَا يُسَمَّى فَاسِقًا .

وَقَوْلُهُ : «وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ» /الأنعام: ١٢١/ .

---

(٦٢) فتح الباری:٩/ ٧٧٧۔

(٦٣) فتح الباری:٩/ ٧٧٧۔

تسمیہ کے متعلق تفصیل گذر چکی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیق نقل کر کے اُس مسلک کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا جس میں ترک تسمیہ ناسیاً سے ذبیحہ حرام نہیں قرار پاتا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیق کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ نام نہ لینا ایک فاسقانہ روش ہے جب کہ ناسی یعنی بھولنے والا فاسق نہیں ہوتا۔

وقوله تعالىٰ ﴿وإن الشياطين ليوحون الى أوليائهم......﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے اُس آیت سے درحقیقت اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام ابوداود رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمائی ہے، کفار کہتے تھے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اسے مت کھاؤ (کیونکہ اسے انسانوں نے مارا ہے) اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسے کھاؤ (کیونکہ وہ قدرتی موت مرا ہے) اس کی مزید وضاحت ابوداود کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ "جس کو ہم انسان قتل کریں اسے تو آپ کھاتے ہیں اور جس کو اللہ مار دے، اسے نہیں کھاتے"...... تو اس پر آیت کریمہ ﴿ولا تاكلوا ممالم يذكراسم الله عليه......﴾ نازل ہوئی......(٦٤) اور ﴿وان الشياطين ليوحون إلى اوليائهم﴾ فرما کر کفار کی اس طرح کی بحثوں اور مجادلہ کو شیطانی وساوس سے تعبیر کیا گیا۔

٥١٧٩ : حدَّثني مُوسى بْنُ إسْماعِيلَ : حَدَّثَنا أَبُو عَوانَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبايَةَ بْنِ رِفاعَةَ بْنِ رافِعٍ ، عَنْ جَدِّهِ رافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ، فَأَصابَ النَّاسَ جُوعٌ ، فَأَصَبْنا إبِلاً وَغَنَمًا ، وَكانَ النَّبِيُّ ﷺ في أُخْرَياتِ النَّاسِ ، فَعَجِلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ ، فَدُفِعَ إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ ، فَنَدَّ مِنْها بَعِيرٌ ، وَكانَ في الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْياهُمْ ، فَأَهْوى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ ، فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهائِمِ أَوابِدَ كَأَوابِدِ الْوَحْشِ ، فَما نَدَّ عَلَيْكُمْ مِنْها

(٦٤) دیکھیے سنن أبي داود، کتاب الأضاحي، باب في ذبائح أهل الكتاب، (رقم الحديث: ٢٨١٩) ٣/١٠١۔

فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا) . قَالَ : وَقَالَ جَدِّي : إِنَّا لَنَرْجُو ، أَوْ نَخَافُ ، أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا ، وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى ، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ ؟ فَقَالَ : (ما أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ . لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ . وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْهُ : أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الحَبَشَةِ) . [ر : ۲۳۵٦]

حضرت رافع بن خدیج ؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ میں تھے، لوگوں کو بھوک لگی تو ہم نے ایک اونٹ اور ایک بکری ذبح کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے پیچھے تھے، لوگوں نے جلدی کر کے ہانڈیاں چڑھادیں، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس پہنچے تو آپ نے ہانڈیوں کے الٹ دینے کا حکم دیا، پھر (مال غنیمت) تقسیم کیا، اس طرح کہ دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا، ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا، جماعت میں گھوڑے تھوڑے تھے، انھوں نے اس کو پکڑنا چاہا، مگر عاجز رہے، ان میں ایک آدمی نے اس کی طرف تیر پھینکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... ''ان جانوروں میں بھی وحشی جانوروں کی طرح بھگوڑے ہوتے ہیں، جب کوئی جانور بھاگ جائے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو''۔

راوی عبایہ کہتے ہیں کہ میرے دادا (حضرت رافع بن خدیج ؓ) نے عرض کیا کہ ہمیں امید ہے...... یا کہا ہمیں خوف ہے...... کہ کل ہمیں دشمن سے مقابلہ کرنا ہوگا اور ہمارے پاس کوئی چھری نہیں تو کیا ہم بانس سے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ''جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو تو اس کو کھا سکتے ہو لیکن دانت اور ناخن نہیں ہونا چاہیے، اس کے متعلق بتادوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے''۔

فعجلوا فنصبوا القدور

یعنی حضرات صحابہ نے جلدی کر کے ہانڈیاں چڑھادیں، امام ابوداود کی روایت میں ہے ''فانطلق ناس من سرعان الناس فذبحوا ونصبوا قدورھم قبل أن یقسم''(٦۵)۔

(٦۵) فتح الباری: ۹/۷۸۰ وسنن أبی داود، کتاب الأضاحی، باب فی الذبیحة بالمروة، (رقم الحدیث: ۲۸۲۱) ۳/۱۰۲۔

فَدُفِعَ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم إلیھم

دُفِعَ: فعل مجہول بمعنی وصل ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو پچھلی صفوں میں تھے، ان تک پہنچ گئے۔

فأمر بالقدور فأکفئت

آپ نے ہانڈیوں کے متعلق حکم دیا، چنانچہ وہ الٹ دی گئیں۔

اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ لوگ دارالاسلام میں داخل ہوگئے تھے اور دارالاسلام میں داخل ہونے کے بعد تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے کچھ کھانا درست نہیں اور یہاں مال غنیمت اب تک تقسیم نہیں ہوا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ اس موقع پر لوگوں نے اپنی ضرورت اور حاجت کے بقدر نہیں لیا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیے بغیر ضرورت سے زیادہ لے لیا تھا جو کہ جائز نہیں تھا، اس لیے آپ نے ہانڈیاں الٹ کرا نھیں تنبیہ فرمائی (٦٦)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ گوشت تو مال ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، پھر آپؐ نے ہانڈیاں الٹ کر گوشت کیوں کر ضائع کیا؟

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہانڈیاں الٹ کر شوربہ اور پانی وغیرہ بہادیا تھا، گوشت ضائع نہیں کیا تھا (٦٧)۔

لیکن اس جواب پر امام ابوداود کی روایت سے شبہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں ہے "جاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یمشی علی قوسه، فأکفأ قدورنا بقوسه، ثم جعل یُرَمِّلُ اللحمَ

(٦٦) فتح الباری:۹/۷۸۱، وعمدة القاری:۲۱/۱۱۳۔

(٦٧) فتح الباری:۹/۷۸۱، وشرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی، باب جواز الذبح بکل ما أنھرالدم: ۲/۱۵۷۔

بالتراب" (٦٨)۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ آپؐ نے گوشت مٹی میں پھینک دیا تھا۔

اس شبہ کو یہ کہہ کر دور کیا جاسکتا ہے کہ گوشت کو مٹی میں پھینک دینے سے اس کا ضائع ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اسے دھو کر استعمال کیا جاسکتا ہے (٦٩)۔

اور یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ عام حالات میں اگرچہ کوئی شئے ضائع کرنی جائز نہیں لیکن زجر وتنبیہ کے وقت اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

و کان فی القوم خیل یسیرة

یعنی لوگوں کے پاس گھوڑے بہت کم تھے، مطلب یہ ہے کہ اگر گھڑ سوار بکثرت ہوتے تو بد کے ہوئے اونٹ کا گھیراؤ کیا جاسکتا تھا، لیکن گھوڑے کم تھے، اس لیے وہ قابو میں نہیں آرہا تھا۔

فطلبوہ فأعیاھم

لوگوں نے اس کا پیچھا کیا لیکن اس نے لوگوں کو تھکا دیا، أعیا کے معنی تھکانے کے ہیں۔

فأھوی إلیه رجل

ایک آدمی نے اس کی طرف تیر پھینکا، اس کا ارادہ کیا، حافظ فرماتے ہیں کہ اس رجل کا نام مجھے معلوم نہ ہو سکا (٧٠)۔

فحبسه اللّٰه ...... اللہ نے اس کو روکا یعنی تیر اس کو لگا اور وہ ٹھہر گیا۔

إن لھذہ البھائم أوابد...... أوابد: آبدة کی جمع ہے جس کے معنی وحشت اور غریب ہونے کے ہیں، آبدة یعنی عجیبة و غریبة (٧١)۔

إنا لنرجو أو نخاف راوی کو شک ہے کہ نرجو کہا تھا یا نخاف کہا تھا۔

---

(٦٨) فتح الباری: ٩/٧٨١، وسنن أبی داود، کتاب الجھاد، باب فی النھی عن النُّھبَیَ، إذا کان فی الطعام قلة فی أرض العدو، (رقم الحدیث: ٢٧٠٣) ٣/٦٦۔

(٦٩) فتح الباری: ٩/٧٨١۔

(٧٠) فتح الباری: ٩/٧٨٢۔

(٧١) فتح الباری: ٩/٧٨٣۔

وليست معنا مُدًى

مُدَى: مُدْية (میم کے ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ) کی جمع ہے، چھری کو کہتے ہیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ کل دشمن سے ہماری مڈ بھیڑ ہوگی، مال غنیمت میں ہم کو جانور مل سکتے ہیں جنھیں ذبح کرنے کی ضرورت ہوگی، اسی طرح خود ہمیں اپنے جانوروں کو ذبح کرنے کی ضرورت بھی پڑسکتی ہے، اس لیے چھری کے علاوہ اور کس چیز سے ذبح جائز ہوسکتا ہے (۷۲)۔

ليس السن والظفر

السنن والظفر یہ دونوں لفظ یا تو منصوب ہیں، منصوب ہونے کی صورت میں "لیس" استثناء ہوگا اور مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے یہ دونوں منصوب ہوں گے اور یا مرفوع ہیں، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ "لیس" کا اسم ہوں گے اور خبر محذوف ہوگی، أي ليس السن والظفر مباحاً، لیکن منصوب ہونے کا احتمال اس لیے راجح ہے کہ داود بن عیسیٰ کی روایت "لیس" کی بجائے "إلا سنا وظفرا" ہے (۷۳)۔

أما السن فعظم

یعنی دانت تو ہڈی ہے اور ہڈی سے کسی چیز کو ذبح کرنا جائز نہیں، عدم جواز کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہڈی سے ذبح کرنے میں ہڈی خون سے نجس ہوجائے گی اور ہڈیوں کو نجس کرنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ ہڈیاں جنات کی غذا ہیں، امام نوویؒ نے یہ وجہ بیان کی ہے (۷۴)۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تعذیبِ حیوان ہے، ہڈی سے جانور جلد ذبح نہیں ہوتا تو وہ عذاب میں مبتلا ہوگا، اس لیے منع فرمایا (۷۵)۔

---

(۷۲) فتح الباري: ۹/ ۷۸۳۔

(۷۳) فتح الباري: ۹/ ۷۸۱۔

(۷۴) فتح الباري: ۹/ ۷۸۱، وشرح مسلم للنووي: كتاب الأضاحي، باب جواز الذبائح بكل ما أنهر الدم: ۲/ ۱۵۷۔

(۷۵) فتح الباري: ۹/ ۷۸۴۔

وأما الظفر فمُدَى الحبشة

اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں، حبشی چونکہ کافر تھے اور تشبہ بالکفار جائز نہیں، اس لیے منع فرمایا۔ نیز اس میں تعذیب حیوان بھی ہے (۷۶)۔

اگر ناخن اور دانت جسم سے جدا ہیں اور کسی نے ان سے جانور کو ذبح کیا تو ذبح صحیح ہے البتہ اس طرح ذبح کرنا مکروہ ہے۔

تاہم اگر ناخن اور دانت جسم سے جدا نہیں ہوئے اور کسی نے اپنے ناخن یا اپنے دانتوں سے کوئی جانور ذبح کیا تو ذبح درست نہیں ہوگا (۷۷)۔

١٦ باب : ما ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَالْأَصْنَامِ.

٥١٨٠ : حدَّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسدٍ : حدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ : أَخْبَرَنَا مُوسى ابْنُ عُقْبَةَ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبدَ اللهِ يُحدِّثُ ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ : أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ ابْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلْدَحَ ، وذَاكَ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ على رَسُولِ اللهِ ﷺ الْوَحْيُ ، فَقُدِّمَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ سُفْرَةٌ فِيهَا لَحْمٌ ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا ، ثُمَّ قالَ : إِنِّي لَا آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ ، وَلَا آكُلُ إِلَّا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ . [ر : ٣٦١٤]

اصنام اور بتوں کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے، روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نزول وحی سے پہلے زید بن عمرو بن نفیل سے مقام اسفل بلدح میں ملاقات ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت کا دستر خوان پیش کیا گیا، آپ نے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ میں اس ذبیحہ کو نہیں کھاتا ہوں جس کو تم نے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا ہو۔

یہاں روایت میں ہے "فقدم إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم سفرة اللحم" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا دستر خوان زید بن عمرو بن نفیل کی خدمت میں پیش کیا اور

---

(۷۶) فتح الباری: ۹/ ۷۸۴۔

(۷۷) ردالمحتار: ۵/ ۲۰۸۔

کشمیہنی کی روایت میں ہے "فقُدِم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم سفرة" یعنی حضور اکرمؐ کی خدمت میں دستر خوان پیش کیا گیا، اس صورت میں "قُدِّمَ" مجہول کا صیغہ ہے۔

ابن منیر نے دونوں روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے کہا کہ وہاں موجود لوگوں نے دستر خوان حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے پھر زید بن عمرو بن نفیل کی طرف بڑھایا اور زید نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہوں (۷۸)۔

زید بن عمرو بن نفیل مشہور صحابی حضرت سعید بن زید کے والد ہیں، حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، زید بن عمرو بن نفیل زمانہ جاہلیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر عمل کرتے تھے۔

نُصُب...... بت کو کہتے ہیں، صاد پر سکون اور ضمہ دونوں درست ہے، اس کی جمع أنصاب آتی ہے (۷۹)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ نصب اس پتھر کو کہا جاتا تھا جسے مشرکین نے بیت اللہ کے پاس نصب کر دیا تھا اور بتوں کے نام کا ذبیحہ اسی پتھر پر رکھ کر کیا جاتا تھا (۸۰)۔

١٧ – باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (فَلْيَذْبَحْ عَلَى ٱسْمِ ٱللهِ).

٥١٨١ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ قالَ : ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ أُضْحِيَةً ذَاتَ يَوْمٍ . فَإِذَا أُنَاسٌ قَدْ ذَبَحُوا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ ، فَلَمَّا ٱنْصَرَفَ رَآهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلَاةِ ، فَقَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى ، وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى ٱسْمِ ٱللهِ) .
[ر : ٩٤٢]

---

(۷۸) دیکھیے فتح الباری: ۹/۷۸۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۱۴، والمتواری علی تراجم أبواب البخاری: ۲۰۵۔

(۷۹) مختار الصحاح: ۶۶۱

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۳، وفتح الباری: ۹/۷۸۶۔

ترجمۃ الباب کا فائدہ ومقصد

ایک باب قبل "تسمیہ علی الذبیحہ" کا باب گذر چکا ہے یہاں دوبارہ لے آئے ہیں جس سے بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے بعد مذکورہ ترجمۃ الباب قائم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بسم اللہ بھولنے والا، بسم اللہ کو چھوڑنے والا نہیں ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"فائدة هذه الترجمة بعد تقدم الترجمة على التسمية التنبيه على أن الناسي يذبح على اسم الله، لأنه لم يقل فيه "فليسم" وإنما جعل أصل ذبح المسلم على اسم الله من صفة فعله ولوازمه، كماورد: "ذكرالله على قلب كل مسلم سمى، أولم يسم"(۸۱)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس توجیہ کو وجیہ قرار دیا(۸۲)۔

باب کی مناسبت حدیث سے ظاہر ہے۔ أَضْحاة (بفتح الہمزہ) أضحية کے معنی میں ہے۔

١٨ - باب : ما أَنْهَرَ ٱلدَّمَ مِنَ ٱلْقَصَبِ وَالْمَرْوَةِ وَالْحَدِيدِ .

٥١٨٣/٥١٨٢ : حدَّثنا محمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ : سَمِعَ ٱبْنَ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ : يُخْبِرُ ٱبْنَ عُمَرَ : أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ جارِيَةً لَهُمْ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا بِسَلْعٍ ، فَأَبْصرتْ بِشاةٍ مِنْ غَنَمِها مَوْتًا ، فَكَسرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ : لَا تَأْكُلوا حَتَّى آتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ ، أَوْ حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْهِ مَنْ يَسْأَلُهُ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَوْ بَعَثَ إِلَيْهِ . فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِأَكْلِهَا .

(٥١٨٣) : حدَّثنا مُوسَى : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ : أَخْبَرَ عَبْدَ ٱللَّهِ : أَنَّ جارِيَةً لِكَعْبِ بْنِ مالِكٍ تَرْعَى غَنَمًا لَهُ بِالْجُبَيْلِ الَّذِي بِالسُّوقِ ، وَهُوَ بِسَلْعٍ ، فَأُصِيبَتْ شَاةٌ ، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ ، فَذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَأَمَرَهُمْ بِأَكْلِهَا . [ر : ٢١٨١]

---

(۸۱) عمدة القاری:۲۱/۱۱۴۔

(۸۲) الأبواب والتراجم:۲/۹۲

٥١٨٤ : حدّثنا عَبْدَانُ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عبايَةَ بْنِ رِفاعَةَ بْنِ رَافِعٍ ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ لَيْسَ لَنَا مُدًى ، فَقَالَ : (ما أَنْهَرَ ٱلدَّمَ وَذُكِرَ ٱسْمُ ٱللهِ فَكُلْ ، لَيْسَ الظُّفُرَ وَالسِّنَّ ، أَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الحَبَشَةِ ، وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ) . وَنَدَّ بَعِيرٌ فَحَبَسَهُ ، فَقَالَ : (إِنَّ لِهٰذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ ، فَما غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا) . [ر : ٢٣٥٦]

بانس، پتھر اور لوہے میں سے جو بھی چیز جانور کا خون بہائے اس کے ذریعے ذبح کرنا درست ہے۔

قصب بانس کو کہتے ہیں اور مروہ سفید پتھر کو کہتے ہیں (۸۳)۔

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

روایاتِ باب میں قصب اور مروہ کا ذکر نہیں البتہ بعض دوسری روایات میں ان کا ذکر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے غالبًا ان ہی روایات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ترجمۃ الباب میں ان کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ روایات امام بخاری کی شرط پر نہیں چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے "أفنذبح بالقصب والمروة"(۸۴)۔

اسی طرح ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ذبح بالمروہ کا ذکر ہے، محمد بن صفوان سے روایت ہے کہ...... "ذبحت أرنبين بمروة ، فأمرني النبي صلى الله عليه وسلم بأكلهما"(۸۵)۔

امام حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے (۸۶)۔

جہاں تک حدید یعنی لوہے سے ذبح کرنے کا ذکر ہے تو وہ باب کی آخری روایت سے اس طرح

---

(۸۳) فتح الباری:۹/۸۷۷۔

(۸۴) شرح مسلم للنووی، کتاب الاضاحی، باب جواز الذبح بکل ماأنھرالدم......۲/۱۵۷۔

(۸۵) سنن الترمذی، کتاب الذبائح، باب ماجاء فی الذبیحة بالمروة:۴/۷۰(رقم الحدیث:۱۴۷۲) وسنن ابن ماجه ، کتاب الذبائح، باب مایذکی به:۲/۱۰۶۰(رقم الحدیث:۳۱۷۵)

(۸۶) المستدرك للإمام الحاكم، کتاب الذبائح:۴/۲۳۵۔

ثابت ہوتا ہے کہ اس میں "ولیست معنا مدی" کے الفاظ ہیں یعنی ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں چھریوں سے ذبح کرنے کا معمول تھا جیسا کہ آج بھی ہے (۸۷)۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک کی ایک باندی سلع پہاڑی کے پاس بکریاں چرا رہی تھی، اس نے ایک بکری کو مرتے دیکھا تو ایک پتھر توڑ کر اس کو ذبح کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جاریہ کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا (۸۸)۔

١٩ – باب : ذَبِيحَةِ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ .

٥١٨٦/٥١٨٥ : حدّثنا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ . فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا .

وَقالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنَا نَافِعٌ : أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصارِ : يُخْبِرُ عَبْدَ اللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ جارِيَةً لِكَعْبٍ : بِهٰذَا .

(٥١٨٧) : حدّثنا إِسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصارِ ، عَنْ مُعاذِ بْنِ سَعْدٍ ، أَوْ سَعْدِ بْنِ مُعاذٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ جارِيَةً لِكَعْبِ بْنِ مالِكٍ كانَتْ تَرْعَى غَنَمًا بِسَلْعٍ ، فَأُصِيبَتْ شَاةٌ مِنْهَا ، فَأَدْرَكَتْهَا فَذَبَحَتْهَا بِحَجَرٍ . فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقالَ : (كُلُوهَا) .
[ر : ٢١٨١]

عورت کا ذبیحہ جائز ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمۃ الباب قائم کر کے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو عورت کے ذبیحہ کو

(۸۷) فتح الباری:۹/۷۸۲۔

(۸۸) فتح الباری:۹/۷۸۲۔

ناجائز کہتے ہیں(۸۹)، محمد بن عبدالحکم نے امام مالک سے ذبیحة المرأة کی کراہت نقل کی ہے لیکن "مدونہ" میں مطلقاً جواز منقول ہے(۹۰)۔

جمہور علماء کے نزدیک اگر عورت ذبح کرنا جانتی ہو تو اس کا ذبیحہ بلا کراہت جائز ہے(۹۱)۔

چنانچہ روایت باب میں عورت کے ذبیحہ کا ذکر ہے، یہ روایت اس سے پہلے باب میں گذر چکی ہے۔

لیث کی تعلیق کو اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے(۹۲)۔

عن معاذ بن سعد أو سعد بن معاذ

راوی کو شک ہے، معاذ بن سعد سے یہ روایت ہے یا سعد بن معاذ سے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معاذ اور سعد دونوں صحابی ہیں اور الصحابة کلهم عدول، لہٰذا حضرت سعد ہوں یا حضرت معاذ، اس سے روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا(۹۳)۔

۲۰ - باب : لَا يُذَكَّى بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ وَالظُّفُرِ .

۵۱۸۷ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حدّثنا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ ، عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيجٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كُلْ - يَعْنِي - ما أَنْهَرَ الدَّمَ ، إِلَّا السِّنَّ وَالظُّفُرَ) . [ر : ۲۳۵٦]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت جو مسئلہ بیان کیا ہے، اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

---

(۸۹) عمدة القاری:۲۱/۱۱٦۔

(۹۰) عمدة القاری:۲۱/۱۱٦، والمدونة الکبری، کتاب الذبائح:۲/٦۷۔

(۹۱) فتح الباری:۹/۷۸۷، وعمدة القاری:۲۱/۱۱٦۔

(۹۲) عمدة القاری:۲۱/۱۱۷۔

(۹۳) شرح بخاری للکرمانی:۲۰/۹۹۔

۲۱ – باب : ذَبِيحَةِ الْأَعْرَابِ وَنَحْوِهِمْ .

۵۱۸۸ : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا أُسامَةُ بْنُ حَفْصٍ الْمَدَنِيُّ ، عَنْ هِشامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْها : أَنَّ قَوْمًا قالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّ قَوْمًا يأْتُونَنا بِاللَّحْمِ ، لَا نَدْرِي : أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا ؟ فَقالَ : (سَمُّوا عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُوهُ) . قالَتْ : وَكانُوا حَدِيثِي عَهْدٍ بِالْكُفْرِ .

تَابَعَهُ عَلِيٌّ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ . وَتَابَعَهُ أَبُو خالِدٍ وَالطُّفَاوِيُّ . [ر : ۱۹۵۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی دیہاتی اور اعرابی اگر ذبح کرنا چاہے تو اس کا ذبیحہ درست ہے جیسا کہ روایت باب میں تصریح ہے۔

اکثر نسخوں میں "ذبيحة الأعراب" کے بعد "ونحوهم" کے الفاظ ہیں، البتہ کشمیہنی کی روایت میں "ونحرهم" کے الفاظ ہیں (۹۴)۔

وکانوا حدیثی عهد بالکفر: یعنی وہ پوچھنے والے نئے نئے کفر سے اسلام کی طرف آئے تھے۔

حدیث باب سے بعض لوگوں نے تسمیہ علی الذبیحہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ تسمیہ علی الذبیحہ اگر واجب ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اعراب کا ذبیحہ کھانے کی اجازت نہ دیتے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے "وذلك في أول الإسلام" (۹۵)۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ گوشت لانے والے وہ اعراب تسمیہ کے حکم سے جاہل نہ تھے، اس لیے آپؐ نے سوال کرنے والوں کو ایک طرح کی تنبیہ فرمائی کہ تم "بسم اللہ" پڑھ لیا کرو اور لانے والوں کے متعلق یہی گمان کیا جانا چاہیے کہ انھوں نے "بسم اللہ" پڑھ لی ہو گی (۹۶)۔

---

(۹۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۸۔ وفتح الباری: ۹/۷۹۱

(۹۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۸۔ وفتح الباری: ۹/۷۹۱

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۸۔ وفتح الباری: ۹/۷۹۳

تابعه علی عن الدراوردی

یعنی علی بن المدینی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ الشیخ اسامہ بن حفص کی متابعت کی ہے، اسامہ نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے نقل کی ہے اور علی بن المدینی نے عبدالعزیز بن محمد دراوردی سے نقل کی ہے۔

اسماعیلی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے(۹۷)۔

وتابعه أبو خالد والطفاوی

اسامہ کی متابعت سلیمان بن حیان ابوخالد نے بھی کی ہے، اس متابعت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التوحید میں موصولاً نقل کیا ہے(۹۸)۔

اور محمد بن عبدالرحمٰن طُفاوی نے بھی اسامہ کی متابعت کی ہے، طُفاوی (بضم الطاء) طُفاوہ بنت حزم بن زیاد کی طرف منسوب ہے۔ طفاوی کی متابعت امام بخاری نے کتاب البیوع میں موصولاً نقل کی ہے(۹۹)۔

۲۲ - باب : ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَشُحُومِهَا ، مِنْ أَهْلِ الحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ» /المائدة : ٥/ .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ نَصَارَى الْعَرَبِ ، وَإِنْ سَمِعْتَهُ يُسَمِّي لِغَيْرِ اللهِ فَلَا تَأْكُلْ . وَإِنْ لَمْ تَسْمَعْهُ فَقَدْ أَحَلَّهُ اللهُ لَكَ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ . وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهُ .

وَقَالَ الحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ : لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ الْأَقْلَفِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : طَعَامُهُمْ : ذَبَائِحُهُمْ .

---

(۹۷) عمدة القاری:۲۱/۱۱۸۔وفتح الباری:۹/۷۹۱

(۹۸) عمدة القاری:۲۱/۱۱۸۔وفتح الباری:۹/۷۹۱

(۹۹) عمدة القاری:۲۱/۱۱۸۔وفتح الباری:۹/۷۹۱

٥١٨٩ : حدّثنا أبو الوليد : حدّثنا شعبة ، عن حميد بن هلال ، عن عبد الله بن مغفّل رضي الله عنه قال : كنّا محاصرين قصر خيبر ، فرمى إنسان بجراب فيه شحم ، فنزوت لآخذه ، فالتفتّ فإذا النّبيّ ﷺ فاستحييت منه . [ر : ٢٩٨٤]

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے ذبائح اور ان ذبائح کے شحوم (چربیاں) دونوں کا استعمال جائز ہے، یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اہل کتاب کے لیے حرام قرار دی گئی تھیں، ان کا استعمال جائز نہیں، جیسے شحوم ہیں، یہ چونکہ اہل کتاب کے لیے حرام تھیں، لہٰذا کسی مسلمان کے لیے اہل کتاب کے ذبح کردہ جانوروں کے شحوم جائز نہیں (۱۰۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے معمول کے مطابق ترجمۃ الباب میں قرآن کریم کی آیت کو بطور استدلال پیش فرمایا ہے، آیت کریمہ ﴿وطعام الذین اوتوا الکتاب﴾ میں طعام سے اہل کتاب کے ذبائح مراد ہیں (۱۰۱)۔

اہل کتاب کے ذبائح بالاتفاق حلال ہیں کیونکہ غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ ان کے نزدیک بھی حرام ہے۔

لیکن دوسرے مشرکین اور کفار کے ذبائح حلال نہیں ہیں کیونکہ وہ تسمیہ نہیں پڑھتے اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں (۱۰۲)۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی شرطیں

فقہاء نے اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے تین شرطیں لکھی ہیں:

---

(۱۰۰) عمدۃ القاری:۲۱/۱۱۹۔وفتح الباری:۹/۷۹۴

(۱۰۱) عمدۃ القاری:۲۱/۱۱۹۔وفتح الباری:۹/۷۹۵

(۱۰۲) عمدۃ القاری:۲۱/۱۱۹۔

اول یہ کہ ذبح اسلامی طریقے سے کیا ہو۔

دوم یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام واقعۃً لیا ہو۔

سوم یہ کہ ذبح کرنے والا واقعۃً اہل کتاب ہو۔

ان میں سے کوئی بھی شرط فوت ہوگئی تو پھر ذبیحہ جائز نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر معلوم ہو جائے کہ ذبح کے وقت اللہ کے نام کے بجائے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا گیا ہے یا ذبح کرنے والا اہل کتاب میں سے نہیں بلکہ ملحد ہے تو ایسا ذبیحہ کھانا جائز نہیں (۱۰۲☆)۔

اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہوں اور تورات وانجیل میں سے کسی پر ایمان رکھتے ہوں، اگرچہ ان کے عقائد مشرکانہ ہوں۔

آج کل یورپ کے اہل کتاب عموماً دہریہ اور ملحد ہوتے ہیں، ان میں سے بہت سے اللہ کے وجود کے بھی قائل نہیں، اس لیے ایسے لوگوں کا ذبیحہ درست نہیں، ہاں اگر کسی کے متعلق معلوم ہو کہ وہ واقعتاً اہل کتاب میں سے ہے تو اس کا ذبیحہ درست ہوگا۔

وقال الزهري: لابأس بذبيحة نصارى العرب

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نصاری عرب کے ذبیحہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ وہ ذبیحہ غیر اللہ کے نام پر کیا گیا ہے تو پھر اسے نہیں کھانا چاہیے۔

اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

ويذكر عن علي نحوه

یعنی امام زہری کے قول کی طرح ایک قول حضرت علی سے بھی نقل کیا جاتا ہے "یُذْکَر" مجہول کا صیغہ لاکر امام بخاریؒ نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حضرت علیؓ سے بعض نصاری عرب کے ذبائح کی ممانعت بھی منقول ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علیؓ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ:

(۱۰۲☆) فتاوی هنديه:۵/۲۸۵۔ وردالمحتار:۶/۲۹۷۔

(۱۰۳) عمدة القاری:۲۱/۱۱۹۔ وفتح الباری:۹/۷۹۴۔

”لاتأکلوا ذبائح نصاری بنی تغلب، فإنھم لم یتمسکوا من دینھم إلابشرب الخمر“(۱۰۴)۔

وقال الحسن وإبراھیم: لابأس بذبیحة الأقلف

اقلف غیر مختون کو کہتے ہیں یعنی ایسا شخص جس کا ختنہ نہ ہوا ہو،اس کا ذبیحہ جائز ہے، چونکہ حضرت ابن عباسؓ اور امام احمدؒ سے عدم جواز منقول ہے (۱۰۴☆) اس لیے امام بخاری نے یہ اثر نقل فرمایا حضرت حسن بصری کے اثر کو عبد الرزاق نے اور ابراہیم نخعی کی تعلیق کو ابو بکر خلال نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۵)۔

وقال ابن عباس: طعامھم: ذبائحھم

قرآن کریم کی آیت ﴿وطعام الذین او توا الکتاب﴾ میں طعام سے ذبائح مراد ہیں، حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق کو طبری نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۶)۔

روایت باب میں ہے ”نزوت“......نزو کے معنی کودنے کے آتے ہیں یعنی میں چربی کی اس تھیلی کو لینے کے لیے کودا، یہ روایت کتاب المغازی میں غزوہ خیبر کے تحت گذر چکی ہے۔

۲۳ - باب : مَا نَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ .

وَأَجَازَهُ ٱبْنُ مَسْعُودٍ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : مَا أَعْجَزَكَ مِنَ الْبَهَائِمِ مِمَّا فِي يَدَيْكَ فَهُوَ كَالصَّيْدِ ، وَفِي بَعِيرٍ تَرَدَّى فِي بِئْرٍ : مِنْ حَيْثُ قَدَرْتَ عَلَيْهِ فَذَكِّهِ .

وَرَأَى ذٰلِكَ عَلِيٌّ وَٱبْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ .

---

(۱۰۴)عمدة القاری:۲۱/۱۱۸۔وفتح الباری:۹/۷۹۵

(۱۰۴☆)دیکھیے المغنی لابن قدامة، کتاب الصید والذبائح:۹/۳۱۱۔

(۱۰۵)عمدة القاری:۲۱/۱۱۸۔وفتح الباری:۹/۷۹۵۔

(۱۰۶)عمدة القاری:۲۱/۱۱۸۔

٥١٩٠ : حدّثنا عمرو بن عليّ : حدّثنا يحيى : حدّثنا سفيان : حدّثنا أبي ، عن عباية ابن رفاعة بن رافع بن خديج ، عن رافع بن خديج قال : قلت : يا رسول الله ، إنّا لاقو العدوّ غدا ، وليست معنا مدى ، فقال : (اعجل ، أو أرن . ما أنهر الدّم وذكر اسم الله فكل ، ليس السّنّ والظّفر . وسأحدّثك : أمّا السّنّ فعظم ، وأمّا الظّفر فمدى الحبشة) . وأصبنا نهب إبل وغنم ، فندّ منها بعير فرماه رجل بسهم فحبسه . فقال رسول الله ﷺ : (إنّ لهذه الإبل أوابد كأوابد الوحش ، فإذا غلبكم منها شيء فافعلوا به هكذا) . [ر : ٢٣٥٦]

اگر کوئی جانور بدک کر بھاگ جائے تو وہ وحشی جانوروں کے حکم میں ہو جاتا ہے اور تیر تلوار وغیرہ کے ذریعہ سے اسے دور سے مار کر کھایا جا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر آپ کا جانور بھاگ جائے اور اسے قابو میں لانا مشکل ہو تو وہ شکار کے حکم میں ہے، لہٰذا اسے دور سے بھی مار کر کھانا جائز ہے، اسی طرح کوئی جانور کنویں میں گر گیا تو اسے ذبح کرنے کے لیے جسم کے جس حصے پر وار کا موقع ملے، اس وار سے وہ ذبح سمجھا جائے گا، مثلاً کسی نے اس کے ران میں نیزہ مارا اور اس سے وہ مر گیا تو اس کا کھانا جائز ہے۔

حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی بھی یہی رائے تھی۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ''لایجوز أن یذکی أصلا إلا فی الحلق واللبة''(۱۰۷)۔

حضرت ابن مسعودؓ کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے، حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق کو عبدالرزاق نے، حضرت علیؓ کی تعلیق کو ابو بکر نے، حضرت ابن عمرؓ کی تعلیق کو عبدالرزاق نے اور حضرت عائشہؓ کی تعلیق کو ابن حزم نے موصولاً نقل کیا ہے(۱۰۸)۔

حدیث باب چند ابواب پہلے گذر چکی ہے۔

---

(۱۰۷) عمدة القاری:۲۱/۱۲۰۔

(۱۰۸) عمدة القاری:۲۱/۱۲۰۔ وفتح الباری:۹/۷۹۶

٢٤ - باب : النَّحْرِ وَالذَّبْحِ .

وَقالَ ٱبْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطاءٍ : لَا ذَبْحَ وَلَا نَحْرَ إِلَّا في المَذْبَحِ وَالمَنْحَرِ . قُلْتُ : أَيَجْزِي ما يُذْبَحُ أَنْ أَنْحرَهُ ؟ قالَ : نَعَمْ ، ذَكَرَ ٱللَّهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ . فَإِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحرُ جازَ . وَالنَّحْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ ، وَالذَّبْحُ قَطْعُ الْأَوْدَاجِ . قُلْتُ : فَيُخَلِّفُ الْأَوْدَاجَ حَتَّى يَقْطَعَ النُّخاعَ ؟ قالَ : لَا إِخالُ .

وَأَخْبَرَنِي نافِعٌ : أَنَّ ٱبْنَ عُمَرَ نَهى عَنِ النَّخْعِ ، يَقُولُ : يَقْطَعُ ما دُونَ الْعَظْمِ . ثُمَّ يَدَعُ حَتَّى تَمُوتَ .

وَقَوْلِ ٱللَّهِ تَعالَى : «وَإِذْ قالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً» /البقرة: ٦٧/ .

وَقالَ : «فَذَبَحُوهَا وَما كادُوا يَفْعَلُونَ» /البقرة: ٧١/ .

وَقالَ سَعِيدٌ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : ٱلذَّكاةُ فِي الحَلْقِ وَاللَّبَّةِ .

وَقالَ ٱبْنُ عُمَرَ ، وَٱبْنُ عَبَّاسٍ ، وَأَنَسٌ : إِذا قَطَعَ الرَّأْسَ فَلا بَأْسَ .

٥١٩١/٥١٩٣ : حدّثنا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنا سُفْيانُ ، عَنْ هِشامِ بْنِ عُرْوَةَ قالَ : أَخْبَرَتْنِي فاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ ٱمْرَأَتِي ، عَنْ أَسْماءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُما قالَتْ : نَحَرْنا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْناهُ .

(٥١٩٢) : حدّثنا إِسْحٰقُ : سَمِعَ عَبْدَةَ ، عَنْ هِشامٍ ، عَنْ فاطِمَةَ ، عَنْ أَسْماءَ قالَتْ : ذَبَحْنا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ فَرَسًا ، وَنَحْنُ بِالمَدِينَةِ ، فَأَكَلْناهُ .

(٥١٩٣) : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنا جَرِيرٌ ، عَنْ هِشامٍ ، عَنْ فاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ : أَنَّ أَسْماءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ قالَتْ : نَحَرْنا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْناهُ .

تابَعَهُ وَكِيعٌ ، وَٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ هِشامٍ : فِي النَّحْرِ . [٥٢٠٠]

نحر کے معنی

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نحر کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ومعنی النحر أن

یضربها بحربة أونحوها فی الوهدة التی بین أصل عنقها وصدرها"(۱) یعنی جانور کے حلق اور سینے کے درمیان جو گڑھا سا ہوتا ہے، اس میں نیزہ وغیرہ مارنے کو نحر کہا جاتا ہے۔

ذبح والے جانور کو نحر کرنے کا حکم

اونٹ میں نحر اور دوسرے جانوروں میں ذبح افضل ہے(۲) البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نحر والے جانور کو ذبح کیا یا ذبح والے جانور کو نحر کیا گیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

حضرات مالکیہ میں سے ابن القاسم نے اس کو ناجائز قرار دیا، لہٰذا ان کے نزدیک اگر کسی نے اونٹ کو ذبح کیا تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کرنا مطلقاً بلا کراہت جائز ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور کے نزدیک ذبح والے جانور کو نحر کرنا اور نحر والے کو ذبح کرنا جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے(۳)۔

وقال ابن جریج عن عطاء: لاذبح ولانحر إلافی المذبح والمنحر

ابن جریج (عبدالملک بن عبدالعزیز) حضرت عطاء بن ابی رباح سے نقل کرتے ہیں کہ ذبح (حلق پر چھری پھیرنا) اور نحر (سینے پر برچھا مارنا) حلق اور سینے پر ہی ہوتا ہے۔

مذبح اور منحر دونوں ظرف کے صیغے ہیں، مقصد یہ ہے کہ جانور کے کسی اور حصے کو ذبح کیا یا نیزہ مارا تو وہ ذبح درست نہیں ہوگا، کہ ذبح اختیاری سے متعلق یہی حکم ہے، ہاں اگر کوئی وحشی جانور ہو، یا پالتو جانور بدک جائے تو اس صورت میں "ذبح اضطراری" بھی جائز ہے کہ جانور کے جس حصے کو بھی مار کر خون بہایا جائے، ذبح درست ہوگا۔

---

(۱) المغنی لابن قدامة، کتاب الذبائح:۹/۳۱۷۔

(۲) فتح الباری:۹/۷۹۹، وعمدة القاری:۲۱/۱۲۱۔

(۳) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدة القاری:۲۱/۱۲۱۔

قلت: أیجزی مایذبح أن أنحره؟ قال: نعم......

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ جو جانور ذبح کیا جاتا ہے میں اگر اس کا نحر کردوں تو یہ کافی ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں وہ بھی کافی ہو جائے گا، اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں گائے کو ذبح کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اگر آپ نحر والے جانور کو ذبح کردیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن ذبح کے مقابلے میں نحر میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ بقرہ یعنی گائے کے متعلق تو قرآن کریم میں "ذبح" کا لفظ استعمال ہوا ہے، ارشاد ہے ﴿ان اللہ یامرکم أن تذبحو بقرۃ﴾ لیکن حدیث میں نحر کا لفظ آیا ہے (۴)۔

عطاء بن ابی رباح نے "ذَکَرَاللّٰهُ ذَبْحَ البقرۃِ" سے اسی استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث میں تو بقرہ کے لیے "نحر" آیا ہے اور قرآن میں "ذبح" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ نحر والے کو ذبح اور ذبح والے کو نحر کیا جاسکتا ہے۔

والذبح: قطع الأوداج

أوداج: وَدَج (بفتح الواو والدال) کی جمع ہے، گردن میں خون کی نالی کو کہتے ہیں، ہر جانور کی گردن میں خون کی دو رگیں ہوتی ہیں انہیں "وَدَجان" کہا جاتا ہے (۵)۔

خون کی یہ نالیاں اگرچہ دو ہیں لیکن یہ کلمہ تغلیباً چار نالیوں کے لیے فقہاء استعمال کرتے ہیں، دو تو یہی خون کی رگیں ہیں اور دو نالیاں اور ہیں:

❶ حلقوم: سانس لینے کی نالی۔ ❷ المریء: خوراک وغذا والی نالی (۶)۔

ذبح کے لیے کتنی رگیں کاٹنا ضروری ہے

ذبح کرنے کی مکمل صورت تو یہی ہے کہ مذکورہ چاروں نالیوں کو کاٹا جائے، تاہم اگر کسی نے ان

(۴) عمدۃ القاری: ۱۲۱/۲۱۔

(۵) قال ابن سِیْدَہ: "الودجان عِرقان متصلان من الرأس إلی السحر، والجمع أوداج" (لسان العرب: ۳۹۷/۲)۔

(۶) بدائع الصنائع: ۴۱/۵۔

چار میں سے بعض کو کاٹا اور بعض کو چھوڑ دیا تو ذبح جائز ہو گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وَدَجین اور حلقوم کو کاٹنا واجب ہے اور مری ءیعنی خوراک والی نالی کو کاٹنا واجب نہیں (۷)۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلقوم اور مری ء کو کاٹنا واجب ہے، وَدَجین (خون کی نالیوں) کو کاٹنا ضروری نہیں ہے (۸)۔

امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۹)۔

امام احمد رحمہ اللہ کی دوسری روایت میں چاروں کو کاٹنا واجب ہے (۱۰)۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ "للأكثر حكم الكل" کے اصول کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان چار میں سے جو بھی تین کٹ جائیں تو ذبیحہ کے جواز کے لیے کافی ہو جائے گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بھی تین کا کاٹنا کافی ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ ان تین میں حلقوم اور مری ء شامل ہونے چاہئیں، حلقوم اور مری ء کا کاٹنا ان کے نزدیک جوازِ ذبیحہ کے لیے ضروری ہے (۱۱)۔

اکثر حنفیہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتوی دیا ہے (۱۲)۔

قلت: فَيُخَلَّفُ الأوداجُ حتى يقطع النَّخاع، قال: لاأخال

ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ رگیں پیچھے چھوڑ دی جائیں یہاں تک کہ حرام مغز کاٹ دیا جائے تو یہ صورت جائز ہو گی؟ انھوں نے فرمایا کہ میں اسے ٹھیک نہیں سمجھتا، ابن جریج فرماتے ہیں کہ نافع نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے حرام مغز کاٹنے سے منع فرمایا

---

(۷) الذخيرة للقرافي: ۴/۱۳۳۔ فتح الباري: ۹/۷۹۹۔

(۸) كتاب الأم: ۲/۲۵۹، فتح الباري: ۹/۷۹۹۔

(۹) عمدة القاري: ۲۱/۱۲۲۔

(۱۰) أحكام الذبائح: ۸۔

(۱۱) دیکھیے بدائع الصنائع: ۵/۴۱-۴۲۔

(۱۲) فتح الباري: ۹/۷۹۹۔

ہے۔

یُخَلَّفُ: مجہول کا صیغہ ہے "أوداج" اس کا نائب فاعل ہے یعنی رگیں (کاٹ کر) پیچھے چھوڑ دی جائیں اور آگے حرام مغز بھی کاٹ دیا جائے۔

نِخاع (نون کے کسرہ، فتحہ اور ضمہ کے ساتھ) حرام مغز کو کہتے ہیں، یہ گردن کی ہڈی میں ایک سفید رگ ہوتی ہے (۱۳)۔

"وأخبرنی نافع" یہ ابن جریج کا قول ہے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ذبح کرتے ہوئے حرام مغز بھی کاٹ ڈالا تو اس طرح کرنا مکروہ ہے، تاہم ذبیحہ کھانا حرام نہیں ہوگا (۱۴)۔

ابن جریج کی مذکورہ تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۵)۔

وقال سعیدبن جبیرعن ابن عباس: الذکاۃ فی الحلق واللبۃ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ذبح صرف حلق اور سینے ہی میں ہوگا۔

لَبّۃ (لام کے فتحہ اور باء کی تشدید کے ساتھ) موضع القلادۃ من الصدر: سینے کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہار ہوتا ہے، اس کو منحر بھی کہتے ہیں (۱۶)۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ ذبح والے جانوروں کو حلق سے کاٹا جائے گا اور نحر والے جانور (اونٹ وغیرہ) کو منحر یعنی سینے میں برچھا مار کر ذبح کیا جائے گا، ذبح اختیاری میں حلق اور لبہ کے علاوہ جانور کے کسی اور حصے کو کاٹ کر مارنے سے جانور حلال نہیں ہوگا۔

حلق کے اعلی، اوسط اور اسفل کسی بھی حصہ پر چھری رکھ کر ذبح کیا جاسکتا ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ "الذکاۃ فی الحلق واللبۃ" میں "فی" "بین" کے معنی میں ہے یعنی

---

(۱۳) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۲۲، هوالذی یکون فی فقار الصلب شبیه بالمخ وهو متصل بالقفا، یقال له أیضاً: خیط الرقبة (فتح الباری: ۹/۷۹۹)۔

(۱۴) دیکھیے الهدایة مع فتح القدیر کتاب الذبائح: ۸/۴۱۵۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

(۱۶) فتح الباری: ۹/۸۰۰۔

حلق اور سینے کے درمیان جانور کو ذبح کیا جائے گا(۱۷)۔

سعید بن منصور اور امام بیہقی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے(۱۸)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تعلیق ذکر کر کے شاید اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا "یارسول اللہ أماتكون الذكاة إلامن اللبّة والحلق قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لوطعنت في فخذها لأجزأعنك" (۱۹) یعنی ران میں نیزہ مارنے سے بھی ذبح درست ہو جائے گا۔

لیکن جن لوگوں نے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے، انھوں نے اس حدیث کو ذبح اضطراری پر محمول کیا ہے(۲۰)۔

وقال ابن عمر، و ابن عباس وأنس: إذاقطع الرأس فلابأس

یعنی ذبح کرتے ہوئے اگر سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، حضرت ابن عمرؓ کے اثر کو ابو موسیٰ نے، حضرت ابن عباسؓ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور حضرت انسؓ کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے(۲۱)۔

ذبح کرتے ہوئے سر کاٹ دینا مکروہ ہے تاہم ذبیحہ جائز ہوگا(۲۲)۔

نحرنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فرسا، فأكلناه

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے(۲۳)۔

---

(۱۷) عمدة القاری:۲۱/ ۱۲۳۔

(۱۸) فتح الباری:۹/ ۸۰۰۔

(۱۹) سنن أبی داود، كتاب الأضاحی، باب ماجاء فی ذبيحة المتردية، (رقم الحديث:۲۸۵۲)۳/ ۱۰۳۔

(۲۰) فتح الباری:۹/ ۸۰۰۔

(۲۱) فتح الباری:۹/ ۸۰۰، وعمدة القاری:۲۱/ ۱۲۳۔

(۲۲) دیکھیے هداية مع فتح القدير، كتاب الذبائح:۸/ ۴۱۵۔ وعمدة القاری:۲۱/ ۱۲۲۔

(۲۳)(۵۱۹۳)الحديث أخرجه مسلم فی الذبائح، باب فی أكل لحوم الخيل (رقم الحديث:۱۹۴۲)۳/ ۱۵۴۱، وأخرجه ابن ماجه فی الذبائح، باب لحوم الخيل (رقم الحديث:۳۱۹۰) ۲/ ۱۰۶۴، وأخرجه النسائی فی الأطعمة، باب نسخ تحريم لحوم الخيل، (رقم الحديث:۶۶۴۴)۴/ ۱۵۲۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے عہد نبوی میں گھوڑا نحر کیا اور کھایا، پہلی روایت میں "نحرنا" کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں "ذبحنا" ہے، گھوڑے کو نحر بھی کیا جاسکتا ہے اور ذبح بھی، لیکن ذبح افضل ہے، نحر اور ذبح ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، ہشام سے روایت کرنے والوں نے کہیں "نحرنا" اور کہیں "ذبحنا" کا لفظ استعمال کیا(۲۴)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں، ایک میں گھوڑے کو ذبح کیا گیا تھا اور دوسرے میں نحر(۲۵)۔

تابعه وكيع و ابن عيينة عن هشام فى النحر

یعنی وکیع اور سفیان ابن عیینہ نے ہشام کے شاگرد جریر کی متابعت "نحر" میں کی ہے، انھوں نے بھی اپنی روایت میں نحر کا لفظ استعمال کیا ہے، یہ متابعت امام احمد نے موصولاً نقل کی ہے(۲۶)۔

٢٥ - باب : ما يُكْرَهُ مِنَ الْمُثْلَةِ وَالْمَصْبُورَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ .(۲۷)

٥١٩٤ : حدَّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حدَّثنا شُعْبَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قال : دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ عَلَى الحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ ، فَرَأَى غِلْمَانًا ، أَوْ فِتْيَانًا ، نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا ، فَقَالَ أَنَسٌ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ .

---

(۲۴) فتح البارى:۹/۸۰۱، وعمدة القارى:۲۱/۱۲۳۔

(۲۵) شرح مسلم للنووى، كتاب الذبائح، باب إباحة لحوم الخيل:۲/۱۵۰۔

(۲۶) عمدة القارى:۲۱/۱۲۳۔

(۲۷)(۵۱۹۴) الحديث أخرجه مسلم فى كتاب الصيد والذبائح، باب النهى عن صيد البهائم،(رقم الحديث: ۱۹۵۶)،وأخرجه أبوداود فى كتاب الضحايا، باب فى الرفق بالذبيحة،(رقم الحديث: ۲۸۱۶)،وأخرجه ابن ماجه فى كتاب الأضاحى، باب النهى عن صبرالبهائم وعن المثلة،(رقم الحديث:۳۱۸۵)،وأخرجه النسائى فى الضحايا، باب النهى عن المجثمة، رقم الحديث :۴۴۳۹۔

٥١٩٥/٥١٩٦ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ : أَخْبَرَنا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، وَغُلَامٌ مِنْ بَنِي يَحْيَى رَابِطٌ دَجَاجَةً يَرْمِيهَا ، فَمَشَى إِلَيْهَا ٱبْنُ عُمَرَ حَتَّى حَلَّهَا ، ثُمَّ أَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغُلَامِ مَعَهُ فَقَالَ : ٱزْجُرُوا غُلَامَكُمْ عَنْ أَنْ يَصْبِرَ هٰذَا الطَّيْرَ لِلْقَتْلِ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ تُصْبَرَ بَهِيمَةٌ أَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ .

(٥١٩٦) : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حدّثنا أَبُو عَوانة ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ ٱبْنِ عُمَرَ ، فَمَرُّوا بِفِتْيَةٍ ، أَوْ بِنَفَرٍ ، نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا ، فَلَمَّا رَأَوْا ٱبْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا ، وَقَالَ ٱبْنُ عُمَرَ : مَنْ فَعَلَ هٰذَا ؟ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا .

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ ، عَنْ شُعْبَةَ : حدّثنا الْمِنْهَالُ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ . وَقَالَ عَدِيٌّ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

٥١٩٧ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حدّثنا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ نَهَى عَنِ النُّهْبَةِ وَالْمُثْلَةِ . [ر : ٢٣٤٢]

یہاں مثلہ سے مراد ہے زندہ حالت میں حیوان کے اعضاء کو کاٹنا۔

مصبورۃ اس جانور کو کہتے ہیں جس کو باندھنے کے بعد تیر یا گولی وغیرہ کا نشانہ لگا کر مارا جائے۔

مجثمة بھی مصبورہ کے معنی میں ہے، اس طرح اگر کسی جانور کو مار کر قتل کیا گیا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (۲۸)۔

روایتِ باب، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔ پہلی روایت میں ہشام بن زید کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے ساتھ حکم ابن ایوب کے پاس گیا، حضرت انسؓ نے چند لڑکوں یا نوجوانوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو باندھ کر تیر مار رہے ہیں، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر تیر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ یحییٰ بن سعید کے پاس گئے تو یحییٰ کے بیٹوں میں ایک کو

---

(۲۸) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۱۲۴۔

دیکھا کہ مرغی باندھ کر اس کو پتھر سے مار رہا ہے، حضرت ابن عمر مرغی کے پاس پہنچے اور اسے کھول دیا، پھر اس مرغی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ساتھ والے لڑکے سے کہا کہ اپنے بچوں کو پرندوں کو قتل کے لیے باندھ کر مارنے سے روکو، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے چوپائے وغیرہ کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

باب کی یہ دوسری حدیث اصحاب صحاح میں سے صرف امام بخاریؒ نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "والحدیث من إفراده" (۲۹)۔

ثم أقبل بها وبالغلام معه فقال:

یعنی پھر اس مرغی کو لے کر اپنے ساتھ کھڑے لڑکے سے کہا۔

هذا الطیر

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طیر کا اطلاق مفرد پر بہت کم ہوتا ہے، مفرد کے لیے "طائر" مستعمل ہے، طیر عموماً جمع کے لیے آتا ہے، یہاں اس کا اطلاق مفرد پر کیا گیا ہے (۳۰)۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہاں "طیر" سے جنسِ طیر مراد لیا جاسکتا ہے اس لیے "طائر" کے بجائے طیر کا لفظ استعمال کیا ہے (۳۱)۔

علامہ عینیؒ نے اس کو رد کیا اور فرمایا کہ اشارہ ایک کی طرف تھا جو تعیین کے لیے ہوتا ہے، ایسی صورت میں جنس کیسے مراد لے سکتے ہیں (۳۲)۔

تابعه سلیمان عن شعبة

یعنی ابو بشر (جن کا نام جعفر بن ابی وحشیہ ہے) کی متابعت سلیمان بن حرب نے شعبہ سے روایت نقل کر کے کی ہے، اس متابعت کو بیہقی نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۳)۔

---

(۲۹) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۲۵۔

(۳۰) شرح بخاری للکرمانی: ۲۰/ ۱۰۴۔

(۳۱) فتح الباری: ۹/ ۸۰۳۔

(۳۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۲۵۔

(۳۳) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۲۵، وفتح الباری: ۹/ ۸۰۳۔

وقال عدی عن سعید عن ابن عباس عن النبی ﷺ

ابوبشر اور منہال نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے اور عدی بن ثابت نے سعید بن جبیر کے طریق سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل فرمائی ہے۔

اس تعلیق کو امام مسلم نے موصولاً نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں "لاتتخذوا شيئاً فيه الروح غرضًا" یعنی کسی ذی روح چیز کو نشانہ اور ہدف مت بناؤ(۳۴)۔

باب کی آخری روایت میں "نُهبَة" کا لفظ آیا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "هو أخذ مال الغير قهراً و جهراً"(۳۵)۔

۲٦ - باب : لحمِ الدَّجاج .

٥١٩٨/٥١٩٩ : حدَّثنا يَحْيَى : حدَّثَنا وكيعٌ ، عَنْ سُفْيانَ ، عَنْ أَيُّوب ، عَنْ أَبي قِلابَة ، عَنْ زَهْدَمٍ الجَرْمِيِّ ، عَنْ أَبي مُوسى - يعْني الأَشْعَرِيَّ - رضي الله عنه قال : رأيْتُ النَّبيَّ ﷺ يأْكُلُ دجاجًا .

(٥١٩٩) : حدَّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حدَّثنا عَبْدُ الوارثِ : حدَّثنا أَيُّوبُ بْنُ أَبي تميمة ، عَنِ القاسِمِ ، عَنْ زَهْدَمٍ قال : كُنَّا عِنْدَ أَبي مُوسى الأَشْعَرِيِّ ، وكانَ بيْنَنا وبيْنَ هذا الحيِّ مِنْ جَرْمٍ إخاءٌ ، فأُتِيَ بِطَعامٍ فِيه لَحْمُ دَجاجٍ ، وفي القَوْمِ رجُلٌ جالِسٌ أَحْمَرُ ، فلَمْ يَدْنُ مِنْ طَعامِهِ ، قالَ : ادْنُ ، فَقَدْ رأَيْتُ رسُولَ الله ﷺ يأْكُلُ مِنْهُ . قال : إِنِّي رأَيْتُهُ أَكل شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ ، فَحلَفْتُ أَنْ لا آكُلَهُ ، فقالَ : ادْنُ أُخْبِرْكَ ، أَوْ أُحدِّثْكَ : إِنِّي أَتيْتُ النَّبيَّ ﷺ في نَفَرٍ مِنَ الأَشْعَرِيِّينَ ، فوافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبانُ ، وهُوَ يَقْسِمُ نَعمًا مِنْ نَعَمِ الصَّدَقةِ ، فاسْتَحْمَلْناهُ . فَحلف أَنْ لا يحْمِلَنا ، قال : (ما عِنْدِي ما أَحْمِلُكُمْ عليْهِ) . ثُمَّ أُتِيَ رَسُولُ الله ﷺ بِنَهْبٍ مِنْ إِبِلٍ ، فقال : (أَيْنَ الأَشْعَرِيُّونَ ؟ أَيْنَ الأَشْعَرِيُّون) . قالَ : فأَعْطانا خَمْسَ ذَوْدٍ غُرَّ الذُّرى ،

(۳۴) عمدة القاری:۲۱/۱۲۵۔

(۳۵) عمدة القاری:۲۱/۱۲۵۔

فَلَبِثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ . فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي : نَسِيَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَمِينَهُ . فَوَٱللهِ لَئِنْ تَغَفَّلْنَا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَمِينَهُ لَا نُفْلِحُ أَبَدًا . فَرَجَعْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ ٱللهِ إِنَّا ٱسْتَحْمَلْنَاكَ ، فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا ، فَظَنَنَّا أَنَّكَ نَسِيتَ يَمِينَكَ ، فَقَالَ : (إِنَّ ٱللهَ هُوَ حَمَلَكُمْ . إِنِّي وَٱللهِ - إِنْ شَاءَ ٱللهُ - لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ ، فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا ، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا) .

[ر : ۲۹٦٤]

دجاج اسم جنس ہے، دال پر زبر، زیر اور پیش تینوں اعراب درست ہیں، مفرد دجاجة ہے(۳٦)۔

ابراہیم حربی نے "غریب الحدیث" میں اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ دِجاج: دال کے کسرہ کے ساتھ مرغے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس کا واحد دیك ہے اور دال کے فتحہ کے ساتھ مرغی کے لیے مستعمل ہے جس کا مفرد دجاجة ہے(۳۷)۔

یہ دَجَّ یَدُجُّ سے مشتق ہے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں، مرغی بھی چونکہ آگے پیچھے بڑی تیز چلتی ہے، اس لیے اسے دجاجة کہتے ہیں(۳۸)۔ مرغی بالاتفاق حلال ہے۔

روایت باب میں زہدم بن مضرب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس بیٹھے تھے، ہمارے درمیان اور جرم کے اس قبیلے کے درمیان بھائی چارہ تھا، کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا، لوگوں میں ایک سرخ رنگ کا آدمی بیٹھا تھا، وہ کھانے کے قریب نہیں آیا، ابو موسیٰ نے ان سے کہا کہ قریب آجاؤ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے، اس آدمی نے کہا کہ "میں نے مرغی کو ایسی چیز کھاتے دیکھا جس سے مجھے گھن آتی ہے تو میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا" ابو موسیٰ نے فرمایا کہ "نزدیک آئیں، آپ کو بتلادوں کہ میں چند اشعریوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس وقت پہنچا کہ آپ غصہ کی حالت میں تھے اور صدقہ

(۳٦) فتح الباری:۹/۸۰۵۔عمدة القاری:۲۱/۱۲٦۔

(۳۷) فتح الباری:۹/۸۰۵۔عمدة القاری:۲۱/۱۲٦۔

(۳۸) فتح الباری:۹/۸۰۵۔عمدة القاری:۲۱/۱۲٦۔

کے جانور تقسیم فرمار ہے تھے، ہم نے آپ سے سواری کے لیے جانور مانگا تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمیں سواری نہیں دیں گے، فرمایا کہ میرے پاس تمہیں سواری دینے کے لیے کوئی جانور نہیں ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت کے اونٹ آئے تو آپ نے فرمایا، اشعری کہاں ہیں؟ اشعری کہاں ہیں؟ پھر ہمیں اونچی کوہان والے پانچ سفید اونٹ دیئے، کچھ دیر ہم ٹھہرے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قسم بھول گئے ہیں اگر ہم نے حضور ﷺ کو ان کی قسم سے غافل رکھا تو بخدا، ہم کبھی فلاح نہیں پائیں گے، چنانچہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لوٹ آئے اور کہا، یا رسول اللہ! ہم نے آپ سے سواری مانگی تو آپ ﷺ نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ ہمیں سواری نہیں دیں گے، (اور پھر ہمیں دیدی) ہمیں خیال ہوا کہ شاید آپ اپنی قسم بھول گئے، آپ ﷺ نے فرمایا "تمہیں اللہ نے سواری دی ہے اور میں تو بخدا جب بھی کسی بات پر قسم کھاتا ہوں اور پھر بھلائی اس کے غیر میں دیکھوں تو وہی کام کرتا ہوں جس میں بھلائی ہوتی ہے اور کفارہ دے کر قسم توڑ دیتا ہوں"۔

زَهْدَم

زہدم (زاء کے فتحہ کے ساتھ) بصرہ کے ثقہ راوی ہیں، ان کے والد کا نام مُضَرِّب (بضم المیم، وبفتح الضاد، وتشدید الراء المکسورۃ) ہے، یہ قبیلہ جَرْم کے ہیں، صحیح بخاری میں ان کی دو حدیثیں ہیں، ایک حدیث باب اور دوسری کتاب المناقب میں گذر چکی ہے (۳۹)۔

کنا عند أبی موسی الأشعری و کان بیننا و بین هذا الحی من جرم إخاء

اس عبارت میں شاید راوی سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ زہدم جرمی ہیں، اس عبارت کا مفہوم ہے کہ ہمارے درمیان اور اس قبیلہ جرم کے درمیان بھائی چارہ تھا، جب وہ خود قبیلہ جرم کے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ ہمارے درمیان اور جرم کے درمیان بھائی چارہ تھا، کوئی مفہوم نہیں رکھتا، وہ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ ہمارے قبیلہ جرم اور ابو موسیٰ اشعری کے قبیلہ کے درمیان بھائی چارہ تھا، چنانچہ کتاب التوحید کے آخر

(۳۹) فتح الباری: ۹/۸۰۶۔

میں امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں "کان بین هذا الحی من جرم و بین الأشعریین ودّ" و إخاء" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا "وهذه الروایة هی المعتمدة" (۴۰)۔

وفی القوم رجل جالس أحمر

حافظ ابن حجرؒ نے کئی دوسری روایات نقل کر کے فرمایا کہ اس رجل سے مراد خود راویٔ حدیث زھدم ہیں، البتہ انھوں نے اپنے آپ کو مبہم رکھا (۴۱)۔

إنی رأیته یأکل شیئاً فقذرته

مرغی وغیرہ اگر گندگی کھائے تو اس کی وجہ سے اس کی حلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہاں اگر اس قدر گندگی کھالے کہ اس کی وجہ سے اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے تو پھر اس کا کھانا مکروہ ہے، بعضوں نے مکروہ تحریمی کہا اور بعضوں نے تنزیہی (۴۲)۔

فأعطانا خَمْسَ ذَوْد غُر الذُّری

ذَوْد (ذال کے فتحہ اور واو کے سکون کے ساتھ) تین سے دس تک اونٹوں کی جماعت کو ذَوْد کہتے ہیں، خمس ذود: پانچ اونٹ، یہ مرکب اضافی ہے، ابو البقاء نے فرمایا کہ مرکب اضافی کے بجائے "خمسًا ذود" ہونا چاہیے اس صورت میں "ذود" "خمسًا" سے بدل ہوگا۔ غُرّ: یہ أغر کی جمع ہے، بمعنی سفید، الذُرَی: (بضم الدال) یہ ذَرْوَة کی جمع ہے، ذروة کل شئی: أعلاہ، ہر چیز کے بلند حصے کو ذروہ کہتے ہیں، یہاں اس سے کوہان مراد ہیں، یعنی پانچ بلند کوہان والے سفید اونٹ آپ ﷺ نے ہمیں عطا فرمائے (۴۳)۔

اس حدیث سے متعلق باقی بحثیں ان شاءاللہ کتاب الأیمان والنذور میں آئیں گی۔

---

(۴۰) فتح الباری: ۹/۷۰۶۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/۷۰۶۔

(۴۲) ردالمحتار مع درمختار: ۶/۳۴۰۔

(۴۳) مذکورہ تشریح کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۱۲۷، وفتح الباری: ۹/۸۰۸۔

۲۷ – باب : لُحُومِ الخَيْلِ .

۵۲۰۰ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حدَّثنا سُفْيانُ : حدّثنا هِشامٌ ، عَنْ فاطمة ، عَنْ أَسْماءَ قالَتْ : نَحَرْنا فَرَسًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَكَلْناهُ . [ر : ۵۱۹۱]

۵۲۰۱ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حدّثنا حَمّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينارٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الحُمُرِ ، وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الخَيْلِ . [ر : ۳۹۸۲]

گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم

امام شافعی، امام احمد، حنفیہ میں صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے (۴۴)۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے، (۴۵) امام اعظم اور امام مالک سے مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی دونوں طرح کی روایتیں منقول ہیں (۴۶)۔

جمہور حدیثِ باب سے استدلال کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت جابرؓ کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں "إن رسول الله صلی الله علیه وسلم نهى يوم الخيبر عن لحوم الحمر الأهلية، وأذن فی لحوم الخيل" (۴۷)۔

امام ابو حنیفہؒ، امام أبوداود کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "نهى رسول الله صلی الله علیه وسلم عن أكل لحوم الخيل والبغال والحمير" (۴۸)۔

---

(۴۴) دیکھیے شرح المهذب: ۹/۴، وکتاب الآثار: ۱۸۰۔

(۴۵) أوجز المسالك كتاب الصيد، باب مايكره من أكل الدواب: ۹/۱۸۰۔

(۴۶) أوجز المسالك كتاب الصيد، باب مايكره من أكل الدواب: ۹/۱۸۰، وتكملة فتح الملهم: ۳/۵۲۵۔ وقال أبوحنيفه: أكره لحم الخيل فحمله أبوبكر الرازى على التنزيه، وصحح عنه أصحاب المحيط والهداية والذخيرة التحريم وهو قول أكثرهم، وعن بعضهم: يأثم آكله، ولايسمى حراما (فتح البارى: ۹/۸۱۱)۔

(۴۷) صحيح مسلم، كتاب الذبائح، باب أكل لحوم الخيل (رقم الحديث: ۱۹۱۴) ۳/۳۵۲

(۴۸) سنن أبى داود، كتاب الأطعمة، باب فى أكل لحوم الخيل (رقم الحديث: ۳۷۹۰) ۳/۳۵۲

٢٨ – باب : لُحومِ الحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ .

فِيهِ : عَنْ سَلَمَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٣٩٦٠]

٥٢٠٢ : حدَّثنا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحومِ الحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ .

حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ .

تَابَعَهُ ابْنُ المُبَارَكِ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ نَافِعٍ . وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ سَالِمٍ . [ر : ٣٩٧٨]

٥٢٠٣ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ وَالحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِمَا ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قالَ : نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ المُتْعَةِ عامَ خَيْبَرَ ، وَعَنْ لُحُومِ حُمُرِ الإِنْسِيَّةِ . [ر : ٣٩٧٩]

٥٢٠٤ : حدَّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الحُمُرِ ، وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الخَيْلِ . [ر : ٣٩٨٢]

٥٢٠٥ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قالَ : حَدَّثَنِي عَدِيٌّ ، عَنِ البَرَاءِ وَابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قالَا : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الحُمُرِ . [ر : ٢٩٨٦]

٥٢٠٦/٥٢٠٧ : حدَّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ قالَ : حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لُحُومَ الحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ .

تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَعُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ .

(٥٢٠٧) : وَقالَ مالِكٌ ، وَمَعْمَرٌ ، وَالمَاجِشُونُ ، وَيُونُسُ ، وَابْنُ إِسْحٰقَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ . [٥٢١٠ ، ٥٤٤٤]

۵۲۰۸ : حدّثنا محمّد بن سلام : أخبرنا عبد الوهّاب الثّقفيّ ، عن أيّوب ، عن محمّد ، عن أنس بن مالك رضي الله عنه : أنّ رسول الله ﷺ جاءه جاء فقال : أكلت الحمر ، ثمّ جاءه جاء فقال : أكلت الحمر ، ثمّ جاءه جاء فقال : أفنيت الحمر . فأمر مناديا فنادى في النّاس : (إنّ الله ورسوله ينهيانكم عن لحوم الحمر الأهليّة ، فإنّها رجس) . فأكفئت القدور ، وإنّها لتفور باللّحم . [ر : ٣٩٦٣]

۵۲۰۹ : حدّثنا عليّ بن عبد الله : حدّثنا سفيان : قال عمرو : قلت لجابر بن زيد : يزعمون أنّ رسول الله ﷺ نهى عن حمر الأهليّة ؟ فقال : قد كان يقول ذاك الحكم بن عمرو الغفاريّ عندنا بالبصرة . ولكن أبى ذاك البحر ابن عبّاس وقرأ : «قل لا أجد فيما أوحي إليّ محرّما» .

گدھے کے گوشت کا حکم

حمر وحشیۃ بالاتفاق حلال ہیں، حمر انسیۃ یعنی گدھوں کا گوشت جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے(۴۹)۔

امام مالک رحمہ اللہ سے تین روایتیں ہیں، ایک جمہور کے مطابق، دوسری مطلقاً جواز کی اور تیسری کراہت کی(۵۰)، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی جواز منقول ہے جیسا کہ یہاں باب کی آخری روایت میں ہے، حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت میں توقف منقول ہے، چنانچہ شعبی نے ان سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"لاأدری أنهی عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم من أجل أنه کان حمولة الناس، فکره أن تذهب حمولتهم، أوحرمها ألبتة یوم خیبر"(۵۱)۔

---

(۴۹) فتح الباری:۹/۸۱۸،۸۱۹،وﷲالأبواب والتراجم:۲/۹۳

(۵۰) فتح الباری:۹/۸۱۸

(۵۱) فتح الباری:۹/۸۱۸

یعنی مجھے معلوم نہیں کہ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے جو ممانعت فرمائی ہے، یہ اس وجہ سے تھی کہ آپ کو سواری ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا کیونکہ لوگ گدھوں پر سواری کرتے تھے یا قطعی طور پر آپ نے اس کو حرام قرار دیا۔

جمہور علماء کے نزدیک احادیثِ باب کی وجہ سے گدھوں کا گوشت حرام ہے۔ بعض احادیث میں لحوم حمر کی حرمت کی یہ وجہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ وہ گندگی کھاتے ہیں، یہ وجہ بھی آئی ہے کہ اس طرح سواریوں کے لیے جانور ناپید ہو جائیں گے لیکن یہاں باب میں حضرت انسؓ کی روایت میں اصل وجہ ذکر کی گئی ہے کہ "فإنها رجس"۔

جو حضرات اسے جائز کہتے ہیں، وہ أبو داود کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں، غالب بن ابجر فرماتے ہیں کہ ہم قحط میں مبتلا ہو گئے، گھر میں صرف گدھے رہ گئے تھے اور کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی، انھوں نے آکر حضور اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ آپ نے گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا ہے جب کہ میرے ہاں گدھوں کے سوا اور کچھ نہیں تو آپ نے فرمایا "أطعم أهلك من سمين حمرك، فإنما حرمتها من أجل جوال القرية، يعني الجلالة" (۵۲) یعنی آپ اپنے گھر والوں کو گدھوں کا گوشت کھلا سکتے ہیں، میں نے تو گندگی کھانے کی وجہ سے انہیں حرام قرار دیا تھا۔

لیکن حافظ ابن حجر اور امام نوویؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کا متن احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے (۵۳)۔

فيه عن سلمة عن النبي ﷺ

سلمہ بن الاکوع کی روایت امام بخاری نے کتاب المغازی میں موصولاً نقل کی ہے (۵۴)۔

---

(۵۲) سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، (رقم الحديث: ۳۸۰۹)

(۵۳) فتح الباري: ۸۱۸/۹، وشرح مسلم للنووي، كتاب الذبائح: باب تحريم أكل لحم الحمر الإنسيه: ۱۴۹/۲

(۵۴) كشف الباري، كتاب المغازي: ۴۱۴

فیه عن سلمة عن النبی ﷺ

سلمہ بن الاکوع کی روایت امام بخاری نے کتاب المغازی میں موصولاً نقل کی ہے(۵۴)۔

وقال مالك ومعمر والماجشون ويونس وابن إسحاق عن الزهری......

امام مالک کی تعلیق اگلے باب میں موصولاً آرہی ہے، معمر اور یونس کی روایت حسن بن سفیان نے موصولاً نقل کی ہے، ماجشون (یوسف بن یعقوب) کی تعلیق امام مسلم نے موصولاً نقل کی ہے اور ابن اسحاق کی روایت اسحاق بن راہویہ نے موصولاً نقل کی ہے(۵۵)۔

قد كان يقول ذاك الحكم بن عمرو الغفاری عندنا بالبصرة

حمیدی نے اپنی مسند میں اس میں اتنا اضافہ کیا ہے "قد كان يقول ذلك الحكم بن عمرو عن رسول الله صلى الله عليه وسلم" یعنی یہاں بخاری کی روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ نهی عن لحوم الحمر الانسية کی بات ہمارے ہاں بصرہ میں حکم بن عمرو کہا کرتے تھے لیکن حمیدی کی روایت میں ہے کہ حکم یہ بات حضور اکرم ﷺ سے نقل کر کے مرفوعاً بیان کرتے تھے۔

ولكن أبى ذلك البحر ابن عباس، وقرأ: ﴿قل لاأجد فيما اوحى إلى محرما﴾

"بحر" حضرت ابن عباس کی صفت ہے کیونکہ وہ علم کا سمندر تھے صفت کو مبالغۃً موصوف پر مقدم کیا ہے، ابن مردویہ کی روایت میں تفصیل ہے، اس میں ہے:

كان أهل الجاهلية يأكلون أشياء ويتركون أشياء تقذرا، فبعث الله نبيه، وأنزل كتابه، وأحل حلاله، وحرم حرامه فما أحل فهو حلال، وماحرم فهوحرام، وماسكت عنه فهو عفو، وتلا هذه: ﴿قل لاأجد فيما أوحى إلىّ......﴾ حاکم نے ابن مردویہ کی اس روایت کی تصحیح فرمائی ہے(۵۶)۔

---

(۵۵) دیکھیے فتح الباری: ۹/ ۸۱۶۔۸۱۷۔

(۵۶) المستدرك للإمام الحاكم، كتاب الأطعمة ۴/ ۱۱۵

(۵۷) فتح الباری: ۹/ ۸۱۸۔

٢٩ باب : أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ (٥٨)

٥٢١٠ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الخَوْلَانِيِّ ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ . تَابَعَهُ يُونُسُ ، وَمَعْمَرٌ ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ ، وَالمَاجِشُونُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . [ر : ٥٢٠٦]

ناب سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دانت کو کہتے ہیں، یہ دونوں جانب ہوتے ہیں، اردو میں اس کو کچلی کہتے ہیں(۵۹)، درندے ناب ہی کے ذریعہ چیر پھاڑتے ہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "والمراد بالناب مایعدو به علی الحیوان ویتقوی به"(۶۰)۔

درندوں کے گوشت کا حکم

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تحریم پر محمول ہے، چنانچہ کچلیوں والے درندوں (شیر چیتا وغیرہ) کا گوشت حرام ہے، اسی طرح چونچ سے شکار کرنے والے جانور (شاہین، کرگس وغیرہ) بھی حرام ہے کیونکہ مسلم کی روایت میں ہے "نہی عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذی مخلب من

---

(۵۸)(۵۲۱۰) الحديث أخرجه البخاری أيضا فی كتاب الطب ، باب ألبان الأتن،(رقم الحديث: ۵۴۴۴) وأخرجه مسلم فی كتاب الصيد والذبائح ، باب تحريم أكل كل ذی ناب،(رقم الحديث: ۱۹۳۲)، وأخرجه أبوداود فی الأطعمة، باب النهی عن أكل السباع،(رقم الحديث:۳۸۰۲)، وأخرجه الترمذی فی الصيد، باب فی كراهية كل ذی ناب،(رقم الحديث:۵۰۴)ا، وأخرجه ابن ماجه فی الصيد، باب كل ذی ناب من السباع، (رقم الحديث: ۳۲۷۲)، واخرجه النسائی فی الصيد، باب تحريم أكل السباع،(رقم الحديث:۴۳۲۵)

(۵۹) القاموس الوحيد:۱۷۳۱۔

(۶۰) عمدة القاری:۲۱/۱۳۲۔

الطیر"(۶۱)۔

امام مالک رحمہ اللہ کی مشہور روایت میں کچلیوں والے درندے مکروہ ہیں، حرام نہیں، وہ قرآن کریم کی آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہیں ﴿قل لا أجدفی مااوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا اولحم خنزیر﴾(۶۲) وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جن جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، ان میں کچلیوں والے درندے شامل نہیں ہیں (۶۳)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور حدیثِ باب، ہجرت کے بعد کی ہے، آیت کا حکم نزول کے وقت سے متعلق ہے کہ جن جانوروں کی حرمت آیت میں بیان نہیں کی گئی، وہ حلال ہیں، تاہم مستقبل میں تحریم کی نفی اس میں نہیں ہے (۶۴)۔

حدیث میں ذوناب سے کون سے درندے مراد ہیں

ذوناب سے کون سے درندے مراد ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"واختلف القائلون بالتحریم فی المراد بماله ناب، فقیل: إنه مایتقوی به، ویصول علی غیره، ویصطاد ویعدو بطبعه غالباً کالأسد والفهد والصقر والعقاب وأما مالایعدو کالضبع والثعلب فلا، وإلی هذا ذهب الشافعی واللیث ومن تبعهما، وقدورد فی حل الضبع أحادیث لابأس بها"(۶۵)۔

---

(۶۱) صحیح مسلم (مع التکملة) کتاب الصید: ۳/۵۰۰۔

(۶۲) سورة الأنعام: ۱۴۵

(۶۳) فتح الباری: ۹/۸۲۰۔ وروی عنه: أن العادی منه حرام کالأسد والذئب والفهد، وغیرالعادی مکروه کالثعلب، (حاشیة الدسوقی علی شرح الکبیر: ۲/۱۱۷۔)

(۶۴) فتح الباری: ۹/۸۲۰۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۸۲۰۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک حدیث باب اپنے عموم پر ہے، لہٰذا ہر ذوناب درندہ حرام ہے، ضبع بھی ذوناب ہے، اس لیے وہ بھی حرام ہے۔ ائمہ ثلاثہ ضبع (بجو) کو مباح قرار دیتے ہیں (٦٦)، وہ مستدل . کم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبع کھانے کی اجازت دی ہے (٦٧)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ حضرت جابرؓ کی حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وحديث جابر ليس بمشهور، وهو محلل، والمحرم يقضى على المبيح احتياطا، وقيل: حديث جابر منسوخ، وقيل: حديث جابر انفردبه عبدالرحمان بن أبى عمار، وليس بمشهور بنقل العلم، ولاهو حجة إذا انفرد، فكيف إذا خالفه من هو أثبت منه(٦٨)۔

❶ یعنی حدیث جابر محلل (حلال قرار دینے والی) ہے اور حدیثِ باب محرم (حرام قرار دینے والی) ہے اور محرم مبیح کا حکم ساقط کر دیتی ہے۔

❷ حدیث جابرؓ منسوخ ہے۔

❸ حدیث جابرؓ کا راوی عبدالرحمٰن مشہور اور قابل حجت نہیں، خاص کر جب اس نے اپنے سے ثقہ راوی کی مخالفت کر دی ہو۔

تابعه يونس ومعمر وابن عيينة والماجشون عن الزهرى

یعنی امام مالک کی متابعت ان حضرات نے کی ہے، اس سے پہلے باب میں ان متابعات کو موصولاً نقل کرنے والوں کا ذکر گذر چکا ہے، سوائے سفیان ابن عیینہ کے، ان کی متابعت امام بخاریؒ نے کتاب الطب میں موصولاً نقل کی ہے (٦٩)۔

---

(٦٦) عمدة القارى:٢١/١٣٢۔

(٦٧) عمدة القارى:٢١/١٣٢۔

(٦٨) عمدة القارى:٢١/١٣٢۔

(٦٩) عمدة القارى:٢١/١٣٢۔

۳۰ - باب : جُلُودِ المَيْتَةِ .

۵۲۱۲/۵۲۱۱ : حدّثنا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْراهِيمَ : حَدَّثَنا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ شِهابٍ : أَنَّ عُبَيْدَ ٱللهِ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ مَرَّ بِشاةٍ مَيِّتَةٍ . فَقالَ : (هَلَّا ٱسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهابِها) . قالُوا : إِنَّها مَيِّتَةٌ . قالَ : (إِنَّما حَرُمَ أَكْلُها) .

(۵۲۱۲) : حدّثنا خَطَّابُ بْنُ عُثْمانَ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرٍ ، عَنْ ثابِتِ بْنِ عَجْلانَ قالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما يَقُولُ : مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِعَنْزٍ مَيِّتَةٍ . فَقالَ : (ما عَلَى أَهْلِها لَوِ ٱنْتَفَعُوا بِإِهابِها) . [ر : ۱۴۲۱]

یعنی امام مالک کی متابعت ان حضرات نے کی ہے، اس سے پہلے باب میں ان متابعات کو موصولاً نقل کرنے والوں کا ذکر گذر چکا ہے، سوائے سفیان ابن عیینہ کے، ان کی متابعت امام بخاریؒ نے کتاب الطب میں موصولاً نقل کی ہے (۶۹)۔

جانور کی کھال سے انتفاع کا حکم

مرے ہوئے جانور کی کھال سے انتفاع جائز ہے یا نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اس باب میں ذکر کیا ہے۔

❶ جمہور علماء کے نزدیک دباغت دینے کے بعد جانور کی کھال سے انتفاع جائز ہے، وہ ایک تو حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، دوسرے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، جس کے الفاظ ہیں "أیما إهاب دبغ فقد طهر" (۷۰)۔ یعنی جس کھال کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔

البتہ حضرات حنفیہ نے اس سے انسان اور خنزیر کی کھال کو مستثنیٰ کیا ہے۔

خنزیر تو اس لیے کہ وہ نجس العین ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿فإنه نجس﴾ اور انسان کی کھال کو اس

(۷۰) سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی جلود المیتة إذا دبغت، (رقم الحدیث:۱۷۲۸)

(۷۱) دیکھیے بدائع الصنائع، کتاب الطهارة، فصل فی بیان مایقع به التطهیر :۱/۸۵۔

کے شرف واحترام کی بنا پر مستثنیٰ کیا ہے، امام محمد نے ہاتھی کو بھی نجس ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے(۷۱)۔

حضرات شافعیہ نے خنزیر کے ساتھ کلب کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے، کیونکہ کلب ان کے نزدیک نجس العین ہے(۷۲)۔ بہر حال ان چند کے علاوہ باقی جانوروں کی کھال سے دباغت کے بعد انتفاع حاصل کرنا جمہور کے نزدیک درست ہے۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا آخری قول بھی اسی کے مطابق ہے(۷۳)۔

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ جلود میتہ سے دباغت سے پہلے اور دباغت کے بعد دونوں صورتوں میں انتفاع جائز ہے، ابن شہاب نے اس کو اختیار کیا ہے(۷۴)۔

❸ تیسرا قول امام مالک اور امام احمد کا ہے، ان کے نزدیک دباغت کے بعد بھی جلود سے انتفاع جائز نہیں ہے(۷۵)۔

یہ حضرات حضرت عبداللہ بن عکیم لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں انھوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آپ کی وفات سے چند دن قبل آیا، اس میں تھا: لاتنتفعوا من المیتة بإهاب ولا عصب(۷۶)۔

اس حدیث کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، مثلاً یہ مضطرب المتن اور مضطرب السند ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں:

"والجواب الصحیح عنه أن حدیث ابن عباس المذکور من الصحاح، وأنه سماع، وحدیث ابن عکیم کتابة ، فلایقاوم

---

(۷۲) فتح القدیر، کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء وما لایجوز:۱/۸۱۔

(۷۳) عمدة القاری:۲۱/۱۳۳۔

(۷۴) عمدة القاری:۲۱/۱۳۳۔

(۷۵) فتح القدیر ،کتاب الطهارة:۱/۸۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۶) عمدة القاری:۲۱/۱۳۳۔

(۷۷) عمدة القاری:۲۱/۱۳۳۔

یعنی حدیث باب، حدیث صحیح ہے اور سماعاً ہے جب کہ ابن عکیم کی حدیث بذریعہ کتابت نقل ہوئی ہے، اسی طرح ابن عکیم کے صحابی ہونے میں بھی اختلاف ہے، ان کے تابعی ہونے کی صورت میں حدیث مرسل ہوگی جو صحیح اور موصول حدیث کے مقابلے میں حجت نہیں بن سکتی ہے۔

یہ حضرات ابوداود اور ترمذی کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں "انه علیه السلام نهی عن جلود السباع أن تفترش" (۷۸)

لیکن جمہور نے اس نہی کو انتفاع قبل الدباغ پر محمول کیا ہے کہ دباغت سے پہلے کھال سے انتفاع درست نہیں (۷۹)۔

لیکن جیسا کہ پہلے آچکا ہے کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا آخری قول جمہور کے مطابق ہے، انھوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

حدیث میں إهاب کا لفظ آیا ہے، دباغت سے پہلے کھال کو إهاب کہتے ہیں: بعضوں نے کہا کہ مطلقاً کھال کو إهاب کہتے ہیں، چاہے قبل الدباغت ہو یا بعد الدباغت، اس کی جمع أهب آتی ہے، ہمزہ اور ہاء دونوں پر فتحہ اور ضمہ دونوں جائز ہے (۸۰)۔ عَنْز (بفتح العین وسکون النون) بکری کو کہتے ہیں۔

سند پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں باب کی آخری روایت میں امام بخاری کے شیخ خطاب بن عثمان، ان کے شیخ محمد بن حمیر اور ان کے شیخ ثابت بن عجلان ہیں، یہ تینوں شام کے شہر حمص کے ہیں، صحیح بخاری میں خطاب بن عثمان اور ثابت بن عجلان کی یہی ایک حدیث ہے، البتہ محمد بن حمیر کی ایک حدیث باب الہجرۃ میں بھی گذری ہے (۸۱)۔

---

(۷۸) سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی النهی عن جلود السباع، (رقم الحدیث: ۱۷۷۰)، وسنن أبی دواد، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، (رقم الحدیث: ۴۱۳۲)

(۷۹) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۳۔

(۸۰) فتح الباری: ۹/ ۸۲۱۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۳۔

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۴۔

یہ تینوں راوی متکلم فیہ ہیں، خطاب بن عثمان کے بارے میں ابن حبان اور دار قطنی نے فرمایا ربما أخطاء(۸۲)۔

محمد بن حمیر کے متعلق ابوحاتم نے فرمایا "لایحتج به" (۸۳)۔

اور ثابت کے متعلق امام احمد نے فرمایا "أنا متوقف فيه" (۸۴)۔

اور عقیلی نے ان کے متعلق فرمایا "لایتابع فی حدیثه" (۸۵)۔

توجب یہ تینوں متکلم فیہ ہیں، پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی حدیث صحیح بخاری میں کیسے نقل فرمائی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ إن هؤلاء من المتابعات ، لا من الأصول ، والأصل فيه الذي قبله(۸۶)۔ یعنی ان راویوں کی حدیث کو امام بخاری نے بطور تائید اور بطور متابعت کے ذکر کیا ہے، اصل حدیث تو پہلے والی ہے، یہ دوسری حدیث بطور متابعت ہے اور متابعت کے طور پر متکلم فیہ راویوں کی روایت ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ خطاب ابدال میں شمار کیے جاتے تھے (۸۷)۔ ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۸۸) اور دار قطنی نے "ربما أخطأ" کہنے کے باوجود ان کی توثیق کی ہے (۸۹)۔

---

(۸۲) تهذيب الكمال: ۸/ ۲۶۹۔ رقم الترجمة: ۱۶۹۸۔

(۸۳) الجرح والتعديل ، الترجمه: ۱۳۱۵، وتهذيب الكمال: ۸/ ۲۶۹۔

(۸۴) تهذيب التهذيب: ۱/ ۱۰۔

(۸۵) كتاب الضعفاء للعقيلي: ۱/ ۱۷۶، رقم الترجمة: ۲۱۹۔

(۸۶) فتح الباری: ۹/ ۸۲۳۔

(۸۷) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۳، وتهذيب الكمال: ۸/ ۲۶۹۔

(۸۸) تهذيب الكمال: ۸/ ۲۶۹، وثقات ابن حبان: ۱/ ۱۱۸۔

(۸۹) تهذيب التهذيب: ۳/ ۱۴۶، واسماء التابعين للدارقطنی الترجمة: ۲۸۷۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ خطاب ابدال میں شمار کیے جاتے تھے (۸۷)۔

ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۸۸) اور دار قطنی نے "ربما أخطأ" کہنے کے باوجود ان کی توثیق کی ہے (۸۹)۔

محمد بن حمیر کو بھی یحیی بن معین اور دُحیم نے ثقہ قرار دیا ہے (۹۰)۔ امام نسائیؒ نے ان کے بارے میں فرمایا: ليس به بأس (۹۱)۔

۳۱ - باب : المِسْكِ .

۵۲۱۳ : حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنا عُمارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (ما مِنْ مَكْلُومٍ يُكْلَمُ في سَبِيلِ اللهِ إِلَّا جاءَ يَوْمَ الْقِيامَةِ وَكَلْمُهُ يَدْمى ، اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ ، وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكٍ) . [ر : ۲۳۵]

۵۲۱۴ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاءِ : حَدَّثَنا أَبو أُسامَةَ ، عَنْ بُرَيْدٍ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنافِخِ الْكِيرِ ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ : إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتاعَ مِنْهُ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً ، وَنافِخُ الْكِيرِ : إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيابَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً) . [ر : ۱۹۹۵]

ثابت بن عجلان کے بارے میں ابو حاتم نے فرمایا صالح الحدیث، عقیلی کا ان کو ضعفاء میں ذکر کرنے پر علامہ ذہبی اور ابن قطان نے نکیر فرمائی ہے (۹۲)۔

لہٰذا یہ راوی من جملہ ثقہ ہیں اور اس قابل ہیں کہ صحیح بخاری میں ان کی احادیث ذکر کی جائیں۔

مشک کے استعمال کا حکم

مشک ہرن کے نافہ سے نکلنے والے خوشبودار مادہ کو کہتے ہیں، مشک کا استعمال مردوں اور عورتوں

(۹۰) تہذیب الکمال: ۲۵/۱۱۸، رقم الترجمة: ۵۱۷۰۔

(۹۱) تہذیب الکمال: ۲۵/۱۱۹، رقم الترجمة: ۵۱۷۰، ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات (۷/۴۴۱) میں ذکر کیا ہے۔

(۹۲) تہذیب التہذیب: ۲/۱۰، و میزان الاعتدال: ۱/۳۶۵۔

(۹۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۴۔

دونوں کے لیے بالاتفاق جائز ہے۔

بعض حضرات نے حضرت فاروق اعظم، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے اس کی کراہت نقل کی ہے کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے کسی میتہ سے کوئی حصہ الگ کر دیا جائے (۹۳)۔

ابن المنذر نے فرمایا کہ صرف عطاء سے کراہت منقول ہے، باقی سے کراہت کی روایت درست نہیں، مشک کو "ماقطع من المیتة" پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت نقل فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "أطیب طیبکم المسك" (۹۴)۔

مکلوم: زخمی کو کہتے ہیں، کلم باب ضرب سے زخمی کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

۳۲ – باب: الأرنب

۵۲۱۵: حدثنا أبو الولید: حدثنا شعبة، عن هشام بن زید، عن أنس رضي الله عنه قال: أنفجنا أرنبا ونحن بمر الظهران، فسعى القوم فلغبوا، فأخذتها فجئت بها إلى أبي طلحة، فذبحها فبعث بوركيها، أو قال: بفخذيها إلى النبي ﷺ فقبلها. [ر: ۲۴۳۳]

کِیر: دھونکنی کو کہتے ہیں (چمڑے وغیرہ کا پمپ جس سے بھٹی کی آگ لگائی جاتی ہے) نافخ الکِیر: بھٹی دھونکنے والا، مراد لوہار ہے۔

یحذیك بمعنی یعطیك، یہ إحذاء سے ہے جس کے معنی دینے اور عطا کرنے ہیں (۹۵)۔

خرگوش کا حکم

خرگوش جمہور علماء کے نزدیک حلال ہے، حضرت عمرو بن العاص، عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ اور حضرت عکرمہ سے کراہت منقول ہے، رافعی نے امام ابوحنیفہؒ سے حرمت کا قول نقل کیا ہے لیکن وہ درست نہیں، حنفیہ کے نزدیک بھی خرگوش بلاکراہت جائز ہے (۹۶)۔

---

(۹۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۴۔

(۹۵) سنن أبي داود، کتاب الجنائز، باب في المسك للمیت، (رقم الحدیث: ۳۱۵۸) ۳/۲۰۰۔

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۵۔

یہ حضرات خزیمہ بن جزء کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "قلت : یارسول اللہ ماتقول فی الأرنب ؟ قال: لاآ کله ولاأحرمه ، قلتُ: فإنی آ کل مالاتحرمه، ولم یارسول اللہ؟ قال: نبئت أنهاتدمی"(۹۷)۔

اس حدیث میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کے متعلق فرمایاکہ میں اسے نہ کھاتا ہوں اورنہ حرام قرار دیتاہوں، کیونکہ مجھے اس کے بارے میں بتلایاگیاکہ اسے حیض آتاہے۔

اس حدیث سے خرگوش کی کراہت پران حضرات نے استدلال کیاہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے اورحدیث ثابت ہونے کی صورت میں یہ کراہت طبعی کراہت پر محمول ہوگی۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآثار میں روایت نقل کی ہے، اس میں تصریح ہے کہ ایک آدمی نے خرگوش کے متعلق کہاکہ اسے حیض آتاہے، آپ نے فرمایا"کچھ بھی نہیں، کھائیں"(۹۸)۔

جاحظ نے خرگوش کے متعلق لکھاہے کہ یہ ایک سال مادہ رہتاہے اورایک سال نر، اس کو حیض بھی آتاہے (اس وجہ سے بعضؒ نے اس کو مکروہ کہاہے)اورجب یہ سوتاہے تواس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں(۹۹)۔

٣٣ - باب : الضَّبِّ .

٥٢١٦ : حدَّثنا موسى بنُ إسماعيل : حدَّثنا عبدُ العزيز بنُ مسلم حدَّثنا عبدُ اللهِ بنُ دينار قال : سمعتُ ابنَ عمر رضي اللهُ عنهما . قال النبيُّ ﷺ (الضَّبُّ لستُ آكلُه ولا أحرِّمُه) . [٦٨٣٩] (۹۹☆)

٥٢١٧ : حدَّثنا عبدُ اللهِ بنُ مسلمة . عنْ مالكٍ عنِ ابنِ شهابٍ . عنْ أبي أمامةَ بنِ سهلٍ . عنْ عبدِ اللهِ بنِ عبَّاسٍ رضي اللهُ عنهما . عنْ خالدِ بنِ الوليدِ : أنَّه دخل مع رسولِ

(۹۷) فتح الباری:۹/۸۲۶۔

(۹۸) إعلاء السنن:۱۷/۱۹۴۔ وتکملہ فتح الملہم:۳/۵۳۷، کتاب الصید والذبائح

(۹۹) کتاب الحیوان للجاحظ:۳/۴۰۶۔ ۳/۵۲۹۔ وعمدۃ القاری:۲۱/۱۳۵۔

(۹۹☆)(۵۲۱۶) الحدیث أخرجه مسلم فی کتاب الصیدو الذبائح، باب إباحة الضب(رقم الحدیث:۱۹۴۳)

اللهِ ﷺ بَيْتَ مَيْمُونَةَ ، فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ ، فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ : أَخْبِرُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ ، فَقَالُوا : هُوَ ضَبٌّ يَا رَسُولَ اللهِ ، فَرَفَعَ يَدَهُ ، فَقُلْتُ : أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ فَقَالَ : (لَا ، وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي ، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ) . قَالَ خَالِدٌ : فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْظُرُ . [ر : ٥٠٧٦]

ضب کے متعلق تفصیل گذر چکی ہے۔

٣٤ - باب : إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ الْجَامِدِ أَوِ الذَّائِبِ .

٥٢٢٠/٥٢١٨ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُهُ : عَنْ مَيْمُونَةَ : أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَمَاتَتْ ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهَا فَقَالَ : (أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ) .

قِيلَ لِسُفْيَانَ : فَإِنَّ مَعْمَرًا يُحَدِّثُهُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؟ قَالَ : مَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ إِلَّا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ مَيْمُونَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مِرَارًا .

(٥٢١٩) : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ الدَّابَّةِ تَمُوتُ فِي الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ ، وَهُوَ جَامِدٌ أَوْ غَيْرُ جَامِدٍ ، الْفَأْرَةُ أَوْ غَيْرُهَا ، قَالَ : بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِفَأْرَةٍ مَاتَتْ فِي سَمْنٍ ، فَأَمَرَ بِمَا قَرُبَ مِنْهَا فَطُرِحَ ، ثُمَّ أُكِلَ .
عَنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ .

(٥٢٢٠) : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَتْ : سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ ، فَقَالَ : (أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ) . [ر : ٢٣٣]

گھی کے اندر اگر چوہا وغیرہ گر جائے تو اگر وہ جما ہوا نہیں ہے، مائع اور پگھلا ہوا ہے تو ایسی صورت میں اکثر علماء کے نزدیک وہ گھی نجس ہو جائے گا، اس کا کھانا درست نہیں اور اگر جامد ہے تو چوہے کو نکالنے

کے بعد اس کے ارد گرد گھی کو نکال دیا جائے باقی کو استعمال کیا جاسکتا ہے (۱۰۰) شیرے اور شہد وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے، حدیث باب میں سمن جامد کا حکم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ابن العربی رحمہ اللہ نے "وماحولها" سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے "سمن جامد" مراد ہے کیونکہ "ماحول" سمن جامد ہی میں متعین کیا جاسکتا ہے، سمن مائع میں ماحول کی تعیین نہیں کی جاسکتی (۱۰۱)۔

باقی ارد گرد سے کتنا گھی نکالا جائے، اس سلسلے میں کوئی مخصوص مقدار منقول نہیں، بلکہ یہ مبتلی بہ کی رائے پر منحصر ہے، وہ جس قدر مناسب سمجھے اپنی صوابدید کے مطابق اسی قدر نکال سکتا ہے، البتہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء بن یسار سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ ایک کف (ہتھیلی) کے بقدر نکالا جائے (۱۰۲)۔

طبرانی نے حضرت ابوالدرداءؓ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر تین چلو کے بقدر نکالا جائے لیکن اس کی سند ضعیف ہے (۱۰۳)۔

بعض حضرات سمن جامد اور مائع میں فرق نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث باب میں مطلقا "ألقوها وماحولها، وكلوه" فرمایا ہے لہٰذا سمن مائع بھی "ماحول" کو نکالنے سے پاک ہو جائے گا (۱۰۴)۔

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ حدیث باب میں سمن جامد ہی کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے، جس میں تصریح آگئی ہے چنانچہ اس میں ہے "إذا وقعت الفارة في السمن، فإن كان جامدا فألقوها وماحولها، وإن كان مائعاً فلا تقربوه" (۱۰۵)۔

---

(۱۰۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۸، وفتح الباری: ۹/ ۸۳۵۔

(۱۰۱) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۸، وفتح الباری: ۹/ ۸۳۵۔

(۱۰۲) فتح الباری: ۹/ ۸۳۵، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۸۔

(۱۰۳) فتح الباری: ۹/ ۸۳۵، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۸۔

(۱۰۴) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۸۔

(۱۰۵) سنن أبي دواد، كتاب الأطعمة، باب في الفارة تقع في السمن (رقم الحديث: ۳۸۴۲)

اس میں جامد اور مائع کے فرق کو صراحتاً بیان کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک

❶ امام بخاری رحمہ اللہ نے چونکہ ترجمۃ الباب میں سمن جامد اور ذائب دونوں کا ذکر کیا ہے، اس لیے بعض حضرات نے کہا کہ ان کے نزدیک جامد اور ذائب دونوں کا حکم ایک ہے اور وہ یہ کہ نجاست گرنے سے گھی ناپاک نہیں ہوگا چاہے جامد ہو یا مائع ہو۔

❷ بعض شراح نے فرمایا کہ امام بخاریؒ کا مسلک جمہور کے مطابق ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں سمن جامد اور ذائب دونوں کا ذکر کیا ہے، حدیث باب سے صرف سمن جامد کا حکم معلوم ہوا (کیونکہ وہ سمن جامد ہی سے متعلق ہے) کہ اس میں اگر نجاست گر جائے تو گھی نجس نہیں ہوتا، ماحول کو ہٹا کر کھایا جا سکتا ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ گھی مائع ہے تو نجاست گرنے سے نجس ہو جائے گا، گویا کہ امام بخاری نے حدیث کے منطوق سے ترجمۃ الباب کا سمن جامد والا جزء ثابت کیا اور حدیث کے مفہوم سے دوسرا اجزا سمن مائع کا حکم جمہور کے مطابق ثابت کیا، چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"دلالة الرواية على جزئي الترجمة ظاهرة، فإن الحولية لاتتحقق إلافي الجامد، فعلم أن الذائب لايبقى طاهرا"

❸ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اصل میں نجاست جامدہ اور مائعہ میں فرق کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نجاست جامدہ گر گئی تو گھی ناپاک نہیں ہوگا چاہے جامد ہو یا مائع، اور اگر نجاست مائعہ گر جائے تو گھی نجس ہو جائے گا، چنانچہ چوہا گرنے سے گھی نجس نہیں ہوگا، کیونکہ وہ نجس جامد ہے چنانچہ فیض الباری میں ہے:

"وقد مرمني أنه اختار الرواية غيرالمشهورة عن أحمد، وهى الفرق بين النجاسة الجامدة والمائعة، فالأولى لاتنجس ، سواء وقعت فى الجامد أو الذائب،وتنجس الثانية، وعليها حمل

تبويب المصنف فى الطهارة بوقوع الفأرة أولا،فإنها نجاسة جامدة، وبالبول فى الماء الراكدثانيا، فانه نجاسة مائعة، فكأنه أشاربالفرق بينهما، وتأويل هذه الترجمة عندى أنه ذكر فيها الجامد، لكون الحديث فيه عنده، فإن إلقاء ماحولها لايمكن إلافى الجامد، ثم ذكر الذائب، ولم يذكرحكمه، لينظر فيه الناظر، أماالزهرى فإنه، وإن سئل عن السمن مطلقا، لكنه لم يجب إلاعن الجامد، ولم يذكر للمائع حكما، وذلك لأن حديث البخارى يدل بمفهومه على أن المائع يتنجس۔"(☆١٠٦)

جس گھی میں نجاست گر جائے اس سے انتفاع کا حکم

سمن مائع (پگھلے ہوئے گھی) میں اگر چوہا گر جائے تو وہ جمہور کے نزدیک ناپاک ہو جاتا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس گھی سے کوئی اور فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

❶ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے گھی سے مطلقاً کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا درست نہیں(١٠٦)، کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں صراحت ہے"وإن كان مائعاً فلاتقربوه"۔

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ اس سے "فلاتقربوه للأكل" مراد ہے، کھانے سے ممانعت ہے، انتفاع سے نہیں۔

❷ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صابون وغیرہ میں تو اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن اس کی بیع درست نہیں، کیونکہ بعض روایات میں ہے "إن الله تعالىٰ إذا حرم أكل شيءٍ، حرم ثمنه" جس

(☆١٠٦) فيض البارى:۴/۳۴۴،لامع الدرارى:۹/۴۲۱، تعليقات لامع الدرارى:۹/۴۲۲۔

(١٠٦) عمدة القارى:۲۱/۱۳۸۔

چیز کا کھانا حرام ہے، اس کا ثمن بھی حرام ہے اور چونکہ ایسے گھی کا استعمال صحیح نہیں لہذا اس کی بیع بھی درست نہیں، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں نجس لعینہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مذکورہ گھی نجس لعینہ نہیں(۱۰۷)۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک کھانے کے علاوہ اس قسم کے گھی سے ہر طرح کا انتفاع جائز ہے(۱۰۸)، کیونکہ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: "وإن كان السمن مائعاً انتفعوا به، ولاتأكلوه" اور ایک روایت میں اس تیل کے متعلق آیا ہے جس میں چوہا گرا ہو "فاستصبحوا به و ادهنوا به"(۱۰۹)، استصباح چراغ چلانے کو کہتے ہیں، یعنی ایسے گھی اور تیل سے چراغ وغیرہ روشن کرنا صحیح ہے۔

قيل لسفيان: فإن معمرا يحدثه عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرةؓ، قال: ما سمعت الزهري يقول إلا عن عبيدالله عن ابن عباسؓ عن ميمونة عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولقد سمعته منه مرارا

حدیث باب سفیان بن عیینہ نے "زہری عن عبید اللہ عن ابن عباس" کے طریق سے نقل کی ہے، کسی نے سفیان سے پوچھا کہ معمر یہ حدیث "زہری عن سعید بن المسیب عن أبی ہریرۃ" کے طریق سے نقل کرتے ہیں، تو سفیان نے کہا کہ میں نے یہ حدیث زہری سے "عبید اللہ عن ابن عباس" ہی کے طریق سے سنی ہے اور اس طریق سے کئی بار سنی ہے۔

معمر کا طریق امام ابوداود نے موصولاً نقل کیا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ معمر کا طریق درست نہیں لیکن ذہلی نے فرمایا کہ دونوں طریق صحیح ہیں(۱۱۰)۔

---

(۱۰۷)عمدۃ القاری:۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۸)عمدۃ القاری:۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۹)فتح الباری:۹/۸۳۲۔

(۱۱۰)عمدۃ القاری:۲۱/۱۳۸۔

۳۵ – باب : الْوَسْمِ وَالْعَلَمِ فِي الصُّورَةِ

۵۲۲۱ : حدّثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ حَنْظَلَةَ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ : أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تُعْلَمَ الصُّورَةُ .

وقال ابْنُ عُمَرَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُضْرَبَ

تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا الْعَنْقَزِيُّ ، عَنْ حَنْظَلَةَ وَقَالَ : تُضْرَبُ الصُّورَةُ .

۵۲۲۲ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِأَخٍ لِي يُحَنِّكُهُ ، وَهُوَ فِي مِرْبَدٍ لَهُ ، فَرَأَيْتُهُ يَسِمُ شَاةً – حَسِبْتُهُ قَالَ – فِي آذَانِهَا .

[ر : ۱۴۳۱]

وَسْم (واء کے فتحہ اور سین کے سکون کے ساتھ) اور علم دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی علامت اور نشان (۱۱۱)۔

ابن الاثیر نے فرمایا کہ وسم خاص اور عَلَم عام ہوگا (۱۱۲)۔

صورت سے وجہ (چہرہ) مراد ہے، وسم فی الوجہ بالاجماع منہی عنہ ہے۔ آدمی کے چہرے کو داغنا یا نشان لگانا مطلقاً حرام ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے پاس سے گذرے دیکھا کہ اس کے چہرے پر کسی نے داغ کر نشان لگایا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "لعن اللہ الذی وسمہ" (۱۱۳)۔

چہرے کے علاوہ جانور کے جسم کے کسی دوسرے حصے پر داغ کر نشان اگر کسی ضرورت اور فائدہ

---

(۱۱۱) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۳۹۔

(۱۱۲) النهاية لابن الأثير: ۵/۱۸۶۔

(۱۱۳) صحیح مسلم (مع التکملة) کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه: ۴/۱۸۲۔

کے طور پر لگایا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ نشان ہلکا ہو۔ اگر ہلکا نہیں ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ اس میں حیوان کی تعذیب بھی ہے اور یہ مثلہ کے زمرے میں بھی آتا ہے اور تعذیبِ حیوان اور مثلہ دونوں منہی عنہ ہیں (۱۱۴)۔

جمہور کہتے ہیں کہ وہ نہی عام ہے اور حدیث وسم خاص ہے (۱۱۵)۔

وقال ابن عمر: نهى النبي صلى الله عليه وسلم أن تضرب

یہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا، اس روایت میں "ان تضرب" ہے، مفعول بہ ذکر نہیں، اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے ابن قتیبہ کی روایت نقل کی جس میں "الوجہ" کی تصریح ہے۔ تابعه ابن قتيبة یعنی ابن قتیبہ نے امام بخاری کے شیخ عبید اللہ بن موسی کی متابعت کی ہے۔

عَنْقَزی

(عین کے فتحہ، نون کے سکون، قاف کے فتحہ کے ساتھ) عَنْقَز کی طرف منسوب ہے یہ ایک خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں، چونکہ وہ یہ گھاس فروخت کیا کرتے تھے اس لیے اس کی طرف نسبت کردی جاتی ہے (۱۱۶)، ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۱۱۷)، امام احمدؒ اور امام نسائیؒ نے ان کی توثیق کی ہے (۱۱۸)، ان کا نام عمرو بن محمد ہے اور کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے (۱۱۹)۔

---

(۱۱۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۹۔۱۴۰۔

(۱۱۵) فتح الباری: ۹/۸۳۸۔

(۱۱۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۰، وفتح الباری: ۹/۸۳۷۔

(۱۱۷) ثقات ابن حبان: ۸/۴۸۲۔

(۱۱۸) الجرح والتعدیل: ۶/الترجمة: ۱۴۵۰۔ وتهذیب الکمال: ۲۲/۲۲۲، رقم الترجمة: ۴۴۴۴۔

(۱۱۹) تهذیب الکمال: ۲۲/۲۲۲، ان کے حالات کے لیے دیکھیے الجمع لابن القیسرانی: ۱/۳۷۴، وتهذیب التهذیب: ۸/۹۸، وشذرات الذهب: ۱/۳۵۷۔

دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم بأخ لي

یہ حضرت انسؓ کے ماں شریک بھائی تھے، ان کا نام عبد اللہ بن ابی طلحہ تھا۔

حسبته قال: في آذانها

یہ شعبہ کا قول ہے "حسبته" کے اندر ضمیر منصوب ہشام بن زید کی طرف راجع ہے، شعبہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ ہشام بن زید نے "في آذانها" کے الفاظ بھی کہے تھے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے کانوں کو داغ لگا رہے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں

"هذا محل الترجمة، وهو العدول عن الوسم في الوجه إلى الوسم في الأذن، فيستفاد منه أن الأذن ليست من الوجه" (۱۲۰)۔

مِرْبَد (میم کے زیر، راء کے سکون اور باء کے فتحہ کے ساتھ) اونٹوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔

ایک جماعت کو غنیمت مل گئی اور اس میں سے کچھ لوگ دوسرے ساتھیوں سے پوچھے اور ان کی اجازت کے بغیر غنیمت کی بکری یا اونٹ وغیرہ ذبح کریں تو اس کا کھانا جائز نہیں، کیونکہ تقسیم سے پہلے وہ سب کا مشترک مال ہوتا ہے، کسی ایک کو دوسروں کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کا اختیار حاصل نہیں (۱۲۱)۔

چنانچہ حضرت رافع کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس طرح کرنے والوں کی ہانڈیاں الٹ دی تھیں، کیونکہ انہوں نے اجازت نہیں لی تھی جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

---

(۱۲۰) فتح الباری: ۹/ ۸۳۸۔

(۱۲۱) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۱۴۱۔

٣٦ – باب : إذَا أَصَابَ قَوْمٌ غَنِيمَةً ، فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا أَوْ إِبِلاً ، بِغَيْرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِمْ ، لَمْ تُؤْكَلْ .

لِحديث رافع عن النبي ﷺ . [ر : ٥٢٢٣]

وقال طاوسٌ وعِكْرمةُ : في ذَبيحةِ السّارِقِ : اطْرَحُوهُ .

٥٢٢٣ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حدّثنا أبو الأَحْوَصِ : حدّثنا سعيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبَايَةَ ابْنِ رِفاعةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جدّهِ رافِعِ بْنِ خديجٍ قالَ : قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا ولَيْسَ معَنا مُدًى ، فقالَ : (ما أَنْهَرَ الدَّمَ وذُكِرَ اسْمُ اللهِ فكُلُوا ، ما لَمْ يَكُنْ سِنٌّ ولَا ظُفُرٌ ، وسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ : أَمَّا السِّنُّ فعَظْمٌ ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ) . وَتَقَدَّمَ سَرَعانُ النّاسِ فَأَصابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ في آخِرِ النّاسِ ، فَنَصَبُوا قُدُورًا فَأَمَرَ بِها فَأُكْفِئَتْ ، وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ وَعَدَلَ بَعيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ ، ثُمَّ نَدَّ بَعِيرٌ مِنْ أَوَائِلِ الْقَوْمِ ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ ، فَرَماهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ ، فَقالَ : (إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهائِمِ أَوابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ ، فَما فَعَلَ مِنْها هذا فَافْعَلُوا مِثْلَ هٰذا) . [ر : ٢٣٥٦]

وقال طاوس وعکرمة فی ذبیحة السارق: اطرحوه

طاوس اور عکرمہ نے چور کے ذبیحہ کے متعلق فرمایا کہ اس کو پھینک دو، یعنی مت کھاؤ، یہ حکم اس ذبیحہ کے متعلق ہے جو سارق کا نہ مملوکہ ہو اور نہ مالک کی طرف سے وہ وکیل ہو لہٰذا جس شخص کو والایت یا وکالت حاصل نہ ہو، اس کا ذبیحہ درست نہیں۔ عبدالرزاق نے طاوس اور عکرمہ کی اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۱۲۲)۔

---

(۱۲۲) فتح الباری:۲۱/۱۴۱۔

٣٧ - باب : إذا ندَّ بعيرٌ لقومٍ ، فرماه بعضهم بسهمٍ فقتله ، فأراد إصلاحهُ ، فهو جائزٌ .

لخبر رافع ، عن النبي ﷺ .

٥٢٢٤ : حدثنا محمد بن سلام : أخبرنا عمر بن عبيد الطنافسي ، عن سعيد بن مسروق ، عن عباية بن رفاعة ، عن جده رافع بن خديج رضي الله عنه قال : كنا مع النبي ﷺ في سفر ، فندَّ بعير من الإبل ، قال : فرماه رجل بسهم فحبسه ، قال : ثم قال : (إن لها أوابد كأوابد الوحش ، فما غلبكم منها فاصنعوا به هكذا) . قال : قلت : يا رسول الله ، إنا نكون في المغازي والأسفار ، فنريد أن نذبح فلا تكون مدى . قال : (أرن ، ما نهر ، أو أنهر الدم وذكر اسم الله فكل ، غير السن والظفر ، فإن السن عظم ، والظفر مدى الحبشة) .

[ر : ٢٣٥٦]

اگر کسی قوم کا اونٹ بھاگ جائے اور ان میں سے کوئی شخص تیر چلا کر اسے مار ڈالے اور اس سے مقصد ان کی بھلائی ہو تو یہ اس حدیث کی بناء پر جائز ہے جو حضرت رافع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں فأراد صلاحهم یعنی اس شخص کو قوم کا مقصد معلوم ہو اور ان کی بھلائی کے لیے وہ اس اونٹ کو روکنے کے لیے مار ڈالے تو یہ جائز ہے اور مارنے والا ضامن نہیں ہوگا، لیکن اگر اجازت کے بغیر مارا تو ضامن ہوگا(۱۲۳)، حدیث باب پہلے گذر چکی ہے۔

٣٨ - باب : أكل المضطر .

لقوله تعالى : «يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم واشكروا لله إن كنتم إياه تعبدون . إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه» /البقرة : ١٧٢ ، ١٧٣/ .

وقال : «فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم» /المائدة : ٣/ .

(۱۲۳) عمدۃ القاری:۲۱/۱۳۱۔

وَقَوْلِهِ: «فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ. وَمَا لَكُمْ أَنْ لَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ» /الأنعام: ١١٨ ـ ١١٩/.

«قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ» /الأنعام: ١٤٥/.

وَقَالَ: «فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ. إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ» /النحل: ١١٤ ـ ١١٥/.

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی، شاید اپنی شرط کے مطابق امام بخاری کو کوئی حدیث نہیں مل سکی، اس لیے صرف قرآن کریم کی آیات ذکر فرمائی ہیں (۱۲۴)۔

مضطر کون شخص ہے

مضطر اس شخص کو کہتے ہیں جو ایسی حالت میں ہو کہ اگر وہ کچھ نہ کھائے تو اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو، یہ جمہور علماء کا مسلک ہے، بعض مالکیہ نے تین دن کی قید لگائی ہے کہ جس شخص کو تین دن تک حالتِ اضطرار میں حلال چیز کھانے کو کچھ نہ ملے وہ مضطر کہلاتا ہے (۱۲۵)۔ اگر حلال چیز نہ ملتی ہو تو حرام چیز کو بقدر ضرورت استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک مضطر شکم سیر ہو کر کھا سکتا ہے، امام شافعیؒ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے۔ حنفیہ کے نزدیک صرف اسی قدر کھا سکتا ہے جس سے اس کے جسم میں زندگی کی رمق برقرار رہے کیونکہ قرآن کریم نے ﴿غیر باغ ولا عاد﴾ کی قید لگائی ہے کہ وہ

---

(۱۲۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۱۔

(۱۲۵) فتح الباری: ۹/۸۴۰۔

کھانے کی لذت کا متلاشی ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو (۱۲۶)۔

اسی طرح سورۃ مائدہ کی آیت میں "غیر متجانف لاثم" کے الفاظ ہیں: متجانف لاثم کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ سدرمق سے زیادہ کھایا جائے (۱۲۷)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ بقرہ، سورۃ مائدہ، سورۃ انعام اور سورۃ نحل ان چار سورتوں کی آیات ذکر فرمائی ہیں جن میں مضطر کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

حرام چیز کے بطور دوا استعمال کرنے کی شرطیں

جس شخص کی جان خطرے میں ہو، وہ جان بچانے کے لیے حرام چیز کو بطور دوا استعمال کر سکتا ہے لیکن فقہاء نے اس کے لیے پانچ شرطیں لکھی ہیں:

❶ حالت اضطرار کی ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔

❷ دوسری کوئی دوا کارگر یا موجود نہ ہو۔

❸ اس دوا سے مرض کا ازالہ عادۃً یقینی ہو۔

❹ اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔

❺ اور قدر ضرورت سے زائد اس کو استعمال نہ کیا جائے (۱۲۸)۔

اضطراری حالت کا مسئلہ تو شرائط مذکورہ کے ساتھ نص قرآن سے ثابت اور اجماعی حکم ہے، لیکن عام بیماریوں میں بھی کسی ناپاک یا حرام دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف

---

(۱۲۶) فمن اضطر غیر باغ ولا عاد أی فی غیر بغی ولا عدوان، وهو مجاوزة الحد، فلا إثم علیه فی ذلك، قال مجاهد: فمن اضطر غیر باغ ولا عاد قاطعا للسبیل أو مفارقا للأئمة أو خارجا فی معصیة الله تعالیٰ، فلا رخصة له، وإن اضطر إلیه، وقیل: غیر باغ فی أكلها ولا متعد فیه من غیر ضرورة، وقیل: غیر مستحل لها ولا عاد متزود منها، وقیل: غیر باغ فی أكلها شهوة وتلذذا ولا عاد: ولا یأكل حتی یشبع ولكن یأكل ما یمسك رمقه (وانظر عمدة القاری: ۲۱/۱۴۳)

(۱۲۷) فتح الباری: ۹/۸۴۰۔

(۱۲۸) معارف القرآن: ۲/۳۲۶۔

ہے، اکثر فقہاء نے فرمایا کہ اضطرار اور مذکورہ شرطوں کے بغیر حرام دوا کا استعمال جائز نہیں۔ بعض دوسرے فقہاء نے اسے جائز قرار دیا لیکن ان کا مسلک ضعیف ہے۔ چنانچہ اصل حکم تو یہی ہے کہ عام بیماریوں میں جب تک حالتِ اضطرار کی مذکورہ شرائط موجود نہ ہوں، حرام دوا کا استعمال جائز نہیں۔

فقہاء متأخرین نے موجودہ زمانے میں حرام وناپاک دواؤں کی کثرت اور ابتلاء عام اور عوام کے ضعف پر نظر کرکے اس شرط کے ساتھ اجازت دی ہے کہ کوئی دوسری حلال اور پاک دوا اس مرض کے لیے کارگر نہ ہو یا موجود نہ ہو، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

> اختلف فی التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما فی رضاع البحر ولكن نقل المصنف ثم وههنا عن الحاوی قيل يرخص إذا علم فيه الشفاء، ولم يعلم دواء أخر كما رخص فی الخمر للعطشان و عليه الفتوی۔
>
> ''یعنی حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب میں اس کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ بحر الرائق کتاب الرضاع میں مذکور ہے لیکن مصنفِ تنویر نے اس جگہ رضاع میں بھی اور یہاں بھی حاوی سے نقل کیا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا، دوا وعلاج کے لیے حرام چیزوں کا استعمال اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس دوا کے استعمال سے شفاء عادۃً یقینی ہو اور کوئی حلال دوا اس کا بدل نہ ہو سکے جیسا کہ پیاسے کے لیے شراب کا گھونٹ پینے کی اجازت دی گئی ہے اور اسی پر فتوی ہے۔''

مذکورہ تفصیل سے ان تمام انگریزی دواؤں کا حکم معلوم ہو گیا جو یورپ وغیرہ سے آتی ہیں جن میں شراب وغیرہ نجس اشیاء کا ہونا معلوم و یقینی ہو اور جن دواؤں میں حرام ونجس اجزا کا وجود مشکوک ہے، ان کے استعمال میں اور زیادہ گنجائش ہے تاہم احتیاط بہرحال احتیاط ہے خصوصاً جب کہ کوئی شدید ضرورت بھی نہ ہو (۱۲۹)۔

---

(۱۲۹) معارف القرآن: ۱/۴۲۶۔۴۲۷۔

٧٦ - كتاب الأضاحي

كتاب الأضاحي (الأحاديث: ٥٢٢٥-٥٢٥٢)

کتاب الاضاحی میں سولہ باب اور چوالیس مرفوع احادیث ہیں، ان میں سے پندرہ معلق اور باقی موصول ہیں، اڑتیس احادیث مکرر اور پانچ پہلی بار آئی ہیں، ان میں سے چار متفق علیہ ہیں، صحابہ اور تابعین وغیرہ کے اس میں سات آثار ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٧٦ - كتاب الأضاحي

١ - باب : سُنَّةِ الْأُضْحِيَّةِ .

وقالَ ابْنُ عُمَرَ : هِيَ سُنَّةٌ ومَعْرُوفٌ .

٥٢٢٥ : حدَّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ . عَنْ زُبَيْدٍ الإِيَامِيِّ . عَنِ الشَّعْبِيِّ . عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ أَوَّلَ ما نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنا هذَا أَنْ نُصَلِّيَ . ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ . مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصابَ سُنَّتَنا . وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّما هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ . لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ) . فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيارٍ . وَقَدْ ذَبَحَ . فَقَالَ : إِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً . فَقَالَ : (اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) .

قالَ مُطَرِّفٌ ، عَنْ عامِرٍ ، عَنِ الْبَراءِ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلاةِ تَمَّ نُسُكُهُ . وَأَصابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ) . [ر : ٩٠٨]

٥٢٢٦ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنا إِسْماعِيلُ . عَنْ أَيُّوبَ . عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلاةِ فَإِنَّما ذَبَحَ لِنَفْسِهِ . وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ . وَأَصابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ) . [ر : ٩١١]

أضاحی أضحية کی جمع ہے اور اس میں چار لغات مشہور ہیں:

❶ أُضْحية (بضم الہمزہ) اس کی جمع أضاحی ہے

❷ إِضْحية (بکسر الہمزہ) اس کی جمع بھی أضاحی آتی ہے۔

❸ أَضْحاة بروزن أَرْطاة: اس کی جمع أَضْحی آتی ہے، وبه سمي يوم الأضحى۔

❹ضَحِيّة: بروزن عَشِيّة: اس کی جمع ضَحَايا آتی ہے(۱)۔

لغت میں إضحية اس بکری کو کہتے ہیں جس کو ضحوہ یعنی چاشت کے وقت ذبح کیا جائے(۲)۔

اصطلاح فقہ میں إضحية کی تعریف ہے "ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص"(۳)۔

قربانی واجب ہے یا سنت

❶امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی مالدار شخص پر واجب ہے، امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے(۴)۔

❷امام شافعی اور امام احمد اور حنفیہ میں صاحبین کے نزدیک قربانی سنت ہے(۵)، امام مالکؒ کا دوسرا قول بھی اسی کے مطابق ہے(۶)۔

یہ حضرات مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

❶ صحیح مسلم کی روایت میں ہے "من أراد أن يضحي، فدخل العشر، فلا يأخذ من شعره، ولا بشرته شيئاً"(۷) اس حدیث میں قربانی کو معلق بالارادہ کیا ہے، جب کہ واجب کو معلق بالارادہ نہیں

(۱) دیکھیے لسان العرب: ۱۹/۲۱۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۴۴، وشرح مسلم للنووی: ۲/۱۵۳

(۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۴، قال القسطلانی: "قال عياض: سميت بذلك، لأنها تفعل في الضحى، وهو ارتفاع النهار فسميت بزمن فعلها(إرشاد الساری: ۱۲/۳۰۰)

(۳) دیکھیے الدرالمختار، کتاب الأضحية: ۵/۲۱۹، وفتح القدير، کتاب الأضحية: ۸/۴۲۴

(۴) عمدة القاری: ۱۲/۱۴۴، وأوجز المسالك کتاب الضحايا: ۹/۲۲۵-۴/۲۱۴، وشرح مسلم للنووی: ۲/۱۵۳

(۵) تکملة فتح الملهم: ۳/۵۴۸، وبداية المجتهد کتاب الضحايا، باب حكم الضحايا: ۱/۴۲۹، والمغنی لابن قدامة: ۹/۳۴۵ والمجموع شرح المهذب، کتاب الأضاحی: ۸/۳۵۰

(۶) بداية المجتهد کتاب الضحايا، باب حكم الضحايا: ۱/۴۲۹ والمجموع شرح المهذب: ۸/۳۵۰

(۷) صحيح مسلم، کتاب الأضاحی، باب النهی فی من دخل عليه عشر ذی الحجة (رقم الحديث: ۱۹۷۷) ۳/۱۵۶۵۔

کیا جاتا، معلوم ہوا، قربانی سنت ہے(۸)۔

لیکن یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ ارادہ کا اطلاق عدم وجوب کو مستلزم نہیں، امر واجب کی ادائیگی کا بھی ارادہ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ حج کے متعلق ہے، "من أراد الحج فليعجل"(۹) یہاں لفظ ارادہ کے اطلاق سے عدم وجوب مراد نہیں، اسی طرح "من أراد أن يضحی" میں بھی مراد یہ ہے کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کرے، چاہے، وہ اس پر واجب ہو یا واجب نہ ہو تو وہ بال وغیرہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن میں نہ کاٹے، "أراد" کا لفظ عموم کے لیے استعمال کیا تاکہ واجب اور غیر واجب دونوں اس میں آجائیں(۱۰)۔

❷ یہ حضرات دوسرا استدلال سنن دار قطنی کی روایت سے کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا "ثلاث كتبت علیّ وهن لكم تطوع: الوتر، والنحر، وركعتا الفجر"(۱۱)۔

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے جو کہ قابل حجت نہیں(۱۲) اور علی سبیل التسلیم امام صاحب کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں "کتبت" کا لفظ آیا ہے جو فرض کے لیے آتا ہے یعنی یہ تین چیزیں میرے لیے فرض ہیں اور تمہارے لیے تطوع یعنی فرض نہیں، چنانچہ اس سے امت کے حق میں فرضیت کی نفی ہوتی ہے، وجوب کی نہیں، فرض اور وجوب کے درمیان فرق واضح ہے(۱۳)۔

❸ ان حضرات کا تیسرا استدلال حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے اثر سے ہے کہ انہوں نے صرف ایک دو سال قربانی کی، مستقل نہیں کی(۱۴)۔

---

(۸) المغني لابن قدامة، كتاب الأضاحي:۹/۳۴۵۔

(۹) سنن أبي داود، كتاب الحج باب (رقم الحديث:۱۷۳۲) ۲/۱۴۱

(۱۰) بذل المجهود: وتكملة فتح الملهم:

(۱۱) سنن الدارقطني، كتاب الوتر، باب صفة الوتر وأنه ليس بفرضٍ..... الخ۔ رقم الحديث:۱ ۔۲/۲۱

(۱۲) فتح الباري:۱۰/۴

(۱۳) بذل المجهود كتاب الضحايا:۱۳/۷

(۱۴) بذل المجهود، كتاب الضحايا:۱۳/۶

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ قربانی موسر (مالدار) پر واجب ہوتی ہے، اور یہ دونوں موسر نہ تھے کیونکہ دونوں حضرات بیت المال سے بقدر کفاف وظیفہ لیتے تھے، بقدر یسار نہیں (۱۵)۔

دلائلِ وجوب

❶ قرآن کریم میں ہے ﴿فصل لربك وانحر﴾ "انحر" (قربانی کریں) امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے (۱۶) اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ قربانی فرض ہو لیکن چونکہ نحر کی تفسیر میں دوسرے اقوال بھی ہیں، اس لئے اس کی دلالت میں ظنیت آگئی، لہٰذا اس سے صرف وجوب ثابت ہوگا۔

❷ ابن ماجہ کی مرفوع روایت میں ہے "من كان له سعة ، ولم يضح فلايقربن مصلانا" (۱۷) حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے (۱۸) اور حافظ ابن حجر نے فرمایا "ورجاله ثقات" (۱۹) اس حدیث میں استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے لئے وعید بیان کی گئی ہے کہ وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے اور وعید ترکِ واجب پر ہوتی ہے۔

❸ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا "يا أيها الناس، على كل أهل بيت في كل عام أضحاة وعتيرة" "على" وجوب کے لیے آتا ہے، پھر "عتیرہ" تو منسوخ ہوگیا لیکن اضحیہ کے نسخ پر کوئی دلیل نہیں (۲۰)۔

عتیرہ ماہ رجب میں قربانی کو کہتے ہیں جس کی تفصیل عقیقہ میں گذر چکی ہے۔

❹ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے "أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة

---

(۱۵) بذل المجهود، كتاب الضحايا: ۱۳/۸

(۱۶) دیکھیے تفسیر طبری: ۳۰/۲۱۱

(۱۷) سنن ابن ماجه كتاب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة أم لا، (رقم الحديث: ۳۱۲۳)۔ ۲/۱۰۴۴

(۱۸) المستدرك للإمام حاكم: ۴/۲۳۲

(۱۹) فتح الباری: ۱۰/۴

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/ وبذل المجهود، كتاب الضحايا: ۱۳/۷

عشرسنين يضحى" یہ حدیث مواظبت پر دلالت کرتی ہے اور مواظبت بلاترکِ وجوب کی دلیل ہے(۲۱)۔

قال ابن عمر: هی سنة و معروف

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ قربانی سنت اور نیکی ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

"المعروف اسم جامع لكل ماعرف من طاعة الله عزوجل والتقرب إليه، والإحسان إلى الناس، ولكل ماندب اليه الشرع ونهى عنه من المحسنات والمقبحات وهو من الصفات الغالبة أى أمر معروف بين الناس إذا رأوه، لاينكرونه"(۲۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس تعلیق کو حماد بن ابی سلمہ نے موصولاً نقل کیا ہے(۲۳)۔

۲ - باب: قِسْمَةِ الْإِمامِ الْأَضَاحِيَّ بَيْنَ النَّاسِ.

۵۲۲۷ : حدَّثنا مُعاذُ بْنُ فَضالَةَ : حَدَّثَنا هِشامٌ ، عَنْ يَحْيَى . عَنْ بَعْجَةَ الْجُهَنِيِّ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عامِرٍ الْجُهَنِيِّ قالَ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحايا . فَصارَتْ لِعُقْبَةَ جَذَعَةٌ . فَقُلْتُ : يا رَسُولَ اللهِ . صارَتْ جَذَعَةٌ ؟ قالَ : (ضَحِّ بِها) . [ر : ۲۱۷۸]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے، مالداروں کو تو مال فئی سے دئے ہوں گے اور فقراء کو مال صدقہ سے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے قربانی کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا اس موقع پر قربانی کے جانوروں کو صحابہ میں تقسیم کرنا، اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے تھا، چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

---

(۲۱) دیکھیے سنن الترمدی، کتاب الأضاحی، باب الدلیل علی أن الأضحية سنة (رقم الحديث:۱۵۰۷)

(۲۲) عمدة القاری:۲۱/۱۴۴

(۲۳) فتح الباری:۱۰/۴

”وإنما أراد البخارى...... والله أعلم...... أن إعطاء الشارع الضحايا لأصحابه، دليل على تأكدها وندبهم إليها۔“(٢٤)

بعجه بن عبدالله جُهَنِی

بعجہ بن عبداللہ کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، امام نسائی، ابن حبان، علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے، ایک سو ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (٢٥)۔

٣ – باب : الْأُضْحِيَةِ لِلْمُسَافِرِ وَالنِّسَاءِ .

٥٢٢٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا ، وَحَاضَتْ بِسَرِفَ ، قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ ، وَهِيَ تَبْكِي ، فَقَالَ : (ما لَكِ أَنَفِسْتِ) . قالَتْ : نَعَمْ ، قالَ : (إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ ، فَاقْضِي ما يَقْضِي الحَاجُّ ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ) . فَلَمَّا كُنَّا بِمِنًى ، أُتِيتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ ، فَقُلْتُ : ما هٰذَا ؟ قالُوا : ضَحَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ . [ر : ٢٩٠]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب سے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ عورتوں پر قربانی واجب نہیں (٢٦)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصد مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کے وجوب کو ثابت کرنا ہے (٢٧)۔

---

(٢٤) عمدة القاری:٢١/١٤٥

(٢٥) ان کے حالات کے لیے دیکھیے تاریخ البخاری الکبیر:٢/١٤٩۔ إکمال ابن ماکولا:١/٣٣٦ والکاشف: ١/١٢٠، و تهذیب التهذیب:١/٤٧٣، و تهذیب الکمال:٤/١٩١۔

(٢٦) فتح الباری:١٠/٦

(٢٧) عمدة القاری:٢١/١٤٦

مسافر کے لیے قربانی کا حکم

مسافر پر قربانی کے وجوب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے:

امام شافعیؒ کے نزدیک مسافر کے لئے بھی قربانی مسنون ہے جیسا کہ مقیم کے لئے مسنون ہے(۲۸)۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی صرف مقیم پر واجب ہے، مسافر پر نہیں، امام مالک کا قول بھی اسی کے مطابق ہے(۲۹)۔

عورتوں کی قربانی کا حکم

دوسرا مسئلہ عورتوں کی قربانی کا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورتوں پر قربانی واجب ہے، امام شافعیؒ وغیرہ تو مطلقاً قربانی کے وجوب کے قائل ہی نہیں، وہ عورتوں کے لیے اسے مستحب قرار دیتے ہیں(۳۰)۔

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت نہیں کیونکہ حدیث میں دم تمتع کا ذکر ہے، اضحیہ (عام قربانی) کا نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ حدیث میں جس ذبح بقرہ کا ذکر ہے، اضحیہ (قربانی) کے طور پر تھا، ھدی تمتع کے طور پر نہیں تھا(۳۱)۔

یہاں تو حافظ نے یہ کہا لیکن کتاب الحج میں انہوں نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ ذبح ھدی تمتع کے طور پر تھا(۳۲)۔

---

(۲۸) المجموع شرح المهذب، باب الأضحية:۸/ ۳۸۳

(۲۹) المجموع شرح المهذب :۸/۳۸۵

(۳۰) عمدة القاری:۲۱/۱۴۶

(۳۱) فتح الباری:۱۰/۶۰

(۳۲) الأبواب والتراجم:۲/۹۴

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ ظاہر لفظ سے استدلال کرتے ہیں اور چونکہ حدیث میں لفظ "ضحی" وارد ہے، اس سے انہوں نے اضحیہ پر استدلال کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ان من دأب الإمام البخاری أیضا الاستدلال بظاهر اللفظ، والوارد فی الحدیث لفظ "ضحی" "(۳۳)

٤ - باب : ما يُشْتَهى مِنَ اللَّحْمِ يَوْمَ النَّحْرِ .

٥٢٢٩ : حدَّثنا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنا ابْنُ عُلَيَّةَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مالِكٍ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ : (مَنْ كانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ) . فَقامَ رَجُلٌ فَقالَ : يا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ هٰذا يَوْمٌ يُشْتَهى فِيهِ اللَّحْمُ - وَذَكَرَ جِيرانَهُ - وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شاتَيْ لَحْمٍ ؟ فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذٰلِكَ ، فَلا أَدْرِي بَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِواهُ أَمْ لا . ثُمَّ انْكَفَأَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى كَبْشَيْنِ فَذَبَحَهُما ، وَقامَ النَّاسُ إِلَى غُنَيْمَةٍ فَتَوَزَّعُوها ، أَوْ قالَ : فَتَجَزَّعُوها .

[ر : ٩١١]

ترجمة الباب کا مقصد

حدیث اور ترجمۃ الباب کا مطلب واضح ہے کہ یوم النحر (بقرہ عید کے دن) میں گوشت کھانے کا ہر آدمی کو شوق ہوتا ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا اس ترجمۃ الباب سے مقصد غالباً اس روایت کے بعض طرق میں وارد شدہ ایک جملے کی تشریح ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں وہ جملہ اس طرح ہے "إن هذا یوم اللحم فیه مکروه"(۳۴) اس جملے کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں:

❶ بعض محدثین نے کہا کہ "اللَّحَم" حاء کے فتحہ کے ساتھ باب سمع سے مصدر ہے، لَحِمَ

---

(۳۳) الأبواب والتراجم: ۲/۹۴

(۳۴) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها، (رقم الحدیث: ۱۹۶۱) ۳/۱۵۵۲

لَحَمًا کے معنی گوشت کی خواہش کرنے کے آتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس دن گھر والوں کو بغیر قربانی کے رکھنا، اس طرح کہ انہیں گوشت کھانے کی خواہش رہے، یہ مکروہ ہے (۳۵)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے اس جملے کی مذکورہ تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے، اگرچہ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ لَحَم (بفتح الحاء) والی روایت درست نہیں (۳۶)۔

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے طلب اللحم فیه مکروہ یعنی اس دن گوشت مانگنا اور طلب کرنا مکروہ ہے (۳۷)۔

لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض روایات میں "مقروم" کا لفظ آیا ہے اور قَرَم، اشتهاء اللحم (گوشت کی خواہش) کو کہتے ہیں (۳۸)۔

"ذكر جيرانه" أى ذكر احتياج جيرانه یعنی اس نے اپنے پڑوسیوں کے فقر و احتیاج کا ذکر کیا کہ میں نے قربانی کرنے میں اس لیے جلدی کی تاکہ اپنے گھر اور پڑوس والوں کو جلد گوشت کھلا سکوں۔

وعندي جذعة خير من شاتي لحم یعنی میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بہتر اور صحت مند ہے۔

وقام الناس إلى غنيمة فتوزعوها أوقال فتجزعوها یعنی لوگ بکریوں کی طرف گئے اور انہیں تقسیم کیا (ذبح کرنے کے لئے) یا انہیں الگ الگ کیا، راوی کو شک ہے کہ توزعوا کہا یا تجزعوا، تجزع کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں، یہاں اس سے ذبح کرنے کے لیے بکریوں کو الگ الگ کرنا مراد ہے۔

---

(۳۵) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۲/ ۱۵۴

(۳۶) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۴

(۳۷) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۲/ ۱۵۴

(۳۸) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۲/ ۱۵۴

٥ - باب : مَنْ قَالَ : الْأَضْحى يَوْمُ النَّحْرِ .

٥٢٣٠ : حدثنا محمد بن سلام : حدثنا عبد الوهاب : حدثنا أيوب ، عن محمد ، عن ابن أبي بكرة ، عن أبي بكرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : (إن الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السماوات والأرض ، السنة اثنا عشر شهرا ، منها أربعة حرم ، ثلاث متواليات : ذو القعدة ، وذو الحجة ، والمحرم ، ورجب مضر الذي بين **جمادى وشعبان**). (أي شهر هذا) . قلنا : الله ورسوله أعلم . فسكت حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه ، قال : (أليس ذا الحجة) . قلنا : بلى ، قال : (أي بلد هذا) . قلنا : الله ورسوله أعلم . فسكت حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه ، قال : (أليس البلدة) . قلنا : بلى . قال : (فأي يوم هذا) . قلنا : الله ورسوله أعلم . فسكت حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه ، قال : (أليس يوم النحر) . قلنا : بلى ، قال : (فإن دماءكم وأموالكم - قال محمد : وأحسبه قال - وأعراضكم عليكم حرام ، كحرمة يومكم هذا ، في بلدكم هذا ، في شهركم هذا ، وستلقون ربكم ، فيسألكم عن أعمالكم . ألا فلا ترجعوا بعدي ضلالا ، يضرب بعضكم رقاب بعض ، ألا ليبلغ الشاهد الغائب ، فلعل بعض من يبلغه أن يكون أوعى له من بعض من سمعه) . وكان محمد إذا ذكره قال : صدق النبي ﷺ ، ثم قال : (ألا هل بلغت ، ألا هل بلغت) .

[ر : ٦٧]

ایام قربانی

کتنے دن تک قربانی جائز ہے، اس میں ائمہ کا اختلاف ہے:

❶ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے (۳۹)۔ یوم النحر اور دو دن اس کے بعد (یعنی دس، گیارہ، بارہ)

❷ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چار دن تک قربانی کی جاسکتی ہے، یوم النحر اور اس کے بعد کے

(۳۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۷۔ ونیل الأوطار: کتاب المناسك، باب بیان وقت الذبح: ۵/۱۴۲

تین دن (۴۰)۔

❸ ابن سیرین، داود ظاہری اور سعید بن جبیر کے نزدیک قربانی کا صرف ایک دن ہے، یوم النحر، امام بخاریؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۴۱)۔

انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے، اس میں ہے "أليس يوم النحر؟ قلنا: بلی۔" اس میں "یوم" کو نحر کی طرف مضاف کیا ہے اور "النحر" میں الف لام جنس کا ہے یعنی نحر کا صرف ایک دن ہے (۴۲)۔

لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں "النحر" سے نحر کامل مراد ہے، لام کمال کے لیے بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے (۴۳)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قربانی کے دن چار ہیں، وہ صحیح ابن حبان میں موجود حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "كل فجاج منى منحر وفي كل أيام التشريق ذبح" (۴۴)۔

لیکن یہ روایت عبدالرحمٰن بن ابی حسین نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے نقل کی ہے اور ابن ابی حسین کی ملاقات حضرت جبیر سے نہیں ہوئی ہے، لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے (۴۵)۔

ان کا دوسرا استدلال بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہے کہ انہوں نے فرمایا "الأضحى ثلاثة أيام بعد يوم النحر" (۴۶)۔

---

(۴۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۴۸

(۴۱) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۴۷

(۴۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۴۸

(۴۳) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۴۸

(۴۴) دیکھیے نیل الأوطار: کتاب المناسك، باب بیان وقت الذبح: ۵/ ۱۴۲، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۴۸ وسنن الکبری للبیهقی، کتاب الضحایا، باب من قال: الأضحى جائز يوم النحر: ۹/ ۲۹۵

(۴۵) دیکھیے نصب الراية کتاب الحج، باب الهدی: ۳/ ۱۶۲، وإعلاء السنن: ۱۷/ ۲۳۴۔ وتلخیص الحبیر: حافظ ابن حجر اس میں فرماتے ہیں: وهذه الزيادة ليست بمحفوظة كتاب الضحايا: ۴/ ۱۴۲۔ ۱/ ۲۱۶

(۴۶) عمدة القاری، سنن بیهقی، کتاب الضحایا: ۹/ ۲۹۶

لیکن امام طحاوی نے سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے روایت نقل کی ہے "الأضحی یومان بعد یوم النحر"(۴۷)

ائمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت علیؓ کے اثر سے ہے، انہوں نے فرمایا"أیام النحر ثلاثہ أیام، أولهن أفضلهن"(۴۸)حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ عمرؓ سے بھی اس طرح کی روایت منقول ہے(۴۹)۔

قال محمد: وأحسبه یعنی راوی حدیث محمد بن سیرین نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت ابن ابی بکرؓ نے اپنی حدیث میں "أعراضکم" کا لفظ بھی ارشاد فرمایا تھا، گویا"دماء کم وأموالکم" کے بارے میں تو انہیں یقین ہے اور "أعراضکم" کے متعلق شک ہے، اسی کو محمد بن سیرین نے "وأحسبه" کہہ کر ظاہر کیا۔

٦ – باب : الْأَضْحَى وَالْمَنْحَرِ بِالْمُصَلَّى .

٥٢٣١/٥٢٣٢ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حدّثنا خالِدُ بْنُ الْحارِثِ : حدّثنا عُبَيْدُ ٱللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ قالَ : كانَ عَبْدُ ٱللّٰهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ . قالَ عُبَيْدُ ٱللّٰهِ : يَعْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ ﷺ .

(٥٢٣٢) : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حدّثنا اللَّيْثُ ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقَدٍ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ٱبْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قالَ : كانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى .

[ر : ٩٣٩]

اس باب میں قربانی کا بیان بھی ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ قربانی ذبح کرنے کی جگہ عیدگاہ ہے، ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(۴۷) عمدۃ القاری:۲۱/۱۴۸

(۴۸) عمدۃ القاری:۲۱/۱۴۸، نیز دیکھیے موطأ للإمام مالك، کتاب الضحایا، باب ذکر أیام الأضحی : ۲/۴۸۷

(۴۹) عمدۃ القاری:۲۱/۱۴۸

"والمقصود من هذه الترجمة بيان السنة فى ذبح الإمام، وهو أن يذبح فى المصلى ، لئلايذبح أحد قبله، ليذبحوا بعده بيقين، وليتعملوا أيضاً صفة الذبح، فإنه مما يحتاج فيه إلى البيان"(٥٠)۔

باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں قربانی کرتے تھے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانور ذبح کرتے تھے۔

٧ – باب : فِي أُضْحِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ . وَيُذْكَرُ سَمِينَيْنِ .

وَقالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ قَالَ : كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ ، وَكانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ .

٥٢٣٤/٥٢٣٣ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ ، وَأَنَا أُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ .

(٥٢٣٤) : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ٱنْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ .

تابَعَهُ وُهَيْبٌ ، عَنْ أَيُّوبَ . وَقالَ إِسْماعِيلُ وَحاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ٱبْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسٍ . [٥٢٣٨ ، ٥٢٤٤ ، ٥٢٤٥ ، ٦٩٦٤، وانظر: ٥٢٤١]

٥٢٣٥ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ ٱبْنِ عامِرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا ، فَبَقِيَ عَتُودٌ ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقالَ : (ضَحِّ أَنْتَ بِهِ) . [ر : ٢١٧٨]

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں:

---

(٥٠) عمدۃ القاری:٢١/١٣٩

❶ امام بخاری بتلانا چاہتے ہیں کہ کبش یعنی دنبے کی قربانی کرنا افضل ہے، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ایک روایت بھی نقل فرمائی ہے "خیر الأضحیة الکبش"

❷ امام کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب فربہ کیا جائے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے "سمنوا ضحایاکم فإنها علی الصراط مطایاکم" اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے بعد حضرت ابوامامہؓ کی حدیث ذکر کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر گائے کا حصہ اور بکری دونوں قیمت اور گوشت میں برابر ہیں تو پھر بکری افضل ہے، کیونکہ چھوٹا گوشت بڑے گوشت کے مقابلے میں عمدہ سمجھا جاتا ہے، لیکن اگر گائے کے حصے کا گوشت زیادہ ہے تو پھر وہ افضل ہے، دنبا دنبی سے افضل ہے، بکری، بکرے سے افضل ہے، یہ اس وقت ہے جب گوشت اور قیمت میں دونوں برابر ہوں (☆۵۰)۔

وقال یحي بن سعید، سمعت أبا أمامة بن سهل

ابوامامہ کا نام اسعد ہے اور یہ صحابی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام رکھا تھا اور برکت کی دعا ان کے لیے کی تھی، ابن التین نے انہیں کبار تابعین میں شمار کیا ہے (۵۱)، اس تعلیق کو ابو نعیم نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۲)۔

انکفأ إلی کبشین أقرنین أملحین، فذبحهما بیده

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاریؒ نے نقل کی ہے (۵۳)۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سینگوں والے چت کبرے دنبوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

(☆۵۰) ردالمحتار کتاب الأضحیه: ۵/۲۲۷

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۰

(۵۲) فتح الباری: ۱۰/۱۲

(۵۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۰ (۵۲۳۳) الحدیث اخرجه البخاری ایضاً فیه (رقم الحدیث: ۵۲۳۴) وایضاً فی باب من ذبح الأضاحی بیده (رقم الحدیث: ۵۲۳۸) وایضاً فی باب وضع القدم صفح الذبیحة (رقم الحدیث: ۵۲۴۴) وایضاً فی باب التکبیر عند الذبائح (رقم الحدیث: ۵۲۴۵) وایضاً فی باب من ذبح قبل الصلوٰة أعاد (رقم الحدیث: ۵۲۴۱)

انکفأ: أی مال وانعطف: متوجہ ہوئے، أملحین: أملح هوالذی فیه سواد وبیاض (۵۴)۔

جوہری نے کہا "الأملح الأبیض یخالط بیاضه سواده" (۵۵) اور ابوعبید نے کسائی سے نقل کیا "الأملح الذی فیه البیاض والسواد، ویکون البیاض أکثر" (۵۶)۔

تابعه وهیب عن أیوب

یعنی عبدالوہاب کی متابعت وهیب بن خالد نے کی ہے، انہوں نے بھی ایوب سختیانی سے یہ روایت نقل کی ہے، اسماعیلی نے اس متابعت کو موصولاً نقل کیا ہے (۵۷)۔

وقال اسماعیل وحاتم عن أیوب، عن ابن سیرین عن أنس رضی اللہ عنہ ۔

یہاں "قال" کہا، جب کہ اس سے پہلے "تابعه" کہا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ قول علی سبیل المذاکرہ استعمال ہوتا ہے اور متابعت حدیث نقل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسماعیل بن علیہ کی تعلیق امام بخاری نے چار باب کے بعد موصولاً نقل کی ہے اور حاتم بن وردان کی حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے (۵۸)۔

فبقی عَتُوْد

عتود بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جس کا سال پورا نہ ہوا ہو، ابن بطال نے فرمایا عتود بکری کے پانچ ماہ کے بچے کو کہتے ہیں (۵۹)۔

---

(۵۴) عمدة القاری:۲۱/۱۵۰۔۱۵۱، وفتح الباری:۱۰/۱۲۔

(۵۵) عمدة القاری:۲۱/۱۵۱

(۵۶) عمدة القاری:۲۱/۱۵۱، والنهایة لابن الأثیر:۴/۳۵۴

(۵۷) عمدة القاری:۲۱/۱۵۱، وفتح الباری:۱۰/۱۳

(۵۸) عمدة القاری:۲۱/۱۵۱

(۵۹) فتح الباری:۱۰/۱۴۔ وعمدة القاری:۲۱/۱۵۱

٨ - باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي بُرْدَةَ : (ضَحِّ بِالجَذَعِ مِنَ المَعْزِ . وَلَنْ تجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) .

٥٢٣٧/٥٢٣٦ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حدَّثَنَا خالِدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ ، عَنْ عامِرٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عازِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : ضَحَّى خالٌ لِي ، يُقالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ ، قَبْلَ الصَّلاةِ . فَقالَ لَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (شاتُكَ شاةُ لَحْمٍ) . فَقالَ : يا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ عِنْدِي داجِنًا جَذَعَةً مِنَ المَعْزِ ، قالَ : (ٱذْبَحْهَا ، وَلَنْ تَصْلُحَ لِغَيْرِكَ) . ثُمَّ قالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ) .

تابَعَهُ عُبَيْدَةُ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ وَإِبْرَاهِيمَ . وَتابَعَهُ وَكِيعٌ ، عَنْ حُرَيْثٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ . وَقالَ عاصِمٌ وداوُدُ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ : عِنْدِي عَناقُ لَبَنٍ . وَقالَ زُبَيْدٌ وَفِراسٌ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ : عِنْدِي جَذَعَةٌ . وَقالَ أَبُو الْأَحْوَصِ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ : عَناقٌ جَذَعَةٌ . وَقالَ ٱبْنُ عَوْنٍ : عَناقٌ جَذَعٌ ، عَناقُ لَبَنٍ .

(٥٢٣٧) : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنِ الْبَرَاءِ قالَ : ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلاةِ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (أَبْدِلْهَا) . قالَ : لَيْسَ عِنْدِي إِلَّا جَذَعَةٌ . قالَ شُعْبَةُ - وَأَحْسِبُهُ قالَ : هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ - قالَ : (ٱجْعَلْهَا مَكانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) . وقالَ حاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَقالَ : عَناقٌ جَذَعَةٌ . [ر : ٩٠٨]

معز بکری کو کہتے ہیں اور ضان دنبے کو، بکری اور دنبے کے چھ ماہ کے بچے کو جذع کہتے ہیں، بکری اور دنبے کا بچہ اگر ایک سال کا ہو جائے تو اسے ثنی کہتے ہیں۔ اسی طرح گائے کے دو سالہ اور اونٹ کے پانچ سالہ بچے کو ثنی کہتے ہیں اور اس سے کم عمر کو جذع کہتے ہیں(٦٠)۔

---

(٦٠) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے بذل المجھود: ١٣/١٨، یہ تفسیر حنابلہ اور حنفیہ کے ہاں ہے، شوافع اور مالکیہ کے نزدیک جذع ایک سالہ کو کہتے ہیں، دیکھیے الاقناع للشربینی: ٢/٢٥٩ وشرح مسلم للأبی: ٥/٢٩٤ ومجمع بحار الأنوار: ١/٣٣٥۔ والنہایۃ: ١/٢٥٠۔ والمغنی لابن قدامۃ: ٩/٣٤٩

حضرات فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جذع کی قربانی صرف دنبے میں درست ہے، بکری، اونٹ اور گائے میں جذع کافی نہیں بلکہ اس کا ثنی ہونا ضروری ہے۔

یہ حضرات، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا "نعمت الأضحية الجذع من الضأن" (۶۱)۔

اسی طرح ابن ماجہ کی روایت میں ہے "يجوز الجذع من الضأن ضحية" (۶۲)۔

حضرت ابن عمرؓ اور امام زہریؒ سے منقول ہے کہ دنبے کے جذع کی قربانی اس وقت صحیح ہوگی جب کوئی اور جانور نہ ملے (۶۳)۔

یہ حضرات صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "لاتذبحوا إلا مسنة، إلاّ أن يعسر عليكم، فتذبحوا جذعة من الضأن" (۶۴) اس میں جذعہ کی قربانی کی اجازت دی ہے جب مسنہ کا حصول مشکل ہو۔

جمہور حضرت جابرؓ کی اس حدیث کو استحباب اور افضلیت پر محمول کرتے ہیں (۶۵)۔

حدیث باب میں حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کو بکری کے جذعہ کی اجازت دی ہے لیکن جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے، یہ ان کی خصوصیت تھی، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "ولن تجزئ عن أحد بعدك"۔

شاتك شاة لحم یعنی آپ کی بکری گوشت کی بکری ہے، قربانی آپ کی نہیں ہوئی۔ داجن: الشاة التي تألف البيوت: وتستأنس، وليس لهاسن معين یعنی وہ بکری جو گھر میں پالی جاتی ہے

---

(۶۱) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی الجذع من الضأن فی الأضاحی: ۴/۴۷، (رقم الحدیث: ۱۴۹۹)

(۶۲) سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب ماتجزئ من الأضاحی، (رقم الحدیث: ۳۱۳۹) ورجاله ثقات کما فی نیل الأوطار: ۴/۳۴۶

(۶۳) فتح الباری: ۱۰/۱۸، نیز دیکھیے المغنی لابن قدامة: ۹/۳۴۸،

(۶۴) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سنن الأضحية (رقم الحدیث: ۱۹۶۳)

(۶۵) بذل المجهود، کتاب الضحایا، باب مایجوز فی الضحایا من السن: ۱۳/۱۹

داجن کہتے ہیں(٦٦)۔

تابعه عبيدة عن الشعبى وإبراهيم

یعنی عبیدہ ابن معتب نے شعبی اور ابراہیم نخعی سے مطرف کی متابعت کی ہے، ابراہیم نخعی کی یہ متابعت منقطع ہے کیونکہ انہوں نے کسی صحابی سے کوئی روایت براہ راست نقل نہیں کی، ابن المدینی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ کی خدمت میں بچپن میں لے جائے گئے تھے(٦٧)، ابوحاتم نے فرمایا أدرك أنسا ولم يسمع منه:(٦٨) یحیی بن معین فرمایا کرتے تھے مراسيل إبراهيم أحب إليّ من مراسيل الشعبى(٦٩) عبیدہ بن معتب کی بخاری میں صرف یہی ایک تعلیق ہے(٧٠)۔

وتابعه وكيع عن حريث عن الشعبى

یعنی وکیع نے بھی عبیدہ کی متابعت کی ہے، اس کو ابوالشیخ نے موصولاً نقل کیا ہے(٧١)۔

حریث بن عمرو اسدی

ابن معین نے ان کے متعلق فرمایا لا شیء(٧٢)

ابوحاتم نے فرمایا "ضعيف الحديث"(٧٣)

امام نسائی نے فرمایا "متروك الحديث"(٧٤)

---

(٦٦) عمدة القارى:٢١/١٥٢

(٦٧) تهذيب الكمال:٢/٢٣٧،وطبقات ابن سعد:٦/٢٧١۔وتاريخ البخارى الكبير: ١/٣٣٤

(٦٨) عمدة القارى:٢١/١٥٢

(٦٩) تهذيب الكمال:٢/٢٣٨، وتهذيب التهذيب:١/١٧٧، وسير أعلام النبلاء:٤/٥٤٢

(٧٠) عمدة القارى:٢١/١٥٢

(٧١) فتح البارى:١٠/٢٠

(٧٢) الجرح والتعديل:٣/الترجمة:١١٧٩، وتهذيب الكمال:٥/٥٦٣،الترجمة:١١٧٣

(٧٣) الجرح والتعديل:٣/الترجمة:١١٧٩

(٧٤)ضعفاء الحديث للنسائى، الترجمة:١٢٠، وتهذيب الكمال:٥/٥٦٤

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی روایات نقل کی ہے (۷۵)، بخاری میں ان کی صرف یہی ایک تعلیق ہے (۷۶)۔

وقال عاصم و داود عن الشعبي: عندي عناق لبن

اوپر روایت میں ہے کہ حضرت ابو بردہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ "إن عندي داجنا جذعة من المعز" اور عاصم اور داود کی روایت میں "عندي عَناق لبن" (دودھ) کے الفاظ ہیں۔

عَناق بکری کی اس بچی کو کہتے ہیں جس کی عمر ایک سال سے کم ہو، لبن کی طرف اضافت کر کے اس کی صغر سنی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

داودی نے کہا کہ عَناق مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

عاصم اور داود کی اس تعلیق کو امام مسلم رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۷)۔

وقال زبُيد وفراس عن الشعبي: عندي جذعة

زبید بن الحارث اور فراس بن یحیی کی تعلیق میں "عندي جذعة" کے الفاظ ہیں، زبید اور فراس کی تعلیق کو امام بخاری نے موصولاً نقل کیا ہے۔

وقال ابو الأحوص، حدثنا منصور: عَناق جذعة

اس تعلیق میں دونوں لفظ ہیں، اسے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔

وقال ابن عون: عناق جذع، عناق لبن

اس تعلیق میں دونوں لفظوں کو جمع کیا ہے عناقٌ جذعٌ موصوف صفت ہے اور عناقُ لبنٍ مرکب اضافی ہے، امام بخاری نے اسے كتاب الأيمان والنذور میں موصولاً نقل کیا ہے۔

وقال حاتم بن وردان......عناق جذعة

اس میں عناق اور جذعة دو لفظوں کو استعمال کیا گیا ہے، ترکیب میں "جذعة" "عناق" کے لیے

---

(۷۵) تهذيب الكمال:۵/۵۶۵

(۷۶) عمدة القارى:۲۱/۱۵۲

(۷۷) عمدة القارى:۲۱/۱۵۳

عطف بیان ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے(۷۸)۔

۹ - باب : مَنْ ذَبَحَ الْأَضَاحِيَّ بِيَدِهِ .

۵۲۳۸ : حدّثنا آدَمُ بنُ أَبِي إِيَاسٍ : حدّثنا شُعْبَةُ : حدّثنا قَتَادَةُ . عَنْ أَنَسٍ قالَ ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ . فَرَأَيْتُهُ واضِعًا قَدَمَهُ على صِفَاحِهِما . يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ . فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ . [ر : ۵۲۳۳]

قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مندوب اور بہتر ہے، بشرطیکہ ذبح کرنے کا طریقہ آتا ہو، خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا شرط نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے دو دنبے ذبح کیے جیسا کہ حدیث باب میں ہے، مالکیہ کی ایک روایت میں خود ذبح کرنا شرط ہے(۷۹)۔

صفاحهما: یہ صفحة کی جمع ہے، وصفحة كل شي: جانبه

علامہ عینی رحمہ اللہ ایک اشکال اور اس کا جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وقيل: الذابح لايضع رجله إلاعلى صفحته، فلم قال: على صفاحهما، وأجيب لعله على مذهب من قال: إن أقل الجمع اثنان، كقوله تعالى ﴿فقد صغت قلوبكما﴾ فكأنه قال "صفحتيهما" وإضافة المثنى إلى المثنى تفيد التوزيع، فكان معناه "وضع رجله على صفحة كل منهما" والحكمة فيه التقوى على الإظهار عليها ، ويكون أسرع لموتها، وليس ذلك من تعذيبها المنهى عنه ، إذلايقدر على ذبحها إلابتعذيبها"(۸۰)۔

”یعنی لفظ صفاح جمع ہے، جب کہ اس کو مفرد لانا چاہیے کیونکہ ذبح کرنے والا اس کی ایک جانب پر

(۷۸) عمدة القاری:۲۱/ ۱۵۴

(۷۹) عمدة القاری:۲۱/ ۱۵۴

(۸۰) عمدة القاری:۲۱/ ۱۵۴

قدم رکھتا ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں جمع کا صیغہ دو کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک اقل جمع دو ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیت "فقد صغت قلوبكما" میں "قلوب" جمع ہے اور اس سے دو قلب مراد ہیں اور تثنیہ کی اضافت جب تثنیہ کی طرف ہو تو یہ توزیع و تقسیم کا فائدہ دیتی ہے یعنی دو چیزوں کو دو کی طرف منسوب کیا جائے تو ہر ایک کے حصے میں ایک ایک آئے گی یہاں "صفحتيں" تثنیہ کو دو کبشین کی طرف منسوب کیا ہے تو ہر کبش کے حصہ میں ایک صفحہ آیا اور معنی یہ ہوئے کہ آپ نے ہر ایک کے صفحہ پر قدم رکھا اس طرح قدم رکھنے سے جانور کی موت جلد واقع ہو جاتی ہے، یہ اس تعذیب حیوان میں داخل نہیں جس کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس طرح کی تعذیب سے کوئی چارہ کار نہیں۔"

١٠ – باب : مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةَ غَيْرِهِ .

وَأَعَانَ رَجُلٌ ٱبْنَ عُمَرَ فِي بَدَنَتِهِ .

وَأَمَرَ أَبُو مُوسَى بَنَاتِهِ أَنْ يُضَحِّينَ بِأَيْدِيهِنَّ .

٥٢٣٩ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ بِسَرِفَ وَأَنَا أَبْكِي ، فَقالَ : (ما لَكِ أَنَفِسْتِ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : (هٰذا أَمْرٌ كَتَبَهُ ٱللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ ، ٱقْضِي ما يَقْضِي الحاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ) . وَضَحَّى رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ . [ر : ٢٩٠]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر اشارہ کیا کہ سابقہ باب میں اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا جو ذکر ہوا ہے، وہ قربانی کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے، کوئی اور بھی اس کی طرف سے ذبح کر سکتا ہے (۸۱) البتہ ایسی صورت میں مندوب یہی ہے کہ قربانی کرنے والا خود اس موقع پر حاضر رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا "قومي إلى أضحيتك، فاشهديها، فانه يغفرلك عندأول قطرة تقطرمن دمها كل ذنب عملتيه" (۸۲)۔

(۸۱) الأبواب والتراجم: ۲/۹۵

(۸۲) المستدرك للإمام الحاكم، كتاب الأضاحي: ۴/۲۲۲

وأعان رجل ابن عمر فی بدنته

حضرت ابن عمرؓ بدنہ کی قربانی کررہے تھے، ایک آدمی نے ان کے ساتھ تعاون کیا، جب قربانی میں تعاون کرنا اور کسی سے تعاون لینا جائز ہوا تو نائب بنانا بھی جائز ہے، اس طرح اس تعلیق کی مطابقت باب سے واضح ہو جاتی ہے (۸۳)۔

یہ تعلیق عبد الرزاق نے موصولاً نقل کی ہے (۸۴)۔

وأمر أبو موسی بناته أن یضحین بأیدیهن۔

اس اثر کی ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت نہیں، بلکہ ترجمۃ الباب کے بالکل برعکس ہے کیونکہ ترجمۃ الباب میں قربانی میں نیابت کے مسئلہ کا بیان ہے، جب کہ اس میں خود اپنے ہاتھوں سے قربانی کرنے کا حکم ہے (۸۵)، اس تعلیق کو امام حاکمؒ نے موصولاً نقل کیا ہے (۸۶)۔

١١ – باب : اَلذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ .

٥٢٤٠ : حدَّثنا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قالَ : سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ : (إِنَّ أَوَّلَ ما نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ ، فَمَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَدْ أَصابَ سُنَّتَنَا ، وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ) . فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ ، وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ ؟ فَقَالَ : (ٱجْعَلْهَا مَكَانَهَا . وَلَنْ تَجْزِيَ – أَوْ تُوفِيَ – عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) . [ر : ٩٠٨]

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے، اس باب میں یہی وقت بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ اگلے باب میں تفصیل آرہی ہے۔

---

(۸۳) فتح الباری: ۱۰/ ۲۳

(۸۴) فتح الباری: ۱۰/ ۲۳

(۸۵) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۱۵۵

(۸۶) فتح الباری: ۱۰/ ۲۳

روایت باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا کہ آج کے دن ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے، پھر واپس ہو کر قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا، اس نے تو سنت طریقے کو پالیا اور جس نے (نماز سے پہلے) قربانی کی تو اس نے صرف اپنے گھر والوں کے لیے پیشگی گوشت کا انتظام کر دیا ہے، قربانی میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، ابو بردہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میں نے تو نماز سے پہلے ہی ذبح کر لیا اور میرے پاس (بکری کا) ایک جذعہ (چھ ماہ کا بچہ) ہے جو مسنہ (ایک سال کے بچے) سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا "تم اسے قربانی کے بدلے میں ذبح کر لو اور تمہارے بعد کسی کے لیے کافی نہ ہوگا"۔

١٢ - باب : مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلاةِ أَعادَ .

٥٢٤١ : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنا إِسْماعِيلُ بْنُ إِبْراهِيمَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلاةِ فَلْيُعِدْ) . فَقالَ رَجُلٌ : هٰذا يَوْمٌ يُشْتَهى فِيهِ اللَّحْمُ ، وَذَكَرَ مِنْ جِيرانِهِ ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَذَرَهُ ، وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شاتَيْنِ ؟ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ ، فَلا أَدْرِي بَلَغَتِ الرُّخْصَةُ أَمْ لا ، ثُمَّ انْكَفَأَ إِلى كَبْشَيْنِ ، يَعْنِي فَذَبَحَهُما ، ثُمَّ انْكَفَأَ النَّاسُ إِلى غُنَيْمَةٍ فَذَبَحُوها . [ر : ٩١١ ، ٥٢٣٣]

٥٢٤٢ : حدَّثنا آدَمُ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ : حَدَّثَنا الأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ : سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سُفْيانَ الْبَجَلِيَّ قالَ : شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ ، فَقالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكانَها أُخْرى ، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ) . [ر : ٩٤٢]

٥٢٤٣ : حدَّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنا أَبُو عَوانَةَ ، عَنْ فِراسٍ ، عَنْ عامِرٍ ، عَنِ الْبَراءِ قالَ : صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ ذاتَ يَوْمٍ ، فَقالَ : (مَنْ صَلَّى صَلاتَنا ، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنا ، فَلا يَذْبَحْ حَتَّى يَنْصَرِفَ) . فَقامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيارٍ فَقالَ : يا رَسُولَ اللهِ ، فَعَلْتُ . فَقالَ : (هُوَ شَيْءٌ عَجَّلْتَهُ) . قالَ : فَإِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّتَيْنِ ، آذْبَحُها ؟ قالَ : (نَعَمْ ، ثُمَّ لا تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) . قالَ عامِرٌ : هِيَ خَيْرُ نَسِيكَتَيْهِ . [ر : ٩٠٨]

قربانی کا وقت

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں قربانی کا وقت بیان کیا ہے، قربانی کے وقت میں ائمہ کا اختلاف ہے:

❶ حضرات حنفیہ کے نزدیک شہروں میں قربانی کا وقت نماز عید کے بعد اور دیہاتوں میں صبح صادق کی طلوع کے بعد شروع ہوتا ہے (۸۷)۔

❷ حضرات مالکیہ کے نزدیک امام کے قربانی کرنے کے بعد عام لوگوں کی قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے، اگر کسی نے امام سے پہلے جانور ذبح کیا تو ان کے نزدیک دوبارہ قربانی کرنی ہوگی (۸۸)۔

❸ امام شافعیؒ کے نزدیک جب سورج طلوع ہونے کے بعد نماز عید اور دو خطبوں کے بقدر وقت گذر جائے تو قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے، چاہے امام نے نماز عید پڑھائی ہو یا نہیں (۸۹)، امام احمدؒ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۹۰)۔

احادیث باب حنفیہ کے دلائل ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے۔

وذکر هَنَة من جیرانه

هنة سے حاجت مراد ہے، یعنی انہوں نے اپنے پڑوسیوں کا فقر و احتیاج بیان کیا کہ وہ گوشت کے حاجت مند تھے، اس لیے جلدی قربانی کردی۔

عذره یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور قرار دیا، عذر باب ضرب سے ہے بمعنی عذر قبول کرنا۔

ثم لاتجزیٔ عن أحد بعدك

---

(۸۷) بذل المجهود، کتاب الضحایا، باب مایجوز فی الضحایا من السن: ۱۳/۲۳

(۸۸) الشرح الصغیر: ۱/۹۹

(۸۹) المغنی لابن قدامة: ۹/۳۵۸

(۹۰) المغنی لابن قدامة: ۹/۳۵۸

یہ اجازت حضرات صحابہ میں ایک تو حضرت ابو بردہ کو دی گئی تھی اور ایک حضرت عقبہ بن عامر کو جن کی حدیث گذر چکی ہے (۹۱)۔

قال عامر: هي خير نسيكته

راوی حدیث حضرت عامر شعبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جذعہ حضرت ابو بردہ کی بہترین قربانی تھی، اس پر اشکال ہوتا ہے کہ "خیر" اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ دوسری قربانی پہلی قربانی سے بہتر تھی، جب کہ ذبح اول شرعی لحاظ سے قربانی نہیں تھا، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ذبح اول کو اگرچہ حقیقتاً قربانی کہنا درست نہیں لیکن صورۃً اسے قربانی کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

"قيل : اسم التفضيل يقتضي الشركة، والذبيحة الأولى لم تكن نسيكة وأجيب بأنه وإن وقعت لحم شاة له فيها ثواب لكونه قاصدا جبران الجيران، وهي أيضاً عبادة أوصورتها كانت صورة النسيكة" (۹۲)۔

١٣ - باب : وَضْعِ الْقَدَمِ عَلَى صَفْحِ الذَّبِيحَةِ .

٥٢٤٤ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا ، وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ . [ر : ٥٢٣٣]

١٤ - باب : التَّكْبِيرِ عِنْدَ الذَّبْحِ .

٥٢٤٥ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ ، وَسَمَّى وَكَبَّرَ ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا . [ر : ٥٢٣٣]

---

(۹۱) صحیح مسلم (مع التکملة): ۳/۵۶۰

(۹۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۷

١٥ - باب : إِذَا بَعَثَ بِهَدْيِهِ لِيُذْبَحَ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ شَيْءٌ .

٥٢٤٦ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ محمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ مَسْرُوقٍ : أَنَّهُ أَتَى عائِشَةَ فَقَالَ لَهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ، إِنَّ رَجُلاً يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ إِلَى الْكَعْبَةِ وَيَجْلِسُ فِي الْمِصْرِ ، فَيُوصِي أَنْ تُقَلَّدَ بَدَنَتُهُ ، فَلَا يَزَالُ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مُحْرِمًا حَتَّى يَحِلَّ النَّاسُ . قَالَ : فَسَمِعْتُ تَصْفِيقَهَا مِنْ وَرَاءِ ٱلْحِجَابِ ، فَقَالَتْ : لَقَدْ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَيَبْعَثُ هَدْيَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ ، فَمَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ مِمَّا حَلَّ لِلرَّجُلِ مِنْ أَهْلِهِ ، حَتَّى يَرْجِعَ النَّاسُ . [ر : ١٦٠٩]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب میں یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ہدی کا جانور حرم کی طرف بھیج دے تو اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہے، یعنی ہدی بھیجنے کی وجہ سے احرام کی پابندیاں اس پر نہیں لگیں گی۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جسے ذبح کرنے کے لیے حرم کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث باب میں حضرت عائشہؓ سے حضرت مسروق نے پوچھا کہ ایک شخص خانہ کعبہ کی طرف ہدی بھیجتا ہے اور خود اپنے شہر میں بیٹھ کر وصیت کرتا ہے کہ اس کی قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈال دیا جائے اور اس دن سے لوگوں کے حلال ہونے تک وہ محرم بن جاتا ہے (تو ایسے شخص کا اپنے آپ کو حالت احرام میں سمجھنا کیسا ہے؟) مسروق کا بیان ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے حضرت عائشہؓ کی تالی کی آواز سنی (انہوں نے تعجب کے طور پر یا اس شخص کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا) اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے گلے کا ہار بٹتی تھی، پھر آپ اپنی ہدی خانہ کعبہ کی طرف بھیجتے اور آپ پر ان امور میں سے کوئی چیز بھی حرام نہ ہوتی جو مردوں پر اپنی بیویوں سے حلال ہے یہاں تک کہ لوگ واپس آجاتے۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح ہدی بھیجنے سے آدمی محرم نہیں بن جاتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ان لوگوں پر رد کیا جو کہتے ہیں کہ ہدی حرم کی طرف بھیجنے کی وجہ سے آدمی محرم بن جاتا ہے، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول منقول

ہے(۹۳) لیکن جمہور کا مسلک وہی ہے جو امام بخاریؒ نے بیان فرمایا(۹۴)۔

١٦ – باب : ما يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الأَضَاحِيِّ وَما يتزَوَّدُ مِنْها .

٥٢٤٧ : حدّثنا عليُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ عَمْرٌو : أَخْبَرَنِي عطاءٌ : سَمِعَ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحومَ الأَضاحِيِّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إلى المَدِينَةِ . وقالَ غَيْرَ مَرَّةٍ : لُحُومَ الهَدْيِ . [ر : ١٦٣٢]

قربانی کا گوشت کب تک کھا سکتے ہیں؟

قربانی کا گوشت کتنے دن تک کھایا جا سکتا ہے؟ اس میں ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس سلسلے میں دنوں کی کوئی تحدید نہیں، جب تک چاہے کھایا جا سکتا ہے(۹۵)۔

عبداللہ بن واقد اور بعض ظاہریہ کے نزدیک تین دن سے زیادہ ذخیرہ کر کے قربانی کا گوشت کھانا درست نہیں(۹۶)۔

ان کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے کی ممانعت آئی ہے، مثلاً امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے طریق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "لا يأكل أحدكم من لحم أضحيته فوق ثلاثة أيام"(۹۷)۔

لیکن جمہور اسے منسوخ قرار دیتے ہیں، جیسا کہ احادیث باب میں تصریح موجود ہے۔

---

(۹۳) عمدة القارى:۲۱/۱۵۸

(۹۴) عمدة القارى:۲۱/۱۵۸

(۹۵) عمدة القارى:۲۱/۱۵۹

(۹۶) عمدة القارى:۲۱/۱۵۹

(۹۷) صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب بيان ما كان من النهى عن أكل لحوم الأضاحى بعد ثلاث فى أول الإسلام......(رقم الحديث:۱۹۶۹)

٥٢٤٨ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَني سُلَيْمانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنِ الْقاسِمِ : أَنَّ ابْنَ خَبَّابٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ يُحَدِّثُ : أَنَّهُ كانَ غائِبًا فَقَدِمَ ، فَقُدِّمَ إِلَيْهِ لَحْمٌ ، قالُوا : هٰذَا مِنْ لَحْمِ ضَحَايَانَا ، فَقَالَ : أَخِّرُوهُ لَا أَذُوقُهُ ، قالَ : ثُمَّ قُمْتُ فَخَرَجْتُ ، حَتَّى آتِيَ أَخِي أَبَا قَتَادَةَ ، وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ ، وَكَانَ بَدْرِيًّا ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ : إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ . [ر : ٣٧٧٥]

باب کی اس پہلی حدیث میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قربانی کا گوشت مدینہ منورہ کی طرف جانے کے وقت تک ذخیرہ کرلیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت رکھا جاسکتا ہے۔

اس حدیث کی سند کے تمام رجال مدنی ہیں، ان میں تین تابعی ہیں یحیی بن سعید، قاسم بن محمد اور عبداللہ بن حباب اور دو صحابی ہیں حضرت ابو سعید اور قتادہ بن نعمان (۹۸)۔

روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کہیں سفر پر چلے گئے تھے، واپس آئے تو ان کے سامنے گوشت لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ ہماری قربانیوں کا گوشت ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو پیچھے کرو، میں اسے نہیں چکھوں گا، حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہو کر روانہ ہوا، اور اپنے بھائی ابو قتادہ کے پاس پہنچا، وہ ان کے ماں شریک بھائی تھے اور بدری تھے، میں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا تمہارے (جانے کے بعد) پھر نیا حکم آیا ہے (اور ممانعت کا سابقہ حکم منسوخ ہو چکا ہے)۔

حتی أتی أخی أباقتادہ، و کان أخاہ لأمہ

اس میں "أبا" کا لفظ درست نہیں، صحیح روایت "أخی قتادہ" ہے یعنی میں اپنے ماں شریک بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس آیا، قتادہ بدری صحابی تھے اور حضرت ابو سعید کے ماں شریک بھائی تھے، ان کی والدہ کا نام انیسہ بنت ابی خارجہ تھا (۹۹)۔

---

(۹۸) عمدۃ القاری:۲۱/۱۵۹

(۹۹) فتح الباری:۱۰/۳۰، وعمدۃ القاری:۲۱/۱۵۹

فقال: إنه قدحدث بعدك أمر

یعنی تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کھانے کی جو ممانعت تھی، وہ منسوخ ہوگئی ہے، مسند احمد کی روایت میں تفصیل ہے، حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قدنهانا أن نأكل لحوم نسكنا فوق ثلاث، قال: فخرجت فی سفر، ثم قدمت علی أهلی وذلك بعد الأضحى بأيام، فأتتنى صاحبتى بسلق، قدجَعلَتْ فيه قديدا، فقالت: هذا من ضحايانا، فقلت لها: أولم ينهنا ، قالت: إنه قدرخص للناس بعد ذلك ، فلم أصدقها حتى بعثت إلى أخي قتادة بن النعمان......(۱۰۰)

٥٢٤٩ : حدّثنا أَبُو عاصِمٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سلمة بْنِ الْأَكْوَعِ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثالِثَةٍ وفِي بَيْتِهِ مِنْهُ شيْءٌ) . فلمَّا كان الْعامُ الْمُقْبِلُ ، قالُوا : يا رَسُولَ اللهِ ، نَفْعَلُ كما فَعَلْنا عامَ الْماضِي ؟ قالَ : (كُلُوا وأَطْعِمُوا وادَّخِرُوا ، فَإِنَّ ذٰلِكَ الْعامَ كانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ ، فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيها) .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص قربانی کرے وہ تیسرے دن کے بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ ہو، جب اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا ہم لوگ ویسا ہی کریں جیسا ہم نے گذشتہ سال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کھاؤ، کھلاؤ اور جمع کرو، گذشتہ سال چونکہ لوگ بھوک کی مشقت میں مبتلا تھے اس لیے میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم لوگ اس میں مدد کرو۔

---

(۱۰۰) عمدة القاری:۲۱/۱۶۹

(۵۲۴۹)الحديث اخرجه مسلم فی كتاب الأضاحی باب ماكان من النهی من لحوم الأضاحی (رقم الحديث: ۱۹۷۴)

فلایصبحن بعدثالثة: لایُصْبحن باب افعال سے نہی غائب معروف کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر "إصباح" ہے: صبح کرنا، ثالثة کا موصوف محذوف ہے، أی لیلة ثالثة

جن تین دنوں کے بعد گوشت کا ذخیرہ کرنا ممنوع تھا، وہ کون سے تین دن ہیں، اس میں دو قول ہیں:

❶ قربانی کے وقت سے یہ تین دن شمار کیے جائیں گے یعنی اگر گیارہ تاریخ کو قربانی کی ہے تو تیرہ تاریخ کے بعد تک گوشت رکھنے کی اجازت نہ تھی (۱۰۱)۔

❷ ان تین دنوں کی ابتدا یوم النحر سے ہوگی، قربانی چاہے، دس کو کرے یا گیارہ بارہ کو کرے، بہر صورت بارہویں تاریخ کے بعد گوشت کا ذخیرہ کرنے کی اجازت نہ تھی (۱۰۲)۔

اس دوسرے مطلب کی تائید حضرت جابرؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے "کنالانأکل من لحوم بدننا فوق ثلاث منی" (۱۰۳) اور منی کے تین دنوں کی ابتداء یوم النحر ہی سے ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ پہلے سال تین دن سے زیادہ تک ذخیرہ کرنے سے ممانعت ایک خاص علت کی وجہ سے تھی، جب علت زائل ہوگئی تو وہ ممانعت بھی زائل ہوگئی۔

فأردت أن تعینوا فیها

فیها کی ضمیر "مشقة" کی طرف راجع ہے جو لفظ "جہد" سے مفہوم ہو رہی ہے (۱۰۴)، مراد اس سے بھوک کی مشقت ہے یعنی بھوک میں لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے کا ارادہ تھا، اس لئے گوشت تین دن سے زیادہ تک ذخیرہ کرنے سے منع فرمادیا تھا۔

---

(۱۰۱) فتح الباری: ۱۰/ ۳۴

(۱۰۲) فتح الباری: ۱۰/ ۳۴

(۱۰۳) فتح الباری: ۱۰/ ۳۴

(۱۰۴) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۰

٥٢٥٠ : حدّثنا إسْماعِيلُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ يَحْيَى ٱبْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْها قالَتْ : الضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْها ، فَنَقْدَمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ ، فَقالَ : (لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) . وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ ، وَلٰكِنْ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ ، وَٱللهُ أَعْلَمُ .

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "والحدیث من إفراده (۱۰۵)

الضحية كنا نملح منها

یعنی ہم لوگ قربانی کے گوشت میں نمک لگا کر رکھ لیا کرتے تھے، نمک لگانے سے گوشت جلد خراب نہیں ہوتا ہے۔

فنقدم به إلى النبی صلی اللّٰه علیه وسلم

قَدِم باب سمع سے بھی ہو سکتا ہے، قدم (س) قدوما: آنا، یہاں باء کی وجہ سے متعدی ہے اور نقدّم باب تفعیل سے بھی ہو سکتا ہے بمعنی پیش کرنا یعنی ہم نے آپ کی خدمت میں وہ گوشت پیش کیا (۱۰۶)۔

لاتأكلوا إلاثلاثة أيام وليست بعزيمة

"لاتأکلو" نہی ہے، ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ "أ کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ینهی عن لحوم الأضاحی" (۱۰۷) تو انہوں نے فرمایا، "لا" بظاہر دونوں روایتوں میں منافات ہے۔

---

(۱۰۵) عمدة القاری:۲۱/۱۶۰

(۱۰۶) عمدة القاری:۲۱/۱۶۰

(۱۰۷) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی الرخصة فی أکلها بعد ثلاث، (رقم الحدیث:۱۵۱۱)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے نہی تحریم کی نفی کی ہے، مطلقاً نہی کی نفی نہیں کی، چنانچہ اگلا جملہ ”ولیست بعزیمة“ اس پر دلیل ہے یعنی وہ نہی کراہت تھی، نہی تحریم نہ تھی جو کہ منسوخ ہوگئی (۱۰۸)، بعض حضرات نے کہا کہ وہ نہی کراہت منسوخ نہیں ہوئی، اب بھی باقی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

نطعم باب افعال سے ہے ولکن أراد أن نطعم منه أی نطعم غیرنا یعنی آپ نے چاہا کہ ہم دوسروں کو بھی اس گوشت میں سے کھلادیں۔

۵۲۵۱ : حدّثنا حِبَّانُ ٱبْنُ مُوسى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ قالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ ، مَوْلَى ٱبْنِ أَزْهَرَ : أَنَّهُ شَهِدَ الْعِيدَ يَوْمَ الْأَضْحَى مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ ، فَقالَ : يا أَيُّها النَّاسُ ، إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَدْ نَهاكُمْ عَنْ صِيَامِ هٰذَيْنِ الْعِيدَيْنِ ، أَمَّا أَحَدُهُما فَيَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ ، وَأَمَّا الآخَرُ فَيَوْمٌ تَأْكُلُونَ نُسُكَكُمْ .

قالَ أَبُو عُبَيْدٍ : ثُمَّ شَهِدْتُ مَعَ عُثْمانَ بْنِ عَفَّانَ ، فَكانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ، ثُمَّ خَطَبَ فَقالَ : يا أَيُّها النَّاسُ ، إِنَّ هٰذا يَوْمٌ قَدِ ٱجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدانِ ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ أَهْلِ الْعَوالِي فَلْيَنْتَظِرْ ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ .

قالَ أَبُو عُبَيْدٍ : ثُمَّ شَهِدْتُهُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طالِبٍ ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقالَ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَهاكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا لُحُومَ نُسُكِكُمْ فَوْقَ ثَلاثٍ .

وَعَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ نَحْوَهُ . [ر : ۱۸۸۹]

ابو عبید مولی بن ازھر

ابو عبید کا نام سعد بن عبید ہے اور یہ عبد الرحمٰن بن ازھر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(۱۰۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۰

ثم شهدت مع عثمان بن عفان

ابو عبید کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عید کے دن) شریک ہوا عید جمعہ کے دن تھی، انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر خطبہ دیا اور فرمایا کہ لوگو! آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں (ایک عید کا دن اور دوسرا جمعہ کا دن) عوالی (اطراف مدینہ) میں رہنے والوں میں سے جو شخص جمعہ کا انتظار کرنا چاہے تو وہ انتظار کرے اور جو شخص واپس ہونا چاہے تو میں اسے اجازت دیتا ہوں (یعنی جمعہ کی نماز کے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں چاہتا اور واپس جانا چاہتا ہے تو جا سکتا ہے)

فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهاكم أن تأكلوا لحوم نسككم فوق ثلاث

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا، اس کے متعلق تین باتیں کہی گئی ہیں:

❶ حضرت علیؓ کو چونکہ اس حکم کے منسوخ ہونے کی احادیث نہیں پہنچی تھیں، اس لیے انھوں نے خطبہ عید میں یہ حکم نقل کیا(۱۰۹)۔

❷ حضرت علیؓ نے اس منسوخ حکم کو بطور حکایت نقل کیا ہے بطور مذہب نہیں، یعنی انہیں بھی معلوم تھا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے تاہم اس منسوخ حکم کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے اسے نقل کیا(۱۱۰)، چنانچہ امام احمدؒ نے حضرت علیؓ ہی سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نهيتكم عن لحوم الأضاحي أن تحبسوها بعد ثلاث ، فاحبسوا ما بدالكم" (۱۱۱)

❸ حضرت علیؓ کے نزدیک نہی کا سابقہ حکم بالکل منسوخ نہیں ہوا تھا، بلکہ وہ معلول بالعلۃ تھا جب

---

(۱۰۹) فتح الباري: ۱۰/ ۳۴، وعمدة القاري: ۲۱/ ۱۶۱

(۱۱۰) إعلاء السنن، كتاب الأضاحي، باب ادخار لحوم الأضاحي فوق ثلاثة أيام: ۱۷/ ۲۷۴

(۱۱۱) مسند الإمام أحمد: ۱/ ۱۴۵

علت زائل ہوگئی تو حکم بھی زائل ہو گیا، حضرت علیؓ کے زمانے میں وہ علت دوبارہ لوٹ آئی تو حکم بھی لوٹ آیا کیونکہ یہ خطبہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے دوران دیا تھا اور اس فتنے کی وجہ سے لوگ بھوک و قحط میں مبتلا ہو گئے تھے (۱۱۲)۔

وعن معمر عن الزهری عن أبی عبید نحوه

یہ یا تو ماقبل سند پر معطوف ہے اس صورت میں تو موصول ہوگا اور یا یہ الگ تعلیق ہے، امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۱۱۳)۔

۵۲۵۲ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ ، عَنِ آبْنِ أَخِي آبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ آبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (كُلُوا مِنَ الْأَضَاحِيِّ ثَلَاثًا) . وَكانَ عَبْدُ ٱللهِ يَأْكُلُ بِالزَّيْتِ حِينَ يَنْفِرُ مِنْ مِنًى ، مِنْ أَجْلِ لُحُومِ الْهَدْيِ .

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "کلوا من الأضاحی ثلاثا" نقل کیا (چنانچہ وہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے) جب منی سے واپس ہوتے تو قربانی کا گوشت ہونے کی وجہ سے وہ روٹی روغن زیتون کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔

غالباً حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو احادیثِ نسخ نہیں پہنچی تھیں اور ممکن ہے کہ احادیثِ نسخ انہیں معلوم ہوں لیکن احتیاطاً وہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانا پسند نہ کرتے ہوں (۱۱۴)۔

(۱۱۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۱، وفتح الباری: ۱۰/ ۳۴

(۱۱۳) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۲، وفتح الباری: ۱۰/ ۳۴

(۱۱۴) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۲

٧٧- كتاب الأشربة

كتاب الأشربة (الأحاديث: ٥٢٣٥-٥٣١٦)

کتاب الاشربۃ میں ۳۱ ابواب اور اکیانوے مرفوع احادیث ہیں، ان میں انیس احادیث معلق اور باقی موصول ہیں، ستر احادیث مکرر ہیں اور اکیس حدیثیں صحیح بخاری میں پہلی بار ذکر کی گئی ہیں، ان اکیس میں سے چودہ احادیث متفق علیہ ہیں، کتاب الاشربۃ میں سلف صالحین کے چودہ آثار ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۷ - کتاب الأشربة

وَقَوْلِ اللّٰه تَعَالَى : «إِنَّمَا الخَمْرُ وَالمَيْسِرُ وَالأَنْصَابُ وَالأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ» /المائدة : ۹۰/.

أشربة شراب کی جمع ہے، شراب اسم ہے اور ہر مشروب کے لیے استعمال ہوتا ہے، چاہے وہ حلال ہو یا حرام۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں اشربہ مباحہ اور اشربہ محرمہ دونوں کو ذکر فرمایا ہے، پہلے اشربہ محرمہ کا تذکرہ فرمایا، پھر اشربہ مباحہ کا، اس لیے کہ دفع مضرت، جلب منفعت پر مقدم ہے۔ ان کے بعد اشربہ مباحہ کے آداب وغیرہ ذکر فرمائے ہیں۔

"قول اللّٰه تعالیٰ "انما الخمر......"

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کو احادیث باب کے لیے بطور تمہید ذکر فرمایا ہے، اس آیت کریمہ میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا ہے، سنن أبی داود اور سنن ترمذی میں اس کا شان نزول اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب تحریم خمر کا حکم نازل ہوا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا" گویا کہ پہلا حکم مجمل تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے تفصیل اور واضح حکم کے لیے دعا فرمائی، چنانچہ سورۃ بقرہ کی آیت ﴿ويسئلونك عن الخمر﴾ نازل ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی، انہوں نے

دوبارہ وہی دعا کی تو سورہ نساء کی آیت ﴿یاایها الذین آمنوا لاتقربوا الصلاة وانتم سکاری﴾ نازل ہوئی، اس آیت کے نزول کے بعد نماز سے پہلے باقاعدہ اعلان ہوتا کہ نشے کی حالت میں نماز کے لیے کوئی نہ آئے، حضرت عمرؓ نے پھر "اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا" کی دعا کی تو سورۃ مائدہ کی مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا(۱)۔ البتہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت سے پہلے کوئی مجمل حکم حرمتِ خمر کے متعلق نازل ہوا تھا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تحریم خمر کے متعلق لکھتے ہیں:

"تحریم الخمر کان بتدریج و نوازل کثیرة، فإنهم کانوا مولعین بشربها، وأول مانزل فی شانها ﴿یسألونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس﴾أی فی تجارتهم، فلما نزلت هذه الآیة، ترکها بعض الناس، وقالوا: لاحاجة لنا فیما فیه اثم کبیر، ولم یترکها بعض الناس، وقالوا: نأخذ منفعتها ونترك إثمها، فنزلت هذه الأیة: ﴿لاتقربوا الصلاة وانتم سکاری﴾ فترکها بعض الناس وقالوا: لاحاجة لنا فی مایشغلنا عن الصلاة، وشربها بعض الناس فی غیرأوقات الصلاة، حتی نزلت: ﴿یاأیها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس﴾ الآیة، فصارت حراما علیهم، حتی صاریقول بعضهم: ماحرم اللہ شیئاً أشدمن الخمر"(۲)

قرآن کریم میں تحریم خمر کے متعلق چار آیات نازل ہوئی ہیں، ایک سورۃ بقرہ میں جس میں شراب سے پیدا ہونے والے مفاسد اور گناہوں کا ذکر ہے، لیکن اس میں صراحتاً اسے حرام نہیں کہا گیا۔

دوسری آیت سورۃ نساء والی ہے جس میں صرف اوقات نماز میں شراب سے منع کیا گیا، باقی اوقات میں اجازت رہی۔

تیسری اور چوتھی آیت سورۃ مائدہ میں ہیں جنہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ذکر فرمایا ہے،

---

(۱) سنن أبی داود، کتاب الأشربة، باب فی تحریم الخمر: ۳/۳۲۵ (رقم الحدیث:۳۶۷۰)

(۲) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۶/۲۸۶

اس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا کیونکہ اسے ﴿رجس من عمل الشیطان﴾ کہا گیا اور "رجس" حرام ہوتا ہے، چنانچہ امام جصاص رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اقتضت هذه الآية تحريم الخمر من وجهين: أحدهما قوله: "رجس" لأن الرجس اسم في الشرع لما يلزم اجتنابه ويقع اسم الرجس على الشيء المستقذر النجس، وهذا أيضا يلزم اجتنابه فأوجب أوصافه إياها بأنها رجس لزوم اجتنابها، والوجه الآخر قوله تعالىٰ: ﴿فاجتنبوه﴾ وذلك أمر، والأمر يقتضي الإيجاب، فانتظمت الآية تحريم الخمر من هذين الوجهين"(۳)

یعنی اس آیت کریمہ سے تحریم خمر دو طریقوں سے مستفاد ہوتی ہے ایک تو اسے رجس کہا ہے اور شریعت میں رجس سے اجتناب ضروری ہے۔ دوم "فاجتبوه" امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے(۴)۔

شراب کی حرمت کب نازل ہوئی؟

حرمت خمر کے متعلق یہ آیت کس سن میں نازل ہوئی، اس میں اختلاف ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے سال یہ حکم نازل ہوا(۵)۔

حافظ شرف الدین دمیاطی رحمہ اللہ کی رائے میں صلح حدیبیہ کے سال یہ آیت نازل ہوئی یعنی سن چھ ہجری میں(۶)۔

---

(۳) أحكام القرآن للجصاص:۲/۴۶۱، باب تحريم الخمر۔

(۴) قال بعض العلماء فيها دلائل على تحريم الخمر: أحدها قوله: ﴿رجس﴾ والرجس هو النجس وكل نجس حرام، والثاني قوله: ﴿من عمل الشيطان﴾ وماهو من عمله حرام، والثالث قوله: ﴿فاجتنبوه﴾ ومأامرالله تعالىٰ باجتنابه فهو حرام ، والرابع قوله ﴿لعلكم تفلحون﴾ وما علق رجاء الفلاح باجتنابه، فالإتيان به حرام (عون المعبود شرح سنن أبي داود، كتاب الأشربة:۱۰/۱۰۶)

(۵) فتح الباری:۱۰/۳۸

(۶) دیکھیے تاریخ الخمیس:۲/۲۶

ابن اسحاق کے نزدیک غزوہ بنی نضیر کے سال یہ حکم نازل ہوا اور راجح قول کے مطابق غزوہ بنو نضیر سن چار ہجری میں واقع ہوا ہے (۷)۔

لیکن سن چار ہجری میں اس حکم کے نزول پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ جس سال تحریم خمر ہوئی، اسی سال کا واقعہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے تو حضرت ابو طلحہ نے حضرت انسؓ سے فرمایا یہ کیا اعلان ہو رہا ہے حضرت انسؓ نے کہا کہ شراب کی حرمت کا اعلان ہو رہا ہے تو حضرت ابو طلحہ نے فرمایا کہ جاؤ ان مٹکوں کو توڑ ڈالو (۸) اور حضرت انسؓ سن چار ہجری میں اس عمر کے نہیں تھے کہ مٹکوں کو پھوڑ ڈالتے وہ کم عمر تھے، اس لیے کہ حضرت انسؓ ہجرت کے سال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے تو اس وقت وہ نو دس سال کے تھے، اگر اسے سن چار ہجری کا واقعہ مانا جائے تو اس وقت ان کی عمر چودہ سال ہو گی۔ حافظ ابن حجر وغیرہ نے یہ بات لکھی ہے (۹)۔

لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ چودہ سال کا بچہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ مٹکوں کو توڑ کر بہا سکے۔

بہر حال علامہ قسطلانی نے سن چھ ہجری کو ترجیح دی ہے (۱۰) لیکن مشہور روایت سن چار ہجری کی ہے (۱۱)۔

---

(۷) تاریخ الخمیس:۲/۲۶

(۸) جیسا کہ آگے بخاری کی روایت میں آرہا ہے۔ صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب أنزل تحریم الخمر وهی من البسر والتمر (رقم الحدیث:۵۲۶۰)

(۹) فتح الباری:۱۰/۳۸، وتاریخ الخمیس:۲/۲۶۔ قال الحافظ فی الإصابة: "صح عنه أنه قال: قدِم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم المدینةَ، وأنا ابن عشر سنین" (وانظر الإصابة فی تمییز الصحابة:۱/۷۱، والاستیعاب لابن عبدالبر مع الإصابة:۱/۷۱)

(۱۰) تاریخ الخمیس:۲/۲۶

(۱۱) تاریخ الخمیس:۲/۲۶

۵۲۵۳ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (مَنْ شَرِبَ الخَمْرَ فِي ٱلدُّنْيا ، ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْها ، حُرِمَهَا فِي الآخِرَةِ) .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی، پھر اس سے تائب نہ ہوا تو آخرت میں وہ اس سے محروم رہے گا، یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔

حُرِمَها فی الآخرة

حُرِم مجہول کا صیغہ ہے اور متعدی بہ دو مفعول ہے، اس کے دو مطلب مشہور ہیں:

❶ یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے یعنی مستقل شراب پینے والا اگر شراب سے توبہ نہ کرے اور اسی حال میں مرجائے تو وہ اگرچہ جنت میں داخل ہو جائے، اسے جنت میں شراب نہیں ملے گی(۱۳)۔

اس پر اشکال ہوگا کہ جنتیوں کے متعلق تو ارشاد ہے ﴿وفیها ماتشتهیه الأنفس﴾۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس شخص سے شراب کی خواہش سلب کر دی جائے گی(۱۴)۔

❷ علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، اہل جنت کا مشروب خمر ہے جو اس سے محروم کر دیا گیا، وہ جنت سے محروم کر دیا گیا(۱۵)۔

(۵۲۵۳) الحديث أخرجه مسلم فى الأشربة، باب عقوبة من شرب الخمر(رقم الحديث:۱۵۸۸)وأخرجه أبوداود فى الأشربة، باب النهى عن المسكر(رقم الحديث:۳٦۷۹) والترمذى فى الأشربة، باب ماجاء فى شارب الخمر(رقم الحديث:۱۹۷۳) والنسائى فى الأشربة، باب إثبات اسم الخمر لكل سكر (رقم الحديث:۵۵۸۲)وابن ماجه فى الأشربة، باب من يشرب الخمر فى الدنيا لم يشربها فى الآخرة، (رقم الحديث:۳۳۱٦)

(۱۳) عمدة القارى: ۲۱/۱٦۴، وإرشاد السارى: ۱۲/۳۲۴۔ وشرح الطيبى، كتاب الحدود، باب بيان الخمروعيد شاربها، ۷/۱٦۸

(۱۴) عمدة القارى:۲۱/۱٦۴،وإرشاد السارى:۱۲/۳۲۴۔ شرح الطيبى، كتاب الحدود، باب بيان الخمرو وعيد شاربها، ۷/۱٦۸۔ومرقاة المفاتيح ، كتاب الحدود، باب بيان الخمرووعيد شاربها، ۷/۱۹۱۔

(۱۵) عون المعبود، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى السكر:۱۰/۱۲۰۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

لیکن اس دوسرے مطلب پر اشکال ہوگا کہ شرب خمر گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ بہرحال جنت میں داخل ہوگا یا ابتداءً اگر اللہ معاف فرمادیں یا اپنے گناہ کی سزا بھگتنے کے بعد، پھر یہاں جنت سے محرومی کا حکم کیوں لگایا گیا۔اس کے تین جوابات مشہور ہیں:

❶ ایک یہ کہ یہ اس شخص کے متعلق ہے جو شراب کو حلال سمجھ کر پیتا ہو اور مستحل خمر کافر ہے اور کافر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

❷ ابتداءً وہ محروم کردیا جائے گا، سزا بھگتنے کے بعد پھر جنت میں جائے گا، حدیث میں اسی ابتدائی محرومی کو ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وهو كناية عن عدم دخول الجنة، أما إذاكان مستحلا فظاهر أنه يكفر، وأما إذا لم يكن مستحلا فيتأول أنه لايشربها فى الجنة أو لايدخلها فى الأولين“(١٦)۔

❸ یہ ارشاد تہدید پر محمول ہے، معنی حقیقی مراد نہیں ہیں (١٧)۔

٥٢٥٤ : حدّثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزّهريّ : أخبرني سعيد بن المسيّب : أنّه سمع أبا هريرة رضي الله عنه : أنّ رسول الله ﷺ أتي ليلة أسري به بإيلياء بقدحين من خمر ولبن ، فنظر إليهما ، ثمّ أخذ اللّبن ، فقال جبريل : الحمد لله الّذي هداك للفطرة ، ولو أخذت الخمر غوت أمّتك .

تابعه معمر ، وابن الهاد ، وعثمان بن عمر ، والزّبيديّ ، عن الزّهريّ . [ر : ٣٢١٤]

٥٢٥٥ : حدّثنا مسلم بن إبراهيم : حدّثنا هشام : حدّثنا قتادة ، عن أنس رضي الله عنه قال : سمعت من رسول الله ﷺ حديثا لا يحدّثكم به غيري ، قال : (من أشراط السّاعة :

---

(١٦) مذکورہ دو مطالب کے لیے دیکھیے بذل المجهود، باب ماجاء فى السكر:١٦/ ١٤

(١٧) مرقاة المفاتيح، كتاب الحدود، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، ٧/ ١٩٠

أَنْ يَظْهَرَ الجَهْلُ ، وَيَقِلَّ الْعِلْمُ ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا ، وَتُشْرَبَ الخَمْرُ ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ ، وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ ، حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمُهُنَّ رَجُلٌ وَاحِدٌ) . [ر : ٨٠]

٥٢٥٦ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنَ المُسَيَّبِ يَقُولَانِ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا يَشْرَبُ الخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ) .

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ المَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، ثُمَّ يَقُولُ : كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ : (وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ ، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ فِيهَا ، حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ) . [ر : ٢٣٤٣]

لیلة أسری به بإیلیاء بقد حین من خمرولبن

ایلیاء اس شہر کا نام ہے، جہاں بیت المقدس واقع ہے(۱۸)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو پیالے پیش کیے گئے ایک شراب کا اور ایک دودھ کا، آپ نے دودھ والا پیالہ اختیار فرمایا۔

بعض روایات میں تین پیالے پیش کرنے کا ذکر ہے، اس میں شراب اور دودھ کے ساتھ شہد کے پیالہ کا بھی ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ایلیاء میں دو پیالے پیش کیے گئے تھے جیسا کہ یہاں روایت باب میں ہے اور سدرۃ المنتہی کی طرف رفع کے وقت تین پیالے پیش کیے گئے تھے (۱۹)۔

ثم أخذ اللبن

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ نے خمر (شراب) کو اس لیے چھوڑا کہ اس کی حرمت کا حکم نازل ہونے والا تھا۔

یا شراب پینے کی آپ کو چونکہ سرے سے عادت ہی نہ تھی، اس لیے دودھ والا پیالہ آپ نے

(۱۸) عمدۃ القاری:۲۱/۱۶۴،وفتح الباری:۱۰/۴۱

(۱۹) عمدۃ القاری:۲۱/۱۶۴

اختیار فرمایا(۲۰)۔

الحمدلله الذی هداك للفطرة

فطرت سے یہاں دین اسلام اور اس پر استقامت مراد ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لبن کو فطرت سے تعبیر کیا کیونکہ نو مولود کے پیٹ میں سب سے پہلے دودھ جاتا ہے(۲۱)

لو أخذت الخمر غوت أمتك

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ بات یا تو بطریق فال ارشاد فرمائی یا انہیں علم تھا کہ کونسی چیز لینے پر کیا نتیجہ مرتب ہوگا(۲۲)۔

تابعه معمر و ابن الهاد وعثمان بن عمر والزبیدی عن الزهری

یعنی شعیب کی متابعت معمر بن راشد، ابن الہاد (یزید بن عبداللہ) عثمان بن عمر اور زبیدی (محمد بن الولید) نے کی ہے، معمر کی روایت امام بخاری نے، ابن الہاد کی روایت امام نسائی نے، عثمان بن عمر کی روایت تمام الرازی نے اور زبیدی کی روایت ابن حبان اور امام نسائیؒ نے موصولاً نقل فرمائی ہے(۲۳)۔

لایشرب الخمر حین یشربها وهو مؤمن

یہاں یا ایمان سے ایمان کامل مراد ہے أی لایکون کاملا فی الإیمان حال کونه فی شرب الخمر، یا یہ تہدید و تغلیظ پر محمول ہے، یعنی معنی حقیقی مراد نہیں اور یا یہ اس شخص کے متعلق ہے جو شرب خمر کو حلال سمجھتا ہو(۲۴) یہ تاویلات اس لیے کرنا ضروری ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

---

(۲۰) فتح الباری:۱۰/۴۱۔

(۲۱) فتح الباری:۷/۲۱۵۔

(۲۲) فتح الباری:۱۰/۴۱۔

(۲۳) عمدة القاری:۲۱/۱۶۴۔ وفتح الباری:۱۰/۴۱۔

(۲۴) عمدة القاری:۲۱/۱۶۵۔

كان أبوبكر يلحق معهن: ولا ينتهب نهبة ذات شرف يرفع الناس إليه أبصارهم فيها حين ينتهبها وهو مؤمن

ابو بکر نے مذکورہ جملوں کے ساتھ ولا ینتہب...... کا اضافہ بھی کیا ہے، یعنی کوئی شخص مؤمن ہونے کی حالت میں اس طرح لوٹ مار نہیں کرتا کہ لوگ اسے دیکھتے ہی رہ جائیں، نهبة ذات شرف: مال نفیس (۲۵)۔

اشربہ کی قسمیں اور مذاہب ائمہ

❶ ائمہ ثلاثہ اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تمام نشہ آور مشروبات، خمر یعنی شراب کے حکم میں ہیں، ان کا قلیل اور کثیر استعمال مطلقاً حرام ہے اور ان کے شارب (پینے والے) پر حد جاری ہوگی، خمر کی طرح ہر مسکر مشروب نجس ہے، اس کی خرید و فروخت جائز نہیں (۲۶)۔

❷ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اشربہ کی تین قسمیں ہیں:

قسم اول خمر: یہ انگور کا کچا شیرہ ہوتا ہے إذا اشتد وغلا وقذف بالزبد یعنی جب زیادہ رکھنے یا ابالنے کی وجہ سے اس میں شدت آجائے، وہ ابلنے لگے اور جھاگ پھینکنے لگے، امام ابو یوسف اور امام محمد جھاگ پھینکنے کی شرط نہیں لگاتے (۲۷)۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا قلیل وکثیر استعمال مطلقاً حرام ہے، پینے والے پر حد جاری کی جائے گی، اگرچہ اس نے ایک قطرہ پیا ہو، یہ نجس العین ہے، اس کی بیع جائز نہیں اور اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہے (۲۸)

قسم دوم: طلاء، نقیع التمر، نقیع الزبیب...... یہ تینوں اشربہ حرام ہیں۔

---

(۲۵) فیض الباری: ۴/ ۳۴۶۔

(۲۶) المغنی لابن قدامة، کتاب الأشربة: ۹/ ۱۳۶ وأحکام القران للتھانویؒ سورۃ المائدۃ: ۱/ ۳۸۸۔

(۲۷) دیکھیے الهداية مع فتح القدير، کتاب الاشربة: ۹/ ۲۶۔

(۲۸) دیکھیے بذل المجهود، کتاب الأشربة، باب الخمر مما هی: ۱۶/ ۱۲۔

طلاء انگور کے شیرے کو کہتے ہیں جب اسے اتنا پکایا جائے کہ دو ثلث سے کم چلا جائے (۲۹)۔

نقیع التمر: کھجور کا کچا شیرہ اور نقیع الزبیب اس پانی کو کہتے ہیں جس میں زبیب یعنی کشمش ڈال دی جائے اور زیادہ دیر رہنے کی وجہ سے اس میں شدت اور اُبال پیدا ہو جائے (۳۰)۔

یہ تینوں اشربہ بھی خمر کے حکم میں ہیں، نجس ہیں اور ان کا قلیل کثیر استعمال حرام ہیں البتہ ان کے پینے والے پر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نشہ آور مقدار پینے کے بعد حد جاری کی جائے گی، کیونکہ ان اشربہ کا خمر ہونا ظنی ہے اور حد شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے، ان کا مستحل کافر نہیں ہوگا جب کہ خمر کا مستحل کافر ہے۔ البتہ اس کے علاوہ باقی اکثر احکام میں یہ خمر کے حکم میں ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان تینوں مشروبات کی بیع جائز ہے، صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے (۳۱)۔

قسم سوم: خمر، طلاء، نقیع التمر، نقیع الزبیب...... ان چار اشربہ کے علاوہ باقی اشربہ نبیذ وغیرہ ہیں ان میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ تعیش کے لیے نہ ہو بلکہ تقوی فی العبادۃ کی نیت سے ہو (۳۲) اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ امام صاحب اور جمہور کے درمیان دو چیزوں میں اختلاف ہے، ایک اشربہ ثلاثہ

---

(۲۹) دیکھیے الهداية مع فتح القدير، كتاب الأشربة: ۹/ ۲۹۔

(۳۰) دیکھیے الهداية مع فتح القدير كتاب الأشربة: ۹/ ۳۰، ۳۱۔

(۳۱) بذل المجهود، كتاب الأشربة، باب الخمر مماهي: ۱۲/۱٦۔ والهداية مع فتح القدير، كتاب الأشربة: ۹/ ۳۱۔

(۳۲) فيض البارى، كتاب الأشربة: ۴/ ۳۴٦، وإعلاء السنن كتاب الأشربة، باب حرمة الخمر: ۱۸/ ۲۱۔ قال الحسن بن مالك: سمعت الشافعي يسأل أبا يوسف، هل في نفسك شئ من النبيذ، فقال أبويوسف: كيف لايكون في نفسي شئ من النبيذ، وقداختلف فيه أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي نفسي منه مثل الجبل، قال الحسن بن مالك: إذا وضع النبيذ، وأراد الشارب أن يسكرمنه، فالقليل منه حرام كالكثير، وهو قول أبي حنيفة(مسند الخوارزمي: ۲/ ۲۰۷) وفيه دليل على أن شرب القليل إذاكان للسكر فهوأيضا حرام عند أبي حنيفة(وانظر البدر الساري إلى فيض الباري: ۴/ ۳۵۵)

میں کہ ان کے نزدیک یہ خمر تو ہیں لیکن ان کا خمر ہونا ظنی ہے، لہٰذا ان کے شارب پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ جب کہ جمہور کے نزدیک ان کا خمر ہونا ظنی نہیں، لہٰذا شارب پر حد جاری کی جائے گی، دوسرا اختلاف اشربہ اربعہ کے علاوہ باقی اشربہ مسکرہ کی غیر نشہ آور قلیل مقدار میں ہے۔ مثلاً نبیذ وغیرہ، امام صاحب کے نزدیک اس کی قلیل مقدار کا استعمال جائز ہے، جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

ذیل میں امام صاحب اور جمہور ائمہ کے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

امام اعظم کے دلائل

❶ امام اعظمؒ کا استدلال لغت سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت خمر کا اطلاق انگور کے شیرے پر کرتے ہیں، باقی پھلوں کے شیرے پر خمر کا اطلاق لغت میں نہیں، چنانچہ ابن سیدہ "المخصص" میں فرماتے ہیں "الخمر ما أسكر من عصير العنب، والجمع خمور" (۳۳) اور ابن منظور افریقی نے "لسان العرب" میں ان کا قول نقل کیا "الخمر إنما هي العنب دون سائر الأشياء" (۳۴)۔

❷ عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں ایک روایت نقل کی ہے "قال النبي صلى الله عليه وسلم: الخمر من العنب، والسكر من التمر، والمِزْر من الذرة، والغبيرا من الحنطة، والبتع من العسل، كل مسكر حرام" (۳۵)۔

اس میں تصریح ہے کہ خمر انگور کی ہوتی ہے، یہ روایت اگرچہ حضرت سعید بن المسیب نے مرسلاً نقل کی ہے لیکن ان کی مراسیل بالاجماع مقبول ہیں (۳٦)۔

❸ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر ہے "أما الخمر فحرام لا سبيل إليها، وأما ما سواها من الأشربة فكل مسكر حرام" (۳۷) اور حضرت ابن عباسؓ کا اثر ہے "حرمت الخمر لعينها،

(۳۳) المخصص لابن سيده: ۱۱/ ۷۲
(۳۴) لسان العرب: ۵/ ۳۳۹
(۳۵) مصنف عبدالرزاق: ۹/ ۲۳۴ (رقم الحديث: ۱۷۵۴)
(۳٦) تكملة فتح الملهم: ۳/ ٦۰۱
(۳۷) مصنف عبدالرزاق: ۹/ ۲۲۲

والسكرمن كل شراب"(۳۸)۔اسی طرح حضرت فاروق اعظم سے منقول ہے کہ انہوں نے اس نبیذ سے تھوڑا سا چکھا جو نشہ آور تھی(۳۹) اگر قلیل حرام ہوتا تو وہ کبھی نہ چکھتے۔

❹ حضرت ابو موسی اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ یمن جارہے تھے، حضورؐ سے پوچھا کہ وہاں گندم اور جو کی شراب بنائی جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا"اشربا ولاتسکرا"(۴۰) امام طحاوی فرماتے ہیں:

"كان ذلك دليلا أن حكم المقدار الذى يسكر من ذلك الشراب خلاف حكم مالايسكر منه"(۴۱)۔

❺ عبداللہ بن شخیر کی روایت ہے"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أشربة، قال: فقيل له: إنه لابدمنها أونحوهذا، قال: فاشربوا مالم يسفه أحلامكم، ولايُذْهِب أموالكم"(۴۲)۔

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے(۴۳)۔

ان روایات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ خمر صرف عنب کی ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ اشربہ اربعہ کے علاوہ باقی مشروبات میں غیر مسکر مقدار کا استعمال جائز ہے۔

جمہور کے دلائل

❶ امام بخاری رحمہ اللہ نے"باب الخمر من العنب"، "باب نزل تحريم الخمر"، "باب

(۳۸) شرح معانى الآثار للطحاوى كتاب الأشربة، باب الخمر المحرمة ماهى، ۳۵۶/۲۔ والجوهر النقى: ۲۹۷/۸۔

(۳۹) دیکھیے كتاب الآثار: ۱۱۹۔ ومصنف عبدالرزاق: ۲۲۴/۹ (رقم الحديث: ۱۷۱۵) نیز دیکھیے شرح معانى الآثار كتاب الأشربة، باب مايحرم من النبيذ: ۳۵۹/۲۔

(۴۰) شرح معانى الآثار كتاب الأشربة، باب مايحرم من النبيذ: ۳۶۰/۲۔

(۴۱) شرح معانى الآثار كتاب الأشربة، بباب مايحرم من النبيذ: ۳۶۰/۲۔

(۴۲) مصنف عبدالرزاق: ۲۲۳/۹

(۴۳) مجمع الزوائدللهيثمى: ۶۶/۵۔

الخمر من العسل"، "باب ماجاء فی أن الخمر ماخامرالعقل"......ان چار ابواب کے تحت جتنی روایات ذکر فرمائی ہیں، وہ تمام جمہور کے دلائل ہیں۔

❷ أبوداود کی روایت میں ہے "ان من العنب خمرا، وإن من التمر خمرا، وإن من العسل خمرا، وإن من البُر خمرا، وإن من الشعیرخمرا"(۴۴)۔

❸ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے "ماأسکر کثیرہ فقلیلہ حرام"(۴۵)۔

❹ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "نهی عن قلیل ماأسکر کثیرہ" (۴۶)۔

❺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے "کل مسکرحرام، وماأسکرمنه الفَرَق فملأالکف منه حرام"(۴۷)۔

❻ اسی طرح روایت ہے "کل مسکرخمر، وکل مسکرحرام"(۴۸)۔

ان احادیث سے جمہور استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ خمر صرف انگور کے شیرے کا نام نہیں، طلاء، نقیع الزبیب وغیرہ بھی خمر ہیں، اسی طرح انبذہ مسکرہ کا قلیل استعمال بھی ناجائز ہے۔

دلائل جمہور کا جواب

امام اعظم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصیر عنب کے علاوہ باقی اشربہ پر خمر کا اطلاق مجازاً ہے، لغۃً اور حقیقتاً نہیں، کیونکہ لغت میں خمر صرف ماء عنب کو کہا جاتا ہے جیسا کہ لغت کی کتابوں کے

(۴۴) سنن أبی داود، کتاب الأشربة (رقم الحدیث:۳۶۷۶)

(۴۵) سنن النسائی کتاب الأشربة، باب تحریم کل شراب أسکر کثیرہ(رقم الحدیث:۵۱۱۷)

(۴۶) سنن النسائی کتاب الأشربة، باب تحریم کل شراب أسکر کثیرہ(رقم الحدیث: ۵۱۱۹)وفتح القدیر:۵/۸۰۔

(۴۷) سنن أبی داود، کتاب الأشربة، (رقم الحدیث:۳۶۸۷)

(۴۸) المجموع شرح المهذب، کتاب الطهارة:۲/۵۶۴۔

حوالے سے گذر چکا۔

اور ماأسکر کثیرہ فقلیلہ حرام کو خمر پر محمول کیا جاتا ہے کہ خمر کی قلیل مقدار بھی حرام ہے، چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یکون معناه الخمر حرام قلیلها وکثیرها، وهذا التاویل هو المتعین عندنا، لماروینا عن عمررضی الله عنه أنه شرب النبیذ المسکر بعد کسره بالماء"(۴۹)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس تاویل پر دل مطمئن نہیں ہوتا کیونکہ "ما" عام ہے جو خمر اور غیر خمر دونوں کو شامل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کے جو آثار ہیں وہ موقوف ہیں اور "ماأسکر کثیرہ فقلیله حرام" حدیث مرفوع ہے۔ چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومرادالحدیث أن کل شراب من شانه السکر فهو حرام...... وقدتبین لی بعد مرور الدهر أن مراد الحدیث کماذهب إلیه الجمهور وإذن لاأصرف الأحادیث عن ظاهرها"(۵۰)۔

البتہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ باقی اشربہ مسکرہ پینے میں خمر کے حکم میں ہیں، لہٰذا شراب کی طرح ان کا قلیل وکثیر استعمال درست نہیں، تاہم ان کا تمام امور میں خمر کے حکم میں ہونا ان روایات سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

اسی وجہ سے کئی حنفی علماء نے حرمت کے حق میں جمہور کے مذہب کے مطابق فتوی دیا ہے کہ ان کا استعمال مطلقاً حرام ہے اور بیع اور حد کے حق میں امام صاحب کے قول پر فتوی دیا ہے (۵۱)۔

ان اشربہ ثلاثہ کی نجاست کے بارے میں نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کے دونوں قول ہیں،

---

(۴۹) إعلاء السنن، کتاب الأشربة، باب حرمة الخمر:۲۱/۱۷

(۵۰) فیض الباری:۳۴۶/۴

(۵۱) تکملة فتح الملهم:۶۰۸/۳

متاخرینِ حنفیہ نے نجاست غلیظہ والے قول کو ترجیح دی ہے (۵۲)۔

ان اشربہ اربعہ کے علاوہ باقی اشربہ (نبیذ وغیرہ) امام صاحب کے نزدیک نجس نہیں ہیں۔

فائدہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگرچہ نبیذ کی مقدار غیر مسکر کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے، لیکن مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے خود انہوں نے اس کا استعمال کبھی نہیں کیا، چنانچہ ان کا یہ قول مشہور ہے:

"لوأعطيت جميع مافى الدنيا، ومثلها لأشرب قطرة نبيذ فلا أشربه، فإنه مختلف فيه، ولوأعطيت جميع مافى الدنيا لأحرم النبيذ، لاأحرمه، لأنه مختلف فيه" (۵۳☆)

علماء کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جو چیز مختلف اور مشکوک ہو، وہاں فتوی کے بجائے تقوی پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

تراجم بخاری کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ابتدا میں چار تراجم قائم کیے ہیں، پہلا ترجمہ "باب أن الخمر من العنب" ہے کہ شراب انگور کی بنتی ہے، اس کے بعد دوسرا ترجمہ "باب نزل تحريم الخمر وهى من البسر" قائم فرمایا کہ شراب کھجور کی ہوتی ہے اور پھر ترجمہ "الخمر من العسل" قائم فرمایا اور چوتھا ترجمۃ الباب "الخمر ما خامر العقل" قائم کیا۔

ان تراجم سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد کیا ہے، اس میں دو احتمال ہیں:

پہلا احتمال یہ ہے کہ ان تراجم سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح شراب انگور کی ہوتی ہے، اسی طرح تمر اور عسل وغیرہ کی بھی ہوتی ہے یعنی خمر صرف عصیرِ عنب کے ساتھ خاص نہیں

(۵۲) المبسوط للسرخسی: ۲۴/۱۴، ردالمحتار: ۶/۴۵۱

(۵۳☆) فيض البارى: ۴/۳۵۵

جیسا کہ جمہور علماء کا مسلک ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ امام بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ اصل شراب جسے قرآن میں ﴿إنما الخمر......﴾ فرمایا گیا، وہ تو شراب عنب ہی ہے اور باقی جتنی اشربہ ہیں، انہیں مجازاً خمر (شراب) کہا گیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے مقصد میں یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ تاہم احتمال اول راجح ہے کہ وہ ان تراجم سے جمہور کی تائید کر رہے ہیں (۵۳)۔

۱ - باب : الْخَمْرُ مِنَ الْعِنَبِ .

۵۲۵۷ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا محمَّدُ بْنُ سَابِقٍ : حَدَّثَنَا مالِكٌ هُوَ ٱبْنُ مِغْوَلٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : لَقَدْ حُرِّمَتِ الخَمْرُ وما بِالْمَدِينَةِ مِنْهَا شَيْءٌ . [ر : ٤٣٤٠]

لقدحرمت الخمر وما بالمدينة منهاشئی

اس میں خمر سے خمر عنب مراد ہے یعنی جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو مدینہ منورہ میں انگور کی شراب نہیں پائی جاتی تھی، دوسرے پھلوں کی شراب پائی جاتی تھی جیسا کہ اس باب کی دوسری روایت میں ہے۔ وعامة خمرنا البسر والتمر

یہ حدیث امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ خمر صرف عصیرِ عنب کی ہوتی ہے۔

اس روایت میں ہے کہ "ومابالمدينة منهاشئي" اور اگلی روایت میں ہے "ومانجد خمر الأعناب إلاقليلاً" ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اس لیے کہ "شئي" سے مراد شی کثیر ہے تو ایک میں کثیر کی نفی ہے، دوسری میں قلیل کا اثبات ہے۔

۵۲۵۸ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الخَمْرُ حِينَ حُرِّمَتْ ، وَما نَجِدُ - يَعْنِي بِالْمَدِينَةِ - خَمْرَ الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيلاً ، وَعامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ . [ر : ۲۳۳۲]

---

(۵۳) الأبواب والتراجم:۲/۹۲

یہ حدیث اصحاب صحاح میں سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں"والحديث من إفراده"(۵۴)

وعامة خمرنا البسر والتمر

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:الخمر مائع والبسر جامد فكيف يكون هو إياه یعنی خمر تو ایک مائع چیز ہے اور کھجور ایک جامد شے ہے تو خمر پر بسر اور تمر کا اطلاق کیوں کر درست ہو سکے گا، پھر اس کا جواب دیا کہ اس میں بسر کا شراب پر مجازاً اطلاق کیا گیا اور یا یہاں مضاف محذوف ہے یعنی عامة أصل خمرنا التمر(۵۵)

٥٢٥٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ : حَدَّثَنَا عامِرٌ ، عَنْ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : قامَ عُمَرُ عَلَى المِنْبَرِ ، فَقَالَ : أَمَّا بَعْدُ ، نَزَلَ تَحْرِيمُ الخَمْرِ وَهْيَ مِنْ خَمْسَةٍ : الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ ، وَالخَمْرُ ما خامَرَ الْعَقْلَ . [ر : ٤٣٤٠]

الخمر ماخامر العقل

یعنی شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ دے، غائب کر دے، چھپادے۔

٢ – باب : نَزَلَ تَحْرِيمُ الخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ .

٥٢٦٠/٥٢٦٢ : حدّثنا إِسْماعِيلُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ أَسْقِي أَبَا عُبَيْدَةَ

(۵۴) عمدة القاری:۲۱/۱۶۷

(۵۵) شرح الکرمانی للبخاری:۲۰/۱۴۱، وعمدة القاری:۲۱/۱۶۷

وَأَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ ، مِنْ فَضِيخِ زَهْوٍ وَتَمْرٍ ، فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ : إِنَّ الخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ . فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ : قُمْ يَا أَنَسُ فَأَهْرِقْهَا ، فَأَهْرَقْتُهَا .

(٥٢٦١) : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حدَّثنا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا قالَ : كُنْتُ قائِمًا عَلَى الحَيِّ أَسْقِيهِمْ ، عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ ، الْفَضِيخَ ، فَقِيلَ : حُرِّمَتِ الخَمْرُ . فَقَالُوا : أَكْفِئْهَا ، فَكَفَأْتُهَا . قُلْتُ لِأَنَسٍ : ما شَرَابُهُمْ ؟ قالَ : رُطَبٌ وَبُسْرٌ . فَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَنَسٍ : وَكَانَتْ خَمْرَهُمْ . فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ .

وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ يَقُولُ : كَانَتْ خَمْرَهُمْ يَوْمَئِذٍ .

فضیخ زهو وتمر

فضیخ شراب کو کہتے ہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "شراب یتخذمن البسر ویصب علیه الماء ویترك حتی یغلی" یعنی کچی کھجوریں پانی میں رکھ کر چھوڑ دی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں اُبال آجاتا ہے (۵٦) اور زهو بسر ملون یعنی کچی رنگین کھجور کو کہتے ہیں جس میں سرخی اور زردی دونوں ظاہر ہو جائیں (۵۷)۔ فضیخ زهو وتمر یعنی کچی اور پکی کھجور کی شراب۔

حدثنا مسدد......

کنت قائما علی الحی أسقیهم عُمومتی وأنا أصغرهم الفضیخ

حی قبیلہ کو کہتے ہیں، عُمُومة: عم کی جمع ہے، چچا...... وأنا أصغرهم جملہ حالیہ ہے، الفضیخ أسقی کے لیے مفعول بہ ہے، عمومتی، أسقیهم میں ضمیر مفعول سے بدل ہے، یا منصوب علی الاختصاص ہے (۵۸)۔ حافظ ابن حجر نے عمومتی کو حی سے بدل بنایا ہے اس صورت میں یہ مجرور ہوگا (۵۹) یعنی میں قبیلہ کے پاس کھڑا تھا، اپنے چچاؤں کو شراب پلا رہا تھا، اس حال میں کہ میں ان

(۵۲٦۱) الحدیث اخرجه مسلم فی الأشربة، باب تحریم الخمر (رقم الحدیث: ۱۹۷۹) والنسائی فی الأشربة، باب ذکر الشراب الذی اهریق بتحریم الخمر (رقم الحدیث: ۵۰۵۰)

(۵٦) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۹

(۵۷) فتح الباری: ۱۰/۴۷، عمدة القاری: ۲۱/۱۲۹

(۵۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۹۔ وشرح الکرمانی للبخاری: ۲۰/۱۴۳

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/۴٦

سب سے چھوٹا تھا، صحیح مسلم کی روایت میں عبارت اس طرح ہے "إني لقائم على الحي، على عمومتي أسقيهم من فضيخ لهم وأنا أصغرهم سناً"(٦٠)۔

اكفئها، فكفأنا

اکفٔ بروزن اضرب بمعنی اقلبها یعنی اسے انڈیل دو

قلت لأنس : ماشرابهم

قائل معتمر کے والد سلیمان تیمی ہیں(٦١) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ان کی وہ شراب کس چیز کی تھی۔

فقال ابوبكر بن أنس: وكانتْ خَمْرَهم ، فلم ينكر أنس

حضرت انسؓ کے صاحبزادے ابوبکر نے اپنے والد کی موجودگی میں کہا کہ ان کی شراب فضیخ تھی، کانت کے اندر ضمیر فضیخ کی طرف راجع ہے اور فضیخ سے چونکہ خمر مراد ہے اور خمر مؤنث سماعی ہے، اس لیے مؤنث کی ضمیر اس کی طرف راجع کی گئی ہے أي وكانت الفضيخ خمرهم(٦٢) حضرت انسؓ نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ خاموش ہوگئے۔

حضرت انسؓ نے یہ اضافہ اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا، یا وہ بھول گئے تھے(٦٣)۔

وحدثني بعض أصحابي أنه سمع أنسا يقول: كانتْ خَمْرَهم يومئذ

اس کے قائل بھی سلیمان تیمی ہیں(٦٤)، یہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے "بعض أصحابي" مبہم ہے، شارحین نے لکھا کہ بکر بن عبداللہ مزنی اور قتادہ اس کا مصداق ہو سکتے ہیں(٦٥)

---

(٦٠) صحيح مسلم، كتاب الأشربة: باب تحريم الخمر وبيان أنها تكون من عصير العنب: ١٥٧١/٣ (رقم الحديث:١٩٨٠)

(٦١) عمدة القاري:٢١/١٦٩، وفتح الباري:١٠/٣٨

(٦٢) عمدة القاري:٢١/١٦٩

(٦٣) عمدة القاري:٢١/١٦٩، وفتح الباري:١٠/٣٨

(٦٤) عمدة القاري:٢١/١٦٩، وفتح الباري:١٠/٣٨

(٦٥) عمدة القاري:٢١/١٦٩، وفتح الباري:١٠/٣٨

مطلب یہ ہے کہ "كانت خمرهم" کا جملہ خود حضرت انسؓ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے، اوپر حدیث میں تو ان کے صاحبزادے نے کہا ہے لیکن براہ راست بھی ان سے منقول ہے۔

(٥٢٦٢) : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا يُوسُفُ أَبُو مَعْشَرٍ الْبَرَّاءُ قالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ قالَ : حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ الخَمْرَ حُرِّمَتْ . وَالخَمْرُ يَوْمَئِذٍ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ . [ر : ٢٣٣٢]

یوسف ابومعشر برّا

یوسف بن یزید کی کنیت ابومعشر ہے، یہ نام کے مقابلے میں کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، انہیں برّا (چھیلنے والا) بھی کہا جاتا ہے لأنه كان يبرى السهام یعنی وہ تیر چھیلا کرتے تھے (٦٦)۔

صحیح بخاری میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ حدیث اور دوسری کتاب الطب کے آخر میں آرہی ہے، امام بخاری نے ان کی دونوں حدیثیں بطور متابعت نقل فرمائی ہے (٦٧)۔

یحیی بن معین نے ان کو ضعیف کہا ہے (٦٨)

امام اُبوداود نے فرمایا ليس بذاك (٦٩)

ابوحاتم نے فرمایا يكتب حديثه (٧٠)

محمد بن ابی بکر مُقدمی نے انہیں ثقہ قرار دیا (٧١)

ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (٧٢)

(٦٦) عمدة القاری:٢١/١٢٩، وفتح الباری:١٠/٤٩

(٦٧) عمدة القاری:٢١/١٢٩، وفتح الباری:١٠/٤٩

(٦٨) تهذيب الكمال:٣٢/٤٤٨ (رقم الترجمة:٧١٤٥)

(٦٩) سؤالات لآجری:٣/الترجمة :٣٤١، وتهذيب الكمال:٣٢/٤٤٩

(٧٠) الجرح والتعديل:٩/الترجمة:٩٨٦

(٧١) الجرح والتعديل:٩/الترجمة:٩٨٦

(٧٢) كتاب الثقات لابن حبان:٧/٦٣٧

امام بخاری کے علاوہ امام مسلمؒ نے بھی ان سے روایات لی ہیں (۷۳)

سعید بن عبید اللہ

ان کی بھی بخاری میں صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ حدیث ہے اور دوسری حدیث کتاب الجزیہ میں گذر چکی ہے (۷۴)۔

۳ - باب : الْخَمْرُ مِنَ الْعَسَلِ ، وَهُوَ الْبِتْعُ .

وَقَالَ مَعْنٌ : سَأَلْتُ مالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنِ الْفُقَّاعِ ، فَقَالَ : إِذَا لَمْ يُسْكِرْ فَلَا بَأْسَ . وَقَالَ ابْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ : سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوا : لَا يُسْكِرُ . لَا بَأْسَ بِهِ .

۵۲۶۳/۵۲۶۴ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ قالَتْ : سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْبِتْعِ ، فَقَالَ : (كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ) .

(۵۲۶۴) : حدَّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْبِتْعِ ، وَهُوَ نَبِيذُ الْعَسَلِ ، وكانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُونَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ) . [ر : ۲۳۹]

۵۲۶۵ : وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (لَا تَنْتَبِذُوا فِي الدُّبَّاءِ ، وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ) . وَكانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهَا : الْحَنْتَمَ وَالنَّقِيرَ .

---

(۷۳) تهذيب الكمال:۳۲/۴۴۹

(۷۴) عمدة القاری:۲۱/۱۶۹، وفتح الباری:۱۰/۴۹

(۵۲۶۵) الحدیث اخرجه مسلم فی الأشربه، باب النهی عن الانتباذ فی المزفت (رقم الحدیث:۱۹۹۲)۔

واخرجه النسائی فی الاشربه باب النهی عن نبیذ الدباء المزفت (رقم الحدیث:۵۱۴۰)۔

بِتْع (باء کے زیر اور تا کے سکون کے ساتھ) شہد سے جو شراب بنائی جاتی ہے اسے بتع کہتے ہیں۔

معن بن عیسی فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے فقاع یعنی منقا کے شربت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ نشہ آور نہ ہو اس وقت تک اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، عبدالعزیز بن دراوردی نے بھی یہی سوال پوچھا تو بھی یہی جواب دیا۔

فُقّاع (فاء کے ضمہ اور قاف کی تشدید کے ساتھ) منقا کے شربت کو کہتے ہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ شربت عموماً کوٹے ہوئے منقا سے بنایا جاتا ہے(۷۵)۔

قال: لاتنتبذوافی الدّبا ء ولا فی المزفت وكان ابوهريرة يلحق معهما الحنتم والنقير۔

دباء: کدو کا گودا نکال کر جو برتن بنایا جاتا ہے اسے دباء کہتے ہیں، اس میں چونکہ مسام کم ہوتے ہیں اس لیے مشروب کے اندر جلد سکر پیدا ہو جاتا ہے(۷۶)۔

مُزَفَّت: یعنی وہ برتن جس پر زَفْت مَلا گیا ہو، زفت ایک تار کول نما تیل ہوا کرتا تھا جسے جہازوں اور کشتیوں پر ملا جاتا تھا تاکہ پانی اندر داخل نہ ہو، زمانہ جاہلیت میں شراب کے برتنوں پر بھی اسے مَلتے تھے(۷۷) اس کی وجہ سے مشروب میں جلد سکر پیدا ہو جاتا ہے۔

حَنْتَمُ: شراب کے گھڑے کو کہتے ہیں، یہ عموماً سبز رنگ کا ہوتا تھا، اس کا ترجمہ عموماً "الجرة الخضراء" سے کرتے ہیں یعنی سبز مٹکا، یا خُم (۷۸)۔

النَّقِير: نَقْر کے معنی کھودنے کے ہیں اس کو نقیر بھی کہتے ہیں، نقیر مفعول کے معنی میں ہے یعنی کھدی ہوئی چیز، درخت کھجور وغیرہ کی جڑ کو کھود کر اسے برتن بنالیتے تھے، اسے نَقِر اور نقیر کہا جاتا ہے(۷۹)۔

---

(۷۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۰

(۷۶) فیض الباری: ۱/۱۵۷

(۷۷) فیض الباری: ۱/۱۵۷

(۷۸) انوار الباری: ۳/۱۱

(۷۹) إمداد الباری: ۴/۷۹۵، نیز مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۱۷۱

"وعن الزھری" یہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے "وکان أبوھریرة" اس کے قائل امام زھری ہیں (۸۰)۔

٤ – باب : ما جاءَ في أنَّ الخمْرَ ما خامرَ الْعقْلَ من الشَّرابِ .

٥٢٦٦/٥٢٦٧ : حدَّثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجاءٍ : حدَّثنا يحْيى ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما قالَ : خَطَبَ عُمَرُ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيمُ الخمْرِ وَهْيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْياءَ : الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْعَسَلِ ، وَالخمْرُ ما خامَرَ الْعَقْلَ . وَثَلَاثٌ ، وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يُفارِقْنا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنا عَهْدًا : الجَدُّ ، وَالْكَلالَةُ ، وَأَبْوابٌ مِنْ أَبْوابِ الرِّبا .

قالَ : قُلْتُ : يا أَبا عَمْرٍو ، فَشَيْءٌ يُصْنَعُ بِالسِّنْدِ مِنَ الرُّزِّ ؟ قالَ : ذاكَ لَمْ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ . أَوْ قالَ : عَلَى عَهْدِ عُمَرَ .

وَقالَ حَجَّاجٌ ، عَنْ حَمَّادٍ ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ : مَكانَ الْعِنَبِ الزَّبِيبَ .

(٥٢٦٧) : حدَّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حدَّثنا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنْ عُمَرَ قالَ : الخمْرُ يُصْنَعُ مِنْ خَمْسَةٍ : مِنَ الزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْعَسَلِ . [ر : ٤٣٤٠]

اس باب سے امام بخاریؒ ایک قاعدہ کلیہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جو بھی چیز عقل کو مدہوش کردے وہ شرعی اعتبار سے خمر کے حکم میں ہے "من الشراب" کہہ کر افیون وغیرہ کو نکال دیا، اس لیے کہ وہ مشروب کی قبیل سے نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شراب کی حرمت نازل ہوچکی ہے اور وہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے انگور، کھجور،

(۸۰) عمدۃالقاری: ۲۱/۱۷۱، وأخرجه مسلم فی كتاب الأشربة، باب النهی عن الانتباذ فی المزفت، رقم الحديث: ۱۹۹۲، وأخرجه النسائی فی الأشربة ، باب النهی عن نبيذ الدباء والمزفت ، رقم الحديث: ۵۱۴۰

گندم، جو اور شہد سے اور خمر وہ ہے جو عقل کو مدہوش کردے اور تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا نہ ہوتے جب تک ان کو خوب اچھی طرح بیان نہ فرما دیتے، ایک دادا کا ترکہ، دوسرے کلالہ کا بیان اور تیسرے سود کے مسائل، ابوحیان کا بیان ہے کہ میں نے شعبی سے کہا کہ اے ابوعمرو! سندھ میں چاول سے ایک مشروب بنایا جاتا ہے (اس کا کیا حکم ہے؟) تو انہوں نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں تھا یا یہ کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہیں تھا، حجاج نے اپنی روایت میں عنب کی بجائے زبیب کا لفظ ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبے میں ارشاد فرمایا کہ خمر پانچ چیزوں کی ہوتی ہے، یہ اس لیے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿انما الخمر والمیسر......﴾ میں خمر صرف ماء عنب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو بھی چیز مخامرۂ عقل یعنی عقل کے مدہوش کرنے کا سبب بن جائے وہ خمر ہے اور حرام ہے (۸۱)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں "نعم یتناول غیر المتخذ من العنب من حیث التشبیه لا من حیث الحقیقة" (۸۲)

تین باتیں جن کے تفصیلی احکام کی حضرت عمرؓ نے تمنا کی

حضرت عمرؓ نے اپنے خطبے میں تین چیزوں کے بارے میں تمنا ظاہر کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تفصیلی احکام بیان فرمادیتے:

❶ جد: یعنی دادا کا ترکہ، اس میں اختلاف ہے کہ دادا کی موجودگی میں بھائیوں کو میراث ملے گی یا نہیں، اور اگر میراث ملے گی تو کتنا حصہ ہوگا، اس میں حضرات صحابہ کے درمیان بھی بڑا اختلاف رہا (۸۳) عبیدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے میں نے دادا کے ترکہ سے متعلق ستر مسائل ایسے یاد کیے جن میں سے

---

(۸۱) فتح الباری: ۱۰/۵۷

(۸۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۱

(۸۳) إرشاد الساری: ۱۲/۳۴۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

ہر ایک کا حکم دوسرے سے مختلف تھا(۸۴)۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضرات صحابہؓ کو دادا کے ترکہ کے مسئلہ کے سلسلے میں جمع کیا لیکن اتنے میں چھت سے سانپ گر گیا اور جمع ہونے والے تمام صحابہ منتشر ہوگئے، تب انہوں نے فرمایا أبی اللہ إلا أن یختلفوا فی الجد(۸۵) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "من أراد أن یفتح جراثیم جهنم فلیقض فی الجد"(۸۶)

❷ کلالہ: اس کی ایک تفسیر کی گئی ہے کہ جس شخص کا باپ، بیٹا دونوں نہ ہوں، دوسری تشریح کی گئی ہے جس کا بیٹا نہ ہو اگرچہ والد ہو(۸۷)، اس کی اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں جو کتاب التفسیر میں گذر چکی ہیں(۸۸)۔

❸ أبواب من أبواب الربا...... ربا سے ربا الفضل مراد ہے، کیونکہ ربا نسیئہ تو متفق علیہ ہے، ربا الفضل میں اختلاف ہے(۸۹)، حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احکام تفصیل سے بیان فرمادیتے۔

قال : قلت یا أبا عمرو

قال کا فاعل ابوحیان تیمی ہے اور ابو عمرو عامر شعبی کی کنیت ہے(۹۰)۔

وقال حجاج عن حماد عن أبی حیان مكان العنب الزبیب

اس تعلیق کو عبد العزیز بغوی نے اپنی مسند میں موصولاً نقل کیا ہے(۹۱)

(۸۴) عمدة القاری:۲۱/۱۷۲

(۸۵) عمدة القاری:۲۱/۱۷۲

(۸۶) عمدة القاری:۲۱/۱۷۲

(۸۷) عمدة القاری:۲۱/۱۷۲

(۸۸) کشف الباری، کتاب التفسیر:۱۶۹

(۸۹) إرشاد الساری:۱۲/۳۳۳۔ وعمدة القاری:۲۱/۱۷۲

(۹۰) إرشاد الساری:۱۲/۳۳۳۔ وعمدة القاری:۲۱/۱۷۲

(۹۱) إرشاد الساری:۱۲/۳۳۳۔ وعمدة القاری:۲۱/۱۷۲

اوپر روایت میں جن پانچ چیزوں کو بیان کیا ہے، ان میں ایک عنب ہے، حجاج عن حماد کی روایت میں عنب کی بجائے زبیب کا ذکر ہے جیسا کہ باب کی آخری روایت میں ہے۔

٥ – باب : ما جاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الخَمْرَ ويُسَمِّيهِ بغَيْرِ اسْمِهِ .

٥٢٦٨ : وَقالَ هِشامُ بْنُ عَمَّار : حَدَّثَنا صَدَقَةُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يزيد ابْنِ جابِرٍ : حَدَّثَنا عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ الْكِلابِيُّ : حَدَّثَنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عامِرٍ – أَوْ أَبُو مالِكٍ – الْأَشْعَرِيُّ ، وَاللهِ ما كَذَبَنِي : سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوامٌ ، يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعازِفَ ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ ، يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسارِحَةٍ لَهُمْ ، يَأْتِيهِمْ – يَعْنِي الْفَقِيرَ – لِحاجَةٍ فَيَقُولُوا : ارْجِعْ إِلَيْنا غَداً ، فَيُبَيِّتُهُمُ اللهُ ، وَيَضَعُ الْعَلَمَ ، وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيامَةِ) .

جو شخص شراب کا کوئی دوسرا نام رکھ کر اس کو حلال سمجھے، اس باب میں امام نے اس کے متعلق وعید بیان فرمائی ہے۔

حدیث باب کے تمام راوی شامی ہیں، عبدالرحمٰن بن غنم نے فرمایا "حدثنی ابوعامر أو أبو مالك الأشعری" انہیں ان دوناموں میں شک ہے تاہم صحابی کے نام میں شک مضر نہیں (۹۲)، ابوداود کی روایت میں "حدثنی أبو مالك" بغیر شک کے وارد ہے (۹۳)۔

ابومالک اشعری کے نام میں اختلاف ہے ، عبداللہ بن ہانی، عبداللہ بن وہب اور عبید بن وہب...... یہ مختلف نام منقول ہیں (۹۴)۔

عبدالرحمٰن بن غنم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابومالک اشعری نے حدیث بیان کی اور بخدا انہوں نے جھوٹ نہیں بولا (یہ جملہ عبدالرحمٰن نے بطور تاکید کہا) انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

---

(۹۲) إرشاد الساری:۱۲/ ۳۳۴۔ وعمدة القاری:۲۱/ ۱۷۵

(۹۳) إرشاد الساری:۱۲/ ۳۳۴۔ وعمدة القاری:۲۱/ ۱۷۵

(۹۴) إرشاد الساری:۱۲/ ۳۳۴۔ وعمدة القاری:۲۱/ ۱۷۵

ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت میں ایسی قوم پیدا ہو گی جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھے گی اور کچھ قومیں ایسی ہوں گی جو ایک پہاڑ کے پہلو میں رہائش پذیر ہوں گی (اور اس قدر عیش و عشرت میں ہوں گی کہ ان کو کام وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ چرواہا ریوڑ لے کر شام کو ان کے پاس لوٹے گا۔

ان کے پاس فقیر اپنی ضرورت لے کر آئے گا (تو اسے ٹالنے کے لیے) وہ لوگ اس سے کہیں گے کہ (آج نہیں) کل صبح ہمارے پاس آنا، اللہ تعالیٰ (اگلی صبح سے پہلے پہلے) اسی رات انہیں ہلاک کر دے گا، وہ پہاڑ ان پر گرا دے گا اور باقی کو بندر اور سور کی شکل میں قیامت تک کے لیے مسخ کر دے گا۔

وقال هشام بن عمار حدثنا صدقة بن خالد

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسی طرح تعلیقاً "قال" فرمایا ہے، ہشام بن عمار امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں اور اپنے کسی شیخ سے اس طرح کے صیغے کے ساتھ حدیث نقل کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث ان سے مذاکرہ کے طور پر سنی ہو گی (۹۵)۔

حدیث باب پر ابن حزم کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے "المحلی" میں اس حدیث کو منقطع قرار دیا، انہوں نے کہا کہ امام بخاری اور ہشام کے درمیان یہاں واسطہ منقطع ہے، امام بخاری نے "قال لی هشام" نہیں کہا، لہذا یہ حدیث متصل نہیں، منقطع ہے (۹۶)۔

لیکن ابن صلاح نے "مقدمه علوم الحديث" میں ابن حزم کے اس اعتراض کو رد کیا ہے اور اسے کئی وجوہ سے غلط قرار دیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ امام بخاری صرف "قال" کہہ کر اپنے کسی شیخ سے حدیث نقل کرتے ہیں، یہ یا تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ثقہ راویوں سے اس حدیث کی نقل مشہور ہوتی ہے یا امام بخاری نے خود وہ حدیث دوسری جگہ موصولاً نقل کی ہوتی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور سبب ہوتا ہے، تاہم انقطاع اس کا سبب نہیں ہوتا، صورتاً اگرچہ اسے منقطع کہہ سکتے ہیں لیکن حکماً وہ منقطع نہیں

(۹۵) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۴۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

(۹۶) المحلی لابن حزم۔ وفتح الباری: ۱۰/۲۵

ہوتی، چنانچہ وہ "علوم الحدیث" میں فرماتے ہیں:

"التعليق فى أحاديث من صحيح البخارى قطع إسناده صورته صورة الانقطاع وليس حكمهٔ حكمه، ولا خارجا ما وجد ذلك فيه منه من قبيل الصحيح إلى قبيل الضعيف ...... ولا التفات إلى أبى محمد بن حزم الظاهرى الحافظ فى رده ما أخرجه البخارى من حديث أبى عامر، أو أبى مالك الأشعرى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: "وليكونن فى أمتى اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف" الحديث" من جهة أن البخارى أورده قائلافيه: "قال هشام بن عمار" وساقه بإسناده، فزعم ابن حزم أنه منقطع فيما بين البخارى وهشام، وجعله جواباعن الاحتجاج به على تحريم المعازف، وأخطأفى ذلك من وجوه، والحديث صحيح معروف الاتصال بشرط الصحيح، والبخارى رحمه الله قديفعل ذلك لكون ذلك الحديث معروفا من جهة الثقات عن ذلك الشخص الذى علقه منه، وقد يفعل ذلك لكونه قدذكر ذلك الحديث فى موضع آخر من كتابه مسندا متصلاً، وقد يفعل ذلك من الأسباب التى لايصحبها خلل الانقطاع"(۹۷)

ابن صلاح نے مقدمہ علوم الحدیث میں ابن حزم کے اعتراض کو کئی وجوہ سے غلط قرار دیا لیکن ان وجوہ کی تفصیل انہوں نے اس میں ذکر نہیں کی البتہ مسلم شریف کی شرح میں انہوں نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

ایک تو یہ کہ اس حدیث میں سرے سے انقطاع نہیں کیونکہ ہشام سے امام بخاری کی ملاقات اور سماع دونوں ثابت ہیں، دوسرے یہ کہ یہ حدیث بعینہ امام بخاری کے علاوہ دوسری سندوں کے ساتھ متصلاً

(۹۷) دیکھیے علوم الحدیث لابن الصلاح، النوع الحادی عشر: معرفة المعضل: ۶۷-۶۸

منقول ہے(۹۸)۔

چنانچہ طبرانی، ابن حبان اور امام ابوداود نے بھی اپنی سندوں کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے(۹۹)۔

ابن الملقن نے شرح ترمذی میں فرمایا کہ یہ حدیث "مستخرج اسماعیلی" میں خود امام بخاریؒ سے بھی موصولاً منقول ہے۔ اس میں ہے "حدثنا الحسن بن سفیان حدثنا هشام بن عمار......" (۱۰۰)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی اس صنیع کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"الذی یورده البخاری من ذلك علی أنحاء: منها مایصرح فیه بالسماع عن ذلك الشیخ بعینه إما فی نفس الصحیح وإما خارجه، والسبب فی الأول إما أن یکون أعاده فی عدة أبواب وضاق علیه مخرجه فتصرف حتی لایعیده علی صورة واحدة فی مکانین، وفی الثانی أن لایکون علی شرطه إما لقصور فی بعض رواته وإمالکونه موقوفا، ومنها مایورده بواسطة عن ذلك الشیخ، والسبب فیه کالأول، لکنه فی غالب هذا لایکون مکثرا عن ذلك الشیخ، ومنها مالایورده فی مکان آخر من الصحیح مثل حدیث الباب ، فهذا مما کان أشکل أمره عليّ، والذی یظهرلی الآن أنه لقصور فی سیاقه، وهوهنا تردد هشام فی اسم الصحابی"(۱۰۱)۔

(۹۸) شرح مسلم للنووی:۱/۱۸، وإغاثة اللهفان لابن القیم:۱۳۹، وتعلیقات علوم الحدیث لنورالدین عتر:۶۸

(۹۹) دیکھیے سنن أبی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخز(رقم الحدیث:۴۰۳۹) وفتح الباری :۱۰/۶۶

(۱۰۰) فتح الباری:۱۰/۶۶

(۱۰۱) فتح الباری:۱۰/۶۵

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ یہ صنیع مختلف صورتوں میں اختیار کرتے ہیں:

❶ یہ صورت امام ایک تو وہاں اختیار فرماتے ہیں جہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے سماع کی تصریح خود صحیح بخاری میں کی ہوتی ہے، تاہم وہ تفنن عبارت کے لیے ایسا کرتے ہیں یعنی ایک حدیث کو مختلف ابواب میں امام بخاری کو بار بار ذکر کرنا ہوتا ہے، تو بعض مقامات پر وہ سماع کی تصریح کے ساتھ اسے ذکر کردیتے ہیں اور بعض جگہ سماع کی تصریح نہیں ہوتی تاکہ عبارت میں تفنن برقرار رہے اور ظاہر ہے اس صورت میں وہ حدیث منقطع نہیں ہوتی، بلکہ موصول ہوتی ہے، اگرچہ ظاہراً وہ تعلیق ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ موصول ہوتی ہے۔

❷ اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کے علاوہ کہیں اور اس شیخ سے سماع کی تصریح کی ہوتی ہے، مثلاً "الادب المفرد" میں تاہم صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سخت شرطوں کا جو التزام کیا ہے، وہ روایت ان شرطوں کے مطابق نہیں ہوتی، اس لیے کہ یا تو وہ موقوف ہوتی ہے، یا امام نے براہ راست وہ حدیث اس شیخ سے نہیں سنی ہوتی اور یا وہاں بھی تفنن عبارت مقصود ہوتا ہے۔ اب موقوف ہونے کی صورت میں یا براہ راست اس شیخ سے نہ سننے کی صورت میں تو وہ حدیث منقطع کہلائے گی البتہ اگر تفنن عبارت کے لیے ایسا کیا ہے تو اس صورت میں وہ موصول ہوگی۔

لیکن صحیح بخاری میں امام بخاری عموماً ایسے شیخ سے احادیث زیادہ نہیں لیتے۔

❸ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے سماع کی تصریح نہ صحیح بخاری میں کی ہوتی ہے، نہ صحیح بخاری کے علاوہ کسی اور جگہ سماع کی تصریح ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صورت مجھ پر مشتبہ رہی، لیکن اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ امام اس طرح وہاں کرتے ہیں جہاں سیاق سند میں کوئی کمی ہو، چنانچہ حدیث باب میں بھی یہ کمی موجود ہے، کیونکہ ھشام کو صحابی کے نام میں تردد ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح نہیں فرمائی۔ یعنی وہ حدیث تو منقطع نہیں ہوتی، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے براہ راست سنی ہوتی ہے لیکن چونکہ سند کے سیاق میں کوئی کمزوری ہوتی ہے، اس لیے امام بخاری اس کو موصول کی شکل میں سماع کی تصریح کے ساتھ نقل نہیں فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

یستحلون الحر

حِر (حاء کے کسرہ اور راء کی تخفیف کے ساتھ) فرج کو کہتے ہیں یعنی وہ لوگ زنا کو حلال سمجھیں گے، علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ یہ اصل میں "الحرح" ہے، ایک حاء کو تخفیفاً حذف کردیا(۱۰۲)۔

ابن التین اور بعض لوگوں نے اسے "الخز" (بالخاء والزاء المعجمتین) نقل کیا ہے(۱۰۳) خز ریشم کو کہتے ہیں۔ لیکن ابن عربی نے اس کو تصحیف قرار دیا(۱۰۴)، علامہ عینیؒ نے "خز" والی روایت کو ترجیح دی ہے(۱۰۵)۔ خز ایک خاص کپڑا تھا جو اُون اور ریشم سے بنایا جاتا تھا، ریشم کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں ہے، یہاں ممانعت اس خز سے متعلق ہے جو خالص ریشم کا بنایا جاتا ہے۔

المعازف

یہ مِعْزَفَة یا مِعْزَف کی جمع ہے، اس سے یا تو لہو ولعب کے آلات، باجے وغیرہ مراد ہیں یا اس سے باجوں کی آوازیں گانے وغیرہ مراد ہیں(۱۰۶)۔

ولینزلن أقوام إلی جنب علم یروح علیهم بسارحة

"یروح" کا فاعل "الراعی" محذوف ہے جس پر قرینہ لفظ سارحہ ہے اس لیے کہ سارحۃ چرنے والی بکری وغیرہ کو کہا جاتا ہے اور اس کے لیے راعی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اور بعض روایات میں تروح علیهم سارحة مروی ہے، اس وقت "تروح" کا فاعل سارحۃ ہوگا(۱۰۷)۔

---

(۱۰۲) عمدة القاری:۲۱/۱۷۶، وإرشاد الساری:۱۲/۳۳۵

(۱۰۳) عمدة القاری:۲۱/۱۷۶، وإرشاد الساری:۱۲/۳۳۵

(۱۰۴) عمدة القاری:۲۱/۱۷۶، وإرشاد الساری:۱۲/۳۳۵

(۱۰۵) عمدة القاری:۲۱/۱۷۶

(۱۰۶) عمدة القاری:۲۱/۱۷۶، وفتح الباری:۱۲/۶۸

(۱۰۷) عمدة القاری:۲۱/۱۷۶، وعمدة القاری:۱۰/۶۸

يأتيهم ـــ يعني الفقير ـــ لحاجة

یأتی کا فاعل "الفقیر" محذوف ہے، اس لیے راوی نے یعني الفقیر سے اس کی وضاحت کی، بعض روایات میں یأتیهم رجل اور بعض میں یأتیهم صاحب حاجة وارد ہوا ہے (۱۰۸)۔

فيبيّتهم الله ويضع العلم ويمسخ آخرين قردة وخنازير إلى يوم القيامة

یبیتهم الله کے معنی ہیں کہ اللہ ان کو رات کے وقت ہلاک کردے گا اور دوسروں کو بندروں اور سور کی شکل میں مسخ کردے گا۔

مسخ سے یا تو مسخ ظاہری حقیقی مراد ہے اور یا یہ اخلاق کی تبدیلی سے کنایہ ہے کہ ان میں بندروں اور خنزیروں کی عادات آجائیں گی، بندر کا مزاج حرص ہے اور خنزیر کے مزاج میں بے حیائی ہے (۱۰۹)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا "والأول أليق بالسياق" (۱۱۰)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس امت میں جزوی مسخ واقع ہوگا (۱۱۱)۔

اور بعضوں نے کہا کہ اس مسخ سے مسخ قلوب مراد ہے (۱۱۲) مسخ قلوب کا حاصل بھی وہی ہے جو مسخ اخلاق کا ہے یعنی ان کے اخلاق اور دل کے خیالات بگڑ جائیں گے۔

إلى يوم القيامة

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا وہ مسخ موت تک ممتد ہوگا کیونکہ آدمی کی موت اس کے لیے بمنزلہ قیامت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ

(۱۰۸) عمدة القاري: ۲۱/۱۷۶، وإرشاد الساري: ۱۲/۳۳۵، وفتح الباري: ۱۰/۶۸

(۱۰۹) فتح الباري: ۱۰/۶۹، وعمدة القاري: ۲۱/۱۷۶

(۱۱۰) فتح الباري: ۱۰/۶۹

(۱۱۱) شرح الكرماني: ۲۰/۱۴۸

(۱۱۲) شرح البخاري للكرماني: ۲۰/۱۴۸

ان کا حشر قردہ اور خنازیر کی صورت میں ہوگا، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إلى يوم القيامة...... إشارة إلى أن مسخهم امتد إلى الموت، وأن من مات فقد قامت قيامته، ويمكن أن يكون حشرهم على تلك الصور أيضاً"(۱۱۳)۔

حدیث شریف کا مطلب

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے گروہ اور طبقے بھی پیدا ہوں گے جو ریشمی کپڑوں اور شراب و موسیقی کو جائز سمجھیں گے اور اپنی رہائش گاہیں بلند و ممتاز اور نمایاں مقامات پر بنائیں گے، ان کی یہ ممتاز اور نمایاں حیثیت دیکھ کر غریب اور محتاج لوگ اپنی حاجتیں اور ضرورتیں لے کر ان کے پاس آیا کریں گے، اللہ کی نعمتوں کی فراوانی کے باوجود یہ لوگ بہت بخیل ہوں گے، آنے والے حاجت مندوں کو ٹالنے کے لیے کہیں گے کہ کل آجاؤ لیکن کل کی آمد سے پہلے پہلے مبتلائے عذاب ہو جائیں گے، علامہ طیبی رحمہ اللہ شرح مشکاۃ میں فرماتے ہیں:

"فإن قلت كيف يكون نزول بعضهم إلى جنب علم، ورواح سارحتهم عليهم، ودفعهم ذا الحاجة بالمطل والتسويف، سببا لهذا العذاب الأليم والنكال الهائل، قلت: إنهم لمابالغوا فى الشح والمنع بولغ في العذاب ، وبيان ذلك أن فى إيثار ذكر العلم على الجبال إيذانا بأن المكان مخصب ممرع ومقصد لذوى الحاجات، فيلزم منه أن يكونوا ذوى ثروة وموئلا للملهوفين، فكما دل خصوصية المكان على ذلك المعنى دل خصوصية الزمان فى قوله: يروح عليهم سارحتهم وتعديته"على" المنبهة بالاستعلاء على أن ثروتهم حينئذ أوفر وأظهر،وأن

(۱۱۳) دیکھیے مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب البكاء والخوف:۱۰/۷۹

احتياج الواردين أشد، لأنهم أحوج مايكونون حينئذ۔ وفي قولهم: "ارجع إلينا غداً" إدماج لمعنى الكذب، و خلف الموعد واستهزاء بالطالب، فإذن تستأهلون أن يعذبوا بكل نكال"(۱۱۴)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے حدیث کا مفہوم اشکال اور جواب کی صورت میں سمجھایاہے، کہ کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ یہ لوگ اس قدر سخت عذاب کے کیونکر مستحق ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ ایسی عالی شان پر فضا مقامات اور خوب صورت جگہوں میں رہیں گے جہاں حاجت مند تعاون کی امید اور توقع لے کر جائیں گے، اور ان کے سامنے دستِ سوال دراز کریں گے، اس خیال سے کہ وہ لوگ ان کی مدد کریں گے لیکن وہ ان کی مدد نہیں کریں گے، بلکہ ٹال مٹول سے کام لیں گے، انہیں ٹالتے رہیں گے، کہیں گے کہ کل آئیں، بخل میں اور خیر و بھلائی منع کرنے میں مبالغہ کریں گے تو اللہ تعالی کی طرف سے پھر ان کے لیے مقرر کردہ عذاب بھی اتنا ہی سخت ہوگا۔

"یروح إلیهم" نہیں کہا بلکہ "علیهم" فرمایا گیا "علی" لاکر اشارہ کردیا کہ ان کے پاس اس وقت بہت زیادہ دولت و ثروت ہوگی کیونکہ علی استعلاء کے لیے آتا ہے۔

"ارجع إلینا غدا" میں ان کے جھوٹ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ازراہ استہزاء محتاجوں سے کہیں گے کہ کل آجائیں، مقصد صرف انہیں ٹالنا ہوگا، اس لیے وہ سخت سزا کے مستحق قرارپائیں گے۔

---

(۱۱۴) شرح الطیبی، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف: ۲۲،۲۱/۱۰

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

ترجمۃ الباب کے جزء اول "یستحل الخمر" کی مناسبت تو حدیث سے بالکل ظاہر ہے، البتہ ترجمہ کے جزء ثانی ویسمیه بغیر اسمه کی مناسبت ظاہر نہیں، کیونکہ حدیث میں مطلقاً خمر کو حلال سمجھنے کا ذکر ہے اس سلسلے میں دو باتیں کہی گئی ہیں:

❶ شارحین نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء ثانی سے امام ابوداود رحمہ اللہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، ابوداود میں ابومالک اشعریؓ ہی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "لیشربن ناس من أمتی الخمر یسمونها بغیر اسمها" (۱۱۵) ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے (۱۱۶)۔ اس حدیث کے اور بھی کئی شواہد ہیں، چنانچہ امام ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مرفوع روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "یشرب ناس من أمتی الخمر باسم یسمونها إیاه" (۱۱۷)۔

اس کی مزید تفصیل ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے کہ حضرت مسلم خولانی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے شام اور وہاں کی سردی کے متعلق ان سے پوچھا تو وہ کہنے لگے "اہل شام شراب پیتے ہیں جسے "طلاء" کہا جاتا ہے"...... حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر فرمایا "صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم، سمعتهٗ يقول: إن ناسا من أمتى يشربون الخمر، ويسمونها بغير اسمها" (۱۱۸)۔

چونکہ یہ احادیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے انہوں نے اپنی عادت کے مطابق ترجمۃ الباب میں ان کی طرف اشارہ کر دیا (۱۱۹)۔

---

(۱۱۵) سنن أبی داود، كتاب الأشربة، باب فی الداذی (رقم الحديث: ۳۶۸۸)

(۱۱۶) فتح البارى: ۱۰/ ۶۳۔

(۱۱۷) سنن ابن ماجه، كتاب الأشربة، باب الخمر يسمونها بغيراسمها (رقم الحديث: ۳۳۸۵) وفتح البارى: ۱۰/ ۶۳

(۱۱۸) فتح البارى: ۱۰/ ۶۴

(۱۱۹) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۶ وعمدة القارى: ۲۱/ ۱۷۶، وفتح البارى: ۱۰/ ۶۴

❷ ابن منیر نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کا جزء ثانی حدیث میں واقع "من أمتی" کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہوں گے جب کہ مستحل خمر کافر ہوتا ہے، لہٰذا وہ تاویل کے ساتھ اس کو حلال سمجھیں گے، اس طرح کہ شراب اور نشہ آور مشروب کا کوئی اور نام طلاء اور نبیذ وغیرہ رکھ کر اسے استعمال کریں گے (۱۲۰) چنانچہ ابن منیرؒ لکھتے ہیں:

"الترجمة مطابقة للحديث إلا في قوله: "ويسميه بغيراسمه" فكأنه قنع بالاستدلال له بقوله في الحديث: "من أمتي" لأنه من كان من الأمة المحمدية يبعد أن يستحل الخمر بغير تأويل، إذلو كان عنادا ومكابرة لكان خارجا عن الأمة، لأن تحريم الخمر قد علم بالضرورة"(۱۲۱)

٦ - باب: الأَنْتِبَاذِ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالتَّوْرِ.

٥٢٦٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلًا يَقُولُ: أَتَى أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ فَدَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي عُرْسِهِ، فَكَانَتِ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ، وَهِيَ الْعَرُوسُ. قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا سَقَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ. [ر: ٤٨٨١]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے اندر برتنوں میں نبیذ بنانے کا مسئلہ بیان کیا ہے، أوْعية وعاء کی جمع ہے برتن کو کہتے ہیں (۱) اور تور ایک خاص برتن کا نام ہے، یہ پیتل، تانبے، لکڑی اور پتھر سے بنایا جاتا تھا (۲)، علامہ ابن المنذر نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس تور میں نبیذ بنائی جاتی تھی، وہ پتھر کا تھا (۳)۔

---

(۱۲۰) الأبواب والتراجم:۲/۹۶، وعمدۃ القاری:۲۱/۱۷۵، وفتح الباری:۱۰/۶۳

(۱۲۱) فتح الباری:۱۰/۶۳

(۱) عمدۃ القاری:۲۱/۱۷۷

(۲) الأبواب والتراجم:۲/۹۶، وعمدۃ القاری:۲۱/۱۷۷، وإرشادالساری:۱۲/۳۳۶، وفتح الباری:۱۰/۶۹

(۳) عمدۃ القاری:۲۱/۱۷۷، وفتح الباری:۱۰/۷۰

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، وہ کتاب النکاح میں "باب قیام المرأة علی الرجال فی العرس" کے تحت گذر چکی ہے (۴)۔ سند میں "سہل" صحابی کا نام ہے، ان کا نام حزن تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا (۵)، یہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی تھے، ان کی وفات ۹۱ھ یا ۸۸ھ میں ہوئی ہے (۶)۔

فکانت امرأته خادمهم وهی العروس

یعنی ابواسید کی بیوی مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی، حالانکہ وہ نئی دلہن تھی، خادم کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے یہاں مؤنث کے لیے استعمال کیا ہے (۷)۔

قال: أتدرون ماسَقَتْ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

حضرت سہل فرما رہے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابواسید کی اہلیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا چیز پلائی، اس نے چند کھجوریں رات ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک لکڑی کے پیالے میں بھگودی تھیں، إنْقاع کے معنی نقیع بنانے کے ہیں اور نقیع کھجوروں کو پانی میں ڈال کر بنایا جاتا ہے۔

٧ - باب: تَرْخِيصِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ النَّهْيِ.

٥٢٧٠: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الظُّرُوفِ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: إِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا مِنْهَا، قَالَ: (فَلَا إِذًا).

وَقَالَ خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، بِهٰذَا.

---

(۴) کشف الباری، کتاب النکاح: ۳۰۲

(۵) الإصابة فی تمیز الصحابة: ۲/۸۸

(۶) الإصابة فی تمییز الصحابة: ۲/۸۸، الاستیعاب لابن عبدالبر: ۲/۹۶

(۷) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۷

حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنا سُفْيانُ بِهٰذَا . وَقالَ فِيهِ : لَمَّا نَهى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْأَوْعِيَةِ .

٥٢٧١ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنا سُفْيانُ ، عَنْ سُلَيْمانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ ، عَنْ مُجاهِدٍ ، عَنْ أَبِي عِياضٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قالَ : لَمَّا نَهى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْأَسْقِيَةِ ، قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ سِقاءً ، فَرَخَّصَ لَهُمْ فِي الْجَرِّ غَيْرِ الْمُزَفَّتِ .

٥٢٧٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيانَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ ، عَنْ إِبْراهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنِ الْحارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : نَهى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ .

حدّثنا عُثْمانُ : حَدَّثَنا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذا .

٥٢٧٣ : حدّثني عُثْمانُ : حَدَّثَنا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْراهِيمَ : قُلْتُ لِلْأَسْوَدِ : هَلْ سَأَلْتَ عائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّا يُكْرَهُ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهِ ؟ فَقالَ : نَعَمْ . قُلْتُ : يا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ، عَمَّ نَهى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهِ ؟ قالَتْ : نَهانا فِي ذٰلِكَ أَهْلَ الْبَيْتِ أَنْ نَنْتَبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ ، قُلْتُ : أَما ذَكَرَتِ الْجَرَّ وَالْحَنْتَمَ ؟ قالَ : إِنَّما أُحَدِّثُكَ ما سَمِعْتُ . أَفَأُحَدِّثُ ما لَمْ أَسْمَعْ ؟

٥٢٧٤ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنا عَبْدُ الْواحِدِ : حَدَّثَنا الشَّيْبانِيُّ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفى رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قالَ : نَهى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجَرِّ الْأَخْضَرِ . قُلْتُ : أَنَشْرَبُ فِي الْأَبْيَضِ ؟ قالَ : (لا) .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں حنتم، دباء وغیرہ مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اجازت دیدی تھی، گویا کہ سابقہ حکم منسوخ ہو چکا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں:

پہلی حدیث حضرت جابرؓ کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو رخصت عنایت فرمائی تھی، وہ عام تھی۔

دوسری حدیث میں مزفت اور تیسری اور چوتھی حدیث میں دباء اور پانچویں حدیث میں جر اخضر یعنی حنتم کے متعلق نہی بر قرار رکھی گئی ہے، ان چاروں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رخصت عام نہ تھی، مزفت، دبا اور حنتم کے حق میں سابقہ نہی بر قرار رہی ہے۔

حاصل یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے آخری چار احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو رخصت دی ہے، وہ عام نہیں ہے، امام بخاری کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی عموم رخصت کے قائل نہیں ہیں (۸)

مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے کا مسئلہ

درحقیقت یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے ابتداءً منع کیا گیا تھا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ بعد میں حضور ﷺ نے رخصت دی تھی، تاہم اس میں اختلاف ہے کہ سب برتنوں میں رخصت دی گئی ہے، یا بعض میں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ دبا اور مزفت میں نہی باقی ہے اور باقی برتنوں میں نہی منسوخ ہو چکی ہے (۹)، پھر اس نہی کے متعلق امام مالک سے دو قول منقول ہیں، ایک تحریم کا اور دوسرا کراہت کا، لیکن ان کا راجح قول کراہت والا ہے، چنانچہ اوجز المسالک میں کتب مالکیہ کے مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا "وعلم من ذلك أن المعروف في مذهب الإمام مالك الكراهة على الدباء، والمزفت فقط" (۱۰)

امام شافعی رحمہ اللہ بھی ان میں انتباذ (نبیذ بنانے) کو مکروہ فرماتے ہیں (۱۱) امام احمدؒ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۱۲)۔

(۸) فتح الباري: ۱۰/۷۱، الأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۹) فتح الباري: ۱۰/۷۱، أوجز المسالك، كتاب الأشربة، ماينهى أن ينتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، الأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۱۰) أوجز المسالك، كتاب الأشربة، باب ماينهى أن ينتبذ فيه: ۱۳/۳۵۰، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۱۱) فتح الباري: ۱۰/۷۱، أوجزالمسالك، كتاب الأشربة، باب ماينهى أن ينتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۱۲) فتح الباري: ۱۰/۷۱، أوجزالمسالك، كتاب الأشربة، باب ماينهى أن ينتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶، المغني: ۹/۱۴۴

حنفیہ کا مسلک

حضرات حنفیہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت عامہ دی ہے، اس لیے ان کے نزدیک تمام برتنوں میں بلا کراہت نبیذ بنانا جائز ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان چار برتنوں کی نہی منسوخ ہو چکی ہے (۱۳)، جیسا کہ یہاں باب کی پہلی روایت میں ہے، امام احمدؒ کی دوسری روایت بھی حنفیہ کے مطابق ہے (۱۴)

امام مالک وغیرہ باب کی باقی احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں جر غیر مزفت کی رخصت ہے اور جر مزفت اور دبا کی ممانعت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دبا اور مزفت تو علی حالہما ممنوع ہیں اور دوسرے برتنوں کی ممانعت ختم ہو گئی ہے اور ان کے استعمال کی اجازت دیدی گئی ہے۔

حضرات حنفیہ باب کی پہلی حدیث کے علاوہ مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "كنت نهيتكم عن الأشربة فى ظروف الأدم، فاشربوا فى كل وعاء، غيرأن لاتشربوا مسكرا" (۱۵)۔

باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظروف (مزفت دبا وغیرہ......) سے منع فرمایا، اس پر حضرات انصار نے کہا کہ ان برتنوں کے سوا تو کوئی چارہ کار نہیں، تب آپ نے فرمایا کہ پھر اس صورت میں یہ ممانعت نہیں۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۱۶)

---

(۱۳) أوجزالمسالك، كتاب الأشربة، باب ماينهى أن يتنبذ فيه: ۱۳/۳۵۰، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶، فتح البارى: ۱۰/۷۱، وعمدة القارى: ۲۱/۱۷۸

(۱۴) فتح البارى: ۱۰/۷۱، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶، وأوجزالمسالك، كتاب الأشربه، ماينهى أن ينتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱

(۱۵) صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب النهى عن الانتباذ فى المزفت والدبآء والحنتم...... ۳/۱۵۸۵ (رقم الحديث: ۹۷۷)

(۱۶) (۵۲۷۰) الحديث أخرجه أبوداود فى الأشربة، باب فى الأوعية: ۳/۳۳۲ (رقم الحديث: ۳۶۹۹)، وأخرجه الترمذى فى الأشربة، باب ماجاء فى الرخصة أن يُنْبَذ فى الظروف: ۴/۲۹۵ (رقم الحديث: ۱۸۷۰)

قال: فلا إذاً

یہ جواب شرط ہے، أي إذا کان لابدلکم منہا فلانہي عنہا..... علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وحاصلہ أن النہي کان علی تقدیر عدم الاحتیاج إلیہا فلماظہرت الضرورۃ إلیہا،قررہم علی استعمالہم إیاہا أو نسخ ذلک بوحي نزل إلیہ في الحال، أوکان الحکم في تلک المسألۃ مفوضا إلی رأیہ“(۱۷)

یعنی ممانعت کا حکم عدمِ احتیاج کی صورت میں تھا لیکن جب لوگوں کی ضرورت ظاہر ہوئی تو حضور ﷺ نے ان کے استعمال کو برقرار رکھا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سابقہ حکم نئی وحی سے منسوخ ہوگیا، تیسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس مسئلہ میں حکم کو برقرار رکھنا اور منسوخ کرنا حضور اکرم ﷺ کی رائے پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

وقال لي خلیفة......

خلیفہ بن خیاط امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں، یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے غالباً بطور مذاکرہ سنی ہوگی، اس لیے ”حدثني“ کا صیغہ ترک کرکے ”قال“ فرمایا(۱۸)۔

پہلی روایت کی سند میں سالم مجرد تھا یعنی والد کے نام کے بغیر تھا، اِس روایت میں سالم بن ابی الجعد..... والد کا نام بھی آگیا، اسی طرح پہلی روایت میں سفیان ثوری تھا اور اِس میں سفیان بن عیینہ مراد ہیں(۱۹)

حدثنا علي بن عبداللہ......

---

(۱۷) عمدة القاري:۲۱/۱۷۸،وفتح الباري:۱۰/۷۲،وإرشادالساري:۱۲/۳۳۷

(۱۸) إرشاد الساري:۱۲/۳۳۷وعمدة القاري:۲۱/۱۷۸

(۱۹) عمدة القاري:۲۱/۱۷۸

ابو عیاض

سند میں ابو عیاض کے نام میں مختلف اقوال ہیں اور دو قول مشہور ہیں، عمرو بن الاسود اور قیس بن ثعلبہ لیکن راجح عمرو بن الاسود ہے (۲۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انہوں نے پایا تھا لیکن شرف صحابیت انہیں حاصل نہ ہو سکا (۲۱) بعض علماء نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے (۲۲)

ابن سعد نے ان کے بارے میں فرمایا "كان ثقة، قليل الحديث" (۲۳)

اور ابن عبد البر نے فرمایا "أجمعوا على أنه كان من العلماء الثقات" (۲۴)

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۲۵) اس میں جر غیر مزفت کی رخصت دی گئی ہے۔

جر (جیم کے فتحہ اور راء کی تشدید کے ساتھ) جَرّۃ کی جمع ہے، خُم کو کہتے ہیں جو مٹی سے بنایا جاتا ہے۔

حدثني عثمان......

یہ حدیث اور اس سے پہلے مسدد والی حدیث ان دونوں کو امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار

---

(۲۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۷۹، وفتح الباری: ۱۰/ ۴۳

(۲۱) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۷۸، وتهذيب التهذيب: ۸/ ۵

(۲۲) تهذيب التهذيب: ۸/ ۵

(۲۳) طبقات ابن سعد: ۷/ ۴۴۲

(۲۴) تهذيب التهذيب: ۸/ ۵، ابن حبان نے انہیں كتاب الثقات: (۵/ ۱۷۱) میں ذکر کیا ہے، ان کے حالات کے لیے دیکھیے تهذيب الكمال: ۲۱/ ۵۴۳-۵۴۵

(۲۵) (۵۲۷۱) الحديث، أخرجه مسلم في الأشربة، باب النهي عن الانتباذ في المزفّت: ۳/ ۱۵۸۵ (رقم الحديث: ۲۰۰۰) وأخرجه أبو داود في الأشربة، باب في الأوعية: ۳/ ۳۳۲ (رقم الحديث: ۳۷۰۰) وأخرجه النسائي في الأشربة، باب في الرخصة في نبيذ الجر: ۴/ ۱۹۰ (رقم الحديث: ۲۸۴۱)

ذکر فرمایاہے(۲۶)

حضرت ابراہیم نخعی کہہ رہے ہیں کہ میں نے اسود سے پوچھا کیا تم نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیاہے جس میں نبیذ بنانامکروہ ہے؟ انہوں نے کہاکہ ہاں، میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھاکہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز میں نبیذ بنانے سے منع فرمایاہے توانہوں نے جواب دیاکہ ہم اہل بیت کو دبااور مزفت میں نبیذ بنانے سے حضوراکرم ﷺ نے منع فرمایا تھا، ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، کیاحضرت عائشہؓ نے جر اور حنتم کا بھی ذکر کیا تھا توانہوں نے کہاکہ میں تم سے وہ بات بیان کر رہاہوں جو میں نے سنی ہے، کیاوہ بھی بیان کردوں جو میں نے نہیں سنی۔

نهانا فی ذلك أَهْلَ البیت

أهلَ البیت منصوب علی الاختصاص ہے، علامہ عینیؒ نے فرمایاکہ اسے "نہانا" کی ضمیر منصوب سے بدل بھی بناسکتے ہیں(۲۷)

قُلتُ: أما ذکرت الجر

قائل ابراہیم نخعی ہیں، وہ اسود سے پوچھ رہے ہیں کہ کیاحضرت عائشہؓ نے جر اور حنتم کاذکر نہیں کیا(۲۸)۔

أحدث مالم أسمع

اس میں ہمزہ استفہامیہ محذوف ہے، یعنی کیامیں وہ چیز بھی بیان کردوں جو میں نے سنی نہیں ہے، کشمیہنی کی روایت میں "أفأحدث" ہے اور ایک روایت میں "أ فنحدث" صیغۂ جمع کے ساتھ

---

(۲۶)(۵۲۷۳)الحدیث أخرجه مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتباذ فی المزفت......الخ :۳/۱۵۷۸، (رقم الحدیث:۱۹۹۵)، وأخرجه النسائی فی الأشربة، باب فی الأوعیة:۴/۱۸۷،(رقم الحدیث:۲۸۲۹)

(۵۲۷۴)الحدیث أخرجه مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتباذ فی المزفت......۳/۱۵۷۸(رقم الحدیث: ۱۹۹۴)وأخرجه النسائی فی الأشربة باب النهی عن نبیذ الجر:۴/۱۸۹(رقم الحدیث:۲۸۴۰)

۲۷) عمدة القاری:۲۱/۱۸۰، وفتح الباری:۱۰/۷۵،وإرشاد الساری:۱۲/۳۳۹

۲۸) فتح الباری:۱۰/۷۵، وعمدة القاری:۲۱/۱۸۰

ہے(۲۹) مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جر اور حنتم کا ذکر نہیں کیا تو میں اپنی طرف سے کیسے بیان کردوں۔

حدثنا موسی......

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے(۳۰)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جر اخضر سے منع فرمایا، حضرت عبداللہ بن أبی اوفی نے پوچھا کہ کیا جر ابیض میں پی سکتے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے اس کی بھی ممانعت فرمادی، اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "أخضر" کا ذکر قید احترازی کے طور پر نہیں کیا تھا بلکہ چونکہ اس زمانے میں جر أخضر کا استعمال عام تھا، اس لیے بیان واقع کے طور پر اس کا ذکر فرمایا(۳۱)۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں حکم کا دارو مدار مٹکے کے اخضر یا ابیض ہونے سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صفت اسکار سے ہے کہ اس طرح کے مٹکوں میں نبیذ وغیرہ جلد نشہ آور ہوجایا کرتی ہے، اس لیے منع فرمایا(۳۲) علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"حاصل الكلام أن النهي يتعلق بالإسكار، لابالخضرة، ولابغيرها، وقد أخرج ابن أبي أوفى أنه كان يشرب نبيذ الجر الأخضر، وأخرج أيضابسند صحيح عن ابن مسعود أنه كان ينتبذ له في الجرالأخضر"(۳۳)

---

(۲۹) عمدة القاری:۲۱/۱۸۰،وفتح الباری:۱۰/۷۵،إرشاد الساری:۱۲/۳۳۹

(۳۰)(۵۲۷۴)الحديث أخرجه النسائي في الأشربة، باب الجرّالأخضر (رقم الحديث:۵۱۳۱و۵۱۳۲)

(۳۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۰، وشرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۱۵۱، وفتح الباری: ۱۰/۷۶، وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۰

(۳۲) فتح الباری:۱۰/۷۶، وعمدة القاری:۲۱/۱۸۰،وشرح الکرمانی:۲۰/۱۵۱

(۳۳) عمدة القاری:۲۱/۱۸۰

٨ - باب : نَقيعِ التَّمْرِ ما لَمْ يُسْكِرْ .

٥٢٧٥ : حدّثنا يحيى بْنُ بُكَيْرٍ : حدّثنا يعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقارِيُّ ، عَنْ أَبي حازِمٍ قالَ : سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ : أَنَّ أَبا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ دَعا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ . فَكانَتِ امْرَأَتُهُ خادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ ، وَهِيَ الْعَرُوسُ ، فَقالَتْ : هَلْ تَدْرُونَ ما أَنْقَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ؟ أَنْقَعْتُ لَهُ تَمَراتٍ مِنَ اللَّيْلِ في تَوْرٍ . [ر : ٤٨٨١]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر نقیع تمر میں اسکار پیدا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، عدم اسکار کی قید اگرچہ روایت میں وارد نہیں ہے، مگر یہ قید اس طرح حدیث سے اخذ ہو سکتی ہے کہ وہ کھجوریں ایک رات رکھی گئی تھیں اور ایک رات میں سکر پیدا نہیں ہوتا (۳۴)۔

٩ - باب : الْباذَقِ . وَمَنْ نَهى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ مِنَ الْأَشْرِبَةِ .

وَرَأَى عُمَرُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَمُعاذٌ شُرْبَ الطِّلاءِ عَلَى الثُّلُثِ . وَشَرِبَ الْبَراءُ وَأَبُو جُحَيْفَةَ عَلى النِّصْفِ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : اشْرَبِ الْعَصِيرَ ما دامَ طَرِيًّا .

وَقالَ عُمَرُ : وَجَدْتُ مِنْ عُبَيْدِ اللهِ رِيحَ شَرابٍ ، وَأَنا سائِلٌ عَنْهُ ، فَإِنْ كانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُهُ .

٥٢٧٦ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنا سُفْيانُ ، عَنْ أَبي الْجُوَيْرِيَةِ قالَ : سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْباذَقِ فَقالَ : سَبَقَ مُحَمَّدٌ ﷺ الْباذَقَ : (فَما أَسْكَرَ فَهُوَ حَرامٌ) . قالَ : الشَّرابُ الْحَلالُ الطَّيِّبُ ، قالَ : لَيْسَ بَعْدَ الْحَلالِ الطَّيِّبِ إِلَّا الْحَرامُ الْخَبِيثُ .

٥٢٧٧ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبي شَيْبَةَ : حَدَّثَنا أَبُو أُسامَةَ : حَدَّثَنا هِشامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْها قالَتْ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْواءَ وَالْعَسَلَ . [ر : ٤٩١٨]

---

(۳۴) فتح الباری:۱۰/۷۷، والأبواب والتراجم:۲/۹۲،وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۰

باذق ذال کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، یہ باذہ کا معرب ہے، باذہ شراب کو کہتے ہیں(۳۵)۔

ورأى عمر و أبوعبيدة و معاذ شُرْبَ الطلاء على الثلث

حضرت عمرؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ پک کر ایک تہائی رہ جانے والے طلاء کو جائز سمجھتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے اثر کو امام مالک رحمہ اللہ نے اور حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذؓ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے(۳٦)

و شرب البراء وأبو جحيفة على النصف

حضرت براء بن عازب اور ابو جحیفہ (وھب بن عبداللہ) نے پک کر نصف رہ جانے والے طلاء کو نوش فرمایا ہے، حضرت براء اور ابوجحیفہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے(۳۷)۔

وقال ابن عباس: اشْرَب العصيرَ مادام طريا

یعنی انگور کا پانی جب تک تازہ رہے پیتے رہو، اس تعلیق کو امام نسائی نے ابو ثابت ثعلبی کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"كنت عند ابن عباس، فجاء ه رجل يسأ له عن عصير، فقال: اشربه ماكان طريا، قال: إني طبخت شرابا، وفي نفسي منه شئ ، فقال: أكنت شاربه قبل أن تطبخه، قال: لا، قال : فإن النار لاتحل شيئا قدحرم"(۳۸)

وقال عمر: وجدت من عبيدالله ريح شراب، وأنا سائل عنه، فإن كان يسكر جلدته

(۳۵) فتح الباری:۱۰/۷۷،وعمدة القاری:۲۱/۱۸۱،وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۱

(۳٦) فتح الباری:۱۰/۷۸، وعمدة القاری:۲۱/۱۸۱،وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۱

(۳۷) فتح الباری:۱۰/۷۹،وعمدة القاری:۲۱/۱۸۱،وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۱

(۳۸) عمدة القاری:۲۱/۱۸۱ و ۱۸۲، وفتح الباری:۱۰/۷۹

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے (اپنے بیٹے) عبیداللہ کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی ہے، میں اس سے تحقیق کروں گا، اگر وہ مسکر ہوئی تو اسے کوڑے لگاؤں گا۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تحقیق کرنے کے بعد ان پر حد جاری فرمائی (۳۹)

اس تعلیق کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۴۰)

سبق محمد الباذق ، فما أسكر فهو حرام

❶ حضرت ابن عباسؓ سے باذق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باذق سے پہلے ہی دنیا سے تشریف لے گئے (یعنی باذق نام کی چیز تو بعد میں وجود میں آئی ہے حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی) لہٰذا اب تو قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ماأسكر فهو حرام، اگر کوئی مشروب مسکر ہے تو حرام ہے، ورنہ نہیں (۴۱)۔

❷ اس جملے کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شراب کا باذق نام رکھنے سے پہلے ہی اسے حرام قرار دے چکے ہیں، چنانچہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں "أي سبق محمد بالتحريم للخمر قبل تسميتهم لها بالباذق" (۴۲)

قال: الشراب الحلال الطيب، قال: ليس بعد الحلال الطيب إلاالحرام الخبيث

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شراب تو وہ ہے جو حلال طیب ہو، حلال طیب کے بعد حرام خبیث ہی رہ جاتا ہے کیونکہ جو مشکوک اشربہ ہیں، وہ بھی حرام کے قائم مقام ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ "لامع الدراری" میں اس جملے کی تشریح میں فرماتے ہیں:

ان شراب المسلم ماكان حلالاطيبا، وأما ماسواه فهو الحرام الخبيث ليس بشراب المسلم (۴۳)

---

(۳۹) فتح الباری: ۱۰/ ۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۸۲، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۳۴۱

(۴۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۸۲، وفتح الباری: ۱۰/ ۸۰، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۳۴۱

(۴۱) تعليقات لامع الدراری: ۹/ ۴۳۷

(۴۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۸۲، وفتح الباری: ۱۰/ ۸۱

(۴۳) لامع الدراری: ۹/ ۴۳۷

بعضوں نے کہا کہ اس قول کا قائل معلوم نہیں کہ کون ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے (۴۴)

١٠ - باب : مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ إِذَا كَانَ مُسْكِرًا .
وَأَنْ لَا يَجْعَلَ إِدَامَيْنِ فِي إِدَامٍ .

٥٢٧٨ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : إِنِّي لَأَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَأَبَا دُجَانَةَ وَسُهَيْلَ بْنَ الْبَيْضَاءِ ، خَلِيطَ بُسْرٍ وَتَمْرٍ ، إِذْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ ، فَقَذَفْتُهَا ، وَأَنَا سَاقِيهِمْ وَأَصْغَرُهُمْ ، وَإِنَّا نَعُدُّهَا يَوْمَئِذٍ الْخَمْرَ .
وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ : سَمِعَ أَنَسًا . [ر : ٢٣٣٢]

٥٢٧٩ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الزَّبِيبِ ، وَالتَّمْرِ ، وَالْبُسْرِ ، وَالرُّطَبِ .

٥٢٨٠ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّهْوِ ، وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيبِ ، وَلْيُنْبَذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ .

خلیطین کا مسئلہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقا اور کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ اس طرح دونوں کو ملانے سے جلد سکر پیدا ہو جاتا ہے، اس میں اختلاف ہے:

❶ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خلیطین ناجائز اور حرام ہے (۴۵)

❷ خلیطین کے متعلق جو نہی وارد ہے، وہ نہی تنزیہی ہے لہٰذا خلیطین جب تک مسکر نہ ہو، حرام

---

(۴۴) فتح الباری:۱۰/۸۱، وعمدۃ القاری:۲۱/۱۸۲، ولامع الدراری:۹/۴۳۸

(۴۵) فتح الباری:۱۰/۸۵، وعمدۃ القاری:۲۱/۱۸۳، والأبواب والتراجم:۲/۹۶

نہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے اسے امام شافعیؒ کا مذہب قرار دیا، جمہور علماء کا یہی قول ہے(۴۶)

❸ خلیطین میں کوئی حرج نہیں، بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ مسکر نہ ہو، حضرات حنفیہ کا یہی مسلک ہے(۴۷)

جمہور کا استدلال احادیث باب سے ہے، جن میں خلیطین سے منع فرمایا ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے امام اعظم پر اس مسئلہ میں تنقید کی ہے اور لکھا ہے:

"أنکر علیه الجمهور، وقالوا: هذه منابذة لصاحب الشرع فقد ثبتت الأحادیث الصحیحة الصریحة فی النهی عنه فإن لم یکن حراما، کان مکروها"(۴۸) یعنی احادیث نہی کی وجہ سے اگر حرام نہیں تو کم از کم اسے مکروہ ضرور قرار دینا چاہیے۔

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے امام نووی کی تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ:

"هذه جرأة شنیعة علی إمام أجل من ذلك، وأبو حنیفة لم یکن قال ذلك برأیه، وإنما مستنده فی ذلك أحادیث"(۴۹)

یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہی ہے بلکہ احادیث کو بنیاد بنا کر یہ مسلک اختیار کیا ہے۔

امام اعظم کے دلائل

امام صاحب رحمہ اللہ مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

---

(۴۶) فتح الباری:۱۰/۸۴، وعمدة القاری:۲۱/۱۸۳، وشرح الکرمانی:۲۰/۱۵۴

(۴۷) فتح الباری:۱۰/۸۵، وعمدة القاری:۲۱/۱۸۴، وشرح البخاری للکرمانی:۲۰/۱۵۴، إرشاد الساری: ۱۲/۳۴۴، والأبواب والتراجم:۲/۹۶

(۴۸) شرح مسلم للنووی، کتاب الأشربة، باب کراهة انتباذ التمر والزبیب مخلوطین:۲/۱۶۴، والأبواب والتراجم:۲/۹۶

(۴۹) عمدة القاری:۲۱/۱۸۴، والأبواب والتراجم:۲/۹۶

❶ سنن أبی داود میں صفیہ بنت عطیہ کی روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

"دخلت مع نسوة من عبدالقيس على عائشة، فسألناها عن التمر والزبيب، فقالت: كنت آخذ قبضة من تمر، وقبضة من زبيب، فألقيه في إناء فأمرسه، ثم أسقيه النبي صلى الله عليه وسلم"(۵۰)

اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عائشہؓ کھجور اور منقا ملا کر نبیذ بناتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ کو پلاتی تھیں البتہ اس حدیث میں ابوبحر نامی ایک راوی پر ابن حزم نے اعتراض کیا ہے کہ وہ مجہول ہے(۵۱) لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابوبحر مشہور و معروف راوی ہے، ان کا نام عبدالرحمٰن بن عثمان ہے(۵۲)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو ذکر کیا ہے(۵۳) امام احمد نے فرمایا لا بأس به(۵۴) ابن عدی نے فرمایا وهو ممن يكتب حديثه(۵۵) عجلی نے ان کی توثیق کی ہے(۵۶)۔

❷ سنن أبی داود میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ينبذ له زبيب، فيلقى فيه تمر، وتمر فيلقى فيه الزبيب"(۵۷)

❸ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمرؓ سے بھی خلیطین کا استعمال نقل کیا ہے(۵۸)۔

---

(۵۰) سنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب في الخليطين: ۳/ ۳۳۳، ۳۳۴ (رقم الحديث: ۳۷۰۸)

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۷۴

(۵۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۷۴

(۵۳) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۷۴

(۵۴) تهذيب الكمال: ۱۷/ ۲۷۳

(۵۵) الكامل في ضعفاء الرجال: ۲/ ۱۷۲

(۵۶) تهذيب التهذيب: ۲/ ۲۲۷

(۵۷) سنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب في الخليطين: ۳/ ۳۳۳ (رقم الحديث: ۳۷۰۷)

(۵۸) كتاب الآثار: ۱۲۰

احادیث باب کو حضرات حنفیہ نے مذکورہ احادیث سے منسوخ قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں اس کی ممانعت تھی لیکن بعد میں اجازت دیدی گئی تھی (۵۹)۔

إذا كان مسكرا

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس قید کو ابن بطال نے غلط قرار دیا اور کہا کہ نہی عن الخلیطین عام ہے، چاہے وہ مسکر ہو یا نہ ہو، اس لیے نہی کو اسکار کی قید کے ساتھ مختص کرنا درست نہیں (٦٠)۔

بعضوں نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خلیطین قبل الاسکار چونکہ جائز ہے، اس لیے انہوں نے اِسکار کی قید لگائی ہے (٦١)۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے خلیطین کی ممانعت کی دو علتوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خلیطین کی ممانعت یا تو اسکار کی وجہ سے ہے اور یا اسراف کی وجہ سے، باب کی پہلی حدیث علت اولیٰ پر دلالت کرتی ہے اور باب کی آخری دو حدیثیں علت ثانیہ پر دلالت کرتی ہیں (٦٢)

وأن لايجعل إدامين في إدام

دو ادام کو ایک ادام نہ بنایا جائے، مثلاً تمر اور زبیب دونوں کو اس طرح ملا دیا جائے کہ وہ دونوں ایک عرق اور ادام بن جائے، یہ درست نہیں۔

وقال عمرو بن الحارث حدثنا قتادة سمع أنسا

یہ تعلیق ہے، اوپر حدیث میں "قتادة عن أنس" عنعنہ ہے، اور اس تعلیق میں قتادہ کے سماع کی تصریح ہے، ابو نعیم نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (٦٣)۔

---

(۵۹) إعلاء السنن، كتاب الأشربة، باب إباحة الخليطين: ١٨/ ٣٧

(٦٠) عمدة القاري: ٢١/ ١٨٢، والأبواب والتراجم: ٢/ ٩٦، وفتح الباري: ١٠/ ٨٣

(٦١) عمدة القاري: ٢١/ ١٨٢، والأبواب والتراجم: ٢/ ٩٦

(٦٢) عمدة القاري: ٢١/ ١٨٣، والأبواب والتراجم: ٢/ ٩٦

(٦٣) عمدة القاري: ٢١/ ١٨٣، وفتح الباري: ١٠/ ٣٨

باب کی آخری دو حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہیں(٦٤) آخری حدیث میں بھی جمع بین التمر والزهو سے منع فرمایا گیا ہے اور ہر ایک کی علاحدہ نبیذ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنائی جاتی ہے تو اس میں جلد نشہ اور سکر پیدا ہو جاتا ہے۔

١١ - باب : شُرْبِ اللَّبَنِ .

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ» /النحل : ٦٦/ .

٥٢٨١ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَقَدَحِ خَمْرٍ . [ر : ٣٢١٤]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے اشربہ مباحہ کو ذکر فرما رہے ہیں، امام کا مقصد یہ ہے کہ دودھ پینا جائز ہے، بعض علماء نے کہا کہ امام بخاری ان لوگوں پر رد کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ کثرت لبن سے اسکار پیدا ہوتا ہے، یہ قول غلط ہے کیونکہ دودھ میں مطلقاً اسکار کی کیفیت نہیں ہے(٦٥)

وقول الله تعالىٰ ﴿من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشّربين﴾

پوری آیت ہے ﴿وان لكم فى الانعام لعبرة نسقيكم مما فى بطونه من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشّربين﴾

”اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے، ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے

---

(٦٤)(٥٢٧٩)الحديث أخرجه، مسلم فى الأشربة، باب كراهية انتباذ التمر والزبيب مخلوطين: ٣/١٥٧٤، (رقم الحديث: ١٩٧٦). وأخرجه النسائى فى الأشربة، باب التمر والزبيب: ٤/١٨٤، (رقم الحديث: ٦٨٠٧)

(٥٢٨٠)الحديث أخرجه، مسلم فى الأشربة، باب كراهية انتباذ التمر والزبيب مخلوطين: ٣/١٥٧٥(رقم الحديث:١٨٨)وأخرجه النسائى فى الأشربة، باب الرطب والزبيب: ٤/١٨٤،(رقم الحديث:٦٨٠٨)

(٦٥)الأبواب والتراجم: ٢/٩٧

درمیان سے ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔"

جانور گھاس کھاتا ہے، جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے تو معدے کے عمل سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے، اوپر دودھ آجاتا ہے، اور اس کے اوپر خون، پھر جگر ان تینوں کو الگ الگ مقامات میں تقسیم کر دیتا ہے، خون کو رگوں میں اور دودھ کو تھنوں میں پہونچا دیتا ہے اس طرح دو گندگیوں کے درمیان صاف وشفاف اور خالص دودھ کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کی زبردست نشانی ہے (٦٦)۔

٥٢٨٢ : حدّثنا الحُميديّ : سمع سُفيان : أخبرنا سالمٌ أبو النّضر : أنّه سمع عُميرًا . مولى أمّ الفضل يُحدّث . عن أمّ الفضل قالت : شكّ النّاسُ في صيام رسول الله ﷺ يوم عرفة . فأرسلتُ إليه بإناء فيه لبنٌ فشرب . فكان سُفيانُ رُبّما قال : شكّ النّاسُ في صيام رسول الله ﷺ يوم عرفة . فأرسلت إليه أمّ الفضل . فإذا وُقف عليه . قال : هو عن أمّ الفضل . [ر : ١٥٧٥]

سفیان ابن عینیہ نے یہ حدیث دو طرح نقل کی ہے:

❶ ایک حضرت اُم الفضلؓ سے موصولاً نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ عرفہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق لوگوں کو شک ہوا (کہ حضور ﷺ نے روزہ رکھا ہے یا نہیں) تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں برتن میں دودھ بھیجا، آپ ﷺ نے نوش فرمایا (جس سے معلوم ہوا کہ آپ روزہ سے نہیں تھے)۔

❷ دوسرے طریق میں اس کو مرسلاً نقل کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت اُم الفضل نے حضور ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا، پہلے طریق میں خود حضرت اُم الفضل فرما رہی ہیں کہ میں نے بھیجا اور اس دوسرے طریق میں راوی کہہ رہا ہے کہ انہوں نے بھیجا۔

فإذا وقف عليه (٦٧) یعنی سفیان نے جب یہ حدیث موقوفاً روایت کی تو ان سے پوچھا گیا کہ یہ روایت مرسل ہے، یا موصول ہے؟...... انہوں نے فرمایا...... هو عن أم الفضل یعنی یہ حدیث ام

---

(٦٦) الجامع لأحكام القران للقرطبي: ١٠/١٢٥

(٦٧) فتح الباري: ١٠/٨٨، وعمدة القاري: ٢١/١٨٥، وإرشاد الساري: ١٢/٣٤٦

الفضل ہی سے مروی ہے اور موصول کے درجے میں ہے (٦٨)۔

٥٢٨٣ : حدّثنا قُتيبةُ : حدّثنا جريرٌ ، عن الأعمشِ ، عن أبي صالحٍ وأبي سُفيان ، عن جابرِ بنِ عبدِ الله قال : جاء أبو حُميدٍ بقدحٍ من لبنٍ من النَّقيع ، فقال له رسولُ الله ﷺ : (ألّا خمّرتَه ، ولو أن تعرضَ عليه عُوداً) .

حدّثنا عمرُ بنُ حفصٍ : حدّثنا أبي : حدّثنا الأعمشُ قال : سمعتُ أبا صالحٍ يذكرُ ، أراه ، عن جابرٍ رضي الله عنه قال : جاء أبو حُميدٍ ، رجلٌ من الأنصارِ ، من النَّقيعِ بإناءٍ من لبنٍ إلى النبيِّ ﷺ ، فقال النبيُّ ﷺ : (ألّا خمّرتَه ، ولو أن تعرضَ عليه عُوداً) .

وحدّثني أبو سُفيان ، عن جابرٍ ، عن النبيِّ ﷺ بهذا .

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (٦٩)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو حمید مقام نقیع سے دودھ کا ایک پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے ڈھانپ کر کیوں نہیں لائے، کوئی لکڑی ہی اس پر عرضاً رکھ دیتے"۔

نقیع: یہ مدینہ منورہ سے بیس فرسخ کے فاصلہ پر وادی عقیق میں ایک جگہ کا نام تھا جہاں بکریاں وغیرہ چرتی تھیں (٧٠)

ألا خمرته ولو أن تعرض عليه عُوْدا

ألاّ بمعنی هلاّ ہے، خمّر۔ تخمیرًا کے معنی ڈھانپنے کے آتے ہیں (٧١)

تَعْرُض (بضم الراء) عرَض یعنی چوڑائی میں رکھنا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اور چیز نہ ملی تھی تو کم

---

(٦٨) فتح الباری:١٠/٨٨، وعمدة القاری:٢١/١٨٦، وإرشاد الساری:١٢/٣٤٦

(٦٩)(٥٢٨٣)الحديث أخرجه مسلم في الأشربة، باب شرب النبيذ وتخمير الإناء: ٣/١٥٩٣(رقم الحديث: ٢٠١٠)

(٧٠) فتح الباری:١٠/٨٩، وعمدة القاری:٢١/١٨٦، وإرشاد الساری:١٢/٣٤٦

(٧١) عمدة القاری:٢١/١٨٦، وفتح الباری:١٠/٨٩، وإرشاد الساری:١٢/٣٤٧

از کم کوئی لکڑی اس پر چوڑائی میں رکھ دیتے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

”والمعنی إن لم تغطه، فلاأقل من عود تعرض به علیه أی تمده عرضا ، لاطولاً، ومن فوائده: صیانته من الشیطان ، فإنه لایکشف الغطاء، ومن الوباء الذی ینزل مِن السماء فی لیلة من السنة، ومن النجاسة والمقذرات، ومن الهامة والحشرات ونحوها“(۷۲)۔

یعنی اگر مکمل نہیں ڈھانک سکے تو کم از کم لکڑی ہی اس کی چوڑائی پر رکھ دیتے، اس طرح ڈھانپنے کا ایک فائدہ تو شیطان سے اس کی حفاظت ہے، کیونکہ شیطان ڈھکنے کو نہیں ہٹاتا، دوسرا فائدہ اس وباء سے حفاظت ہے جو سال میں ایک بار آسمان سے رات کے وقت اترتی ہے اور کھلے برتنوں میں گرتی ہے، تیسرا فائدہ کیڑے مکوڑوں کے گر جانے سے اس کی حفاظت ہے۔

٥٢٨٤ : حدّثني محمُودٌ : أخبرنا النّضْرُ : أخبرنا شُعْبةُ . عنْ أبي إسْحٰق قال : سمعْتُ البراء رضي اللهُ عنْهُ قال : قدم النّبيُّ ﷺ منْ مكّة وأبُو بكْرٍ معهُ . قال أبُو بكْرٍ : مررْنا براعٍ وقدْ عطش رسُولُ اللهِ ﷺ . قال أبُو بكْرٍ رضي اللهُ عنْهُ : فحلبْتُ كُثْبةً مِنْ لبنٍ في قدحٍ ، فشرب حتّى رضيتُ . وأتانا سُراقةُ بْنُ جُعْشُمٍ على فرسٍ فدعا عليْه . فطلب إليْه سُراقةُ أنْ لا يدْعُو عليْه وأنْ يرْجع . ففعل النّبيُّ ﷺ . [ر : ٢٣٠٧]

فحلبت كُثْبة من لبن فی قدح

کُثْبَة (کاف کے ضمہ اور ثاء کے سکون کے ساتھ) دودھ کی تھوڑی سی مقدار کو کہتے ہیں، یا اتنی مقدار جس سے ایک پیالہ بھر جائے یا ایک مرتبہ دوہنے میں جتنا آجائے اسے کثبہ کہتے ہیں (۷۳) مطلب یہ ہے کہ میں نے پیالے میں کچھ مقدار میں دودھ دوہا۔

یہ حدیث کتاب المناقب میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے (۷۴)

(۷۲) عمدة القاری:۲۱/۱۸۶،وإرشادالساری:۱۲/۳۴۷

(۷۳) عمدة القاری:۲۱/۱۸۶،وإرشادالساری:۱۲/۳۴۷، وفتح الباری:۱۰/۸۹

(۷۴) کتاب المناقب، باب کان النبی صلی الله علیه وسلم تنام عینهٗ ولاینام قلبهٗ

ایک اشکال اور اس کے جوابات

باقی یہ بات رہ جاتی ہے کہ اس طرح کسی کا دودھ استعمال کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، اس کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں:

❶ جس چرواہے نے دودھ دیا، اس کو مالک کی طرف سے اجازت حاصل تھی۔

❷ ان کے عرف میں اس طرح کسی کو دودھ پلانے کا عام رواج تھا، اس میں اصل مالک سے صراحتاً اجازت کی ضرورت نہیں ہوا کرتی تھی۔

❸ حضور ﷺ نے حالت اضطرار میں یہ دودھ پیا تھا اور اضطرار کی حالت میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے (۷۵)۔

٥٢٨٥ : حدَّثنا أبو اليمانِ : أخبرنا شُعيبٌ : حدَّثنا أبو الزِّنادِ ، عن عبدِ الرَّحمنِ ، عن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ عنهُ : أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قالَ : (نِعْمَ الصَّدقةُ اللِّقْحةُ الصَّفِيُّ مِنْحةً ، والشَّاةُ الصَّفِيُّ مِنْحةً ، تغدُو بإناءٍ ، وتروحُ بآخرَ) . [ر : ٢٤٨٦]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ کسی کو دودھ دینے والی عمدہ اونٹنی یا دودھ دینے والی عمدہ بکری دینا ہے جو ایک برتن صبح کو (دودھ سے) بھرے اور ایک برتن شام کو بھرے۔

لِقْحَة: دودھ والی اونٹنی کو کہتے ہیں (۷۶)

الصَفِي: (صاد کے فتحہ، فاء کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) بمعنی چنیدہ، عمدہ اور خوب......
فعیل جب مفعول کے معنی میں ہوتا ہے تو وہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (۷۷)

مِنْحَة (میم کے کسرہ اور نون کے سکون کے ساتھ) عطیہ کو کہتے ہیں، یہ ترکیب نحوی میں تمیز

---

(۷۵) مذکورہ تینوں جوابات کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۱۸۷، وفتح الباری: ۱۰/۸۹، وشرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۱۵۶

(۷۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۷، وشرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۱۵۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۴۸

(۷۷) شرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۱۵۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۴۸، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۷

ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یہاں منحہ سے دودھ والی اونٹنی مراد ہے جو کسی کو دیدی جائے کہ وہ اس سے دودھ دوھ کر واپس کر دے (٧٨)

تغدو بإناء، وتروح بآخر

تغدو من الغد وهو أول النهار، وتروح من الرواح وهو آخر النهار، وهذه كناية عن كثرة اللبن (٧٩)۔

٥٢٨٦ : حدّثنا أبو عاصم ، عن الأوزاعي ، عن ابن شهاب ، عن عبيد الله بن عبد الله ، عن ابن عبّاس رضي الله عنهما : أنّ رسول الله ﷺ شرب لبنًا فمضمض ، وقال : (إنّ له دسمًا) . [ر : ٢٠٨]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمانے کے بعد کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے، دَسَم چکنائی کو کہتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوضوء میں گذر چکی ہے (٨٠)

٥٢٨٧ : وقال إبراهيم بن طهمان ، عن شعبة ، عن قتادة ، عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ : (رُفعتُ إلى السّدرة ، فإذا أربعة أنهار : نهران ظاهران ونهران باطنان ، فأمّا الظّاهران : النّيل والفرات ، وأمّا الباطنان : فنهران في الجنّة ، فأُتيتُ بثلاثة أقداح : قدح فيه لبنٌ ، وقدح فيه عسلٌ ، وقدح فيه خمرٌ . فأخذتُ الّذي فيه اللّبن فشربتُ ، فقيل لي : أصبتَ الفطرة أنت وأمّتك) .

قال هشامٌ وسعيدٌ وهمّامٌ ، عن قتادة ، عن أنس بن مالك ، عن مالك بن صعصعة ، عن النّبيّ ﷺ :في الأنهار نحوه ، ولم يذكروا : ثلاثة أقداح . [ر : ٣٠٣٥]

---

(٧٨) عمدة القاری:٢١/١٨٧، وشرح الكرمانی:٢٠/١٥٧، وإرشاد الساری:١٢/٣٤٨

(٧٩) عمدة القاری:٢١/١٨٧

(٨٠) عمدة القاری:٢١/١٨٧، وفتح الباری:١٠/٩٠

رُفِعَتْ إلىَّ السدرة

رُفِعَتْ ماضی مجہول مؤنث کا صیغہ ہے اور سدرہ سے سدرۃ المنتہی مراد ہے، یہ سات آسمانوں کے اوپر بیری کا درخت ہے جہاں فرشتے جاکر رک جاتے ہیں اس وجہ سے اسے منتہی بھی کہتے ہیں(۸۱)

دوسری روایت اس میں "دُفِعْتُ" ماضی مجہول واحد متکلم کے صیغے کے ساتھ ہے، دونوں کا مفہوم ایک ہے(۸۲)۔

نهران فی الجنة

ان دونوں نہروں سے سلسبیل اور نہر کوثر مراد ہیں(۸۳)

اسماعیلی نے ابراہیم کی اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے(۸۴)

قال هشام و سعيد و همام عن قتادة.....

ہشام دستوائی، سعید بن ابی عروبہ اور ہمام بن یحیی نے بھی قتادہ سے یہ روایت نقل کی ہے، انہوں نے اپنی روایت میں انہار کا ذکر کیا البتہ تین پیالوں (شہد، خمر اور لبن) کا ذکر نہیں کیا، امام بخاریؒ نے ان تینوں کی روایات کتاب بدء الخلق میں موصولاً نقل کی ہے(۸۵)۔

١٢ – باب : اَسْتِعْذَابِ المَاءِ .

٥٢٨٨ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ إسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ يَقُولُ : كانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالمَدِينَةِ مالاً مِنْ نَخْلٍ ، وَكانَ أَحَبُّ مالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ ، وَكانَتْ مُسْتَقْبِلَ المَسْجِدِ ، وَكانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُها وَيَشْرَبُ مِنْ ماءٍ فِيهَا طَيِّبٍ ، قالَ أَنَسٌ : فَلَمَّا نَزَلَتْ : «لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ» . قامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ :

(۸۱) عمدة القاری:۲۱/۱۸۸، وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۹، وشرح الکرمانی:۲۰/۱۵۷

(۸۲) عمدة القاری:۲۱/۱۸۸، وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۹، وفتح الباری:۱۰/۹۰

(۸۳) عمدة القاری:۲۱/۱۸۸، وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۹، وشرح الکرمانی:۲۰/۱۵۷

(۸۴) عمدة القاری:۲۱/۱۸۸، وفتح الباری:۱۰/۹۰، وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۸

(۸۵) عمدة القاری:۲۱/۱۸۸، وإرشاد الساری:۱۲/۳۴۹

يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ ٱللهَ يَقُولُ : «لَنْ تَنالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ» . وَإِنَّ أَحَبَّ مالِي إِلَيَّ بَيْرُحاءَ ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ ٱللهِ . فَضَعْهَا يَا رَسُولَ ٱللهِ حَيْثُ أَرَاكَ ٱللهُ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (بَخْ ، ذٰلِكَ مالٌ رَابِحٌ ، أَوْ رَايِحٌ - شَكَّ عَبْدُ ٱللهِ - وَقَدْ سَمِعْتُ ما قُلْتَ ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ) . فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ : أَفْعَلُ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَفِي بَنِي عَمِّهِ .

وَقالَ إِسْماعِيلُ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى : (رَايِحٌ) . [ر : ١٣٩٢]

استعذاب کہتے ہیں، میٹھاپانی طلب کرنے کو،امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ میٹھاپانی طلب کرنا زہد کے خلاف نہیں اور نہ ہی یہ ترفہ اور تعیشِ مذموم میں داخل ہے، ہاں پانی میں مشک وغیرہ ڈال کر خوشبودار بنانا بعض علماء کے نزدیک تعیش کی وجہ سے مکروہ ہے(۸۶)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ انصار مدینہ میں کھجور کے درختوں کے اعتبار سے بہت زیادہ مالدار تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاتھا،اس کا رخ مسجد کی طرف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا میٹھاپانی پیتے، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت ﴿لن تنالوا البر حتی تنفقوا بما تحبون﴾ نازل ہوئی تو ابو طلحہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے ......"یارسول اللہ! اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہو اور میرا محبوب مال بیر حاء ہے، لہٰذا میں وہ اللہ کی راہ میں خیرات کرتا ہوں، اللہ سے مجھے اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کی امید ہے،اس لیے یارسول اللہ! جس مصرف میں آپ اس کو مناسب سمجھیں خرچ کریں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت خوب، یہ تو مال رابح (فائدہ مند) ہے یا فرمایا کہ یہ تو مال رائح (جانے والا) ہے، تم نے جو کچھ کہا، میں نے سن لیا لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔

ابو طلحہ نے کہا یارسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ انہوں نے وہ مال اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔

---

(۸۶) عمدة القاری:۲۱/۱۸۹، وفتح الباری:۱۰/ ۹۲

بَخ(بفتح الباء) یہ کلمہ شاباشی اور خوشی کے وقت بولا جاتا ہے(۸۷)

رابح أو رایح

رابح نفع بخش اور رایح جانے والا......یعنی آخرت کے جذبے سے جو مال خرچ کیا جائے وہ سود مند اور نافع ہے یا مال تو ویسے بھی ہاتھ سے جانے والی چیز ہے، اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس سے اخروی فائدہ کے لیے ذخیرہ کرنا چاہیے(۸۸)

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الوصایا میں بھی گذر چکی ہے(۸۹)

١٣ – باب : شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ .

٥٢٨٩ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَنسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ ٱللهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا ، وَأَتَى دَارَهُ ، فَحَلَبْتُ شَاةً ، فَشُبْتُ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ مِنَ الْبِئْرِ ، فَتَنَاوَلَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ ، فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ ، ثُمَّ قالَ : (الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ) . [ر : ٢٢٢٥]

ترجمۃ الباب کا مقصد

دودھ کو پانی میں ملا کر استعمال کرنا جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں شرب کی قید لگائی، اس سے بیع کو نکال دیا اس لیے کہ فروخت کرتے وقت دودھ میں پانی ملانا جائز نہیں کیونکہ وہ غش ممنوع ہے(۹۰)

---

(۸۷) عمدة القاری:۲۱/۱۸۹۔ وإرشاد الساری:۱۲/۳۵۰،وشرح البخاری للکرمانی:۲۰/۱۵۹

(۸۸)

(۸۹)کتاب الوصایا، باب إذا وقف أرضا ولم یبین الحدود فهو جائز، وکذلك الصدقة(رقم الحدیث:۲۷۶۹)

(۹۰)عمدة القاری:۲۱/۱۸۹،وفتح الباری:۱۰/۹۳

کشمیہنی کی روایت میں "باب شَوْب اللبن بالماء" ہے، شوب ملانے اور خلط کرنے کو کہتے ہیں (۹۱)، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دودھ کو پانی میں ملا کر استعمال کرنا "نهی عن خلیطین" کے حکم میں نہیں ہے، دودھ کی تاثیر گرم ہوتی ہے، عرب ملکوں میں اسے پانی میں ملا کر استعمال کرنے کا رواج ہے تاکہ اس کی حرارت میں کمی واقع ہو سکے (۹۲)۔

فَشُبْتُ لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من البئر

شُبْت بروزن قلت، یہ شوب سے واحد متکلم ماضی کا صیغہ ہے یعنی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس دودھ میں کنویں سے پانی ملایا (۹۳)

فأعطى الأعرابى فَضْلَه

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں طرف بیٹھے اعرابی کو بچا ہوا دودھ دیا، بعضوں نے کہا اس اعرابی سے حضرت خالد بن ولید مراد ہیں، لیکن علامہ عینی وغیرہ نے اسے غلط قرار دیا اور کہا کہ حضرت خالد بن ولید جیسے آدمی پر اعرابی کا اطلاق درست نہیں (۹۴)

٥٢٩٠ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عامِرٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمانَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الحَارِثِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ . فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ كانَ عِنْدَكَ ماءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ في شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا) . قالَ : وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ المَاءَ في حائِطِهِ . قالَ : فَقَالَ الرَّجُلُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ . عِنْدِي مَاءٌ بَائِتٌ ، فَٱنْطَلِقْ إِلَى الْعَرِيشِ ، قالَ : فَٱنْطَلَقَ بِهِمَا ، فَسَكَبَ في قَدَحٍ . ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ ، قالَ : فَشَرِبَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جاءَ مَعَهُ . [٥٢٩٨]

(۹۱) عمدة القاری:۲۱/۱۸۹، وفتح الباری:۱۰/۹۳، وإرشاد الساری:۱۲/۳۵۱

(۹۲) عمدة القاری:۲۱/۱۸۹، وفتح الباری:۱۰/۹۳

(۹۳) عمدة القاری:۲۱/۱۹۰، وفتح الباری:۱۰/۹۳

(۹۴) عمدة القاری:۲۱/۱۹۰، وفتح الباری:۱۰/۹۴

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس تشریف لائے، آپ کے ہمراہ ایک ساتھی اور بھی تھا، اس انصاری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر آپ کے پاس مشک میں رات کا رکھا ہوا پانی ہے (اور برتن ہے) تو دیدیں ورنہ ہم اس کے ساتھ منہ لگا کر پی لیں گے، راوی کہتا ہے کہ وہ آدمی اپنے باغ میں پانی دے رہا تھا، اس نے کہا...... "یا رسول اللہ میرے پاس رات کا رکھا (ٹھنڈا) پانی ہے، آپ چھپر کی طرف تشریف لے چلیں"...... پھر ان دونوں کو وہ چھپر میں لے گیا، ایک پیالہ میں پانی ڈال کر اپنی بکری کا دودھ دوہا، حضور نے اسے نوش فرمایا، پھر آپ کے ہمراہ آنے والے شخص نے پیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۹۵)

دخل علی رجل من الأنصار

رجل من الانصار سے حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری مراد ہیں (۹۶)، واقدی کی روایت میں اس کی تصریح ہے، انہوں نے یثم بن نصر اسلمی سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے:

"خدمت النبی صلی اللہ علیه وسلم، ولزمت بابه، فکنت آتیه بالماء من بئر جاشم- وهی بئر أبی الهیثم بن التیهان، وکان ماؤها طیبا- ولقد دخل یوماً صائفاً، ومعه أبوبکر علی أبی الهیثم، فقال: هل من ماء بارد؟ فأتاه بِشَجْب (۹۷) فیه ماء کأنه الثلج، فصبه علی لبنِ عَنْزِله، وسقاه، ثم قال له: إن لناعریشا باردا، فقل فیه یارسول اللہ عندنا، فدخله وأبوبکر، وأتی أبوالهیثم بألوان من الرطب" (۹۸)۔

---

(۹۵) (۵۲۹۰) الحدیث أخرجه البخاری ایضاً فی الأشربة، باب الکرع فی الحوض (رقم للحدیث: ۵۲۹۸) وأخرجه أبوداؤد فی الأشربة، باب فی الکرع: ۳/۳۳۷ (رقم الحدیث: ۳۷۲۴) وأخرجه ابن ماجه فی الأشربة، باب الشرب بالأکف والکرع: ۲/۱۱۳۵ (رقم الحدیث: ۳۴۳۲)

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۵ وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۲

(۹۷) شجْب: یتخذمن شنة تقطع، ویخرز رأسها

(۹۸) فتح الباری: ۰/ ۹۵

واقدی کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والا دوسرا شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

إن كان عندك ماء بات هذه الليلة في شَنّة

شَنّة (شین کے فتحہ اور نون کی تشدید کے ساتھ) پرانے مشکیزے کو کہتے ہیں (۹۹)۔
رات سے جو پانی مشکیزے میں پڑا رہتا ہے، وہ خوب ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طلب فرمایا۔

وإلا كرعنا

اس میں عبارت محذوف ہے أي إن كان عندك إناء فاسقنا وإلا كرعنا (۱۰۰)
یعنی اگر آپ کے پاس پانی پینے کے لیے برتن ہے تو ہمیں اس میں پانی پلادیں ورنہ ہم مشکیزے کے ساتھ منہ لگا کر پی لیں گے۔
کرع برتن اور چلو کے بغیر براہ راست منہ لگا کر پانی پینے کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے دونوں ہاتھوں کے چلو سے پانی پینے کو کرع کہا ہے لیکن لغت کے اعتبار سے وہ درست نہیں ہے (۱۰۱)
سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں کرع سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "...... لاتكرعوا، ولكن اغسلوا أيديكم، ثم اشربوا بها" (۱۰۲)
لیکن اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو کہا جائے گا کہ اس میں نہی تنزیہی ہے اور حضور ﷺ کا فعل، جواز کو بتلانے کے لیے ہے (۱۰۳)

الرجل يُحَوِّلُ الماء في حائطه

---

(۹۹) عمدة القاری:۲۱/۱۹۰، وفتح الباری:۱۰/۹۵، وإرشاد الساری:۱۲/۳۵۲

(۱۰۰) عمدة القاری:۲۱/۱۹۰، وفتح الباری:۱۰/۹۵

(۱۰۱) عمدة القاری:۲۱/۱۹۰، وفتح الباری:۱۰/۹۵

(۱۰۲) ابن ماجة، كتاب الأشربة، باب الشرب بالأكف والكرع:۲/۱۱۳۵ (رقم الحديث:۳۴۳۳)

(۱۰۳) فتح الباری:۱۰/۹۵، والأبواب والتراجم، باب الكرع في الحوض:۲/۹۷

أي ينقل الماء من مكان إلى مكان یعنی اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے، حائط باغ کو کہتے ہیں، عریش: مچان اور چھپر کو کہتے ہیں۔ سکب کے معنی بہانے کے آتے ہیں اور داجن پالتو بکری کو کہتے ہیں (۱۰۴)

ٹھنڈا پانی اللہ جل شانہ کی بہت بڑی نعمت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ٹھنڈا پانی لایا جاتا تھا، ابوداود کی روایت میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستعذب له الماء من بيوت السقيا" (۱۰۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے "إنّ اول مايسأل عنه يوم القيامة يعني العبد من النعيم أن يقال له: ألم نصح لك جسمك، ونرويك من الماء البارد" (۱۰٦)

حدیث سے مستنبط چند اداب

علامہ عینی رحمہ اللہ اس حدیث سے چند آداب نقل کر کے فرماتے ہیں:

"وفيه أنه لابأس بطلب الماء البارد في سموم الحر، وفيه قصد الرجل الفاضل بنفسه حيث يعرف مواضعه عند إخوانه...... وفيه جواز خلط اللبن بالماء عندالشرب، وفيه أن من قدم إليه طعام لايلزم أن يسأل من أين صار إليه إلا إذا علم أن أكثر ماله حرام، فإنه لايأكله فضلا عن أن يسأله" (۱۰۷)

یعنی اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سخت گرمی میں کسی سے ٹھنڈا پانی طلب کیا

(۱۰۴) عمدة القاری:۲۱/۱۹۰، وفتح الباری:۱۰/۹٦

(۱۰۵) سنن أبي داود: كتاب الأشربة، باب في إيكاء الأنية:۳/۳۴۰ (رقم الحديث:۳۷۳۵)

(۱۰٦) سنن ترمذی: كتاب التفسير، باب ومن سورة التكاثر:۵/۴۴۸ (رقم الحديث:۳۳۵۸)

(۱۰۷) عمدة القاری:۲۱/۱۹۰

جاسکتا ہے اور یہ طلب کرنا اس سوال میں داخل نہیں جس کی ممانعت آئی ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عالم اور صاحب رتبہ آدمی اپنے دوستوں اور بے تکلف ساتھیوں کے پاس دعوت دیئے بغیر از خود جاسکتا ہے، تیسری بات یہ مستنبط ہوئی کہ دودھ کو پانی میں ملانا جائز ہے اور یہ نہی عن الخلیطین کے تحت داخل نہیں اور چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ جب کوئی کھانا بطور ضیافت سامنے پیش کرے تو اس کی تحقیق نہیں کرنی چاہیے کہ یہ مال حلال ہے یا حرام ہاں اگر کسی کا اکثر مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں۔

١٤ – باب : شَرَابِ الْحَلْوَى وَالْعَسَلِ .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : لَا يَحِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ لِشِدَّةٍ تَنْزِلُ ، لِأَنَّهُ رِجْسٌ ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : «أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ» /المائدة : ٥/ .

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي السَّكَرِ : إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ .

٥٢٩١ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ . [ر : ٤٩١٨]

ترجمۃ الباب کا مقصد

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو حلوا کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے شربت مراد ہے یعنی ہر وہ پانی جس میں کوئی میٹھی چیز ملادی جائے۔ ہندوستان میں ”شربت عسل“ مشہور ہے، اس ترجمہ سے اس کا جواز بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ اسراف میں داخل نہیں ہے (١٠٨)

حلوا ہمارے عرف میں پیا نہیں جاتا کھایا جاتا ہے کیونکہ وہ مائع نہیں ہوتا، ترجمۃ الباب میں حلوائے مائع مراد ہے جو پیا جاتا ہے جیسے نقیع تمر اور نقیع زبیب اور شربت عسل وغیرہ (١٠٩)

---

(١٠٨) الأبواب والتراجم: ٢/ ٩٧

(١٠٩) الأبواب والتراجم: ٢/ ٩٧، وإرشاد الساری: ١٢/ ٣٥٣، عمدة القاری: ٢١/ ١٩١

امام زہری رحمہ اللہ کے ایک قول کی تشریح

وقال الزهری: لایحل شرب بول الناس لشدة تنزل، لأنه رجس

امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں کا پیشاب پینا شدید ضرورت کے وقت بھی حلال اور جائز نہیں، اس لیے کہ وہ ناپاک ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی ہیں (لہٰذا ناپاک چیزیں حلال نہیں ہو سکتی ہیں) اس قول کے متعلق شارحین نے دو باتیں لکھی ہیں:

❶ امام زہری رحمہ اللہ کا مسلک اس مسئلہ میں جمہور علماء کے خلاف ہے کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک اضطراری حالت میں رجس کھانے یا پینے کی اگر ضرورت پڑے تو اس کا استعمال جائز ہے، چنانچہ میتہ، دم اور خنزیر نجس ہیں لیکن قرآن کریم میں فرمایا گیا ﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه﴾ (۱۱۰)

شاید امام زہری رحمہ اللہ رخصتوں میں قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے، لہٰذا نصوص میں جس رجس کی تصریح ہے، اس میں تو وہ رخصت کے قائل تھے لیکن بول میں نہیں (۱۱۱)

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ سفر میں بھی عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، ان سے کہا گیا کہ رمضان میں تو سفر میں آپ روزہ نہیں رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا "ان اللّٰہ تعالیٰ قال فی رمضان ﴿فعدة من ایام آخر﴾ ولیس ذلك لعاشوراء" (۱۱۲)

❷ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زہری کے اس قول میں شدت سے حالت اضطرار مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے کم درجہ کی شدت مراد ہے اور اضطرار سے کم درجہ کی شدت میں پیشاب کا استعمال جمہور کے نزدیک بھی جائز نہیں، چنانچہ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قوله: (لشدة تنزل) أراد بالشدة مادون الاضطرار، فلایخالف قوله قول المجهور" (۱۱۳)

---

(۱۱۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۱

(۱۱۱) إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳، وفتح الباری: ۱۰/۹۷

(۱۱۲) إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳، وفتح الباری: ۱۰/۹۷

(۱۱۳) لامع الدراری: ۹/۴۳۹

اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۱۴)

وقال ابن مسعود فی السکر: إن اللہ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم

سَکَر (سین اور کاف کے فتحہ کے ساتھ) عجم کی لغت میں شراب کو کہتے ہیں (۱۱۵)

ابن ابی شیبہ کی روایت میں اس تعلیق کی تفصیل آئی ہے کہ ایک صاحب بیمار ہوئے، کسی نے اسے سکر یعنی شراب کے استعمال کا مشورہ دیا تو اس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ دوائی کے طور پر وہ شراب استعمال کر سکتا ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے مذکورہ جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی ہے اور شراب حرام ہے (۱۱۶)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر کسی نے اشکال کیا کہ حلق میں پھنسے ہوئے لقمہ کو گذارنے کے لیے اگر شراب کے سوا اور کوئی جائز مائع چیز نہ ہو تو شراب کے گھونٹ پی لینے کی فقہاء نے اجازت دی ہے جس سے لقمہ گذر سکے، اس کا تقاضا تو ہے کہ علاج میں بھی اس کی اجازت دی جائے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ علاج میں اس سے شفا یقینی نہیں ہے اور پھنسے ہوئے لقمہ کا گذرنا تقریباً یقینی ہوتا ہے، اس لیے دونوں میں فرق ہے (۱۱۷)

تداوی بالخمر (علاج اور دوا کے طور پر شراب کو استعمال کرنا) حضرات حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ ظن غالب یہ ہو کہ اس سے افاقہ ہوگا۔ لأن الضرورة تبیح المحظورة (۱۱۸) لیکن اگر افاقہ کا ظن غالب نہیں تو پھر جائز نہیں۔ جواز کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ متبادل کوئی علاج میسر نہ ہو اور

(۱۱۴) إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۵۳، وفتح الباری: ۱۰/ ۹۷، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۹۱

(۱۱۵) فتح الباری: ۱۰/ ۹۷، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۹۱، إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۵۳

(۱۱۶) فتح الباری: ۱۰/ ۹۸، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۹۱، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۳۵۳

(۱۱۷) إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۵۳، فتح الباری: ۱۰/ ۹۹

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/ ۹۹

طبیبِ مسلم حاذق علاج کو شراب میں منحصر بتا رہا ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالخمر مطلقاً ناجائز ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس کو شوافع کا صحیح مسلک قرار دیا، وہ کہتے ہیں کہ اس سے مرض بڑھ سکتا ہے، کم نہیں ہوتا(۱۱۹)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

❶ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت زہری اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو آثار ذکر کیے، علامہ ابن منیر ترجمۃ الباب سے ان کی مناسبت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بول اور خمر دونوں حرام ہیں اور حلوا اور عسل دونوں طیب اور حلال ہیں، امام نے حلوا اور عسل کے بعد حرام کا ذکر کیا کیونکہ وبضدها تتبيّن الأشياء(۱۲۰)

❷ بعض حضرات نے مناسبت بیان کرتے ہوئے کہا کہ امام زہری کے قول سے قرآن کریم کی آیت ﴿احل لكم الطيبات﴾(۱۲۱) کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ حلوا اور عسل طیبات میں داخل ہیں۔

جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے سورۃ نحل کی آیت میں ﴿فيه شفاء للناس﴾ کی طرف اشارہ ہے جو عسل کے متعلق نازل ہوئی ہے(۱۲۲)

كان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه الحلواء والعسل

اس میں حلوا سے ہر میٹھی چیز مراد ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے جس میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

---

(۱۱۹) فتح الباری:۱۰/۹۸

(۱۲۰) فتح الباری:۱۰/۹۹، وإرشاد الساری:۱۲/۳۵۳، الأبواب والتراجم:۲/۹۷

(۱۲۱) سورة المائدة:۴

(۱۲۲) إرشاد الساری:۲۱/۳۵۳، وعمدة القاری:۲۱/۱۹۱، وفتح الباری:۱۰/۹۹

ء كان يحب الحلواء ليس على معنى كثرة التشهى لها، وشدة نزاع النفس إليها ، وتأنق الصنعة فى اتخاذها، كفعل أهل الترف والشره، وإنما كان إذا قدمت إليه، نال منها نيلاً جيدا، فيعلم بذلك أنها تعجبه(۱۲۳)

یعنی حضور کا میٹھی چیز کو پسند کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بہت زیادہ اسے چاہتے اور حریصوں کی طرح اس پر جھپٹتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب میٹھی چیز آپ کو پیش کی جاتی تو آپ اس کو دلچسپی سے تناول فرماتے۔

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں بھی گذر چکی ہے(۱۲۴)

١٥ - باب : الشُّرْبِ قائمًا .

٥٢٩٢/٥٢٩٣ : حدّثنا أَبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ ، عَنِ النَّزَّالِ قالَ : أَتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ عَلَى بَابِ الرَّحَبَةِ بِمَاءٍ فَشَرِبَ قائِمًا . فَقالَ : إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قائِمٌ ، وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ كما رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ .

(٥٢٩٣) : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ المَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ : سَمِعْتُ النَّزَّالَ ٱبْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ، ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحَبَةِ الْكُوفَةِ ، حَتَّى حَضَرَتْ صَلاَةُ الْعَصْرِ ، ثُمَّ أُتِيَ بِمَاءٍ ، فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ، وَذَكَرَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ، ثُمَّ قامَ ، فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قائِمٌ ، ثُمَّ قالَ : إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قِيَامًا ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ ما صَنَعْتُ .

٥٢٩٤ : حدّثنا أَبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عاصِمٍ الْأَحْوَلِ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ قائِمًا مِنْ زَمْزَمَ . [ر : ١٥٥٦]

---

(۱۲۳) إرشادالساری:۱۲/ ۳۵۴،وفتح الباری:۱۰/۹۹

(۱۲۴) إرشاد الساری:۱۲/ ۳۵۴، وعمدة القاری:۲۱/۱۹۱

کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں(۱)، کھڑے ہو کر پانی پینے کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں ممانعت وارد ہے اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے، ذیل میں دونوں طرح کی روایات میں سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

ممانعت والی روایات

جن روایات میں نہی وارد ہے، ان میں سے چند یہ ہیں

❶ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم زجرعن الشرب قائما" اور دوسرے طریق میں الفاظ ہیں "انه نهی أن یشرب الرجلُ قائما" (۲)

❷ صحیح مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہعلیه وسلم : لَایشْرَبَنَّ أحدٌمنکم قائما، فمَنْ نسی، فلیستقیٔ"(۳)

❸ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں "لویعلم الذی یشرب وهو قائم ما فی بطنه لاستقاء ہ"(۴)

❹ امام احمد ہی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا تو فرمایا قے کرلو، اس نے وجہ

---

(۱) عمدة القاری:۲۱/ ۱۹۲، الابواب والتراجم:۲/۹۷

(۲) الحدیث أخرجه مسلم، فی کتاب الأطعمة، باب کراهیة الشرب قائما:۳/۱۰۰(رقم الحدیث: ۲۰۲۴) وأخرجه أبوداود فی الأشربة، باب فی الشرب قائما(رقم الحدیث:۳۷۱۷)وأخرجه الترمذی فی الأشربة، باب ماجاء فی النهی عن الشرب قائما،(رقم الحدیث:۱۸۷۹)وابن ماجه فی الأشربة، باب الشرب قائما، (رقم الحدیث:۳۴۲۷)

(۳) صحیح مسلم کتاب الأشربة، باب کراهیة الشرب قائماً:۳/۱۶۰۱(رقم الحدیث:۲۰۲۶)

(۴) مسند الامام أحمد بن حنبل:۲/۲۸۳

پوچھی تو آپ نے فرمایا کیا تم کو یہ پسند ہے کہ بلی تمہارے ساتھ پانی پیے"......اس نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا"قدشرب معك من هوأ شر منه : الشيطان"(۵)

❺امام ترمذی رحمہ اللہ نے جارود بن المعلی سے روایت نقل کی ہے"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن الشرب قائما"(۶)

جواز والی روایات

لیکن دوسری طرف بہت ساری احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں:

❶ان میں سے دو حدیثیں تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔

❷امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے"كنا نأكل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نمشى، ونشرَب ونحن قيام"(۷)

❸امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب عن جدہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے"رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما وقاعدا"امام ترمذی نے اس کو"حسن صحیح" کہا ہے(۸)۔

❹حضرات خلفائے راشدین اور دوسرے جلیل القدر صحابہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا مروی ہے اور یہ کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے(۹)۔

---

(۵) مسند الامام أحمد بن حنبل:۲/۳۰۱

(۶) سنن الترمذی، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى النهى عن الشرب قائماً:۴/۳۰۰(رقم الحديث:۱۸۸۱)

(۷) سنن الترمذی، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى النهى عن الشرب قائما:۴/۳۰۰(رقم الحديث:۱۸۸۰)

(۸) سنن الترمذی، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى الرّخصة فى الشرب قائماً:۴/۳۰۱(رقم الحديث:۱۸۸۳)

(۹) فتح البارى:۱۰/۱۰۳، وموطاالإمام مالك: كتاب صفة النبى صلى الله عليه وسلم، باب ماجآء فى شرب الرجل وهو قائم:۲/۹۲۵(رقم الحديث:۱۳)

حل تعارض

یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی امر کے متعلق متعارض احادیث جمع ہو جائیں تو اس میں عموماً تین طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، نسخ، ترجیح اور تطبیق، حضرات محدثین نے ان احادیث میں بھی یہی تین باتیں کہی ہیں:

❶ چنانچہ ابو بکر اثرم نے احادیثِ جواز کو احادیثِ نہی پر ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ احادیثِ جواز، احادیثِ نہی کے مقابلے میں اقوی اور اثبت ہیں (۱۰)

❷ احادیثِ نہی، احادیثِ جواز سے منسوخ ہو گئی ہیں، یعنی پہلے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت تھی لیکن بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہو گئی، "فكان آخرُ الأمرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم الشربَ قائما، كما شرب في حجة الوداع" (۱۱)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کے بالکل برعکس مسلک اختیار کیا ہے اور کہا ہے، احادیثِ جواز، احادیث نہی سے منسوخ ہیں، یعنی پہلے اجازت تھی، پھر وہ اجازت منسوخ ہو گئی (۱۲)

❸ اکثر علماء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی ہے، یہ تطبیق دو طرح سے دی گئی ہے:

(الف)...... ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ احادیث نہی سے نہی تنزیہی مراد ہے جو جواز کے منافی نہیں، یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے، تاہم دوسری احادیث کی وجہ سے اس کا جواز ہے (۱۳)۔

(ب)...... امام طحاوی نے فرمایا کہ احادیثِ نہی ضرر طبی اور احادیثِ جواز اباحت شرعیہ پر محمول ہیں، چنانچہ علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

"وجنح الطحاوي إلى أنه لابأس به، وأن النهي لخوف الضرر لاغير" (۱۴)

---

(۱۰) فتح الباري: ۱۰/ ۱۰۳

(۱۱) فتح الباري: ۱۰/ ۱۰۴، وعون المعبود شرح أبي داود، كتاب الأشربة، باب في الشرب قائما: ۱۰/ ۱۸۱

(۱۲) فتح الباري: ۱۰/ ۱۰۴، وعمدة القاري: ۲۱/ ۱۹۳، نیز دیکھیے، بذل المجهود، شرح أبي داود: ۱۶/ ۵۰

(۱۳) إرشاد الساري: ۱۲/ ۳۵۵، وعمدة القاري: ۲۱/ ۱۹۳، وفتح الباري: ۱۰/ ۱۰۴

(۱۴) ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في مباحث الشرب قائماً: ۱/ ۹۶

یعنی بسا اوقات کھڑے ہو کر پانی پینا مضر صحت ہوتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، فهو أمر إرشادي طبي لا شرعي (١٥)

یہ تمام اختلاف کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز اور عدم جواز میں ہیں۔ باقی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیٹھ کر پانی پینا افضل ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ معتاد بیٹھ کر ہی پانی پینے کا تھا (١٦)

حدثنا أبو نعيم......

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس باب الرحبہ میں پانی لایا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا کہ بعض لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا۔

باب الرَحَبَة

رَحَبَة صحن اور دالان کو کہتے ہیں، یہاں اس سے کوفہ کی جامع مسجد کا صحن مراد ہے (١٧) جیسا کہ باب کی دوسری روایت میں تصریح ہے۔

---

(١٥) الأبواب والتراجم: ٢/ ٩٧

(١٦) قال ابن القيم في زادالمعاد: وكان من هديه صلى الله عليه وسلم الشرب قاعدا، هذا كان هديه المعتاد، وصح عنه أنه نهى عن الشرب قائما، وصح عنه أنه أمر الذى شرب قائما أن يستقئ، وصح عنه أنه شرب قائما، قالت طائفة: هذاناسخ للنهي، وقالت طائفة: بل مبين أن النهي ليس للتحريم، بل للإرشاد، وترك الأولى ، وقالت طائفة: لاتعارض بينهما أصلا فإنه إنما شرب قائما للحاجة، فإنه جاء إلى زمزم، وهم يسقون منها، فاستقى، فتناولوه الدلو فشرب وهو قائم، وهذا كان موضع الحاجة، وللشرب قائماً آفات عديدة: منها أن لايحصل له الرى التام، ولايستقرفى المعدة حتى يقسمه الكبر على الأعضاء، وينزل بسرعة وحِدّة إلى المعدة فيخشى منه أن يبرد حرارتها ويشوشها وتسرع النفوذ إلى أسفل البدن بغير تدريج، وكل هذا يضربالشارب، وأما إذا فعله نادرا أولحاجة لم يضره (زادالمعاد: ٤/ ٢٢٩)

(١٧) عمدة القارى: ٢١/ ١٩٢، وإرشاد السارى: ١٢/ ٣٥٤

باب کی یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے(۱۸)

آب زمزم پینے کا طریقہ اور آداب

شرب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قائما مِنْ زمزم

زمزم پینے کے متعلق حضرات علماء کے تین قول ہیں:

❶ بعضوں کے نزدیک عام پانی کی طرح زمزم بھی بیٹھ کر پینا افضل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھڑے ہو کر زمزم نوش فرمایا، وہ بیانِ جواز کے لیے تھا، یا ازدحام اور ہجوم کے عذر کی وجہ سے تھا(۱۹)

❷ بعض علماء نے کھڑے ہو کر پینے اور بیٹھ کر پینے دونوں میں اختیار دیا ہے یعنی ان کے نزدیک دونوں طریقے برابر ہیں، کوئی ایک، دوسرے سے افضل نہیں(۲۰)

❸ لیکن کئی علماء کے نزدیک زمزم کھڑے ہو کر پینا افضل و مستحب ہے(۲۱)

---

(۱۸)(۵۲۹۲)الحدیث أخرجه أبوداود، فی الأشربة، باب الشرب قائماً: ۳/۳۳۶(رقم الحدیث: ۳۷۱۸) وأخرجه الترمذی فی الشمائل، باب ماجاء فی صفة شرب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۱۸۳(رقم الحدیث:۲۱۰)، وأخرجه النسائی فی کتاب الطهارة، باب صفة الوضوء من غیرحدث: ۱/۹۳ (رقم الحدیث:۱۳۳)

(۱۹)خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی:۱۱۲

(۲۰)ردالمحتار ، کتاب الطهارة، مطلب فی مباحث الشرب قائماً:۱/۹۵

(۱۴۳)خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی: ۱۱۲، وزدالمحتار ، کتاب الطهارة، مطلب فی مباحث الشرب قائماً:۱/۹۵

(۲۱) یہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں"إذا شربت منها، فاستقبل القبلة، واذکر اسم اللّٰہ، وتنفس ثلاثا، وتضلع منها، فإذا فرغت منها، فاحمداللّٰہ، فإن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: آیة بینناوبین المنافقین أنهم لایتضلعون من زمزم"(مستدرك للإمام حاکم، الشرب من زمزم وآدابه:۱/۴۷۲، وسنن البیهقی، باب سقایة الحاج والشرب منها ومن ماء زمزم:۵/۱۴۷

زمزم پینے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر پیا جائے۔

دوم یہ کہ تین سانس میں پیا جائے اور ہر دفعہ کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے۔

سوم یہ کہ خوب پیٹ بھر کر پیے، ایک حدیث میں آتا ہے "آية بيننا و بين المنافقين أنهم لايتضلعون من زمزم" (۲۲)

زمزم پینے سے پہلے مشہور اور مجرب یہ ہے کہ جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے، کئی علماء نے اپنی قبولیتِ دعا کا اس موقع پر ذکر کیا ہے (۲۳)، ایک مرفوع روایت میں بھی آتا ہے "ماء زمزم لماشرب له" (۲۴)

زمزم کی فضیلت پر ایک اور حدیث بھی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے "خيرماء على وجه الأرض ماء زمزم، فيه طعام الطعم، وشفاء السقم" (۲۵)

اپنے گھروں اور علاقوں کی طرف زمزم لے جانے کا بھی سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں ذکر ہے "انها كانت تحمل من ماء زمزم وتخبر: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحمله" (۲۶)

---

(۲۲) دیکھیے فتح القدير، كتاب الحج: ۲/۴۰۰، ومعارف السنن، كتاب الحج: ۶/۴۲۷

(۲۳) سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الشرب من زمزم: ۲/۱۰۱۸ (رقم الحديث: ۳۰۶۲) واختلف الحفاظ فيه، فمنهم من صححه، ومنهم من حسنه، ومنهم من ضعفه، وقد أخرجه الحاكم فى المستدرك من طريق ابن عباس، وقال: هذا حديث صحيح الإسناد، وقد ذكر العلماء أنهم جربوه، فوجدوه كذلك (تعليقات ابن ماجه للشيخ محمد فؤاد عبدالباقى: ۲/۱۰۱۸)

(۲۴) مجمع الزوائد، باب فى زمزم: ۳/۲۸۶، وقال: رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله ثقات

(۲۵) سنن الترمذى، كتاب الحج: ۳/۲۹۵ (رقم الحديث: ۹۶۳) والمستدرك للإمام الحاكم، حمل ماء زمزم: ۱/۴۸۵، وسنن كبرى للبيهقى، باب الرخصة فى الخروج بماء زمزم: ۵/۲۰۲

(۲۶) معارف السنن، كتاب الحج: ۶/۴۲۸، وفتح القدير، كتاب الحج، فصل فى فضل ماء زمزم: ۲/۴۰۰

فائدہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے طلب حدیث کے ابتدائی دور میں زمزم پیتے ہوئے دعا کی تھی کہ حفظ حدیث میں مجھے حافظ ذہبی رحمہ اللہ جیسا حافظہ عطا ہو، پھر تقریباً بیس سال کے بعد میں نے زمزم پیتے ہوئے حافظ ذہبی سے بھی اعلیٰ مرتبہ پالینے کی دعا کی، فرماتے ہیں" وأرجو الله أن أنال ذلك منه"(۲۷)

بعد کے علماء نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر حافظہ اور علم حدیث میں حافظ ذہبی سے آگے نکل گئے تھے(۲۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الحج میں ماءِ زمزم پر مستقل باب "باب ماجاء فی زمزم" قائم کیا ہے اور وہاں حدیث باب ذکر فرمائی ہے (۲۹)، یہاں اشربہ کی مناسبت سے اس کے متعلق یہ چند باتیں بیان کردی گئی ہیں۔

١٦ – باب : مَنْ شَرِبَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ .

٥٢٩٥ : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الحَارِثِ : أَنَّهَا أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحِ لَبَنٍ ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ . فَأَخَذَهُ بِيَدِهِ فَشَرِبَهُ .

زَادَ مالِكٌ ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ : عَلَى بَعِيرِهِ . [ر : ١٥٧٥]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جانور وغیرہ پر سوار ہو کر پانی پینا حدیث سے ثابت ہے(۳۰)، حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے۔

---

(۲۷) مقدمۃ لامع الدراری، الفصل الرابع: ۱/۳۹۴

(۲۸) کتاب الحج (رقم الحدیث:۱۶۳۶)

(۲۹) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۹۴، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۵

(۳۰) مذکورہ ترکیبوں کے لیے دیکھیے، عمدۃ القاری: ۲۱/۱۹۵، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۶

١٧ - باب : الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ فِي الشُّرْبِ.

٥٢٩٦ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ ، وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ ، فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقالَ : (الْأَيْمَنَ الْأَيْمَنَ) . [ر : ٢٢٢٥]

الأیمن فاالأیمن کی نحوی ترکیب

الأیمن فالأیمن کی ترکیب نحوی میں دواحتمال ہیں:

❶ یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر محذوف ہے، فاء عاطفہ ہے اور ترکیبی عبارت ہے الأیمنُ أحقُ فی الشرب ثم الأیمنُ أحق۔

❷ یہ دونوں فعل محذوف کے مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہیں أی أَعْطِ الأیمنَ ثم الأیمنَ(٣١)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ پانی پینے میں دائیں طرف سے دور چلے گا، یہ حکم پانی اور دوسرے مشروبات وغیرہ سب کو شامل ہے(٣٢)

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حکم کو پانی کے ساتھ خاص کیا ہے لیکن حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے یہ روایت ثابت نہیں(٣٣)

پانی کا دور دائیں طرف سے چلانا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے اور علامہ ابن حزم کے نزدیک واجب ہے(٣٤)، مہلب فرماتے ہیں:

---

(٣١) فتح الباری:١٠/١٠٦، وعمدة القاری:٢١/١٩٥،والأبواب والتراجم:٢/٩٧

(٣٢) فتح الباری:١٠/١٠٦،وعمدة القاری:٢١/١٩٥،والأبواب والتراجم:٢/٩٧

(٣٣) فتح الباری:١٠/١٠٦،والأبواب والتراجم:٢/٩٧

(٣٤) عمدة القاری:٢١/١٩٥

"التيامن في الأكل والشرب، وجميع الأشياء من السنن، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب التيامن استشعارا منه بماشرف الله عزوجل به أهل اليمين"(٣٥)

١٨ – باب : هَلْ يَسْتَأْذِنُ الرَّجُلُ مَنْ عَنْ يَمِينِهِ فِي الشُّرْبِ لِيُعْطِيَ الْأَكْبَرَ .

٥٢٩٧ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَني مالِكٌ ، عَنْ أَبِي حازِمِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ : (أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ) . فَقَالَ الْغُلَامُ : وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ ، لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا ، قالَ : فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي يَدِهِ . [ر : ٢٢٢٤]

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں کہ کیا آدمی اپنے دائیں طرف والے آدمی سے اس بات کی اجازت لے سکتا ہے کہ پہلے بڑے آدمی کو پانی پینے کے لیے دے۔

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرف ایک کم عمر لڑکا بیٹھا تھا اور دوسری طرف بڑی عمر کے لوگ تھے، غلام سے حضرت ابن عباسؓ مراد ہیں اور اشیاخ سے حضرت خالد بن ولید وغیرہ مراد ہیں(٣٦)

ایک تعارض اور اس کا حل

حدیث باب کا بظاہر حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث سے تعارض ہے جسے ابو یعلی نے قوی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سقى، قال: ابدؤا بالأكبر"(٣٧)

(٣٥) عمدة القاري:٢١/١٩٥، وفتح الباري:١٠/١٠٦، وإرشاد الساري:١٢/٣٥٧

(٣٦) عمدة القاري:٢١/١٩٦، وفتح الباري:١٠/١٠٧

(٣٧) عمدة القاري:٢١/١٩٦، وفتح الباري:١٠/١٠٧

اس کا جواب دیا گیا کہ یہ حدیث اس حالت پر محمول ہے جب تمام لوگ ایک طرف بیٹھے ہوں یعنی سامنے کی طرف یا دائیں، بائیں جانب، ایسی صورت میں ابتدا بڑے سے کرنی چاہیے لیکن اگر لوگ دائیں بائیں بیٹھے ہیں تو پھر ایمن احق ہے، اگر چہ وہ چھوٹا ہو(۳۸)

فتلّه

تلّ کے معنی رکھنے کے ہیں، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تلّ شدت کے ساتھ رکھنے کو کہتے ہیں(۳۹)، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وأصله من الرمی علی التل، وهو المكان المرتفع العالی، ثم استعمل فی کل شئ یرمی به،وفی کل إلقاء"(۴۰) یعنی اس کے اصل معنی ٹیلے پر کسی چیز کے پھینکنے کے ہیں، لیکن بعد میں مطلقاً کسی چیز کے پھینکنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔

١٩ – باب : الْكَرْعِ فِي الحَوْضِ .

٥٢٩٨ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الحَارِثِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ ، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَاحِبُهُ ، فَرَدَّ الرَّجُلُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ، وَهِيَ سَاعَةٌ حارَّةٌ ، وَهْوَ يُحَوِّلُ فِي حائِطٍ لَهُ ، يَعْنِي المَاءَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ كانَ عِنْدَكَ ماءٌ باتَ فِي شَنَّةٍ ، وَإِلَّا كَرَعْنَا) . وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ المَاءَ فِي حائِطٍ ، فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، عِنْدِي ماءٌ باتَ فِي شَنَّةٍ ، فَانْطَلَقَ إِلَى الْعَرِيشِ ، فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ ماءً ، ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ داجِنٍ لَهُ ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ أَعادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جاءَ مَعَهُ . [ر : ٥٢٩٠]

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

کَرْع لغت میں منہ لگا کر پانی پینے کو کہتے ہیں، بعضوں نے چلو سے پانی پینے کو کَرْع کہا ہے، اس

(۳۸) عمدة القاری:۲۱/۱۹۶، وفتح الباری:۱۰/۱۰۷

(۳۹) عمدة القاری:۲۱/۱۹۶، وفتح الباری:۱۰/۱۰۷،۱۰۸.

(۴۰) الأبواب والتراجم:۲/۹۷، وفتح الباری:۱۰/۱۰۸

باب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے منہ لگا کر حوض سے پانی پینے کا جواز ثابت کیا ہے چنانچہ حدیث میں "وإلا کرعنا" کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں، البتہ حدیث میں حوض کا ذکر نہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باغ میں پانی دینے والا صحابی شاید وہاں کسی کنویں سے پانی نکال رہا تھا اور ایک حوض میں جمع کر رہا تھا اور اس حوض سے پھر باغ کے مختلف اطراف میں پھیلا رہا تھا(۴۱) اس طرح اگرچہ صراحتاً حوض کا ذکر نہیں لیکن کنایتاً اس کا ذکر ہے

بہر حال حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ ایک امکانی بات ارشاد فرمائی ہے، جس سے حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عموماً کرع کی ضرورت حوض وغیرہ میں پیش آتی ہے، اگرچہ حدیث میں مطلقاً کرع کا ذکر ہے لیکن چونکہ اس کا وقوع عموماً حوض وغیرہ کے پاس ہوتا ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے لوگوں کی عادت اور اس فعل کے عمومی وقوع کے پیش نظر ترجمۃ الباب میں "فی الحوض" کا اضافہ کیا۔ واللہ اعلم

٢٠ - باب : خِدْمَةِ الصِّغَارِ الْكِبَارَ .

٥٢٩٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ قائِمًا عَلَى الحَيِّ أَسْقِيهِمْ ، عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ ، الْفَضِيخَ ، فَقِيلَ : حُرِّمَتِ الخَمْرُ ، فَقَالَ : اَكْفِئْهَا ، فَكَفَأْنَا ، قُلْتُ لِأَنَسٍ : ما شَرَابُهُمْ ؟ قَالَ : رُطَبٌ وَبُسْرٌ . فَقَالَ أَبو بَكْرِ بْنُ أَنَسٍ : وَكَانَتْ خَمْرَهُمْ ، فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ . وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ : كَانَتْ خَمْرَهُمْ يَوْمَئِذٍ . [ر : ٢٣٣٢]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ چھوٹوں کو بڑوں کی خدمت کرنی چاہیے اور خدمت کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ چھوٹے بڑوں کو پانی پلائیں، جیسا کہ حدیث باب میں حضرت انسؓ سب سے چھوٹے تھے اور ساقی بنے ہوئے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کے الفاظ عام رکھے ہیں، شرب وغیرہ

(۴۱) عمدة القاری:۲۱/۱۹۷

کی قید نہیں لگائی، عام کے تحت خاص چونکہ خود بخود آجاتا ہے، اس لیے اس قید کی ضرورت نہیں پڑی۔

٢١ - باب : تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ .

٥٣٠٠/٥٣٠١ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : أَنَّهُ سَمِعَ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (إِذَا كانَ جُنْحُ اللَّيْلِ ، أَوْ أَمْسَيْتُمْ ، فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُمْ ، فَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَٱذْكُرُوا ٱسْمَ ٱللّٰهِ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا ، وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَٱذْكُرُوا ٱسْمَ ٱللّٰهِ ، وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَٱذْكُرُوا ٱسْمَ ٱللّٰهِ ، وَلَوْ أَنْ تَعْرُضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا ، وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ) .

(٥٣٠١) : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ جابِرٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قالَ : (أَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ إِذَا رَقَدْتُمْ ، وَغَلِّقُوا الْأَبْوَابَ ، وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ ، وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ - وَأَحْسِبُهُ قالَ - وَلَوْ بِعُودٍ تَعْرُضُهُ عَلَيْهِ) . [ر : ٣١٠٦]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کی تاریکی آجائے اور شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو (باہر نکلنے سے) روکو، اس لیے کہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں، پھر جب رات کا ایک حصہ گذر جائے تو ان کو چھوڑ سکتے ہو، اللہ کا نام لے کر دروازے بند کیا کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھولتا، مشکیزے کا دہانہ "بسم اللہ" پڑھ کر باندھ لیا کرو، برتنوں کو بھی اللہ کا نام لے کر ڈھانک دیا کرو (کوئی چیز ڈھانکنے کے لیے نہ ملے تو کم از کم) ان کے عرض (چوڑائی) ہی پر کوئی شی رکھ دیا کرو اور اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو (کہ کہیں وہ رات کے وقت گھر میں آگ لگنے کا سبب نہ بن جائیں)

سرِ شام بچوں کو باہر نکلنے سے ممانعت کا حکم

فکفوا صبیانکم

یعنی بچوں کو سرِ شام باہر نکلنے سے روکو، کیونکہ اس وقت جن و شیاطین گھوم رہے ہوتے ہیں وہ

بچوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" خشی صلی الله علیه وسلم علی الصبیان عند انتشار الجن أن تلم بهم، فتصرعهم، فإن الشیطان قد أعطاه الله تعالیٰ قوة علیه وأعلمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان التعرض للفتن ممالایتبغی وأن الاحتراس منها أحزم، علی أن ذلك الاحتراس لایرد قدرا، ولکن یبلغ النفس عذرها، ولئلایتسبب له الشیطان إلی لوم نفسه فی التقصیر"(۴۲)

یعنی چونکہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے ایک گونہ قوت عطا فرمائی ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے انتشار کے وقت خدشہ کا اظہار فرمایا، فتنوں سے بچنے کی حضور ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے، جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے اگرچہ اس طرح کی حفاظت سے تقدیر نہیں ٹلتی تاہم بعد میں پشیمانی اور اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے۔

أوکوا قربکم

أوکی باب افعال سے ہے، اس کے معنی ہیں کسی چیز کو رسی وغیرہ سے باندھنا، قِرَب: قِرْبة کی جمع ہے، مشکیزے کو کہتے ہیں۔

ولو أن تعرضوا علیها شیئاً شرط ہے جزاء "لکان کافیا" محذوف ہے(۴۳)

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وإنما أمر بالتغطیة، لأن فی السَّنَة لیلة ینزل فیها وباء وبلاء، لایمر بإناء مکشوف إلانزل فیه من ذلك، والأعاجم یتوقعون ذلك فی کانون الأول "(۴۴)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن ڈھانکنے کا حکم اس لیے دیا کہ سال میں ایک رات

---

(۴۲) عمدة القاری:۲۱/۱۹۷، وإرشاد الساری:۱۲/۳۵۹

(۴۳) عمدة القاری:۲۱/۱۹۷

(۴۴) عمدة القاری:۲۱/۱۹۷، وإرشاد الساری:۱۲/۳۶۰

ایسی آتی ہے کہ اس میں وبانازل ہوتی ہے اور ہر کھلے برتن میں داخل ہوتی ہے۔

واطفئوا مصابيحكم

مصابيح: مصباح کی جمع ہے، چراغ وغیرہ کے بجھانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ وہ سونے کے بعد آگ لگنے کا سبب بن سکتا ہے، مسجدوں وغیرہ میں جو قندیلیں لٹکائی جاتی ہیں، وہاں بھی اگر آگ لگنے کا خوف ہو تو یہی حکم ہے کہ انہیں بجھادیا جائے، ورنہ نہیں (۴۵)

باب کی آخری روایت میں أسْقية کا لفظ آیا ہے، یہ سِقاء کی جمع ہے، پانی کے مشکیزے وغیرہ کو کہتے ہیں (۴۶)

٢٢ – باب : ٱخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ .

٥٣٠٣/٥٣٠٢ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخدْرِيِّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : نَهى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَنْ ٱخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ . يَعْنِي أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا فَيُشْرَبَ مِنْهَا .

(٥٣٠٣) : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَنْهى عَنِ ٱخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ . قالَ عَبْدُ ٱللهِ : قالَ مَعْمَرٌ أَوْ غَيْرُهُ : هُوَ الشُّرْبُ مِنْ أَفْوَاهِهَا .

---

(۴۵) عمدة القارى:۲۱/۱۹۸

(۴۶)(۵۳۰۲)الحديث،أخرجه البخارى أيضاً فى هذا الباب، (رقم الحديث:۵۳۰۳)، وأخرجه أبوداود فى الأشربة، باب فى اختناث الأسقية(رقم الحديث:۳۷۲۰)۳/۳۳۷، وأخرجه الترمذى فى الأشربة ، باب ماجاء فى النهى عن اختناث الأسقية:۴/۳۰۵(رقم الحديث:۱۸۹۰)وأخرجه ابن ماجه فى الأشربة، باب اختناث الأسقية:۲/۱۱۳۱(رقم الحديث:۳۴۱۸)وأخرجه مسلم فى الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها:۳/۱۶۰۰(رقم الحديث:۲۰۲۳)

اختناث خنث سے باب افتعال کا مصدر ہے جس کے معنی موڑنے کے آتے ہیں یہاں پہلی حدیث میں اس کی تشریح "أن تکسرا أفوا ھھا" سے کی ہے، اس میں کسر سے توڑنا مراد نہیں بلکہ موڑنا مراد ہے اور دوسری حدیث میں اس کی تشریح "الشرب من أفواھھا" سے کی گئی ہے (۴۷)

منہ لگا کر مشکیزے سے منع کرنے کی حکمتیں

مطلب یہ ہے کہ مشکیزے وغیرہ کا منہ موڑ کر براہ راست اس سے پانی پینے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس ممانعت کی محدثین نے مختلف مصلحتیں بیان فرمائی ہیں:

❶ اس میں پانی ضرورت سے زیادہ صرف ہوتا ہے اور پانی کے ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے (۴۸)

❷ کپڑوں وغیرہ پر پانی گرنے کا بھی قوی اندیشہ ہوتا ہے (۴۹)

❸ زیادہ مقدار میں حلق اور پیٹ میں جانے سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے، حلق اور معدہ دونوں کے لیے یہ باعث ضرر ہو سکتا ہے (۵۰)

❹ مشکیزے کے اندر کیڑا اور دوسرے حشرات بسا اوقات چلے جاتے ہیں، براہ راست منہ لگانے سے ان کیڑوں مکوڑوں کے منہ میں جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے (۵۱)

---

(۴۷) إرشاد الساری:۱۲/۳۶۱، وعمدة القاری:۲۱/۱۹۸، وفتح الباری:۱۰/۱۱۰

(۴۸) عمدة القاری:۲۱/۲۰۰وفتح الباری:۱۰/۱۱۲

(۴۹) عمدة القاری:۲۱/۲۰۰وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربه:۸/۱۸۶، وفتح الباری:۱۰/۱۱۲

(۵۰) شرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة:۸/۱۸۵، وعمدة القاری:۲۱/۲۰۰، وفتح الباری:۱۰/۱۱۲

(۵۱) عمدة القاری:۲۱/۱۹۸، شرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة:۸/۱۸۶، ومرقاة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربة:۸/۲۱۶، وفتح الباری:۱۰/۱۱۲

دو حدیثوں کے درمیان تعارض اور اس کا جواب

البتہ اس پر حضرت انسؓ کی ایک روایت سے اشکال ہو سکتا ہے جسے امام ترمذی نے شمائل میں اور امام احمد بن حنبلؒ نے مسند احمد میں نقل کیا کہ " ان النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم دخل علی ام سلیم ، وقربة معلقة فشرب من فم القربة"(۵۲)

بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

❶ ممانعت والی احادیث بڑی مشک سے متعلق ہیں جن کا دہانہ زیادہ فراخ اور کشادہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل چھوٹی مشک سے متعلق ہے جس کا دہانہ تنگ ہوتا ہے اور اس میں ذکر کردہ اکثر نقصانات کا اندیشہ نہیں ہوتا (۵۳)۔

❷ ممانعت کا تعلق دوام اور عادت سے ہے کہ اس طرح مشک سے منہ لگا کر پینے کی عادت نہیں ڈالنی چاہیے، اس میں اور خرابیوں کے علاوہ مشک کے منہ میں رفتہ رفتہ بدبو پیدا ہونے لگتی ہے اور آپ کا عمل کبھی کبھار بیان جواز کے لیے تھا (۵۴)۔

❸ اباحت کا تعلق ضرورت اور احتیاج سے ہے، مثلاً پینے کے لیے کوئی چھوٹا برتن میسر نہیں اور ممانعت کا تعلق عام حالات سے ہے (۵۵)۔

❹ بعض حضرات نے کہا کہ اس طرح پانی پینا پہلے مباح تھا، لیکن پھر احادیث نہی نے اس اباحت

---

(۵۲) شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة شرب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ص:۱۴، ومسند الامام أحمد بن حنبل :۳/۱۱۹

(۵۳) فتح الباری :۱۰/۱۱۳ وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۱۸۶، ومرقاة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربة:۸/۲۱۶

(۵۴) فتح الباری: ۱۰/۱۱۲، وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة ، باب الأشربة: ۸/۱۸۶، ومرقاة المفاتیح، کتاب الأطعمة ، باب الأشربة:۸/۲۱۶

(۵۵) فتح الباری: ۱۰/۱۱۳، وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة ، باب الأشربة:۸/۱۸۶ ومرقاة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربه:۸/۲۱۶

کو منسوخ کر دیا(۵۶)۔

❺ احادیث نہی، نہی تنزیہی پر محمول ہیں، اور آپ کا عمل بیان جواز کے لیے تھا، نہی تنزیہی اور جواز دونوں جمع ہو سکتے ہیں(۵۷)۔

❻ بعضوں نے احادیث نہی کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ قول ہیں اور جواز فعل سے ثابت ہو رہا ہے(۵۸)۔

٢٣ – باب : الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے پہلا ترجمہ "اختناث" کے عنوان سے قائم فرمایا جس کے معنی مشکیزے کا منہ موڑنے کے تھے اور یہاں "الشرب من فم السقا" فرما کر اشارہ کر دیا کہ حدیث میں وارد نہی صرف اختناث کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام ہے، بعض برتنوں کے دہانوں کو موڑا نہیں جاسکتا، امام کا مقصد یہ ہے کہ ایسے برتنوں کے دہانوں سے منہ لگا کر پینا بھی نہی کے تحت داخل ہے(۵۹)۔

٥٣٠٤/٥٣٠٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ : قالَ لَنَا عِكْرِمَةُ : أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَشْيَاءَ قِصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا أَبُو هُرَيْرَةَ ؟ نَهٰى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ أَوِ السِّقَاءِ ، وَأَنْ يَمْنَعَ جارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي دَارِهِ .

(٥٣٠٥) : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : نَهٰى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ .

---

(٥٦) فتح الباری: ١٠/١١٣، وشرح الطيبی، كتاب الأطعمة، باب الأشربة: ٨/١٨٦، مرقاة المفاتيح ، كتاب الأطعمة باب الأشربة: ٨/٢١٦، وعمدة القاری: ٢١/٢٠٠

(٥٧) فتح الباری: ١٠/١١٢، وإرشاد الساری: ١٢/٣٦٣، والأبواب والتراجم: ٢/٩٧، وعمدة القاری: ٢١/١٩٩

(٥٨) فتح الباری: ١٠/١١٢، وإرشاد الساری: ١٢/٣٦٣، والأبواب والتراجم: ٢/٩٧، عمدة القاری: ٢١/١٩٩

(٥٩) فتح الباری: ١٠/١١١، والأبواب والتراجم: ٢/٩٧

٥٣٠٦ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ . (٦٠)

من فم القربة أو السقاء

راوی کو قربۃ اور سقاء میں شک ہے، دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ قربۃ صرف پانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور سِقا پانی اور دودھ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (٦١)۔

ان يمنع جاره أن يغز رخشبه في داره

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمائی ہے کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع کرے، کوئی اپنے گھر میں ضرورت کے لیے کوئی لکڑی وغیرہ گاڑتا ہے تو پڑوسی کو اسے منع کرنے کا حق نہیں ہے، غزر کے معنی زمین میں کوئی چیز گاڑنے کے آتے ہیں۔

٢٤ - باب : النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ

٥٣٠٧ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ ، وَإِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ ، وَإِذَا تَمَسَّحَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ) . [ر : ١٥٢]

برتن کے اندر سانس لینا مکروہ ہے

پانی پیتے ہوئے برتن کے اندر سانس لینا مکروہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، برتن کے اندر سانس لیتے ہوئے منہ کے لعاب وغیرہ کا اس میں گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے جو دوسرے کے لیے باعث نفرت بن سکتا ہے، ہاں اگر آدمی تنہا پانی پی رہا ہے اور اس کے ساتھ کوئی اور نہیں

(٦٠)(٥٣٠٤)الحديث أخرجه البخاري في هذالباب، أيضاً رقم:(٥٣٠٥)و(٥٣٠٦)وأخرجه ابن ماجة في الأشربة، باب من شرب من فم السقاء:٢/١١٣٢(رقم الحديث:٣٤٢١)

(٦١) عمدة القاري:٢١/١٩٩

ہے تو ایسی صورت میں ممانعت نہیں ہے، بعض حضرات نے یہ بات کہی ہے (٦٢)، لیکن حدیث کے الفاظ چونکہ عام ہیں، اس میں کسی اور آدمی کے ہونے کی کوئی قید نہیں ہے، اس لیے یہ حکم عام ہی ہونا چاہیے (٦٣)۔

٢٥ - باب : الشُّرْبِ بِنَفَسَيْنِ أَوْ ثَلاثَةٍ .

٥٣٠٨ : حدّثنا أَبُو عاصِمٍ وَأَبُو نُعَيْمٍ قالَا : حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ثُمامَةُ آبْنُ عَبْدِ آللّٰهِ قالَ : كانَ أَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاثًا ، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَتَنَفَّسُ ثَلاثًا . (٦٤)

پہلے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتلایا کہ برتن کے اندر سانس لینا درست نہیں، اور اس باب میں فرما رہے ہیں کہ پانی پیتے ہوئے دو تین سانس درمیان میں لینے چاہیں یعنی ایک سانس میں پانی پینا صحیح نہیں، البتہ سانس برتن کے اندر نہ لیا جائے بلکہ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے (٦٥)، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"فکأنه أراد أن یجمع بین حدیث الباب والذی قبله، لأن ظاهرهما التعارض، إذالأول صریح فی النهی عن التنفس فی الإناء والثانی یثبت التنفس، فحملهما علی حالتین، فحالة النهی علی التنفس داخل

---

(٦٢) عمدة القاری:٢١/٢٠٠، فتح الباری:١٠/١١٥

(٦٣) فتح الباری:١٠/١١٥

(٦٤)(٥٣٠٨) الحدیث أخرجه مسلم فی الأشربة، باب کراهیة التنفس فی نفس الإناء واستحباب التنفس ثلاثاً خارج الإناء :٣/١٦٠٢(رقم الحدیث:٢٠٢٨)وأخرجه ابن ماجه فی الأشربة، باب الشرب بثلاثة أنفاس:٢/١١٣١(رقم الحدیث:٣٤١٦)وأخرجه الترمذی فی الأشربة، باب ماجاء فی التنفس فی الإناء :٤/٣٠٢(رقم الحدیث:١٨٨٤)وأخرجه النسائی فی الأشربة، باب الرخصة فی التنفس فی الإناء: ٤/١٩٨(رقم الحدیث:٦٨٨٤)

(٦٥) عمدة القاری:٢١/٢٠٠

الإنا، وحالة الفعل على من تنفس خارجه فالأول على ظاهره من النهى، والثانى تقديره كان يتنفس فى حالة الشرب فى الإناء"(٦٦)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے "لاتشربوا واحدا كشرب البعير، ولكن اشربوا مثنى وثلاث، وسموا إذا أنتم شربتم، واحمدوا إذاء انتم رفعتم"(٦٧)

پانی پیتے وقت سانس لینے کا مستحب طریقہ

مستحب یہی ہے کہ پانی پینے کے درمیان تین سانس لیے جائیں، ایک سانس میں پانی پینا اگرچہ جائز تو ہے لیکن بہتر نہیں، غٹ غٹ کر کے ایک سانس میں پانی پینے کے طبی نقصانات بھی ہیں۔

اس میں بھی مستحب صورت یہ ہے کہ پہلے سانس میں تھوڑا پیا جائے، دوسرے سانس میں اس سے کچھ زیادہ پیا جائے اور تیسرے سانس میں پورا پیا جائے۔

البتہ سانس لیتے ہوئے منہ سے گلاس کو الگ رکھا جائے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن النفخ فى الشراب، فقال رجل: القذاة أراها فى الإنا، قال: أهرقها، قال: فإنى لا أروىَ من نَفَس واحد، قال: فَأَبن القدحَ إذًا عن فيك"(٦٨) حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا(٦٩)۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إذا شرب أحدكم فلايتنفس فى الإناء، فإذا أراد أن يعود، فلينح الإنا، ثم ليعد إن كان

---

(٦٦) فتح الباری:١٠/١١٤

(٦٧) سنن الترمذی ، كتاب الأشربة ، باب ماجاء فى التنفس فى الإنآء:٤/٣٠٢(رقم الحديث:١٨٨٥)

(٦٨) سنن الترمذی، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى كراهية النفخ فى الشراب: ٤/٣٠٣،٣٠٤ (رقم الحديث:١٨٨٧)

(٦٩) المستدرك على الصحيحين، كتاب الأشربة:٤/١٣٩

یرید"(۷۰)

طبرانی کی روایت میں ہے "ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یشرب فی ثلاثة أنفاس ، إذا أدنی الإنا ء إلی فیه یسمی اللّٰه ، فإذا أخره حمداللّٰه یفعل ذلك ثلاثا"(۷۱)

مذکورہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایتوں میں تصریح آگئی ہے کہ پانی پیتے ہوئے اگر سانس لینے کی ضرورت ہو تو سانس برتن کے اندر نہ لیا جائے بلکہ برتن کو اپنے منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے، مسلم شریف کی روایت میں ہے "ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یتنفس فی الإناء ثلاثا"، ویقول: هو أروی، وأمرأ، وأبرأ"(۷۲) سنن أبی داود کی روایت میں "أروی" کے بجائے "أَهْنَأ" ہے(۷۳)۔

پانی پینے کے آداب

ذکر کردہ احادیث کی روشنی میں پانی پینے کے مندرجہ ذیل آداب معلوم ہوئے:

❶ پانی بیٹھ کر پیا جائے

❷ دائیں ہاتھ سے پیا جائے

❸ ابتدا میں بسم اللہ پڑھی جائے

❹ تین سانسوں میں پیا جائے اور ہر سانس کے ساتھ "الحمد للہ" کہا جائے

❺ گلاس کے اندر سانس نہ لیا جائے بلکہ گلاس کو منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے

❻ اور پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا جائے، صرف "الحمد للہ" کہہ دینا بھی کافی ہے اور بعض علماء نے یہ دعا بھی نقل فرمائی ہے "الحمدللّٰه الذی جعله عَذْبا فُراتا برحمته ولم یجعله مِلْحا أُجاجا بذنوبنا"(۷۴)

---

(۷۰) سنن ابن ماجه، کتاب الأشربة، باب التنفس فی الإناء:۲/۱۱۳۳(رقم الحدیث:۳۴۲۷)

(۷۱) فتح الباری:۱۰/۱۱۵

(۷۲) صحیح مسلم، کتاب الأشربه، باب کراهیة التنفس فی الإناء......:۳/۱۶۰۲(رقم الحدیث:۲۰۲۸)

(۷۳) سنن أبی داؤد، کتاب الأشربة ، باب فی الساقی متی یشرب:۳/۳۳۸(رقم الحدیث:۳۷۲۷)

(۷۴) الدرالمنثور:۵/۲۴۷وفی روایة: (مالحاأجاجا)وشعب الإیمان للبیهقی، رقم الحدیث:(۴۴۷۹)

٢٦ – باب : الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ ٱلذَّهَبِ .

٥٣٠٩ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الحَكَمِ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي لَيْلَى قالَ : كانَ حُذَيْفَةُ بِالمَدَايِنِ ، فَٱسْتَسْقَى ، فَأَتَاهُ دُهْقَانٌ بِقَدَحِ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ ، فَقَالَ : إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الحَرِيرِ وَٱلدِّيبَاجِ ، وَالشُّرْبِ فِي آنِيَةِ ٱلذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَقَالَ : (هُنَّ لَهُمْ فِي ٱلدُّنْيَا ، وَهِيَ لَكُمْ فِي الآخِرَةِ) . [ر : ٥١١٠]

كتاب الأطعمة میں باب الأكل فى إناء مفضض کے تحت سونے کے برتن میں کھانے پینے کا مسئلہ گذر چکا ہے۔

فأتاه دِهقان

دِهقان (دال کے کسرہ کے ساتھ) سردار کو کہتے ہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هو زعيم القوم و كبير القرية(٧٥)

٢٧ – باب : آنِيَةِ الْفِضَّةِ .

٥٣١٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنِ ٱبْنِ عَوْنٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي لَيْلَى قالَ : خَرَجْنَا مَعَ حُذَيْفَةَ وَذَكَرَ النَّبِيَّ قالَ : (لَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ ٱلذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَلَا تَلْبَسُوا الحَرِيرَ وَٱلدِّيبَاجَ ، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي ٱلدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الآخِرَةِ) . [ر : ٥١١٠]

٥٣١١ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (الَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ) .

٥٣١٢ : حدّثنا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عازِبٍ قالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ المَرِيضِ ، وَٱتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ ، وَإِجَابَةِ ٱلدَّاعِي ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ ، وَنَصْرِ المَظْلُومِ ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ . وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ ٱلذَّهَبِ ، وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ ، أَوْ قالَ : آنِيَةِ الْفِضَّةِ ، وَعَنِ المَيَاثِرِ وَالْقَسِّيِّ ، وَعَنْ لُبْسِ الحَرِيرِ وَٱلدِّيبَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ .

(٧٥) عمدة القارى:٢١/٢٠١ وإرشاد السارى:١٢/٣٦٤ وفتح البارى:١٠/١١٢

اس ترجمہ کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ سابقہ ترجمہ میں یہ داخل ہے، لیکن وہاں جو حدیث ذکر کی ہے وہ "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهانا" ماضی کے صیغے کے ساتھ ہے اور اس باب کی حدیث میں "لاتشربوا" نہی ہے (٧٦)۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن

باب کی دوسری روایت کی سند میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہیں، یہ حضرت صدیق اکبر کے پوتے اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں، یہ اپنے والد اور اپنی خالہ سے روایت نقل کرتے ہیں (٧٧)، امام ترمذی کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے احادیث لی ہیں (٧٨) اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (٧٩)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وهو ثقة، ماله فی البخاری غیرهذا الحدیث" (٨٠)

باب کی آخری حدیث پہلے گذر چکی ہے، اس میں چند الفاظ دیکھ لیں:

المَیاثِر: مِیْثَرة (بکسر المیم وسکون الیاء) کی جمع ہے، یہ زین پر لے جانے والے کپڑے کا نام ہے جو عموماً ریشم سے بنایا جاتا تھا، ابوعبیدہ فرماتے ہیں المیاثر کانت من مراکب الأعاجم من دیباج أو حریر (٨١)۔

القَسِّی (قاف کے فتحہ اور سین مکسورہ مشددہ کے ساتھ) یہ قَسْ کی طرف منسوب ہے جو ایک

---

(٧٦) وعمدة القاری: ٢١/ ٢٠٢

(٧٧) فتح الباری: ١٠/ ١١٩، وتهذیب الکمال: ١٥/ ١٩٧ (رقم الترجمة: ٣٣٧٤)

(٧٨) تهذیب الکمال: ١٥/ ١٩٨، وتهذیب التهذیب: ٥/ ٢٩١

(٧٩) ثقات ابن حبان: ٥/ ١٠، ان کے حالات کے لیے دیکھیں، تاریخ البخاری الکبیر: ٥/ الترجمة ٣٨٨، المعرفة والتاریخ: ١/ ٢٤١-٢٨٥، الجمع لابن القیسرانی: ١/ ٢٥٤، والکاشف: ٢/ الترجمة: ٣٨٤٥

(٨٠) فتح الباری: ١٠/ ١١٩، عمدة القاری: ٢١/ ٢٠٢

(٨١) عمدة القاری: ٢١/ ٢٠٣، وإرشاد الساری: ١٢/ ٣٦٧

شہر کا نام ہے، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ شام کا شہر ہے(۸۲)، علامہ عینی نے ان کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ یہ مصر کے ایک شہر کا نام تھا جو اب اجڑ گیا ہے(۸۳)۔ قسی کپڑا بھی چونکہ ریشم سے بنایا جاتا تھا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

دیباج پتلے ریشم اور استبرق موٹے ریشم کو کہا جاتا ہے(۸۴)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وفی هذه الأحاديث تحريم الأكل والشرب فی أنية الذهب والفضة على كل مكلف رجلا كان أوامرأة ، ولايلتحق ذلك بالحلی للنساء ، لأنه ليس من التزين الذی أبيح لها فی شیٔ ، قال القرطبی: ويلتحق بهما (أی بالأكل والشرب) ما فی معنا هما مثل التطيب والتكحل وسائر وجوه الاستعمالات، وبهذا قال الجمهور......"(۸۵)

٢٨ – باب : الشُّرْبِ فِي الْأَقْدَاحِ .

٥٣١٣ : حدَّثني عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ : أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ ، فَبُعِثَ إِلَيْهِ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَهُ . [ر : ١٥٧٥]

أقداح: قَدَح کی جمع ہے، قَدَح پیالے اور کٹورے کو کہتے ہیں(۸٦)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

❶ پیالے اور کٹورے میں پانی پینا جائز ہے یا فاسق لوگوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ممنوع

(۸۲) عمدة القاری:۲۱/ ۲۰۳، شرح البخاری للکرمانی:۲۰/۱۷۱

(۸۳) عمدة القاری:۲۱/ ۲۰۳،إرشاد الساری:۱۲/ ۳٦۸

(۸۴) عمدة القاری:۲۱/ ۲۰۴،إرشاد الساری:۱۲/ ۳٦۸

(۸۵) فتح الباری:۱۰/ ۱۲۰

(۸٦) عمدة القاری:۲۱/ ۲۰۴

ہے، شاید امام بخاری رحمہ اللہ اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں پینا اگرچہ فساق کا شعار ہے لیکن وہ خاص مشروب اور مخصوص ہیئت کے نقطۂ نظر سے ان کا شعار ہے تاہم ان کی مخصوص ہیئت کو اگر اختیار نہ کیا جائے تو فی نفسہ قدح میں پانی پینا بلا کراہت جائز ہے اس ترجمہ سے امام بخاری اس کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کا یہ مقصد بیان کیا ہے (۸۷)۔

❷ لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی ہے، فرمایا کہ حافظ کی یہ بات درست نہیں، کٹورے میں پانی پینا فاسقوں کا شعار کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اگلا باب "باب الشرب من قدح النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم" کے عنوان سے قائم کیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف کٹوروں کا علماء نے ذکر کیا ہے۔ جن میں ایک کو ریان، دوسرے کو مغیث اور تیسرے کو مضبب کہا جاتا تھا (۸۸) لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ سے مطلقاً شرب فی الاقداح کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں۔

❸ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے "الأبواب والتراجم" میں فرمایا کہ میرے نزدیک امام بخاری قدح کو کوزے اور ابریق پر ترجیح دینے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ کٹورہ کا منہ کھلا اور کشادہ ہوتا ہے، اگر کوئی تنکا وغیرہ گرا ہو تو پینے والے کو نظر آسکتا ہے جب کہ ابریق اور کوزے میں اس طرح نہیں ہوتا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ولایبعد عندی أن تکون إشارة إلی ترجیح القدح علی الکوز والإبریق، وغیرهما، فإن القدح لسعة فمه یظهر فیه للشارب ماقد یسقط فیه شیٔ من التبن" (۸۹)

حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے

---

(۸۷) فتح الباری: ۱۰/ ۱۲۱، عمدة القاری: ۲۱/ ۲۰۴

(۸۸) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۸، عمدة القاری: ۲۱/ ۲۰۴

(۸۹) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۸

٢٩ – باب : الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ ﷺ وَآنِيَتِهِ .

وَقالَ أَبو بُرْدَةَ : قالَ لِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ سَلامٍ : أَلَا أَسْقِيكَ في قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ فيهِ .

٥٣١٤ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ ٱبْنِ سَعْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : ذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ٱمْرَأَةٌ مِنَ الْعَرَبِ ، فَأَمَرَ أَبا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ أَنْ يُرْسِلَ إِلَيْهَا ، فَأَرْسَلَ إِلَيْها فَقَدِمَتْ ، فَنَزَلَتْ في أُجُمِ بَنِي ساعِدَةَ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى جاءَهَا ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَإِذَا ٱمْرَأَةٌ مُنَكِّسَةٌ رَأْسَها ، فَلَمَّا كَلَّمَها النَّبِيُّ ﷺ قالَتْ : أَعُوذُ بِٱللهِ مِنْكَ ، فَقالَ : (قَدْ أَعَذْتُكِ مِنِّي) . فَقالُوا لَهَا : أَتَدْرِينَ مَنْ هٰذَا ؟ قالَتْ : لَا ، قالُوا : هٰذَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ جاءَ لِيَخْطُبَكِ ، قالَتْ : كُنْتُ أَنَا أَشْقَى مِنْ ذٰلِكَ ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ حَتَّى جَلَسَ في سَقِيفَةِ بَنِي ساعِدَةَ هُوَ وَأَصْحابُهُ ، ثُمَّ قالَ : (ٱسْقِنَا يا سَهْلُ) . فَخَرَجْتُ لَهُمْ بِهٰذَا الْقَدَحِ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ ، فَأَخْرَجَ لَنا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ .

قالَ : ثُمَّ ٱسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ . [ر : ٤٩٥٦]

٥٣١٥ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ : أَخْبَرَنا أَبُو عَوانَةَ ، عَنْ عاصِمٍ الْأَحْوَلِ قالَ : رَأَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ ، وَكانَ قَدِ ٱنْصَدَعَ فَسَلْسَلَهُ بِفِضَّةٍ ، قالَ : وَهْوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيضٌ مِنْ نُضارٍ ، قالَ : قالَ أَنَسٌ : لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ في هٰذَا الْقَدَحِ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا .

قالَ : وَقالَ ٱبْنُ سِيرِينَ : إِنَّهُ كانَ فِيهِ حَلْقَةٌ مِنْ حَدِيدٍ ، فَأَرادَ أَنَسٌ أَنْ يَجْعَلَ مَكانَهَا حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ ، فَقالَ لَهُ أَبُو طَلْحَةَ : لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، فَتَرَكَهُ .

[ر : ٢٩٤٢]

ترجمۃ الباب کا مقصد

❶ ابن منیرؒ اور دوسرے شارحین نے اس ترجمہ کا مقصد اس توہم کو دفع کرنا بتلایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے پیالے کو استعمال کرنا درست نہیں کیونکہ یہ اجازت کے بغیر دوسرے کے مال میں تصرف ہے اور وہ جائز نہیں، امام بخاری نے اس وہم کو دور کرنے

کے لیے یہ ترجمہ قائم کیا کہ حضرات صحابہ اور بعد میں آنے والوں نے آپ کے پیالے کو استعمال کیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ تھا، کسی کی میراث نہیں تھی کہ ملک غیر میں بغیر اجازت کے تصرف لازم آئے(۹۰)۔

ہاں اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے صرف فقیر استفادہ کر سکتا ہے، غنی نہیں، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں سے اغنیا نے بھی استفادہ کیا۔

اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ غنی فرض صدقہ (زکوۃ وغیرہ) سے استفادہ نہیں کر سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ فرض صدقہ کی قبیل سے نہیں تھا(۹۱)۔

حافظ ابن حجر نے اس کا جواب دیا کہ مذکورہ صدقہ اوقاف مطلقہ کی قبیل سے تھا اور اوقاف مطلقہ سے غنی فقیر دونوں استفادہ کر سکتے ہیں(۹۲)۔

❷ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ان بحثوں کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بطور تبرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال شدہ پیالے کو استعمال کیا جا سکتا ہے، چاہے وہ پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

"قلت : لاحاجة إلى هذا البحث الطويل، بل الغرض من الترجمة الشرب من قدح شرب منه النبى صلى الله عليه وسلم تبركابه ، أعم من أن يكون ذلك القدح فى ملكه صلى الله عليه وسلم أم لا، وعلى هذا فمطابقة الحديث للترجمة أيضا ظاهرة ، فالظاهر أن القدح المذكور فى أول حديث الباب كان لسهل، لاللنبى صلى الله عليه وسلم، فلاحاجة حينئذ فى إثبات المطابقة إلى ماذكره العلامة العينى، من أن هذا القدح فى الأصل كان للنبى صلى الله عليه وسلم ، فإنه خلاف الظاهر، بل الظاهر

---

(۹۰) فتح الباری:۱۰/ ۱۲۲،عمدة القاری:۲۱/ ۲۰۴،والأبواب والتراجم:۲/ ۹۸

(۹۱) عمدة القاری:۲۱/ ۲۰۴،فتح الباری:۱۰/ ۱۲۲،والأبواب والتراجم:۲/ ۹۸

(۹۲) فتح الباری:۱۰/ ۱۲۲،والأبواب والتراجم:۲/ ۹۸

أنه كان لسهل رضى الله عنه، والله تعالىٰ أعلم"(۹۳)

وقال أبوبردة: قال لى عبدالله بن بن سلام: ألا أسقيك فى قدحٍ شرب النبى صلى الله عليه وسلم فيه

ابوبردہ مشہور صحابی حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، ان کا نام عامر ہے(۹۴)

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے کتاب الاعتصام میں موصولاً نقل فرمائی ہے(۹۵)۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس وہ پیالہ تھا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا تھا۔

حدثنا سعید بن أبی المریم......

اس حدیث میں ابنة الجون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کی پوری تفصیل کتاب الطلاق میں گذر چکی ہے(۹٦)۔

أجم بنی ساعدة

أُجُم (ہمزہ اور جیم کے ضمہ کے ساتھ)......بناء یشبه القصر یعنی یہ محل سے مشابہ ایک تعمیر کا نام ہے، اس کی جمع آجام آتی ہے(۹۷)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ أجم أجمة کی جمع ہے وھی الغیضة(۹۸) غیضہ جھاڑی اور گنجان درختوں والی جگہ کو کہتے ہیں اور جوھری نے فرمایا ھو حصن بناء أھل المدینة من الحجارة (۹۹) یعنی پتھر سے بنائے گئے قلعے کو أجم کہتے ہیں۔

---

(۹۳) والأبواب والتراجم:۲/۹۸

(۹۴) عمدة القاری:۲۱/۲۰۵

(۹۵) عمدة القاری:۲۱/۲۰۵،فتح الباری:۱۰/۱۲۲

(۹٦) فتح الباری:۱۰/۱۲۲،وعمدة القاری:۲۱/۲۰۵، و کشف الباری، کتاب الطلاق:

(۹۷) فتح الباری:۱۰/۱۲۲،وعمدة القاری:۲۱/۲۰۵

(۹۸) عمدة القاری:۲۱/۲۰۵،وشرح الکرمانی:۲۰/۱۷۲، وفتح الباری:۱۰/۱۲۲

(۹۹) عمدة القاری:۲۱/۲۰۵ وشرح الکرمانی:۲۰/۱۷۲

إمرأة منكسة

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مُنْکِسة اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ باب افعال اور باب تفعیل دونوں سے ہو سکتا ہے(۱۰۰) بمعنی سر جھکانے والی۔

كنت أنا أشقى من ذلك

أشقى اگرچہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے لیکن یہاں مطلقاً صفت کے معنی میں ہے اور ذلك کا اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ زوجیت کے فوت ہونے کی طرف ہے(۱۰۱) یعنی اس شرف کے فوت ہونے کی وجہ سے میں بڑی بد بخت رہی۔

فخرجت لهم بهذا القدح فأسقيتهم فيه، فأخرج لناسهل......

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کو پانی پلانے کے لیے یہ کٹورہ نکالا اور انہیں اس میں پانی پلایا، آگے راوی حضرت ابو حازم سلمہ بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت سہل نے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے اس میں پانی پیا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث کی مناسبت باب سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومناسبتهُ للترجمة ظاهرة من جهة رغبة الذين سألوا سهلا أن يخرج لهم القدح المذكور ليشر بوا فيه تبر كابه(۱۰۲)۔

ثم استوهبه عمر بن عبدالعزيز بعد ذلك، فوهبه له

یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے (اپنے مدینہ منورہ کی گورنری کے دور میں) وہ پیالہ حضرت سہل سے ہبہ کے طور پر طلب کیا تو انہوں نے وہ پیالہ انہیں ہبہ کر دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے چند آداب مستنبط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وفي الحديث التبسط على الصاحب، واستدعاء ماعنده من

---

(۱۰۰) شرح الكرمانی:۲۰/۱۷۲، وعمدة القاری:۲۱/۲۰۵

(۱۰۱) فتح البارى:۱۰/۱۲۲، وعمدة القارى:۲۱/۲۰۵

(۱۰۲) فتح البارى:۱۰/۱۲۳،والأبواب والتراجم:۲/۹۸

مأكول ومشروب، وتعظيمه بدعائه بكنيته، والتبرك بآثار الصالحين، واستيهاب الصديق مالايشق عليه هبته"(۱۰۳)

حدثنا الحسن بن مدرك......

عاصم احول فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ دیکھا جو پھٹ گیا تھا، انہوں نے اس میں چاندی کا کڑا لگالیا تھا، وہ لکڑی کا عمدہ چوڑا پیالہ تھا، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پلایا ہے۔

فسلسله بفضة

شارحین نے اس کا ترجمہ کیا ہے وصل بعضه ببعض بفضة یعنی اس کو چاندی کے کڑوں کے ساتھ جوڑا دیا گیا تھا(۱۰۴) اس کی ضمیر فاعل میں دو احتمال ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جوڑا تھا، یا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جوڑا تھا(۱۰۵)۔

وهو قدح جيد عريض من نضار

نُضار (نون کے ضمہ اور ضاد کی تخفیف کے ساتھ) یہ ایک عمدہ لکڑی ہوتی ہے جس سے عموماً برتن بنائے جاتے ہیں(۱۰۶)۔

قال: وقال ابن سيرين: إنه كان فيه حلقة من حديد

یہ ما قبل سند کے ساتھ موصول ہے(۱۰۷)، عاصم احول فرماتے ہیں کہ ابن سیرین نے فرمایا کہ اس میں لوہے کا ایک کڑا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی کا کڑا لگادیں تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا اور کہا کہ اس چیز کو نہ بدلو جس کو رسول اللہ صلی اللہ

(۱۰۳) فتح الباری: ۱۰/ ۱۲۳

(۱۰۴) فتح الباری: ۱۰/ ۱۲۳، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۰۶، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۳۷۰

(۱۰۵) فتح الباری: ۱۰/ ۱۲۳، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۰۶، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۳۷۰

(۱۰۶) فتح الباری: ۱۰/ ۱۲۴، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۰۶

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۰۶

علیہ وسلم نے بنایا ہے چنانچہ انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وفی الحديث جواز اتخاذ ضبة الفضه، وكذلك السلسلة والحلقة، ولكن فيه اختلاف، فقال الخطابی: منعه مطلقاً جماعة من الصحابة والتابعين، وهوقول مالك والليث، وعن مالك يجوزمن الفضة إذا كان يسيرا ، وكرهه الشافعی، وقال أبوحنيفة وأصحابه : فلابأس إذا اتقى وقت الشرب موضع الفضة، وبه قال أحمد وإسحاق، وتحرم ضبة الذهب مطلقا...... وروى الطبرانی فی الأوسط من حديث أم عطية أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم نهى عن لبس الذهب، وتفضيض الأقداح، ثم رخص فی تفضيض الأقداح ، وهو حجة على الشافعی"(۱۰۸)

٣٠ - باب : شُرْبِ الْبَرَكَةِ وَالماءِ الْمُبَارَكِ .

٥٣١٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ قالَ : حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الجَعْدِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا هٰذَا الحَدِيثَ قالَ : قَدْ رَأَيْتُنِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ حَضَرَتِ الْعَصْرُ . وَلَيْسَ مَعَنَا ماءٌ غَيْرُ فَضْلَةٍ ، فَجُعِلَ فِي إِنَاءٍ فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِهِ ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَفَرَّجَ أَصَابِعَهُ ، ثُمَّ قالَ : (حَيَّ عَلَى أَهْلِ الْوُضُوءِ ، الْبَرَكَةُ مِنَ اللهِ) . فَلَقَدْ رَأَيْتُ الماءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ، فَتَوَضَّأَ النَّاسُ وَشَرِبُوا ، فَجَعَلْتُ لَا آلُو ما جَعَلْتُ فِي بَطْنِي مِنْهُ ، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ بَرَكَةٌ . قُلْتُ لِجَابِرٍ : كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ ؟ قالَ : أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ .

تَابَعَهُ عَمْرٌو ، عَنْ جابِرٍ . وَقالَ حُصَيْنٌ وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ جابِرٍ : خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً . وَتَابَعَهُ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ جابِرٍ . [ر : ٣٣٨٣]

برکت سے برکت والا پانی مراد ہے، برکت والی چیز پر بھی برکت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے(۱۰۹)۔

---

(۱۰۸) عمدة القاری:۲۱/۲۰۶

(۱۰۹) عمدة القاری:۲۱/۲۰۶، وإرشاد الساری:۱۲/۷۱۳، وفتح الباری:۱۰/۱۲۵، والأبواب والتراجم:۲/۹۸

ترجمۃ الباب کا مقصد

❶ علامہ ابن بطال وغیرہ نے اس ترجمۃ الباب کی غرض یہ بتائی کہ امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ برکت والے پانی کو کثرت کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے (١١٠)۔

❷ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام کا مقصد یہ ہے کہ امام نے پہلے ترجمہ سے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص پیالے سے تبرک حاصل کرنے کا جواز بتلایا اور اس باب میں مطلقاً تبرک کے جواز کو بتلانا ہے، چاہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے حاصل ہو یا بزرگوں سے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کے الفاظ عام رکھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”والأوجه عندی أن الغرض من الترجمة السابقة الاستبراك المخصوص بقدح النبی صلی اللہ علیه وسلم، وأشار بهذه الترجمة إلی الاستبراك مطلقاً، أعم من أن یکون حصل بیدالنبی صلی للہ علیه وسلم أوبید غیره من الصلحاء ویشیر إلیه إطلاق لفظ الترجمة، وإن کان المذکور فی حدیث الباب ذکر برکة النبی صلی اللہ علیه وسلم، فیقاس برکة غیره علیه صلی اللہ علیه وسلم“(١١١)

حدثناقتیبة......

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، عصر کی نماز کا وقت ہوگیا اور ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے سوا کچھ بھی نہ تھا، وہ پانی ایک برتن میں رکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا، اپنی انگلیاں کشادہ کیں اور فرمایا...... وضو کرنے والو! آو، برکت اللہ کی طرف سے ہے“...... چنانچہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا ہے، لوگوں نے وضو کیا اور پانی پیا، میں نے بھی اس پانی سے پیٹ بھرنے میں کوتاہی نہیں کی (یعنی خوب شکم سیر ہو کر پیا) کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ برکت والا پانی ہے،

(١١٠) الأبواب والتراجم:٢/٩٨، وفتح الباری:١٠/١٢٦

(١١١) الأبواب والتراجم:٢/٩٨

راوی سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ اس دن تم کتنے آدمی تھے تو انہوں نے کہا کہ چودہ سو آدمی تھے۔

اس حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا، یہ حدیبیہ میں پیش آیا تھا(۱۱۲) حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے۔

ولیس معنا ماء غیر فَضْلَة......فَضْلة: ہر بچی ہوئی چیز کو کہتے ہیں، مافضل من الشئ(۱۱۳)

حی عَلیّ اهل الوضوء

اکثر روایات میں اسی طرح ہے، اس صورت میں "أهل الوضوء" منادی منصوب ہے، وَضوء واؤ کے فتحہ کے ساتھ (اسم لمایتوضأبه) وہ پانی جس سے وضو کیا جائے ترجمہ ہوگا "اے وضو کرنے والو! میرے پاس آو(۱۱۴) نسفی کی روایت میں "حَیّ علی الوضوء" ہے، لفظ أهل اس میں نہیں ہے، علی جار اور الوَضوء مجرور ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "وضو والے پانی کے پاس آو"(۱۱۵)

فجعلت لا آلو ماجعلت فی بطنی منه

ألا، یألو بروزن دعا، یدعو باب نصر سے ہے بمعنی کوتاہی کرنا(۱۱۶) یعنی میں نے پانی پینے میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہیں کی، خوب سیر ہو کر پیا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفیه من الفقه ان الإسراف فی الطعام والشراب مکروه إلا الأشیاء التی أری الله فیها برکة غیرمعهودة، وانه لابأس بالاستکثارمنها، ولیس فی ذلك سرف ولا استکثار ولاکراهیة"(۱۱۷)

(۱۱۲) فتح الباری:۱۰/۱۲۶، وإرشاد الساری:۱۲/۳۷۲، وعمدة القاری:۲۱/۲۰۷

(۱۱۳) عمدة القاری:۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری:۱۲/۳۷۱

(۱۱۴) عمدة القاری:۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری:۱۲/۳۷۲

(۱۱۵) عمدة القاری:۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری:۱۲/۳۷۲، وفتح الباری:۱۰/۱۲۵

(۱۱۶) إرشاد الساری:۱۲/۳۷۲، وفتح الباری:۱۰/۱۲۶

(۱۱۷) عمدة القاری:۲۱/۲۰۷

٧٨- كتابُ المرضى

كتاب المرضى (الأحاديث: ٥٣١٧-٥٣٥٣)

کتاب المرضی میں بائیس ابواب اور اڑتالیس احادیث ہیں، ان میں سے سات معلق اور باقی موصول ہیں، چونتیس احادیث مکرر ہیں اور چودہ احادیث پہلی بار اس میں ذکر کی گئی ہیں، ان چودہ میں سے دس احادیث متفق علیہ ہیں، یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان کی تخریج کی ہے، کتاب المرضی میں تین آثار ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۸- کتاب المرضی

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الأشربہ کے بعد کتاب المرضی کو ذکر فرمایا ہے۔ شارحین نے یہاں کوئی مناسبت بیان نہیں کی لیکن مناسبت ظاہر ہے کیونکہ طعام اور شراب کا تعلق انسان کے جسم سے ہے اور مرض کا تعلق بھی جسم سے ہے، طعام اور شراب کی بے اعتدالی بھی عموماً مرض کا سبب بن جاتی ہے اس لیے امام نے اشربہ سے متصل کتاب المرضی کو ذکر کیا۔

مَرْضی فَعلی کے وزن پر مریض کی جمع ہے، یہاں مرض سے مرض جسم مراد ہے، مرض کا اطلاق دل کی روحانی بیماری پر بھی ہوتا ہے۔ جو یا شبہ کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں منافقین کے متعلق فرمایا گیا ﴿فی قلوبھم مرض﴾ اور یا شہوت کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے، قرآن میں ہے ﴿فیطمع الذی فی قلبه مرض﴾(۱) جسمانی مرض کی تعریف کی جاتی ہے "حروج الجسم عن المجری الطبیعی ویعبرعنه بأنه حالة أوملكة تصدربها الأفعال عن الموضوع لهاغير سليمة"(۲) یعنی جسم کے اپنی طبعی حالت سے نکل جانے کو مرض کہتے ہیں۔

۱ - باب: ما جاءَ في كَفَّارَةِ المَرَضِ.

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: «مَنْ يَعْمَلْ سوءًا يُجْزَ بِهِ» /النساء: ۱۲۳/.

---

(۱) فتح الباری:۱۰/۱۲۸، والأبواب والتراجم:۲/۹۸

(۲) عمدة القاری:۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری:۱۲/۳۷۳، وشرح الکرمانی:۲۰/۱۷۵

كفارة كفر سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے اصل معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں، یہاں مطلب یہ ہے کہ مؤمن کا مرض اور بیماری اس کے گناہوں کے لیے کفارہ بنتی ہے(۳)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "كفارة المرض" میں اضافت بیانیہ ہے جیسے شجرالأراك میں اضافت بیانیہ ہے۔ لأن المرض ليست له كفارة بل هو الكفارة نفسها(۴)

اور یہ اضافت بمعنی "في" بھی ہو سکتی ہے أي كفارة في المرض اور یا یہ اضافة الصفة الى الموصوف کی قبیل سے ہے(۵)

وقول الله تعالىٰ: من يعمل سوءً يجزبه

یہ سورۂ نسا کی آیت کریمہ ہے، پوری آیت ہے ﴿ليس بأمانيكم ولاأماني اهل الكتاب من يعمل سوء يجز به ولايجد له من دون الله وليا ولانصيرا﴾ یعنی نہ تمہاری تمناؤں پر مدار ہے نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی برائے کرے گا۔ وہ اس کی سزا پائے گا اور اس شخص کو اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ملے گا اور نہ مددگار ملے گا(کہ خدا کے عذاب سے اس کو چھڑا سکے)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ذهب أكثر أهل التاويل إلى أن معنى الآية ان المسلم يجازى على خطاياه في الدنيا بالمصائب التي تقع له فيها، فتكون كفارة لها"(۶)

یعنی مسلمان کے گناہوں کی سزا ان مصائب کی شکل میں اسے دیدی جاتی ہے جن میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان بہت پریشان ہوگئے اور کہنے لگے "إنا لنجزى بكل ما عملناه؟ هلكنا إذا"...... اگر ہمیں ہمارے

(۳) عمدة القاری:۲۱/۲۰۷ وإرشادالساری:۱۲/۳۷۳، وفتح الباری:۱۰/۱۲۸

(۴) فتح الباری:۱۰/۱۲۸، وشرح الكرمانی:۲۰/۱۷۵، وعمدة القاری:۲۱/۲۰۷

(۵) شرح الكرمانی:۲۰/۱۷۵، وفتح الباری:۱۰/۱۲۸، وعمدة القاری:۲۱/۲۰۸، وإرشادالساری:۱۲/۳۷۲

(۶) فتح الباری:۱۰/۱۲۸، وعمدة القاری:۲۱/۲۰۸، والأبواب والتراجم:۲/۹۸

ہر عمل کی سزا دی جائے گی تب تو ہم ہلاک ہو جائیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پریشانی کی یہ کیفیت معلوم ہوئی تو فرمایا "نعم یجزی به فی الدنیا من مصیبة فی جسده مما یؤذیه" (۷)

اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا "یارسول الله کیف الصلاح بعد هذه الآیة:﴿ لیس بأمانیکم......﴾"فقال: غفرالله لك یا أبابکر، ألست تمرض، ألست تحزن ، قال: قلت: بلی، قال: هو ما تجزون به(۸)

خلاصہ کلام یہ کہ گناہوں کی سزا ایک مؤمن کو مصائب اور امراض کی شکل میں بھی دی جاتی ہے تو مؤمن کی بیماری اور اس کا مرض اس کے گناہوں کی جزا اور کفارہ ہے، اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ آیت اس باب کے بعد ذکر فرمائی۔

فائدہ

مؤمن جب مصائب، بیماریوں اور غم میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ یا گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے، اس صورت میں یہ ابتلاء اس کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے اور یا گناہوں کے کفارہ کے لیے نہیں بلکہ رفع درجات کے لیے کسی صالح مؤمن کو مبتلائے مصائب کیا جاتا ہے، صوفیاء نے فرمایا کہ پہلی صورت میں آدمی پر بے چینی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور دوسری صورت میں مبتلائے مصیبت ہونے کے باوجود آدمی پرسکون رہتا ہے اور رجوع الی اللہ میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

۵۳۱۷ : حدّثنا أَبو الْيَمانِ الحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، قالَتْ : قال رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (ما مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا) .

---

(۷) فتح الباری:۱۰/۱۲۸

(۸) فتح الباری:۱۰/۱۲۸،۱۲۹

۵۳۱۸ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ المَلِكِ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما يُصِيبُ الْمُسْلِمَ ، مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ ولا أَذًى وَلَا غَمٍّ ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا ، إِلَّا كَفَّرَ ٱللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ) .

مذکورہ دونوں حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہیں(۹)

پہلی حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مصیبت بھی مسلمان کو نہیں پہنچتی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹادیتا ہے، یہاں تک کہ کانٹا بھی جو اس کے جسم میں چبھے۔

دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو کوئی رنج وغم، مصیبت اور تکلیف نہیں پہونچتی، یہاں تک کہ کوئی کانٹا بھی اسے چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیتا ہے۔

مامن مضيبة تصيب المسلم

مصیبت اصل میں الرمية بالسهم کو کہتے ہیں، پھر یہ لفظ مطلقاً ہر حادثہ کے لیے استعمال ہونے لگا(۱۰)، علامہ کرمانیؒ نے فرمایا المصيبة فى اللغة ، ينزل بالإنسان مطلقا، وفى العرف مانزل به من مكروه خاصة وهو المرادهنا(۱۱)

---

(۹)(۵۳۱۷)الحديث أخرجه مسلم فى البروالصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه، من مرض.....الخ: ۴/۱۹۹۱ (رقم الحديث:۲۵۷۲)وأخرجه الترمذى فى الجنائز، باب ماجاء فى ثواب المريض:۳/۲۹۷(رقم الحديث:۹۶۵)

(۵۳۱۸)الحديث أخرجه الترمذى فى الجنائز، باب ماجاء فى ثواب المريض:۳/۲۹۸(رقم الحديث: ۹۶۶)وأخرجه مسلم فى كتاب البروالصلة. باب ثواب المؤمن فيما يصيبهٔ من مرض......الخ :۴/۱۹۹۳ (رقم الحديث:۲۵۷۲)

(۱۰)عمدة القارى:۲۱/۲۰۸

(۱۱)عمدة القارى:۲۱/۲۰۸، وشرح البخارى للكرمانى:۲۰/۱۷۵،وفتح البارى:۱۰/۱۲۹

امام راغب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ "أصاب" خیر اور شر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے ﴿إن تصبك حسنة تسؤهم وان تصبك مصيبة﴾(١٢)

بعضوں نے کہا کہ استعمال تو دونوں میں ہوتا ہے لیکن مشتق منہ دونوں کا الگ الگ ہے إصابة فی الخیر "صَوْب" سے ماخوذ ہے، صوب بقدر ضرورت نازل ہونے والی بارش کو کہتے ہیں اور إصابة فی الشر، إصابة السهم سے ماخوذ ہے(١٣)

حتی الشوكة يشاكها

یُشاك: یقال کے وزن پر مضارع مجہول کا صیغہ ہے، شاك شَوْكًا...... لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، کانٹا چبھنا اور کانٹا چبھانا(١٤)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اصل میں "يشاك بها" ہے، باجارہ کو حذف کر کے فعل کو اس کے ساتھ براہ راست ملا دیا گیا اس کو "حذف وإيصال" کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے أی يشوكه غيره بها یعنی کوئی دوسرا کانٹا چبھائے لیکن حدیث شریف میں معنی عام ہیں، چاہے کوئی اور چبھائے یا خود چبھے(١٥)

إلا كفر الله بها عنه

مسند احمد کی روایت میں ہے "إلا كان كفارة لذنبه"(١٦)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا کہ اجر وثواب کا تعلق انسان کے اپنے کسب سے ہے، لہٰذا مصائب اور تکالیف کا اس میں دخل نہیں ہاں اگر وہ صبر کرلے تو اس صبر پر وہ اجر کا مستحق ہوگا(١٧)

---

(١٢) عمدة القاری:٢١/٢٠٨ وفتح الباری:١٠/١٢٩

(١٣) عمدة القاری:٢١/٢٠٨ وفتح الباری:١٠/١٢٩

(١٤) عمدة القاری:٢١/٢٠٨

(١٥) فتح الباری:١٠/١٢٩ نیز دیکھیے عمدة القاری:٢١/٢٠٨

(١٦) فتح الباری:١٠/١٢٩

(١٧) فتح الباری:١٠/١٣٠

لیکن دوسرے علماء نے ان کی تردید کی اور کہا ہے کہ احادیث صریحہ میں مطلقاً مصائب پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے، چاہے اس پر آدمی صبر کرے یا نہ کرے، راضی ہو یا نہ ہو، چنانچہ علامہ قرافی فرماتے ہیں:

"المصائب كفارات جزما، سواء اقترن بها الرضا أم لا، لكن إن اقترن بها الرضا عظم التكفير، وإلا قل"(۱۸)

بہر حال اگر آدمی کے گناہ ہیں تو مصائب اس کے لیے کفارہ بنتے ہیں اور اگر اس کے گناہ نہیں تو وہ اس کے رفع درجات کا سبب بنتے ہیں(۱۹)۔

علامہ قرافی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی مصیبت زدہ سے یہ کہنا مناسب نہیں کہ "جعل الله هذه المصيبة كفارة لذنبك" کیونکہ جب شریعت نے مصیبت کو کفارہ بنادیا ہے تو دوبارہ اس دعا کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے(۲۰)

زہیر بن محمد

ان کی کنیت ابوالمنذر ہے، خراسانی، مَرْوَزی اور خَرَقی ان کی نسبت ہے، خَرَق (خاء اور راء کے فتحہ کے ساتھ) مَرْو میں ایک بستی کا نام ہے(۲۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے صرف دو روایات نقل کی ہیں ایک یہ اور دوسری کتاب الاستیذان میں(۲۲)

بعض محدثین نے ان کے حافظے میں کلام کیا ہے(۲۳) لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے "تاریخ

(۱۸) فتح الباری:۱۰/۱۳۰

(۱۹) فتح الباری:۱۰/۱۳۰

(۲۰) فتح الباری:۱۰/۱۳۰

(۲۱) تہذیب الکمال:۹/۴۱۴(رقم الترجمة:۲۰۱۷)

(۲۲) فتح الباری:۱۰/۱۳۰۔ وعمدة القاری:۲۱/۲۰۹

(۲۳) فتح الباری:۱۰/۱۳۰، الجرح والتعدیل:۳/الترجمة:۲۶۸۶

صغیر" میں فرمایا کہ اہل شام نے ان سے جو روایات نقل کی ہیں وہ مناکیر ہیں تاہم ان سے اہل بصرہ کی نقل کردہ روایات صحیح ہیں(۲۴)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں لیس به بأس، مستقیم الحدیث اور مقارب الحدیث کے الفاظ کہے ہیں(۲۵)

یحی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا صالح لا بأس به(۲۶)

امام دارمی رحمہ اللہ نے فرمایا ثقة(۲۷)

امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک جگہ انہیں ضعیف قرار دیا ہے(۲۸)

اور دوسری جگہ فرمایا لیس بالقوی(۲۹)

۲۶۲ ھجری میں ان کی وفات ہوئی ہے(۳۰)

نصب، ولا وصب، ولا هم ولا حزن

نَصَب: تَعَب کے معنی میں ہے وزناً تَعَب کی طرح ہے۔

وَصَب: مرض کو کہتے ہیں، بعضوں نے کہا وصب مرض لازم کو کہتے ہیں جو لگنے کے بعد ختم نہ ہو(۳۱)

---

(۲۴) تاریخ الصغیر للامام البخاری:۲/۱۴۹

(۲۵) تهذیب الکمال:۹/۴۱۴

(۲۶) تهذیب الکمال:۱۴/۴۱۷

(۲۷) تاریخ عثمان بن سعید الدارمی، الترجمة:۳۴۳

(۲۸) تهذیب الکمال:۱۴/۴۱۷

(۲۹) الضعفاء والمتروکین للنسائی، الترجمة:۲۱۸، وتهذیب الکمال:۱۴/۴۱۸

(۳۰) تهذیب الکمال:۱۴/۴۱۷، ان کے حالات کے لیے دیکھیے، تاریخ البخاری الکبیر:۳/الترجمة:۱۴۲۰، ومعجم البلدان:۴/۴۲۵، وسیر أعلام النبلاء:۸/۱۶۸، ومقدمة فتح الباری:۴۰۱

(۳۱) فتح الباری:۱۰/۱۳۱

ھم: فکر اور غم کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے ہم، غم اور حزن کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔

ھم: کسی خطرناک اور نقصان دہ معاملہ کے پیش آنے کے سلسلے میں فکر کرنے سے جو پریشانی آدمی کو لاحق ہوتی ہے اسے ھَم کہتے ہیں۔

غم: کسی بھی ناگوار واقعہ کے پیش آنے سے انسان کے دل میں جو تکلیف ابھرتی ہے اسے غم کہتے ہیں۔

حزن: اس شی کے مفقود ہونے سے لاحق ہوتا ہے جس کا مفقود ہونا آدمی کے لیے شاق ہو (۳۲)

بعض نے کہا ہے حزن کا تعلق ما فات سے ہے اور ھم کا تعلق ما آت سے ہے (۳۳)

۵۳۱۹ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ سَعْدٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ كَعْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كالخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ ، تُفَيِّئُهَا الرِّيحُ مَرَّةً ، وَتَعْدِلُهَا مَرَّةً . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كالأَرْزَةِ ، لَا تَزَالُ حَتَّى يَكُونَ ٱنْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً) .

وقالَ زَكَرِيَّاءُ : حَدَّثَنِي سَعْدٌ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ كَعْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ كَعْبٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۴)

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کی مثال کھیتی کے پودوں کی طرح ہے کہ ہوا کبھی انہیں اِدھر اُدھر جھکاتی اور کبھی ان کو سیدھا کرتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہتا ہے یہاں تک ایک ہی دفعہ اکھڑ جاتا ہے۔

---

(۳۲) الهم ينشأ عن الفكر فيما ينوقع حصوله ممايتأذى به، والغم كرب يحدث للقلب بسبب ماحصل، والحزن يحدث لفقد مايشق على المرأ فقده (فتح البارى:۱۰/۱۳۱، وعمدة القارى:۲۱/۲۰۹)

(۳۳) إرشادالسارى:۱۲/۳۷۵

(۳۴)(۵۳۱۹) الحديث أخرجه مسلم فى صفات المنافقين وأحكامهم، باب مثل المؤمن كالزرع ومثل الكافر كشجرة الأرز:۴/۲۱۶۳ (رقم الحديث:۲۸۰۹)

وأخرجه النسائى فى الطب، باب مثل المومن:۴/۳۵۱ (رقم الحديث:۷۴۷۹)

٥٣٢٠ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ المُنْذِرِ قالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ بَنِي عامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (مَثَلُ المُؤْمِنِ كَمَثَلِ الخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ ، مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَأَتْهَا ، فَإِذَا ٱعْتَدَلَتْ تَكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ . وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ ، صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً ، حَتَّى يَقْصِمَهَا ٱللَّهُ إِذَا شَاءَ) . [٧٠٢٨]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے(٣٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کی مثال کھیتی کے پودوں کی ہے، جس طرف سے ہوا آتی ہے، ان کو جھکا دیتی ہے اور جب ہوا رک جاتی ہے تب وہ سیدھے ہوجاتے ہیں۔ اور فاجر صنوبر کی درخت کی طرح ہوتا ہے جو ٹھوس اور سیدھا کھڑا رہتا ہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے (ایک دفعہ میں) اکھیڑ دیتا ہے جب چاہے۔

مثل المؤمن كالخامة

خامة تازہ اگنے والے سبزے اور پودے کو کہتے ہیں(٣٦)

مسند احمد کی روایت میں ہے "مثل المؤمن كمثل السنبلة، تخرمرّةً وتستقيم مرة"(٣٧) اور ایک دوسری حدیث میں ہے "مثل المؤمن مثل الخامة تحمرمرة وتصفرأخرى"(٣٨) یعنی مؤمن کی مثال پودے کی ہے جو کبھی سرخ وشاداب رہتاہے اور کبھی زرد ہوکر مرجھاجاتاہے۔

تفيؤها مرة، وتعدلها مرة

تُفَيِّؤ: یہ باب تفعیل سے مضارع واحد مؤنث کا صیغہ ہے، فَیْءٌ اس کا مادہ ہے، فَاءَ بمعنی رجع ہے

(٣٥)(٥٣٢٠)الحديث أخرجه البخاری أيضاً فی كتاب التوحيد باب فی المشية والإرادة(رقم الحديث: ٧٠٢٨)......هذا الحديث من إفراد البخاری

(٣٦) عمدة القاری:٢١/٢٠٩وفتح الباری:١٠/١٣١

(٣٧) مسند الإمام أحمد بن حنبل:٣/٣٤٩

(٣٨) مسند الإمام أحمد بن حنبل:٥/١٤٢

اور أفاء متعدی ہے، باب تفعیل سے اس کے معنی جھکانے اور مائل کرنے کے ہیں، یہاں تفیؤ کا فاعل ذکر نہیں کیا، فاعل "الریح" ہے یعنی ہوا اسے کبھی جھکا دیتی ہے اور کبھی سیدھا کر دیتی ہے۔

ومثل المنافق کالأرزۃ

یہاں پہلی روایت میں "منافق" دوسری روایت میں "فاجر" اور صحیح مسلم کی روایت میں "الکافر" ہے (۳۹)

أرْزۃ (ہمزہ کے فتحہ اور کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ) صنوبر کے درخت کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا، یہ ایک مضبوط درخت ہوتا ہے، ہوائیں اسے نہیں ہلا سکتیں (۴۰)

انجعافها

انجعاف اکھیڑنے کو کہتے ہیں، تقول جعفته فانجعف، مثل: قلعته فانقلع، اس جملے کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ ایک مطلب یہ ہے کہ مؤمن پر آفات اور بلایا آتی ہیں، کبھی تندرست، کبھی بیمار، کبھی خوش، کبھی غمگین، کبھی خوشحال اور کبھی تنگدست رہتا ہے، وہ ایک حالت پر برقرار نہیں رہتا، جس طرح تازہ نکلے ہوئے سبزے کو مختلف اطراف سے چلنے والی ہوائیں گھماتی اور پھراتی جھولاتی ہیں، اسی طرح مؤمن کو مختلف مصائب، ہلاتے رہتے ہیں اور وہ ہمیشہ آسودہ اور خوشحال نہیں رہتا، جب کہ منافق کے وارے نیارے ہوتے ہیں، وہ خوب صحت مند اور مسٹنڈا رہتا ہے، اچانک موت آتی ہے اور یکدم اس کا خاتمہ کر دیتی ہے، آخرت کی نعمتوں میں پھر اس کا کچھ حصہ نہیں ہوتا (۴۱)

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مؤمن پر جب مصائب آتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے مایوس نہیں ہوتا، صبر کرتا ہے اور اللہ سے اجر اور خیر کا امیدوار ہوتا ہے، جب وہ مصیبت ہٹتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے، بہر حال مؤمن خوشی میں شکر اور مصیبت میں صبر کرتا ہے جب کہ منافق مصائب کے نزول میں

(۳۹) فتح الباری:۱۰/ ۱۳۲

(۴۰) فتح الباری:۱۰/ ۱۳۲، وعمدة القاری:۲۱/ ۲۱۰

(۴۱) فتح الباری:۱۰/ ۱۳۲

اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے اور اس مایوسی اور غم میں گھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے (۴۲)

مؤمن اور منافق کی یہ مثال غالب کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی مؤمن بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مصائب اور بلایا سے اس کو بچا دیا ہو، اس طرح کئی منافق ایسے ہو سکتے ہیں جو مبتلائے مصائب و آلام ہوں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وهذا في الغالب من حال الاثنيين" (۴۳)

وقال زكريا: حدثني سعد، حدثني ابن كعب عن أبيه كعب ....

اس تعلیق کو امام مسلم رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۴۴)

اس تعلیق اور حدیث موصول میں دو فرق ہیں:

❶ حدیث موصول میں "سفیان عن سعد" عنعنہ ہے جب کہ تعلیق میں "زكريا حدثني سعد" تحدیث کی تصریح ہے۔

❷ تعلیق میں "حدثني ابن كعب" ہے، ابن مبہم ہے، جب کہ موصول میں "عبدالله بن كعب عن أبيه" ابن کا نام ذکر کیا گیا، اس طرح تعلیق سے تحدیث کی تصریح معلوم ہوئی اور حدیث موصول سے تعلیق میں مبہم کا نام معلوم ہو گیا (۴۵)

أَتَتْها الريح كَفَأَتْها

كَفَأَتْ: باب فتح سے ہے كَفَأ۔ كَفْأً: پلٹنا، اوندھا کرنا (۴۶)

فإذا اعتدلَتْ تكفا بالبلاء

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "اعتدلت" کی بجائے صحیح "انقبت" ہے اور "تكفأ

---

(۴۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۴، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲

(۴۴) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۵) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۶) فتح الباری: ۱۰/۱۳۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۷

بالبلاء" یہ مؤمن کا وصف ہے(۴۷)

"إذا اعتدلت"شرط ہے اور جزا محذوف ہے، تقدیری عبارت ہے"إذا اعتدلت ، استقامت الخامة"یعنی جب وہ ہوا پلٹ جاتی ہے تو وہ سبزہ سیدھا ہو جاتا ہے، مؤمن بھی آفت کے ساتھ اس طرح پلٹتا ہے اور جب آفت چلی جاتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کر کے سیدھا ہو جاتا ہے(۴۸) آگے کتاب التوحید کی روایت میں ہے "فإذا سکنت اعتدلت، و کذلك المؤمن یکفأ بالبلاء"(۴۹)

والفاجر کالأرزة صماء معتدلة

فاجر سے یہاں مراد کافر ہے، صَمَّاء کے معنی ٹھوس وشدید کے ہیں قَصَمَ باب ضرب سے ہے، توڑنے کے معنی میں آتا ہے، یہاں اس سے ختم کرنا مراد ہے۔

۵۳۲۱ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ٱبْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ أَنَّهُ قالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ أَبَا الحُبابِ يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ يُرِدِ ٱللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ) .

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے(۵۰)

من یرداللّٰہ به خیرا یصب منه

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے مبتلائے مصیبت کر دیتا ہے(تاکہ مصائب کی وجہ سے اس کے گناہ معاف اور اس کے درجات بلند ہو سکیں)

یُصب منه میں دو قول ہیں:

❶ ایک قول صاد کے کسرہ اور یاء کے ضمہ کا ہے، یعنی یُصِب باب افعال سے مضارع معروف

(۴۷) عمدة القاری:۲۱/۲۱۰، فتح الباری:۱۰/۱۳۳

(۴۸) فتح الباری:۱۰/۱۳۳

(۴۹) فتح الباری:۱۰/۱۳۳

(۵۰)(۵۳۲۱) الحدیث أخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الطب:۴/۳۵۱(رقم الحدیث:۷۴۷۸)

واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کے اندر ضمیر مستتر فاعل ہے جو اللہ کی طرف راجع ہے اور "منه" کی ضمیر "مَنْ یردالله" میں "مَنْ" کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے (۵۱) عام محدثین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (۵۲)۔

❷ دوسرے قول کے مطابق "یُصَب" (یاءؔ کے ضمہ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ) مضارع مجہول کا صیغہ ہے، اس صورت میں "منه" کو بھی نائب فاعل بناسکتے ہیں اور "یُصَب" کے اندر ضمیر مستتر کو بھی نائب فاعل بناسکتے ہیں جو "من" کی طرف راجع ہوگی، پھر "منه" کی ضمیر "الله" کی طرف راجع ہوگی یعنی وہ شخص اللہ کی طرف سے مبتلائے مصیبت کردیا جاتا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے اس کو ادب کے زیادہ مناسب قرار دیا کیونکہ اس میں مصیبت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی، جیسے قرآن کریم کی آیت میں ہے ﴿واذا مرضت فهو يشفين﴾ (۵۳) اس میں مرض کی نسبت اپنی طرف اور شفا کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے (۵۴)۔

لیکن پہلے قول کی تائید امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے "إذا أحب الله قوما ابتلاهم ، فمن صبرفله الصبر، ومن جزع فله الجزع" اس حدیث میں صراحتاً "ابتلاهم" کہہ دیا گیا ہے (۵۵)۔

٢ – باب : شِدَّةِ المَرَضِ .

٥٣٢٢ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ . حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ .

---

(۵۱) فتح الباری:۱۰/۱۳۴وعمدة القاری:۲۱/۲۱۱، وإرشادالساری:۱۲/۳۷۷

(۵۲) فتح الباری:۱۰/۱۳۴وعمدة القاری:۲۱/۲۱۱، وإرشادالساری:۱۲/۳۷۷

(۵۳) سورة الشعرآء:۸۰

(۵۴) فتح الباری:۱۰/۱۳۴وعمدة القاری:۲۱/۲۱۱، وإرشادالساری:۱۲/۳۷۷،۳۷۸

(۵۵) مسند الامام احمد بن حنبل:۵/۴۲۸،۴۲۹

٥٣٢٣ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ يُوسفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنِ الحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ في مَرَضِهِ ، وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا ، وَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا ، قُلْتُ : إِنَّ ذَاكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قالَ : (أَجَلْ ، ما مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حاتَّ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ ، كما تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ) .
[٥٣٢٤ ، ٥٣٣٦ ، ٥٣٣٧ ، ٥٣٤٣]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مرض کی شدت، تقرب الی اللہ کا سبب ہوا کرتی ہے(٥٦)
باب کی دونوں حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہیں(٥٧)۔
پہلی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مرض کی شدت میں مبتلا کسی کو نہیں دیکھا۔

ابوذر کے نسخے میں ''أشدعليه الوجع'' کی بجائے ''الوجع أشد عليه'' ہے(٥٨) اس صورت میں ''الوجع'' مبتدا اور ''أشد'' اس کے لیے خبر ہے، یہ پورا جملہ ''مارأيت'' کے لیے مفعول ثانی ہے(٥٩) أی مارأيت أحدًا أشد وجعًا من رسول الله صلى الله عليه وسلم...... عرب ہر درد

(٥٦) فتح الباری:١٠/١٣٧ وعمدة القاری:٢١/٢١١، وإرشادالساری:١٢/٣٧٨، والأبواب والتراجم:٢/٩٨

(٥٧)(٥٣٢٢) الحديث أخرجه مسلم فی البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبة من مرض:٤/١٩٩٠(رقم الحديث:٢٥٧٠) وأخرجه النسائی فی كتاب الطب، باب شدة المرض: ٤/٣٥٢ (رقم الحديث: ٧٤٨٤)وأخرجه ابن ماجه فی الجنائز، باب ماجاء فی ذكر مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم : ١/٥١٨(رقم الحديث:١٦٢٢)

(٥٣٢٣) الحديث أخرجه البخاری فی المرضی أيضاً، باب أشدالناس بلاءً الأنبياء ثم الامثل فالامثل(رقم الحديث:٥٣٢٤) وايضاً فی باب وضع اليد علی المريض (رقم الحديث:٥٣٣٦)و أيضاً فی باب مايقال للمريض ومايجيب(رقم الحديث:٥٣٣٧)وايضاً فی باب رخص للمريض أن يقول..... (رقم الحديث: ٥٣٤٣) وأخرجه مسلم فی البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبهٔ...... ٤/١٩٩١ (رقم الحديث: ٢٥٧١)وأخرجه النسائی فی الطب، باب شدّة المرض:٤/٣٥٢(رقم الحديث:٧٤٨٣)

(٥٨) إرشاد الساری:١٢/٣٧٨، وفتح الباری:١٠/١٣٧

(٥٩) إرشادالساری:١٢/٣٧٨

اور وجع کو مرض کہتے ہیں۔

دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ تیز بخار میں مبتلا تھے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کو بہت تیز بخار ہے، آپ نے فرمایا...... ہاں، مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے"...... میں نے پوچھا یہ اس لیے کہ آپ کو دوگنا اجر ملے گا، آپ نے فرمایا کہ...... ہاں کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، مگر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

وهو يُوْعَكُ وَعْكاً شديداً

وَعْك (عین کے فتحہ اور سکون کے ساتھ) بخار، بخار کی تکلیف، بخار کی شدت اور بخار کی حرارت کے لیے استعمال ہوتا ہے (٦٠) يُوْعَك صیغۂ مجہول ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید بخار میں مبتلا تھے۔

حَاتَّ الله عنه خطاياه

حَاتَّ باب مفاعلہ سے ہے، اصل میں حَاتَتَ تھا، ایک تاء کا دوسرے تاء میں ادغام کر دیا، حَاتَّ ہو گیا، حَاتَّ کے معنی جھاڑنے اور بکھیرنے کے ہیں (٦١)

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ پوچھا تھا کہ کیا آپ کو دوہرا اجر ملے گا، تو آپ نے فرمایا جی ہاں، دوہرا اجر ملے گا اور اس آخری جملے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اجر ملنے کی بجائے گناہ ختم کیے جاتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "أجل" کہہ کر اولاً ان کی تصدیق فرمائی کہ ہاں اس سے دوہرا اجر ملے گا اور اس کے بعد ایک نئی بات بھی بتلائی کہ آدمی کے گناہ معاف ہونے کا بھی

---

(٦٠) إرشاد الساري: ١٢/ ٣٧٩، وعمدة القاري: ٢١/ ٢١١، ٢١٢

(٦١) إرشاد الساري: ١٢/ ٣٧٩، وعمدة القاري: ٢١/ ٢١٢

یہ سبب بنتا ہے(۶۲)

اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ شدت ومصیبت سے آدمی کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور اجر وثواب بھی ملتا ہے، یہ رفع درجہ اور حط خطیہ دونوں کا سبب ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے ایک مرفوع روایت نقل فرمائی ہے "ان العبد إذا سبقت له من الله منزلة، لم يبلغها بعمله، ابتلاه الله في جسده، أوفي ماله، أوفي ولده، ثم صبّره على ذلك حتّى يبلغهُ المنزلة الّتي سبقت له من الله تعالى"(۶۳)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے "من أعطى فشكر، وابتلى فصبر، وظَلَم فاستغفر، وظُلِم فغفر، أولئك لهم الامن وهم مهتدون"(۶۴)

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت صہیب سے ایک روایت نقل فرمائی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا "عجبا لأمرالمؤمن، إن أمره كله خير، وليس ذلك لأحد، للمؤمن إن أصابته سراء، فشكرالله، فله أجر، وإن أصابته ضراء، فصبر فله أجر، فكل قضاء الله للمسلم خير"(۶۵)

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس مفہوم کی ایک حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے "عجبت من قضاء الله للمؤمن، إن أصابه خير، حمدوشكر، وإن أصابته مصيبة حمدوصبر، فالمؤمن يؤجر في كل أمره"(۶۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

---

(۶۲) عمدة القاری:۲۱/ ۲۱۲

(۶۳) سنن أبی داود، کتاب الجنائز، باب الأمراض المكفرة للذنوب:۳/ ۱۸۳(رقم الحدیث:۳۰۹۰)

(۶۴) فتح الباری:۱۰/ ۱۳۵

(۶۵) صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن أمره كلهٗ خير:۴/ ۲۲۹۵رقم الحدیث:(۲۹۹۹)
وجامع الاصول:۹/ ۳۶۹(رقم الحدیث:۷۰۱۲) وقال والحدیث فی المطبوع ناقص غیرتام

(۶۶) فتح الباری:۱۰/ ۱۳۵نیز دیکھیے مسند الإمام احمد بن حنبل:۶/ ۱۵،۱/ ۱۷۳

نقل فرمائی ہے"مامن مرض یصبنی أحب إلیّ من الحمی لأنها تدخل فی کل عضو منی، وإن اللّٰه یعطی کل عضو قسطه من الأجر"(٦٧)

ان میں سے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرض صرف کفارۂ ذنوب ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ باعث اجر بھی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والأولیٰ حمل الإثبات والنفی علی حالین: فمن کانت له ذنوب مثلاً أفادالمرض تمحیصها، ومن لم تکن له ذنوب کتب له بمقدار ذلك، ولما کان الأغلب من بنی آدم وجود الخطا یا فیهم، أطلق من أطلق أن المرض کفارة فقط، وعلی ذلك تحمل الأحادیث المطلقة، ومن أثبت الأجربه، فهو محمول علی تحصیل ثواب یعادل الخطیئة، فإذا لم تکن خطیئة توفی لصاحب المرض الثواب، واللّٰه أعلم بالصواب"(٦٨)

٣ - باب : أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ ، ثُمَّ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ .

٥٣٢٤ : حدّثنا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنِ الحارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَهْوَ يُوعَكُ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا ؟ قالَ : (أَجَلْ ، إِنِّي أُوعَكُ كما يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ) . قُلْتُ : ذٰلِكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قالَ : (أَجَلْ ، ذٰلِكَ كَذٰلِكَ ، ما مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى ، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا ، إِلَّا كَفَّرَ ٱللهُ بِهَا سَيِّآتِهِ ، كما تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا) . [ر : ٥٣٢٣]

ترجمۃ الباب کے الفاظ دارمی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت میں آئے ہیں، وہ فرماتے ہیں "قلت: یارسول اللّٰه، أی الناس أشد بلاء اً؟، قال: الأنبیاء ، ثم الأمثل

---

(٦٧) الأدب المفرد مع الشرح فضل اللّٰه الصمد:١/ ٥٩٤(رقم الحدیث:٥٠٣)

(٦٨) فتح الباری:١٠/ ١٣٦

فالأمثل، يبتلى الرجل على حسب دينه"(۶۹)

مستدرک حاکم کی روایت میں اس کی مزید وضاحت ہے، آپ نے فرمایا "الأنبياء قال: ثم من؟ قال: ثم الصالحون"(۷۰) أمثل بمعنی افضل ہے یعنی جو اللہ کے ہاں جس قدر افضل ہوگا، اسی قدر وہ مبتلائے مصیبت ہوگا۔

حدیث باب میں اگرچہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا ذکر ہے لیکن باقی انبیاء کو ان پر قیاس کیا گیا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ووجه دلالة حديث الباب على الترجمة من جهة قياس الأنبياء على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، وإلحاق الأولياء بهم لقربهم منهم، وإن كانت درجتهم منحطة عنهم، والسرفيه أن البلاء في مقابلة النعمة، فمن كانت نعمة الله عليه أكثر، كان بلاؤه أشد"(۷۱)

٤ – باب: وُجُوبِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ.

٥٣٢٥: حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قالَ: قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ: (أَطْعِمُوا الجَائِعَ، وَعُودُوا المَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ). [ر: ٢٨٨١]

٥٣٢٦: حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عازِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: نَهَانَا عَنْ خاتَمِ ٱلذَّهَبِ، وَلُبْسِ الحَرِيرِ، وَٱلدِّيبَاجِ، وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَالْمِيثَرَةِ. وَأَمَرَنَا أَنْ نَتْبَعَ الْجَنَائِزَ، وَنَعُودَ المَرِيضَ، وَنُفْشِيَ السَّلَامَ. [ر: ١١٨٢]

(۶۹) سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء: ۲/۱۳۳۴ (رقم الحديث: ۴۰۲۳) وسنن الدارمي، كتاب الرقائق، باب في أشد الناس بلاء: ۲/۴۱۲ (رقم الحديث: ۲۷۸۳)

(۷۰) المستدرك على الصحيحين، كتاب الرقاق: ۴/۳۰۷

(۷۱) فتح الباري: ۱۰/۱۳۸، ۱۳۹، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاري: ۲۱/۲۱۲

عیادت مریض کا حکم

مریض کی عبادت کرنا جمہور علماء کے نزدیک مندوب اور مستحب ہے، جب کہ داودی اور بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے(۷۲)، امام بخاری رحمہ اللہ نے "وجوب" کا لفظ ترجمہ میں لاکر اپنے مسلک مختار کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ ان حضرات کا استدلال "عودوا المریض" سے ہے، اس میں امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہے، جب کہ جمہور اسے ندب پر محمول کرتے ہیں۔ مریض عام ہے، بعض حضرات نے اس سے آشوب چشم کے مریض کو مستثنیٰ قرار دیا ہے(۷۳) لیکن اس قول کو رد کردیا گیا ہے کیونکہ حضرت زید بن ارقم ؓ کی روایت امام ابوداود رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں "عادنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجع کان بعینی"(۷۴)

طبرانی نے بھی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے "ثلاثة لیس لھم عیادة : العین، والدمل، والضرس"(۷۵) لیکن یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ یحیی بن ابی کثیر پر موقوف ہے(۷۶)

عیادت کرنے کا وقت

حدیث میں چونکہ مطلقاً "عودوا المریض" کہا گیا ہے، اس لیے عیادت کے لیے امتداد بالمرض کی کوئی قید نہیں(۷۷)

امام غزالی رحمہ اللہ نے "احیاء العلوم" میں لکھا ہے کہ عیادت، مرض کے تین دن کے بعد

---

(۷۲) فتح الباری:۱۰/۱۳۹

(۷۳) فتح الباری:۱۰/۱۳۹، إرشاد الساری:۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری:۲۱/۲۱۳

(۷۴) فتح الباری:۱۰/۱۴۰، وعمدة القاری:۲۱/۲۱۳، سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی العیادة من الرمد: ۳/۱۸۶(رقم الحدیث:۳۱۰۲)

(۷۵) فتح الباری:۱۰/۱۴۰، إرشاد الساری:۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری:۲۱/۲۱۳

(۷۶) فتح الباری:۱۰/۱۴۰، إرشاد الساری:۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری:۲۱/۲۱۳

(۷۷) فتح الباری:۱۰/۱۴۰، وعمدة القاری:۲۱/۲۱۳

کرنی چاہیے(۷۸)،انھوں نے سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایعود مریضاإلابعد ثلاث"(۷۹)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیااور کہایہ حدیث صرف مسلمہ بن علی نے نقل کی ہےاور وہ متروک راوی ہے(۸۰)

ابو حاتم سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیاتو انھوں نے فرمایا "ھو حدیث باطل"(۸۱)

اسی طرح عیادت کے لیے کوئی وقت مختص نہیں، کسی بھی مناسب وقت میں عیادت کی جاسکتی ہے، عام عادت صبح یاشام کے وقت عیادت کرنے کی ہے۔امام احمد رحمہ اللہ سے کسی نے دوپہر کے وقت کہاکہ فلاں مریض کی عیادت کے لیے چلتے ہیں توانھوں نے فرمایا لیس ھذا وقت عیادۃ(۸۲)

بعض حضرات نے کہاکہ سردی کے زمانے میں رات کے وقت اور گرمی کے زمانے میں دن کے وقت عیادت کرنا مستحب ہے(۸۳)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں کسی وقت کی کوئی تخصیص نہیں، مریض اور اپنی سہولت کو دیکھ کر کسی بھی وقت عیادت کی جاسکتی ہے۔

آداب عیادت

حضرات علماء نے عیادت کے تقریباًدس آداب لکھے ہیں:

❶ اجازت لیتے ہوئے دروازہ کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہو، بلکہ دائیں یابائیں طرف کھڑا ہو۔

---

(۷۸) إرشاد الساری:۱۲/۳۸۰،وفتح الباری:۱۰/۱۴۰، وعمدۃ القاری:۲۱/۲۱۳

(۷۹)سنن ابن ماجہ ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض:۱/۳۶۲(رقم الحدیث:۱۴۳۷)

(۸۰)فتح الباری:۱۰/۱۴۰، نیز دیکھیے إرشاد الساری:۱۲/۳۸۰، وعمدۃ القاری:۲۱/۲۱۳

(۸۱)فتح الباری:۱۰/۱۴۰، إرشاد الساری:۱۲/۳۸۰، وعمدۃ القاری:۲۱/۲۱۳

(۸۲)فتح الباری:۱۰/۱۴۰

(۸۳)فتح الباری:۱۰/۱۴۰

❷ دروازہ کو آہستہ سے کھٹکھٹائے، آج کل گھروں میں گھنٹیاں لگی ہوتی ہیں، بعض لوگ بیل اور گھنٹی پہ انگلی رکھتے ہیں تو پھر اٹھاتے ہی نہیں، یہ طریقہ درست نہیں، گھنٹی کا بٹن ایک بار دبا کر انگلی ہٹا دینی چاہیے تاکہ گھر والوں اور مریض کو کوفت نہ ہو۔

❸ اپنا تعارف کراتے ہوئے ابہام سے کام نہ لے بلکہ اپنا نام صراحتاً بتائے۔

❹ مناسب وقت کا انتخاب کرے، مریض کے کھانے پینے اور آرام کے وقت عیادت کرنا مناسب نہیں۔

❺ زیادہ دیر مریض کے پاس نہ بیٹھے، ہاں اگر کسی کے ساتھ بے تکلفی اور محبت ہے اور مریض کی دلی خواہش ہے کہ اس کے پاس بیٹھا جائے تو پھر زیادہ بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ ایسی صورت میں اس کی دلجوئی کے لیے بیٹھنا چاہیے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی خدمت میں زمانہ مرض میں ایک صاحب، عیادت کے لیے آیا تو اٹھنے کا نام نہیں لے رہا تھا، حضرت نے اشاروں کنایوں سے سمجھایا کہ مجھے گھر والوں کی ضرورت ہے اور اسے اب اٹھ جانا چاہیے لیکن وہ نہیں سمجھا، تب حضرت نے صراحتاً فرمایا کہ "بعض لوگ عیادت کے لیے آجاتے ہیں اور پھر جانے کا سوچتے بھی نہیں"...... وہ پھر بھی نہیں سمجھا، کہنے لگا "حضرت! اندر سے کنڈی لگادوں؟" حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا "اندر سے نہیں، باہر سے لگادو"...... غرضیکہ اس طرح دیر تک بیٹھ کر مریض کو کوفت میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔

❻ نگاہ نیچے رکھے، یہ عام حکم ہے لیکن عیادت کے وقت بھی اس کی رعایت رکھنی چاہیے۔

❼ سوال اور باز پرس کم کرے، بہت زیادہ تفصیلات معلوم کرنے سے بسا اوقات مریض اکتا جاتا ہے۔

❽ مریض کے سامنے رقت اور شفقت وہمدردی کا اظہار کرے۔

❾ اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے۔

"أسال الله العظيم ربّ العرش العظيم أن يشفيك" سات مرتبہ یہ دعا پڑھے(۸۴)

⑩ مریض کو تسلی دے اور اس کا حوصلہ بڑھائے(۸۵)، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو سعیدؓ سے روایت نقل فرمائی ہے "إذادخلتم على المريض، فنفسوا له في الأجل، فإن ذلك لايردشيئاً، وهويطيب نفس المريض"(۸٦)

٥ - باب : عِيَادَةِ الْمُغْمى عَلَيْهِ .

٥٣٢٧ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ : سَمِعَ جابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : مَرِضْتُ مَرَضًا ، فَأَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي ، وَأَبُو بَكْرٍ ، وَهُما ماشِيَانِ ، فَوَجَدَانِي أُغْمِيَ عَلَيَّ ، فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَبَّ وَضُوءَهُ عَلَيَّ ، فَأَفَقْتُ ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، كَيْفَ أَصْنَعُ في مالِي ، كَيْفَ أَقْضِي في مالِي ؟ فَلَمْ يُجِبْنِي بِشَيْءٍ ، حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ . [ر : ١٩١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی مریض پر بے ہوشی طاری ہے تو اس کی بھی عیادت کرنی چاہیے، یہ نہ سوچا جائے کہ وہ تو بے ہوش ہے، عیادت کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ کیونکہ اس طرح عیادت کرنے سے مریض کے گھر والوں کو تسلی ہو جاتی ہے، عیادت کرنے والے کی دعا اور خلوص کی برکت سے مریض کے افاقے کی بھی امید کی جاسکتی ہے(۸۷)

حدیث کی مناسبت باب سے واضح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کی

---

(۸۴) السنن الكبرى للنسائي ، كتاب عمل اليوم والليلة، باب موضع مجلس الإنسان من المريض عندالدعاء له: ٦/ ٢٥٨(رقم الحديث: ١٠٨٨٢) وسنن أبي داود، كتاب الجنائز باب الدعاء للمريض عندالعياده: ٣/ ١٨٧(رقم الحديث: ٣١٠٦)

(۸۵) مذکورہ آداب کے لیے دیکھیے فضل الله الصمد فی توضیح الأدب المفرد، باب العيادة جوف الليل: ١/ ٥٨٦، وفتح الباري: ١٠/ ١٥٦(باب قول المريض: قوموا عني)

(۸٦) سنن ابن ماجة، كتاب الجنائز، باب ماجاء في عيادة المريض: ١/ ٤٦٢، (رقم الحديث: ١٤٣٨)

(۸۷) فتح الباري: ١٠/ ١٤١، إرشاد الساري: ١٢/ ٣٨٢، وعمدة القاري: ٢١/ ٢١٣

عیادت کی اور وہ بے ہوش تھے، یہ حدیث کتاب الطھارۃ اور کتاب التفسیر میں گذر چکی ہے(۸۸)۔

٦ – باب : فَضْل مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ .

٥٣٢٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي عَطاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ قالَ : قالَ لِي ٱبْنُ عَبَّاسٍ : أَلَا أُرِيكَ ٱمْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ ؟ قُلْتُ : بَلَى ، قالَ : هٰذِهِ المَرْأَةُ السَّوْدَاءُ ، أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : إِنِّي أُصْرَعُ ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ ، فَٱدْعُ ٱللّٰهَ لِي ، قَالَ : (إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الجَنَّةُ ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ ٱللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ) . **فَقَالَتْ: أَصْبِرُ،** فَقَالَتْ : إِنِّي أَتَكَشَّفُ ، فَٱدْعُ ٱللّٰهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ ، فَدَعا لَهَا .

حدّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرَ تِلْكَ ٱمْرَأَةٌ طَوِيلَةٌ سَوْدَاءُ ، عَلَى سِتْرِ الكَعْبَةِ .

روایت باب امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے(۸۹)

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ کیا میں تم کو جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں، انھوں نے کہا کہ یہ کالی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، اس لیے میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "......اگر آپ چاہیں تو صبر کرلیں اور اس کے عوض آپ کو جنت ملے گی اور اگر چاہیں تو آپ کے لیے دعا کردوں کہ اللہ آپ کو تندرستی عطا فرمادے" اس نے عرض کیا کہ میں صبر کرتی ہوں...... پھر اس نے کہا کہ اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ دعا فرمائیں کہ ستر نہ کھلنے پائے، آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔

---

(۸۸) فتح الباری:۱۰/۱۴۱، وعمدۃ القاری:۲۱/۲۱۴

(۸۹)(۵۳۲۸) الحدیث أخرجہ مسلم فی البروالصلۃ ، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض......الخ: ۴/۱۹۹۴(رقم الحدیث:۲۵۷۶)

وأخرجہ النسائی فی الطب باب ثواب من یصرع:۴/۳۵۳(رقم الحدیث:۷۴۹۰)

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں "من یصرع من الریح" کے الفاظ لائے ہیں، یعنی وہ شخص جس پر مرگی کا دورہ پڑتا ہو اخروی اعتبار سے اس کے اجر و فضل کا بیان...... "من الریح" میں دو احتمال ہیں:

❶ ایک یہ کہ اس سے مراد ہوا ہے "من الریح" میں "منْ" سببیہ ہے یعنی مرگی کی وہ بیماری جو بدن انسانی میں ہوا کے محبوس ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی پر دورہ پڑتا ہے اور ماؤف الحواس ہو کر گر جاتا ہے۔

❷ ریح سے جن کا اثر مراد ہے یعنی جنات کے اثر کی وجہ سے آدمی کے حواس ماؤف ہو جاتے ہیں اور انسان پر بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے (۹۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انسان پر جنات کا یہ حملہ یا یہ اثر تکلیف پہنچانے کے لیے ہوتا ہے یا بعض انسانی صورتیں انہیں اچھی لگتی ہیں، اس لیے وہ آجاتے ہیں (۹۱)۔

معتزلہ کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ جنات انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں (۹۲)

لیکن جمہور کے نزدیک جنات انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ سنن ابی داود میں ام ابان کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا گیا ہے "اخرج عدو اللّٰه، فإنی رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه و سلم)" (۹۳)

قاضی عبد الجبار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنات کے جسم ہوا کی طرح ہیں، اس لیے وہ انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں، جس طرح ہوا آدمی کے جسم میں داخل ہوتی ہے اور انسان سانس لیتا رہتا ہے (۹۴)

---

(۹۰) فتح الباری: ۱۰/ ۱۴۱، و إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۸۲

(۹۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۴۱ نیز دیکھیے إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۸۲

(۹۲) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۱۴

(۹۳) مسند الامام احمد بن حنبل: ۴/ ۱۷۲

(۹۴) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۱۴، و تعلیقات لامع الدراری: ۹/ ۴۴۷

هذه المرأة السوداء

اس عورت کانام سُعَیْرَۃ ، شقیرہ اور سکیرہ آیا ہے(۹۵)

حدثنا محمد......عن ابن جریج، أخبرنی عطاء أنه رأى أم زفر تلك امرأة طويلة سوداء على ستر الكعبة

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ام زفر کو کعبہ کے پردے کے پاس دیکھا،وہ ایک لمبی سیاہ عورت تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ام زفر وہی عورت تھی جس کا ذکر اوپر روایت میں آیا ہے اور جس کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

لیکن علامہ ذہبی اور علامہ ابن اثیر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ام زفر دوسری خاتون ہیں(۹٦)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے الاستیعاب میں ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس خاتون پر مرگی کے دورے پڑتے تھے،وہ ام زفر ہی تھیں، چنانچہ اس میں ہے "كان النبي صلى الله عليه وسلم يؤتى بالمجانين: فيضرب صدرأحدهم فيبرأ، فأتي بمجنونة، يقال لها: أم زفر، فضرب صدرها، فلم تبرأ ولم يخرج شيطانها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو معها في الدنيا، ولها في الآخرة خير"(۹۷)

على سترالكعبة

أي جالسة على سترالكعبة أو معتمدة عليه...... اس میں "علی" کا متعلق محذوف "جالسة" بھی ہوسکتا ہے اور فعل "رأی" سے بھی یہ متعلق ہوسکتا ہے(۹۸)

---

(۹۵) عمدة القاری:۲۱/۲۱۴

(۹٦) إرشادالساری:۱۲/۳۸۴وعمدة القاری:۲۱/۲۱۵

(۹۷) عمدة القاری:۲۱/۲۱۵،الاستيعاب من الاصابة:۴/۴۵۳

(۹۸) عمدة القاری:۲۱/۲۱۵

حدیث سے مستنبط چند باتیں

اس حدیث سے چند باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔

❶ جس شخص کو مرگی کا دورہ پڑتا ہو، یا جنات کا اس پر حملہ ہوتا ہو، اس کے لیے اخروی اجر و فضل ہے۔

❷ دنیا کی مصیبتوں اور آفات پر صبر مؤمن کو جنت کا وارث بناتے ہیں۔

❸ رخصت کے مقابلے میں شدت اور عزیمت پر عمل کرنا زیادہ بہتر اور افضل ہے لیکن یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے اندر شدت و عزیمت پر عمل کی طاقت پاتا ہو۔

❹ اگر کوئی مریض ہے اور علاج چھوڑ دیتا ہے، حدیث سے اس کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

❺ دعا کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کے ذریعہ علاج زیادہ نافع اور باعث سکون ہوتا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مندرجہ ذیل باتوں کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفی الحديث فضل من يصرع ، وأن الصبر على بلايا الدنيا يورث الجنة، وأن الأخذ بالشدة أفضل من الأخذ بالرخصة لمن علم من نفسه الطاقة، ولم يضعف عن التزام الشدة، وفيه دليل على جواز ترك التداوى ، وفيه أن علاج الأمراض كلها بالدعا، والالتجاء إلى الله أنجع وأنفع من العلاج بالعقاقير، وأن تاثير ذلك وانفعال البدن عنه أعظم من تاثير الأدوية البدنية ، ولكن إنما ينجع بأمرين: أحدهما من جهة العليل، وهو صدق القصد، والآخرمن جهة المداوى، وهو قوة توجهه، وقوة قلبه بالتقوى والتوكل"(٩٩)

---

(٩٩) فتح الباری: ١٠/ ١٤٣

٧ - باب : فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصَرُهُ .

٥٣٢٩ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ الْهَادِ ، عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ ٱللهَ قالَ : إِذَا ٱبْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ) . يُرِيدُ : عَيْنَيْهِ .

تَابَعَهُ أَشْعَثُ بْنُ جابِرٍ ، وَأَبُو ظِلَالِ بْنُ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس شخص کی اخروی فضیلت بیان فرمائی ہے جس کی بینائی جاتی رہے۔

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے اور اس سند کے ساتھ یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے، اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی اور نے نقل نہیں کی(١)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندوں کو اس کی دو محبوب چیزوں یعنی دو آنکھوں کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض اس کو جنت عطا کرتا ہوں۔

یرید عینیه ...... یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے تفسیر ہے کہ حدیث میں "حبیبتیه" سے آنکھیں مراد ہیں، "حبیبة" محبوبة کے معنی میں ہے(٢) اور انسان کے جسمانی اعضاء میں آدمی کو آنکھ سے بڑھ کر کیا چیز عزیز اور محبوب ہو سکتی ہے۔

اس روایت میں ہے کہ بینائی چلی جانے کے بعد آدمی صبر کرلے، ترمذی کی روایت میں "صبر واحتسب" کے الفاظ ہیں(٣) یعنی صبر کرلے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر جو اجر وثواب کا وعدہ ہے، اس کا استحضار رکھے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "والظاهرأن المراد بالصبر أن

(١)(٥٣٢٩) الحديث بهذاالإسناد من إفراده، عمدة القاری:٢١/٢١٥

(٢)عمدة القاری:٢١/٢١٥

(٣)إرشادالساری:١٢/٣٨٤وعمدة القاری:٢١/٢١٦، وفتح الباری:١٠/١٤٣

لایشتکی ، ولایقلق، ولایظهر عدم الرضابه"(۴)

تابعه أشعث بن جابر، وأبو ظلال عن أنس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم

یعنی عمرو بن المطلب کی متابعت اشعث اور ابو ظلال دونوں نے کی ہے۔ اشعث کی متابعت امام احمد رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں "قال ربکم: من أذهبتُ کریمتیه ، ثم صبرواحتسب، کان ثوابه الجنة"(۵)

اور ابو ظلال کی متابعت امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ موصولاً نقل کی ہے "إن اللّٰه یقول: إذا أخذتُ کریمتی عبدی فی الدنیا، لم یکن له جزاء عندی إلاالجنة"(٦)

اشعث بن جابر اور ابو ظلال کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک جگہ متابعتاً ذکر ہے(۷)

اشعث بن جابر

یہ یہاں دادا کی طرف منسوب ہے، ان کے والد کا نام "عبداللہ" ہے، اشعث بن عبداللہ بن جابر حُدَّانی (وَحُدَّان من الأَزْد)...... یہ اندھے تھے(۸)

امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا "ثقة"(۹)

یحییٰ بن معین نے فرمایا "ثقة بصیر"(۱۰)

---

(۴) عمدة القاری:۲۱/۲۱٦

(۵) مسند الإمام أحمد بن حنبل :۳/۲۸۳

(٦) سنن الترمذی ، کتاب الزهد، باب ماجاء فی ذهاب البصر:۴/۲۰۲(رقم الحدیث:۲۴۰۰)

(۷) عمدة القاری:۲۱/۲۱٦وفتح الباری:۱۰/۱۴۴

(۸) تهذیب الکمال:۳/۲۷۲(رقم الترجمة:۵۲۷)وعمدة القاری:۲۱/۲۱٦

(۹) تهذیب الکمال:۳/۲۷۲

(۱۰) الجرح والتعدیل :۱/الترجمة:۲۷۴

امام احمد نے فرمایا "لا بأس به "(۱۱) اور ابو حاتم نے نہیں "شیخ" کہا(۱۲)

البتہ علامہ عقیلی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا "فی حدیثہ وہم"(۱۳)

لیکن علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے علامہ عقیلی رحمہ اللہ کی تردید کی اور لکھا "قول العقیلی فی حدیثه وهم، لیس بمسلم إلیه، وأنا أتعجب کیف لم یخرج له البخاری و مسلم"(۱۴)

ان کی وفات ۱۲۰ھ اور ۱۳۰ھ کے درمیان ہوئی ہے(۱۵) امام بخاری رحمہ اللہ نے تو ان کی صرف ایک یہی روایت لی ہے اور امام مسلم کے علاوہ باقی محدثین نے ان سے حدیثیں لی ہیں(۱۶)

ابو ظلال هلال بن أبی هلال

ان کی بھی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک متابعت ہے۔ صحیح بخاری کے [illegible] میں طلال هلال بن هلال لکھا ہے، لیکن صحیح ابن ابی ہلال ہے(۱۷) ان کے والد کے [illegible] هلال کے [illegible] میمون، سوید، یزید اور زید مختلف اقوال ہیں(۱۸) یہ بھی نابینا تھے اور تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں(۱۹) البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں "مقارب الحدیث" فرمایا ہے(۲۰)

---

(۱۱) الجرح و التعدیل ۱/الترجمة: ۲۷۴۔ و تعلیقات تہذیب الکمال: ۳/۲۷۲

(۱۲) الجرح والتعدیل ۱/الترجمة: ۲۷۴

(۱۳) تعلیقات تہذیب الکمال: ۳/۲۷۲ و لضعفا للکبیر للعقیلی [illegible]

(۱۴) میزان الاعتدال ۱/۲۶۶

(۱۵) تاریخ الصغیر للبخاری ۱۵

(۱۶) تہذیب الکمال: ۳/۲۷۲، نیز دیکھیے سیر أعلام النبلاء: ۶/۲۷۴

(۱۷) فتح الباری: ۱۰/۱۴۴

(۱۸) تہذیب الکمال ۳/۳۵۰ (رقم الترجمة: ۶۶۳۲)

(۱۹) دیکھیے تہذیب التہذیب ۱۱/۸۴ والضعفاء والمتروکون الترجمة ۱۰-۲۶۰، و تہذیب الکمال ۳۰/۳۵۱، وفتح الباری: ۱۰/۱۴۴، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶

(۲۰) دیکھیے تہذیب الکمال: ۳۰/۳۵۱ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶ وفتح الباری: ۱۰/۱۴۴

٨ - باب : عِيَادَةِ النِّسَاءِ وَالرِّجَالَ .

وَعَادَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْمَسْجِدِ ، مِنَ الْأَنْصَارِ

٥٣٣٠ : حدّثنا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ، وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، قَالَتْ : فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا ، قُلْتُ : يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ ، وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ ، قَالَتْ : وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ :

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ ... وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَتْ عَنْهُ يَقُولُ :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً ... بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ ... وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ : فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ . فَقَالَ : (اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ ، اللَّهُمَّ وَصَحِّحْهَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا ، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ) .

[ر : ١٧٩٠]

عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کی عیادت کر سکتی ہیں لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو (٢١)

حدیث باب میں حضرت عائشہؓ نے اپنے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کا ذکر کیا ہے، اگرچہ بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے، تاہم فتنے سے مامون ہونے کی صورت میں نزول حجاب کے بعد بھی اس واقعہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے (٢٢)

---

(٢١) عمدۃ القاری:٢١/٢١٦ وفتح الباری:١٠/١٢٥

(٢٢) إرشاد الساری:١٢/٣٨٦ وفتح الباری:١٠/١٢٥، ١٢٦

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب بخار ہوتا، تو وہ یہ شعر پڑھتے

کل امرئ مصبح فی أهله والموت أدنی من شراك نعله

"ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے اور موت اس کی جوتیوں کے تسمے سے بھی بہت زیادہ قریب ہے۔"

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے "مصبح فی أهله" کا ترجمہ کیا ہے کہ اسے اس کے اہل وعیال میں أنعم صباحاً (صبح بخیر) کہا جاتا ہے (۲۳)

شراك: تسمہ کو کہتے ہیں

وکان بلال إذا أُقْلِعَتْ عنه

أُقلِعَتْ: مجہول کا صیغہ ہے بمعنی أزیلت یعنی جب بخار ختم ہوگیا، تو انہوں نے یہ شعر پڑھے:

ألا لیت شعری هل أبیتن لیلة بواد وحولی إذخر وجلیل

وهل أردن یوما میاه مجنة وهل یبدون لی شامة وطفیل

("کاش میں وادی مکہ میں رات گذارتا اس حال میں کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل نامی (دونوں طرح) گھاس ہوتے، کیا میں کبھی موضع مجنہ کے پانیوں اور چشموں کے پاس آسکوں گا اور کیا شامہ اور طفیل نامی چشمے میرے سامنے ظاہر ہو سکیں گے)

إذْخِر (بکسر الہمزہ وسکون الذال وکسر الخاء) یہ ایک خوشبودار گھاس ہے، جلیل بھی گھاس کا نام ہے (۲۴)

مِجَنَّة (میم کے کسرہ، جیم کے فتحہ اور نون کی تشدید کے ساتھ) مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے (۲۵)

---

(۲۳) إرشادالساری: ۱۲/۳۸۵

(۲۴) إرشادالساری: ۱۲/۳۸٦ وعمدة القاری ۲۱/۲۱۷

(۲۵) إرشادالساری: ۱۲/۳۸٦ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۷

شامَة (میم کی تخفیف کے ساتھ)...... طَفیل (طاء کے فتحہ کے ساتھ) یہ مکہ مکرمہ کے قریب دو پہاڑ یا دو چشموں کے نام ہیں (۲۶)

ان دو شعروں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ اور وہاں کے مقامات اور چشموں کو دیکھنے کی تمنا کی ہے، ہجرت کرنے کے بعد حضرات صحابہ کو اپنا وطن اور علاقہ یاد آرہا تھا، جہاں ان کا بچپن گذرا تھا اور جہاں سے ان کی برسوں کی یادیں وابستہ تھیں اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اللهم حبب إلينا المدينة، كحبنا مكة أو أشد" اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ کی طرح یا اس سے زیادہ محبوب بنا۔

الجُحْفة: (جیم کے ضمہ اور حاء کے سکون کے ساتھ) اہل شام کا میقات ہے (۲۷) یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے (۲۸)

وعادت أم الدرداء رجلا من أهل المسجد من الأنصار

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، اور ہر ایک کو ام الدرداء کہا جاتا تھا، بڑی کا نام خَیْرہ تھا، وہ صحابیہ تھیں، اور چھوٹی کا نام هُجَیمة تھا، وہ تابعیہ تھیں (۲۹)

یہاں اس سے چھوٹی والی ام الدردا حضرت هُجَیمة مراد ہیں کیونکہ یہ اثر امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں حارث بن عبید کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے (۳۰)، حارث بن عبید کم عمر تابعی تھے، انہوں نے ام الدرداء کبری کا زمانہ نہیں پایا ہے (۳۱) کیونکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

(۲۶) إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۶ و فتح الباری [illegible]

(۲۷) إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۶ و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۷

(۲۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۷ و فتح الباری: ۱۰/۱۴۶

(۲۹) شرح البخاری للكرمانی: ۲۰/۱۸۴ و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۶، و فتح الباری ۱۰/۱۴۵

(۳۰) فتح الباری ۱۰/۱۴۵، و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۶، الأدب المفرد مع شرح فضل الله الصمد، باب عيادة النساء الرجل المريض ۱/۶۲۷ (رقم الحديث ۵۳۰)

(۳۱) فتح الباری: ۱۰/۱۴۵، و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۶

زمانے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے وفات پاچکی تھیں، جب کہ ام الدرداء صغری کی وفات عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ۸۱ھ ہجری میں...... کبری کی وفات کے تقریباً پچاس سال بعد ہوئی ہے (۳۲)

اس اثر میں مسجد سے مسجد نبوی مراد ہے یعنی حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے مسجد نبوی والوں یعنی انصار کے ایک آدمی کی عیادت کی، معلوم ہوا عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے۔

٩ – باب : عِيَادَةِ الصِّبْيَانِ .

٥٣٣١ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عاصِمٌ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ ٱبْنَةً لِلنَّبِيِّ ﷺ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِ ، وَهُوَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَسَعْدٌ وَأُبَيٌّ ، نَحْسِبُ : أَنَّ ٱبْنَتِي قَدْ حُضِرَتْ فَٱشْهَدْنَا ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا السَّلَامَ ، وَيَقُولُ : (إِنَّ لِلّٰهِ ما أَخَذَ وَما أَعْطَى ، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى ، فَلْتَحْتَسِبْ وَلْتَصْبِرْ) . فَأَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا ، فَرُفِعَ الصَّبِيُّ فِي حَجْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ ، فَفَاضَتْ عَيْنَا النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ : ما هٰذَا يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ؟ قالَ : (هٰذِهِ رَحْمَةٌ وَضَعَهَا ٱللّٰهُ فِي قُلُوبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ ، وَلَا يَرْحَمُ ٱللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الرُّحَمَاءَ) . [ر : ١٢٢٤]

عیادة مصدر ہے اور مضاف الی المفعول ہے (۳۳) یعنی اس باب میں بچوں کی عیادت امام نے بیان فرمائی ہے کہ ان کی عیادت کی جاسکتی ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے حضور کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ میری بیٹی مرنے کے قریب ہے، اس لیے آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا...... "إن لله ماأخذ، وما أعطى، وكل شيء عنده مسمى، فلتحتسب ولتصبر" یعنی "اللہ کی مرضی جو چاہے لے لے اور جو چاہے دے دے، ہر چیز کا اللہ کے ہاں

---

(۳۲) فتح الباری: ۱۰/۱۴۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶

(۳۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۷ وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۶

وقت مقرر ہے، اس لیے ثواب کی امید وار رہ کر چاہیے کہ وہ صبر کرے"

انہوں نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دوبارہ بلاوا بھیجا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کے پاس گئے، اس بچے کو اپنی گود میں اٹھایا، اس کی سانس اکھڑ رہی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت سعد نے عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟"..... آپ نے فرمایا..... یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ جس بندے کے دل میں چاہے ڈال دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مہربان بندوں پر ہی رحم کرتا ہے۔"

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے، اس روایت کے شروع میں ہے کہ "إن ابنتي قد حُضِرَتْ" یعنی بچی کی موت قریب ہے اور بعد میں ہے "فرفع الصبی" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچی نہیں بلکہ بچہ تھا، علامہ ابن بطال نے فرمایا کہ اس میں راوی نے ضبط سے کام نہیں لیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"هذا الحديث لم يضبطه الراوى، فمرة قال، قالت: ابنتي قد احتضرت، ومرة قال فرفع الصبي. ونفسه تقعقع، فأخبر مرة عن صبي، ومرة عن صبية" (۳۴)

حَجر (حاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ اور جیم کے سکون کے ساتھ) گود کو کہتے ہیں، نَفْسه (فاء کے سکون کے ساتھ) اس کی جمع نفوس آتی ہے، تَقَعْقَع: أي تضطرب ويسمع لها صوت یعنی وہ اضطراب اور بے چینی کی حالت میں تھی اور اس کی بے چینی کی اس کیفیت کی آواز سنائی دے رہی تھی (۳۵)

فقال سعد: ماهذا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے پر حضرت سعدؓ کو تعجب ہوا، انہوں نے کہا ....."یا رسول اللہ! یہ کیا ہے"..... شاید وہ اس کو صبر کے خلاف سمجھ رہے تھے، آپ نے فرمایا....."یہ

(۳۴) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۱۷

(۳۵) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۱۸، وإرشاد الساری ۱۲/ ۳۸۷

دل میں موجود رحمت وشفقت کا اثر ہے، یہ بے صبری یا جزع فزع کی قبیل سے نہیں" (٣٦)

مذکورہ حدیث کتاب الجنائز میں " باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببکاء أھله علیه" کے تحت گذر چکی ہے (٣٧)

١٠ - باب : عِيَادَةِ الْأَعْرَابِ .

٥٣٣٢ : حدّثنا معلّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ : حَدَّثنا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دخلَ عَلَى أعْرابِيٍّ يعُودُهُ ، قَال ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ لَهُ : (لَا بَأْسَ ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ) . قَالَ : قُلْتَ : طَهُورٌ ؟ كَلَّا ، بَلْ هِيَ حُمَّى تَفُورُ ، أَوْ تَثُورُ ، عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ ، تُزِيرُهُ الْقُبُورَ . فقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (فَنَعَمْ إِذًا) . [ر : ٣٤٢٠]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس سے فرماتے "لابأس، طھور، إن شاء اللہ" (کوئی حرج نہیں، انشاء اللہ یہ مرض گناہوں کو پاک کرنے والا ہے) اس اعرابی سے بھی جب آپ نے یہ جملہ کہا تو اس نے کہا "آپ کہتے ہیں کہ یہ پاک کر دینے والا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ یہ بخار تو ایک بہت بوڑھے پر حملہ آور ہوا ہے جو اسے قبر دکھائے گا،...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب آپ کہتے ہیں تو یہی سہی"

لأباس ، طھور

یعنی کوئی حرج نہیں، بیماری مسلمان کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، طھور مبالغہ کا صیغہ ہے اور متعدی ہے بمعنی مُطَھِر: پاک کرنے والا، طھور خبر ہے مبتدا محذوف ہے، أی ھو طھور، (٣٨) "إن

(٣٦) عمدة القاری: ٢١/ ٢١٨، وإرشاد الساری: ١٢/ ٣٨٧

(٣٧) عمدة القاری: ٢١/ ٢١٧، وفتح الباری ١٠/ ١٤٦، وإرشاد الساری ١٢/ ٣٨٧

(٣٨) عمدة القاری: ٢١/ ٢١٨، وفتح الباری ١٠/ ١٤٧، وإرشاد الساری ١٢/ ٣٨٨

الله" کہہ کر اسا یا کہ جملہ عا یہ ہے، خبر نہیں (۳۹)

نفور ونتور

راوی کو شک ہے کہ تفور کہا یا تنور کہا، دونوں کے معنی بھڑکنے اور حملہ کرنے کے ہے، تزیر: یہ باب افعال سے ہے أزارہ: کسی کو زیارت پر مجبور کرنا

فنعم إذًا

ای إذا أبیت فنعم إذًا: یعنی جب ہماری بات سے انکار کر رہے ہیں تو پھر ایسا ہی ہو جیسا آپ گمان کر رہے ہیں، یا ایسا ہی ہو گا جیسے آپ گماں کر رہے ہیں ... یہ جملہ بددعا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے پیشن گوئی کرتے ہوئے اس کو خبر دی کہ ایسا ہی ہو گا (۴۰)

طبرانی کی روایت میں ہے کہ اگلی صبح وہ اعرابی انتقال کر چکا تھا (۴۱)

حدیث شریف سے مستنبط چند آداب

مہلب اس حدیث سے چند آداب وفوائد مستنبط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فائده هذا الحديث انه لانقص على الإمام فى عيادة مريض من رعيته، ولو كان أعرابيا جافيا، ولا على العالم فى عيادة الجاهل، ليعلمه، ويذكره بما ينفعه، ويأمره بالصبر، لئلايتسخط قدرالله فيسخط عليه، ويسليه عن ألمه، بل يغبطه بسقمه، إلى غيرذلك من جبر خاطره، و خاطرأهله، وفيه أنه ينبغي للمريض أن يتلقى الموعظة بالقبول، ويحسن جواب من يذكره بذلك"(۴۲)

---

(۳۹) عمدة القاری:۲۱/۲۱۸، وفتح الباری:۱۰/۱۴۷، وإرشاد الساری:۱۲/۳۸۸

(۴۰) عمدة القاری:۲۱/۲۱۸، وفتح الباری:۱۰/۱۴۷، وإرشاد الساری:۱۲/۳۸۸

(۴۱) عمدة القاری:۲۱/۲۱۸، وفتح الباری:۱۰/۱۴۷

(۴۲) فتح الباری:۱۰/۱۴۷، نیز دیکھیے عمدة القاری:۲۱/۲۱۸

یعنی حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حاکم اپنی رعایا میں سے اجڈ دیہاتی آدمی کی بھی عیادت کر سکتا ہے، اسی طرح عالم جاہل کی عیادت کے لیے جاسکتا ہے تاکہ مریض کو نصیحت کرلے، صبر کی تلقین کرے اور تسلی دے، حدیث سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مریض کو نصیحت کی بات قبول کرنی چاہیے اور نصیحت کرنے والے کو اچھا اور مناسب جواب دینا چاہیے۔

۱۱ - باب : عِيَادَةِ الْمُشْرِكِ .

۵۳۳۳ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ غُلَامًا لِيَهُودَ ، كانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ ، فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ ، فَقَالَ : (أَسْلِمْ) . فَأَسْلَمَ . [ر : ۱۲۹۰]

وَقالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ : لَمَّا حُضِرَ أَبُو طَالِبٍ جاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ۱۲۹۴]

کافر کی عیادت کا مسئلہ

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی کافر اور مشرک کے بارے میں امید ہے کہ وہ اسلام قبول کرلے گا تو اس کی عیادت مشروع ہے، لیکن اگر اس کی قبولیت اسلام کی امید نہیں تو پھر عیادت جائز نہیں (۴۳)

لیکن جمہور فرماتے ہیں، قبولیت اسلام کے علاوہ دوسری مصلحتوں اور مقاصد کے پیش نظر بھی مشرک اور کافر کی عیادت کی جاسکتی ہے (۴۴)

حدیث میں ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا، بیمار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہوگیا۔ اس

---

(۴۳) فتح الباری: ۱۰/۱۴۸، عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸

(۴۴) فتح الباری: ۱۰/۱۴۸، عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، حضرات حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر نصرانی یا یہودی ہے تو اس کی عیادت بالاتفاق درست ہے لیکن اگر مجوسی ہے تو اس میں جواز اور عدم جواز دونوں قول ہیں، راجح جواز کا قول ہے۔

لڑکے کا نام عبدالقدوس بتایا گیا(۴۵)

حدیث باب کتاب الجنائز میں "باب اذا اسلم الصبی فمات" کے تحت گذر چکی ہے۔

حضرت سعید بن المسیب کی تعلیق امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں سورۃ قصص کی تفسیر میں موصولاً نقل کی ہے(۴۶) اور وہیں اس پر کلام گذر چکا ہے۔

١٢ - باب : إِذَا عَادَ مَرِيضًا ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً .

٥٣٣٤ : حدّثنا محمّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ قال : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائشةَ رضِيَ اللهُ عَنْها : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ يَعُودُونَهُ في مَرَضِهِ ، فَصَلَّى بِهِمْ جالِسًا ، فجعَلُوا يُصلُّونَ قِيامًا ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ : (اجْلِسُوا) . فَلَمَّا فَرَغَ قالَ : (إِنَّ الْإِمامَ لَيُؤْتَمُّ بِهِ ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا ، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا ، وَإِنْ صَلَّى جالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا) .

قالَ : أَبُو عَبْدِ اللهِ : قالَ الحُمَيْدِيُّ : هٰذَا الحَدِيثُ مَنْسُوخٌ ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آخِرَ ما صَلَّى صَلَّى قاعِدًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامٌ . [ر : ٦٥٦]

اگر مریض کی عیادت کو جائیں اور نماز کا وقت ہو جائے اور مریض عیادت کرنے والوں کو جماعت سے نماز پڑھادے تو حدیث میں اس کی اصل موجود ہے، حضرات صحابہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے گئے اور حضور نے انہیں نماز پڑھائی۔

حدیث باب کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے(۴۷) اور وہیں اس مسئلہ کی تفصیل آئی ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک اگر امام نے پہلے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور دوران نماز اس کو کوئی مرض لاحق ہو جائے اور وہ بیٹھ جائے تو مقتدی نہیں بیٹھیں گے بلکہ کھڑے ہو کر اقتدا کریں گے، چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی تھی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، امام

(۴۵) فتح الباری:۱۰/۱۴۸

(۴۶) فتح الباری:۱۰/۱۴۸، وارشاد الساری:۱۲/۳۸۸، عمدۃ القاری:۲۱/۲۱۸

(۴۷) عمدۃ القاری:۲۱/۲۱۹، وفتح الباری:۱۰/۱۴۸

بن گئے، لیکن چونکہ نماز کھڑے ہو کر شروع ہوئی تھی، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بننے کے بعد حضرات صحابہ بیٹھے نہیں، بلکہ انہوں نے کھڑے ہو کر اقتدا کی۔

١٣ - باب : وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ

٥٣٣٥ : حدّثنا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا الْجُعَيْدُ ، عَنْ عائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ : أَنَّ أَبَاهَا قالَ : تَشَكَّيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوَى شَدِيدَةً ، فَجَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ ٱللهِ ، إِنِّي أَتْرُكُ مالاً ، وَإِنِّي لَمْ أَتْرُكْ إِلَّا ٱبْنَةً وَاحِدَةً ، فَأُوصِي بِثُلُثَيْ مالِي وَأَتْرُكُ الثُّلُثَ ؟ فقال : (لا) . قُلْتُ : فَأُوصِي بِالنِّصْفِ وَأَتْرُكُ النِّصْفَ ؟ قالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَأُوصِي بِالثُّلُثِ وَأَتْرُكُ لَهَا الثُّلُثَيْنِ ؟ قالَ : (الثُّلُثُ ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ) . ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِي وَبَطْنِي ، ثُمَّ قالَ : (اللَّهُمَّ ٱشْفِ سَعْدًا ، وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ) . فَمَا زِلْتُ أَجِدُ بَرْدَهُ عَلَى كَبِدِي - فِيمَا يُخَالُ إِلَيَّ - حَتَّى السَّاعَةِ . [ر : ٥٦]

٥٣٣٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنِ الْحَارِثِ ٱبْنِ سُوَيْدٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْعُودٍ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا ، فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَجَلْ ، إِنِّي أُوعَكُ كَما يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ) . فَقُلْتُ : ذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَجَلْ) . ثُمَّ قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ما مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى ، مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ ، إِلَّا حَطَّ ٱللهُ لَهُ سَيِّئَاتِهِ ، كَما تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا) . [ر : ٥٣٢٣]

مریض پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ

عیادت کرتے ہوئے مریض پر ہاتھ رکھا جا سکتا ہے، اس سے مریض کو ایک گونہ تسلی بھی ہوتی ہے، عیادت کرنے والے کی برکت سے اس کے مرض میں افاقہ ہو سکتا ہے اور اگر عیادت کرنے والا طب

سے واقف ہے تو مرض کی تشخیص بھی کرسکتا ہے (۴۸) باب میں ذکر کردہ دونوں حدیثوں میں اس کا تذکرہ ہے، پہلی حدیث میں ہے "ثم وضع يده على جبهته ، ثم مسح يده على وجهي وبطني" اور دوسری روایت میں ہے "فمسته بيدي......"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ابو یعلی نے سند حسن کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عاد مريضاً، يضع يده على المكان الذي يألم ، ثم يقول: بسم الله" (۴۹)

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث نقل فرمائی ہے " تمام عيادة المريض أن يضع أحدكم يده على جبهته ، فيسأل له كيف هو" (۵۰)

اور ابن السنی کی روایت میں ہے "تمام عيادة المريض أن يضع أحدكم يده على جبهته، فيقول : كيف أصبحت أو كيف أمسيت" (۵۱)

فمازلت أجد برده على كبدي فيما يخال إليّ حتى الساعة

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی ٹھنڈک میں اپنے جگر میں اب تک محسوس کررہا ہوں (یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا)

---

(۴۸) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۱۹

(۴۹) فتح الباری: ۱۰/ ۱۴۹، وقال الإمام أحمد بن حنبل في مسنده عن عائشة رضي الله عنها أنّ النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا عاد مريضاً، مسحه بيده وقال: اذهب البأس ربّ الناس واشف أنت الشافي لاشفاء إلاّ شفاؤك، شفاء لايغادر سقماً، (مسند الامام احمد بن حنبل: ۶/ ۱۲۶، ۴۵)

(۵۰) سنن الترمذي ، كتاب الإستئذان، باب ماجاء في المصافحة: ۵/ ۷۶ (رقم الحديث: ۲۷۳۱)

(۵۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۴۹، ۱۵۰

١٤ – باب : ما يُقالُ لِلْمَرِيضِ ، وَما يُجيبُ .

٥٣٣٧ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنِ الحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ فَمَسِسْتُهُ ، وَهْوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا ، فَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا ، وَذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قالَ : (أَجَلْ ، وَما مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى ، إِلَّا حاتَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ ، كما تَحاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ) .
[ر : ٥٣٢٣]

٥٣٣٨ : حدّثنا إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ يَعُودُهُ ، فَقَالَ : (لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ) . فَقَالَ : كَلَّا ، بَلْ حُمَّى تَفُورُ ، عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ ، كَيْمَا تُزِيرَهُ الْقُبُورَ . قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَنَعَمْ إِذًا) . [ر : ٣٤٢٠]

ترجمۃ الباب کا مقصد

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس جاکر خیر کی باتیں کرے او مریض کو چاہیے کہ اللہ سے امید رکھے اور کوئی شر اور مایوسی کی بات نہ کرے، اسی طرح حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کوئی تکلیف اگر ہے تو اس کا اظہار کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ جزع فزع اور شکووں کی صورت میں نہ ہو، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں

"يعنى بذلك أنه ينبغى للعائد أن يقول خيرا، وللمريض أن يحسن الظن بربه. فلايتكلم بشر، وأيضا ففى الحديث دلالة على أنه لابأس لوتكلم بشئ ممايجد، إذا لم يكن على سبيل التشكوى" (۵۲)

---

(۵۲) لامع الدراری:۹/۴۴۸، ۴۴۹

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی مرفوع روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے "إذا دخلتم علی المریض فنفسوا له فی الأجل ، فإن ذلك لایردشیئاً، وهو یطیب نفس المریض"

اور باب کی دونوں حدیثوں میں "تنفیس" پائی جارہی ہے، تنفیس سے تسلی مراد ہے، چنانچہ دوسری حدیث میں "لابأس طهور" ہے اور پہلی حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "إنك لتوعك وعكاشدیدا" یعنی آپ کو تو عادتاً شدید بخار ہوتا ہے، لہذا یہ کوئی قابل تشویش بات نہیں، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

"والأوجه عندی أن الإمام البخاری أشاربالترجمة علی عادته المستمرة إلی حدیث الترمذی المذکور، و التنفبس فی الحدیث الثانی ظاهر فی قوله صلی اللّٰه علیه وسلم : "لابأس" وأما فی الأول ، ففی حدیث ابن مسعود: "إنك لتوعك وعكاشدیدا" یعنی هذه عادة مستمرة لك، لیس بأمر جدید یخاف منه" (۵۳)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے، اس میں ہے "إذا دخلت علی مریض، فمره یدعولك فإن دعاء ه كدعاء الملائكة" (۵۴) یعنی مریض سے عیادت کرنے والا اپنے لیے دعا کی درخواست کرے کیونکہ مریض کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح (مقبول) ہوتی ہے لیکن یہ حدیث منقطع ہے (۵۵)

---

(۵۳) الأبواب والتراجم:۲/۹۹وتعلیقات لامع الدراری:۹/۴۴۹

(۵۴) سنن ابن ماجة، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادة المریض:۱/۴۶۳(رقم الحدیث:۱۴۴۱)

(۵۵) فتح الباری:۱۰/۱۵۰

١٥ - باب : عِيادَةِ المَرِيضِ ، رَاكِبًا وَماشِيًا ، وَرِدْفًا عَلَى الْحِمارِ .

٥٣٣٩ : حدّثني يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ : أَنَّ أُسامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ ، عَلَى إِكافٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ ، وَأَرْدَفَ أُسامَةَ وَراءَهُ ، يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبادَةَ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ ، فَسارَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيّ ٱبْنُ سَلُولَ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ ٱللهِ ، وفي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ ، وَفي الْمَجْلِسِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ رَوَاحَةَ ، فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ ٱلدَّابَّةِ ، خَمَّرَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ، قالَ : لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا ، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ ووَقَفَ ، وَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى ٱللهِ فَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيّ : يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ ، إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا ، فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، وَٱرْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ ، فَمَنْ جاءَكَ فَٱقْصُصْ عَلَيْهِ . قالَ ٱبْنُ رَوَاحَةَ : بَلَى يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَٱغْشَنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ . فَٱسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كادُوا يَتَثَاوَرُونَ ، فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا ، فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ دَابَّتَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبادَةَ ، فَقالَ لَهُ : (أَيْ سَعْدُ ، أَلَمْ تَسْمَعْ ما قالَ أَبُو حُبَابٍ) . يُرِيدُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ أُبَيّ ، قالَ سَعْدٌ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ٱعْفُ عَنْهُ وَٱصْفَحْ ، فَلَقَدْ أَعْطَاكَ ٱللهُ ما أَعْطَاكَ ، وَلَقَدِ ٱجْتَمَعَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبَحْرَةِ أَنْ يُتَوِّجُوهُ فَيُعَصِّبُوهُ ، فَلَمَّا رُدَّ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذٰلِكَ ، فَذٰلِكَ الَّذِي فَعَلَ بِهِ ما رَأَيْتَ .

[ر : ٢٨٢٥]

٥٣٤٠ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، هُوَ ٱبْنُ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : جاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي ، لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ . [ر : ١٩١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مریض کی عیادت سواری اور چلنے کی اور کسی کے ساتھ پیچھے سوار ہونے کی حالت میں جا کر کی جاسکتی ہے۔ رِدْف (بکسر الراء وسکون الدال) أی مُرْتَدِفًا لغیرہ: یعنی کسی کے ساتھ پیچھے سوار ہو کر...... چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

سعد بن عبادہ کی عیادت کی، آپ سوار ہو کر گئے، حضرت اسامہ آگے تھے اور آپ ان کے پیچھے بیٹھے رہے، حدیث باب پہلے گذر چکی ہے (۵٦) یہاں چند الفاظ دیکھ لیں:

على حمار على إكاف على قطيفة فدكية

إکاف (ہمزہ کے کسرہ اور کاف کی تخفیف کے ساتھ) پالان کو کہتے ہیں جو سواری والے جانور کی پشت پر رکھا جاتا ہے (۵۷)

قطیفة: کپڑا جو پالان وغیرہ پر رکھا جاتا ہے، فَدَکِیّة: فدک کی طرف منسوب ہے، فدک مشہور جگہ ہے (۵۸) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والحاصل أن الإكاف يلي الحمار، والقطيفة فوق الإكاف، والراكب فوق القطيفة (۵۹)

ترکیب میں 'على إكاف'' ''على حمار' سے بدل ہے اور ''على قطيفة'' ''على إكاف'' سے بدل ہے (٦٠)

علامہ مزی رحمہ اللہ نے ''الأطراف'' میں اس کو مستقل الگ حدیث شمار کیا ہے لیکن امام حمیدی رحمہ اللہ نے اس کو اس طویل حدیث کا حصہ قرار دیا جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حمیدی کی تصویب فرمائی ہے (٦١)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے

---

(۵٦) دیکھیے کشف الباری، کتاب التفسیر (سورۃ آل عمران) ۱۲۵، ۱۲٦، ۱۲۷

(۵۷) إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۹۳، فتح الباری ۱۰/ ۱۵۱

(۵۸) إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۹۳ وعمدہ القاری ۲۱/ ۲۲۱

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۱، وإرشاد الساری ۱۲/ ۳۹۳

(٦٠) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۱، وعمدۃ القاری ۲۱/ ۲۲۱

(٦١) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۱

تشریف لائے، اس حال میں کہ نہ تو خچر پر سوار تھے اور نہ گھوڑے پر، یعنی پیدل چل کر تشریف لائے،

ترجمۃ الباب میں "ماشیا" کی قید امام نے اسی حدیث سے ثابت کی ہے (٦٢)

بِرْذون: (باء کے کسرہ کے ساتھ) گھوڑوں کی ایک قسم کا نام ہے (٦٣)

١٦ – باب : مَا رُخِّصَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقُولَ : إِنِّي وَجِعٌ ، أَوْ وَارَأْسَاهُ ، أَوِ ٱشْتَدَّ بِي الْوَجَعُ .

وَقَوْلِ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : «أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ» /الأنبياء: ٨٣/ .

٥٣٤١ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَأَيُّوبَ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : مَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ ، فَقَالَ : (أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ . فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَهُ ، ثُمَّ أَمَرَنِي بِالْفِدَاءِ . [ر : ١٧١٩]

٥٣٤٢ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَبُو زَكَرِيَّاءُ : أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ : سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ : قَالَتْ عَائِشَةُ : وَارَأْسَاهْ . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ذَاكِ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرَ لَكِ وَأَدْعُوَ لَكِ) . فَقَالَتْ عَائِشَةُ : وَاثُكْلِيَاهْ ، وَٱللهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي ، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ ، لَظَلِلْتَ آخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ أَزْوَاجِكَ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بَلْ أَنَا وَارَأْسَاهُ ، لَقَدْ هَمَمْتُ ، أَوْ أَرَدْتُ ، أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَٱبْنِهِ وَأَعْهَدَ : أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ ، أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ، ثُمَّ قُلْتُ : يَأْبَى ٱللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ ، أَوْ يَدْفَعُ ٱللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ) [٦٧٩١]

---

(٦٢) إرشاد السارى:١٢/ ٣٩٤، وعمدة القارى:٢١/ ٢٢٢

(٦٣) عمدة القارى:٢١/ ٢٢٢، وشرح الكرمانى:٢٠/ ١٩٣، وإرشاد السارى:١٢/ ٣٩٤

(٥٣٤٢):(وارأساه) وا: أداة نداء للندبة. و لهاء للسكت، اي اندب رأسي لمابصيبه من وجع۔ (ذاك) إشارة إلى مايستلزم المرض من الموت، أى: لومتّ وأنا حي، وقيل. إنها لما ندبت رأسها ذكرت الموت فقال لها ذلك ـ (واثكلياه) ندب مصيبتي، وأصل الثكل فقد الولد أو من يعز على الفاقد۔ ثم أصبح يقال ولا يراد به حقيقته، بل صار كلاما يجري على ألسنتهم عند حصول المصيبة أو توقعها۔ (لظللت) لكنت وبقيت، (معرسًا) منْ أعرس بأهله إذا بنى بها وغشيها، أي جامعها۔ (بل--) أى دعي ماأنت فيه واشتغلي بسواه مما يفيد، فأنت تعيشين بعدي وأنا سابقك إلى ألم الرأس الذي يعقبه الموت۔ (أعهد) أوصي بالخلافة۔ (أن يقول القائلون) كراهة أن يقول أحد: الخلافة لفلان أو لفلان۔ (المتمنون) للخلافة۔ فأعينه قطعا للنزاع۔ (يأبى الله) من لايستحقها۔ (يدفع المؤمنون) عنها من هو أقل جدارة لها۔

٥٣٤٣ : حدّثنا مُوسىٰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ ، عَنْ إِبْراهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنِ الحارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ ، فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا ، قالَ : (أَجَلْ ، كما يُوعَكُ رَجُلانِ مِنْكُمْ) . قالَ : لَكَ أَجْرَانِ ؟ قالَ : (نَعَمْ ، ما مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى ، مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ ، إِلَّا حَطَّ ٱللهُ سَيِّئَاتِهِ ، كما تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا) . [ر : ٥٣٢٣]

٥٣٤٤ : حدّثنا مُوسىٰ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عامِرِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : جاءَنا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَعُودُنِي مِنْ وَجَعٍ ٱشْتَدَّ بِي ، زَمَنَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فَقُلْتُ : بَلَغَ بِي ما تَرَى ، وَأَنَا ذُو مالٍ ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ٱبْنَةٌ لِي ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مالِي ؟ قالَ : (لَا) . قُلْتُ : بِالشَّطْرِ ؟ قالَ : (لَا) . قُلْتُ : الثُّلُثُ ؟ قالَ : (الثُّلُثُ كَثِيرٌ . أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِياءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ . وَلَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ ٱللهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا . حَتَّى ما تَجْعَلُ فِي فِي ٱمْرَأَتِكَ) . [ر : ٥٦]

مریض تکلیف کا اظہار کر سکتا ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مریض اگر اپنی تکلیف اور شدت درد کی وجہ سے کراہتے ہوئے اپنے غم کا اظہار کرے تو یہ صبر کے منافی نہیں اور حدیث میں اس کی اصل موجود ہے (٦٤)

یہاں ترجمۃ الباب میں تین لفظ ذکر کیے گئے ہیں ..... ایک "إنی وجع" روایات باب میں اس کا ذکر نہیں، البتہ صالح بن کیسان نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "دخلت علی أبی بکر رضی اللہ عنہ فی مرضہ الذی توفی فیہ، فسلمت علیہ، وسألتہ، کیف أصبحت؟ فاستوی جالسا، فقلتُ: أصبحتَ بحمداللہ بارئاً ؟ قال: أما إنی علی ماتری وجع" (٦٥) اس روایت میں حضرت صدیق اکبرؓ نے بیماری کی حالت میں اپنے متعلق فرمایا......

(٦٤) عمدۃ القاری: ٢١/ ٢٢٢، إرشاد الساری: ١٢/ ٣٩٤

(٦٥) فتح الباری: ١٠/ ١٥٢، ١٥٣

إنی وجع "میں تکلیف میں ہوں"۔

ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ دوسرا لفظ "وارأساہ" باب کی دوسری حدیث میں اور تیسرا لفظ "اشتد بی الوجع" باب کی آخری روایت میں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام کے قول ﴿انی مسنی الضروانت ارحم الراحمین﴾ سے بھی استدلال کیا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ جل شانہ سے دعا کرتے ہوئے اپنی بیماری کا شکوہ کیا۔

باب کی پہلی روایت حضرت کعب بن عجرہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں ہانڈی کے نیچے آگ سلگائے ہوئے تھا، آپ نے فرمایا...... "کیا تمہیں جوئیں تکلیف دیتی ہیں؟"...... میں نے کہا جی ہاں، آپ نے نائی کو بلوایا اور اس نے میرے سر کو مونڈ دیا، پھر آپ نے مجھے فدیہ کا حکم دیا۔

اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ " أیؤذیك هوام رأسك؟" اور انہوں نے جواب میں "نَعمْ" فرمایا کہ ہاں مجھے جوئیں تکلیف دیتی ہیں، لہٰذا اسے شکوی اور جزع فزع نہیں کہا جائے گا، بلکہ اسے بیان واقع کہتے ہیں (٦٦)

یہ روایت اس سے پہلے کتاب الحج میں بھی گذر چکی ہے (٦٧)

حدثنا یحیی بن یحیی......

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (٦٨) حضرت عائشہؓ نے دردسر کی شدت کی وجہ سے کہا وارأساہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسی دردسر میں مبتلا رہ کر مرگئی اور میں زندہ رہا (تو افسوس کی کوئی بات نہیں) کیونکہ میں آپ کے لیے بخشش طلب کروں گا اور دعا کروں

---

(٦٦) عمدة القاری: ٢١/ ٢٢٣، إرشاد الساری: ١٢/ ٣٩٥

(٦٧) فتح الباری: ١٠/ ١٥٣، عمدة القاری: ٢١/ ٢٢٣

(٦٨) (٥٣٤٢) الحدیث أخرجه البخاری أیضاً فی الأحکام باب الإستخلاف (رقم الحدیث: ٧٢١٩) وأخرجه مسلم فی فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی بکر الصدیق ؓ: ٤/ ١٨٥٧ (رقم الحدیث: ٢٣٨٧)

گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر فرمانے لگیں، ہائے افسوس! واللہ! میرا خیال ہے آپ میری موت چاہتے ہیں، اگر ایسا ہوا (اور میں مر گئی) تو اس کے دوسرے ہی دن آپ اپنی کسی اور بیوی کے ساتھ دولہا بن چکے ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ میں خود درد سر میں مبتلا ہوں، میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں اور ان کے لیے وصیت کروں تاکہ کوئی کہنے والے کچھ کہہ نہ سکیں اور نہ کوئی آرزو کرنے والے اس کی آرزو کر سکیں، پھر میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ (کسی اور کی خلافت) منظور نہیں فرمائیں گے اور مؤمنین بھی (حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ کسی اور کو) ہٹائیں گے (اور قبول نہیں کریں گے)

وارأساه

امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں تفصیل ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "رجع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من جنازة من البقیع فوجدنی، وأنا أجد صداعا فی رأسی، وأنا أقول: وارأساه"(۶۹) صُداع درد سر کو کہتے ہیں۔

ذاك لو كان وأناحی

ذاك کا مشار الیہ موت ہے جو عموماً مرض کے بعد آتی ہے یعنی اگر آپ مر گئیں اور میں زندہ رہا، ایک دوسری روایت میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ہے "ماضرك لومت قبلی فکفنتك، ثم صلیت علیك ودفنتك"(۷۰)

واثُكلَیاه

ثُکل ... اصل میں فقد الولد کو کہتے ہیں، آخر میں الف اور ہاء ندبہ کی ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ میری موت چاہتے ہیں، ایک دوسری روایت میں ہے "واللّٰه لو قد فعلت ذلك، لقد رجعتَ إلی بیتی: فأعرستَ ببعض نسائك، قالت: فتبسم

(۶۹) سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل الرجل إمرأته وغسل المرأة زوجها: ۱/ ۴۷۰ (رقم الحدیث ۱۴۶۵) ومسند الإمام أحمد بن حنبل ۲: ۲۲۸

(۷۰) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۴، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۳

رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم"(۷۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بل أنا وارأساه، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الوفات شروع ہوا (۷۲)

لقد هممت أو أردت أن أرسل إلى أبي بكرؓ

راوی کو شک ہے کہ هممت کہا یا أردت فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں کتابت کا جو ارادہ فرمایا تھا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تھا، مگر چونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی اور کی خلافت منظور نہیں اور مؤمنین بھی کسی اور کے خلیفہ بننے پر راضی نہ ہوں گے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت پر اصرار نہیں فرمایا۔

فَأَعهَد أن يقول القائلون

عَهِد يَعْهَد کے معنی وصیت کرنے کے بھی آتے ہیں، یہاں اسی معنی میں ہے .....أن يقول القائلون أي لئلايقول القائلون أو كراهة أن يقول (۷۳)

متمنون...... یہ متمنی کی جمع ہے، اصل میں متمنیون تھا، پھر تعلیل کے بعد متمنون ہو گیا (۷۴)

حدیث سے مستنبط چند باتیں

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے چند باتیں مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفي الحديث ماطبعت عليه المرأة من الغيرة، وفيه مداعبة الرجل

---

(۷۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۴

(۷۲) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۴

(۷۲) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۴

(۷۳) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۳، إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۹۶

(۷۴) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۴، إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۹۶، ۳۹۷

أهله، والإفضاء إليهم بمايستره عن غيرهم، وفيه أن ذكر الوجع ليس بشكاية، فكم من ساكت وهو ساخط، وكم من شاك وهوراض، فالمعول في ذلك على عمل القلب، لاعلى نطق اللسان، والله أعلم"(۷۵)

یعنی عورت کی طبیعت اور فطرت میں اپنے شوہر کے متعلق جو غیرت اور حساسیت ہوتی ہے، حدیث سے وہ ظاہر ہو رہی ہے، گھر والوں کے ساتھ مزاح کرنا بھی اس سے معلوم ہو رہا ہے اور یہ بات بھی کہ درد و تکلیف کا اظہار جزع فزع میں داخل نہیں۔

۱۷ - باب : قَوْلِ الْمَرِيضِ قُومُوا عَنِّي .

۵۳۴۵ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ . وَحَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ . عَنِ الزُّهْرِيِّ . عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ رِجالٌ ، فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ . قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لا تَضِلُّوا بَعْدَهُ) . فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ ، وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ ، حَسْبُنَا كِتَابُ ٱللهِ . فَٱخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَٱخْتَصَمُوا ، مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمُ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ . وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ما قالَ عُمَرُ ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (قُومُوا) .

قالَ عُبَيْدُ ٱللهِ : فَكانَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ : إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ ما حالَ بَيْنَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ ، مِنِ ٱخْتِلافِهِمْ ولَغَطِهِمْ . [ر : ۱۱۴]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر بیمار کے پاس عیادت کرنے والوں کا ہجوم ہو جائے اور مریض اس کی وجہ سے تشویش اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو تو وہ عیادت کرنے والوں سے کہہ سکتا ہے کہ چلے جاؤ، یہ بداخلاقی اور بے مروتی کے زمرے میں نہیں آئے گا، جیسا کہ حدیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ

(۷۵) فتح الباری:۱۰/۱۵۵

علیہ وسلم نے حضرات صحابہ سے فرمایا.....قوموا عنی (۷۶)
اس حدیث پر تفصیلی کلام کتاب المغازی کے آخر میں گذر چکا ہے(۷۷)

١٨ - باب : مَنْ ذهبَ بالصَّبِيِّ المريضِ لِيُدْعى لَهُ .

٥٣٤٦ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ : حَدَّثنا حاتِمٌ ، هُوَ ٱبْنُ إسْماعِيلَ ، عَنِ الْجَعَيْدِ قالَ : سَمِعْتُ السَّائِبَ يَقُولُ : ذَهَبَتْ بِي خالَتِي إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَقالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إنَّ ٱبْنَ أُخْتِي وَجِعٌ ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعا لِي بِالْبَرَكَةِ ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ ، وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ ، فَنَظَرْتُ إِلَى خاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، مِثْلِ زِرِّ الحَجَلَةِ . [ر : ١٨٧]

مریض بچے کو صالحین کے پاس لے جاکر ان سے اس کے لیے دعا کروائی جاتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس کا ثبوت حدیث سے پیش کیا ہے، حدیث کی مناسبت باب سے بالکل ظاہر ہے اور یہ حدیث کتاب الطہارت میں پہلے گذر چکی ہے(۷۸) مثل زرالحجلة: یعنی مہرت نبوت حجرہ عروسی کی گھنڈی کی طرح تھی۔

١٩ - باب : نَهْيِ تَمَنِّي المَرِيضِ المَوْتَ .

٥٣٤٧ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ المَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ ، فَإِنْ كانَ لَا بُدَّ فاعِلاً ، فَلْيَقُلِ : ٱللَّهُمَّ أَحْيِنِي ما كانَتِ الحَيَاةُ خَيْرًا لِي ، وَتَوَفَّنِي إِذَا كانَتِ الْوَفاةُ خَيْرًا لِي) .

[٥٩٩٠ ، وانظر : ٦٨٠٦]

ہندوستانی نسخوں میں "باب نهى تمنى المريض الموت" ہے یعنی مریض کے لیے موت کی

---

(۷۶) عمدة القاری:۲۱/۲۲۴، إرشاد الساری:۱۲/۳۹۹ و الأبواب والتراجم:۲/۹۹

(۷۷) کشف الباری (کتاب المغازی) ص:۶۷۲-۶۷۷

(۷۸) عمدة القاری:۲۱/۲۲۵

تمنا کی نہی کا بیان ہے، لیکن فتح الباری اور عمدۃ القاری کے نسخوں میں "نہی" کا لفظ نہیں ہے۔

حدثنا آدم......

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، پہلی حدیث حضرت انسؓ سے ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ پہلی بار یہاں ذکر فرمائی ہے (۷۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو اسے پہنچی ہے اور اگر کسی کو موت کی دعا کرنی ہی ہے تو ان الفاظ میں دعا کرے "اللهم أحيني ما كانت الحياة خيرا لي، وتوفني إذا كانت الوفاة خيرالي"

من ضر أصابه

اس میں ضر سے ضرر دنیوی مراد ہے (۸۰) یعنی دنیوی تکلیف اور نقصان کی وجہ سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، چنانچہ ابن حبان کی روایت میں ہے "لايتمنين أحدكم الموت لضر نزل به في الدنيا" اس حدیث میں "في" میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ سببیہ ہو أي بسبب أمر من الدنيا......(۸۱) لیکن اگر اخروی ضرر کا اندیشہ ہے، فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ سے بحفاظت دنیا سے اٹھائے جانے کی دعا کی جاسکتی ہے، چنانچہ مؤطا امام مالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

"اللهم كبرت سني، وضعفت قوتي، وانتشرت رعيتي، فاقبضني إليك غيرمضيّع ولامفرِّط"(۸۲)

---

(۷۹)(۵۳۴۷) أخرجه البخاري ايضاً في الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة (رقم الحديث:۵۹۹۰) وأيضاً في كتاب التّمنّي، باب مايكره من التّمني (رقم الحديث:۶۸۰۶) وأخرجه مسلم في كتاب الذكر والدعاء......باب تمنّي كراهة الموت لضرنزل به:۴/۲۰۶۴(رقم الحديث:۲۶۸۰)

(۸۰) فتح الباری:۱۰/۱۵۷

(۸۱) فتح الباری:۱۰/۱۵۷

(۸۲) الموطاللامام مالك رحمه الله، كتاب الحدود، باب ماجاء في الرجم:۲/۸۲۴

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے "وإذا أردت فی قوم فتنة، فتوفنی غیر مفتون" (۸۳)
معلوم ہوا کہ دینی ضرر اور نقصان کے اندیشے سے موت کی دعا کی جاسکتی ہے۔

فلیقل اللهم أحيني......

مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کو ہر حال ہی میں موت کی دعا اور تمنا کرنی ہے تو پھر صراحتاً موت کی دعا نہ کرے کیونکہ مطلقاً موت کی تمنا میں ایک گونہ تقدیر پر اعتراض ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وهذا يدل على أن النهي عن تمني الموت مقيد بها إذا لم يكن على هذه الصيغة، لأن فی التمنی المطلق نوع اعتراض ومراغمة للقدر المحتوم، وفی هذه الصورة المأمور بها نوع تفويض وتسليم للقضاء" (۸۴)

۵۳٤۸ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ إِسْماعِيلَ بْنِ أَبِي خالدٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حازِمٍ قالَ : دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابٍ نَعُودُهُ ، وَقَدِ ٱكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ ، فَقَالَ : إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ ٱلدُّنْيَا ، وَإِنَّا أَصَبْنَا ما لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ ، وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ .
ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى ، وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ ، فَقَالَ : إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ ، إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هٰذَا التُّرَابِ . [۵۹۸۹ ، ٦٠٦٦ ، ٦٠٦٧ ، ٦٨٠٧ ، وانظر : ١٢١٧]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۸۵)

(۸۳) مسند الامام أحمد بن حنبل: ۵/۲۴۳، ۴/۶۶، ۵/۳۷۸

(۸۴) فتح الباری: ۱۰/۱۵۸

(۸۵) (۵۳۴۸) الحديث أخرجه البخاری أيضاً فی الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة (رقم الحديث: ۵۹۸۹) وأيضاً فی الرقاق، باب مايحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيه (رقم الحديث: ۶۰۶۶ و ۶۰۶۷) وأخرجه ايضاً فی كتاب التمنی باب مايكره من التمنی، (رقم الحديث: ۶۸۰۷) وأخرجه مسلم فی كتاب الذكر والدعاء...... باب كراهة تمنی الموت لضرنزل به (رقم الحديث: ۲۶۸۱) وأخرجه النسائی فی الجنائز، باب الدعاء بالموت (رقم الحديث: ۱۹۴۹) وأخرجه الترمذی فی كتاب صفة القيامة، باب: ۴/۶۵۱ (رقم الحديث: ۲۴۸۳)

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے، انہوں نے اپنے بدن پر سات جگہ داغ لگوائے تھے، اس موقع پر انہوں نے فرمایا "ہمارے جو ساتھی گذر گئے، دنیا نے ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں کی لیکن ہمارے پاس اس قدر مال آگیا ہے کہ اسے رکھنے کے لیے مٹی کے سوا کوئی جگہ ہم نہیں پاتے، اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں موت کی تمنا کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں موت کی دعا کرتا......

راوی کہتا ہے کہ پھر ہم ان کے پاس دوسری بار آئے، وہ اپنے باغ کی دیوار بنا رہے تھے، اس موقع پر انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کو ہر اس چیز میں اجر ملتا ہے جو وہ خرچ کرے سوائے اس کے جس کو وہ اس مٹی میں ڈال دے

وقد اکتوی سبع کیات

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جسم میں سات داغ لگائے تھے، ترمذی کی روایت میں ہے "وقداکتوی فی بطنه، فقال: ماأعلم أحدا من أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لقی من البلاء مالقیت"(٨٦) یعنی جتنی تکالیف میں نے اٹھائی ہیں صحابہ میں سے کسی اور نے نہیں اٹھائیں۔

علامہ ابن الملقن نے فرمایا کہ ترمذی کی اس حدیث میں "لقی من البلاء" سے مال کی آزمائش بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ ایک زمانہ میں ایک درہم بھی پاس نہیں تھا اور اب ہزاروں دراہم ہیں، چنانچہ ترمذی کی اسی روایت میں ہے "لقد کنت وما أجد درهما علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، وفی ناحیة بیتی أربعون ألفا"(٨٧)

لیکن ظاہر پہلا مطلب ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے کے بعد بڑی تکلیفیں اور اذیتیں دی گئی تھیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ مشرکین آگ بھڑکاتے اور میری پشت کی چربی اس آگ کو بجھاتی (٨٨)

---

(٨٦) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن التمنی للموت:٣/٣٠١(رقم الحدیث:٩٧٠)

(٨٧) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن التمنی للموت:٣/٣٠١(رقم الحدیث:٩٧٠)

(٨٨) حلیة الأولیاء لأبی نعیم:١/١٤٤

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور فرماتے کہ آپ سے زیادہ اس مجلس کا کوئی مستحق نہیں سوائے عمار کے، پھر ان کے جسم میں زخم کے نشانات اہل مجلس کو دکھاتے (۸۹)

وہ سابقین اولین میں سے تھے اور چھٹے نمبر پر انہوں نے اسلام قبول کیا تھا (۹۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس ہوئے تو کوفہ کے دروازے کے پاس سات قبریں انہیں نظر آئیں، پوچھا یہ کن کی قبریں ہیں، لوگوں نے بتلایا کہ اس میں ایک قبر حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا:

"رحم الله خباباً لقد أسلم راغبا، وها جرطائعاً، وعاش مجاهدا، وابتلى فى خسمه أحوالا، ولن يضيع الله أجر من أحسن عملا، ثم قال: طوبى لمن ذكر المعاد، وعمل للحساب، وقنع بالكفاف، ورضى عن الله عزوجل" (۹۱)

۷۳ سال کی عمر میں ان کی وفات ۳۷ ہجری میں ہوئی، ان سے ۳۲ احادیث مروی ہیں (۹۲)

بہر حال ان کے پیٹ میں سات داغ لگائے گئے تھے جن کی وجہ سے وہ بڑی تکلیف میں رہتے تھے، اس لیے فرمایا کہ اگر موت کی دعا جائز ہوتی تو میں اپنے لیے موت کی دعا اور تمنا کرتا۔

جسم میں داغ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ آگے کتاب الطب میں آرہا ہے۔

إن أصحابنا الذين سلفوا مضوا، ولم تنقصهم الدنيا

یعنی ہمارے وہ ساتھی جو دنیا سے گذر گئے (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں ان کی

---

(۸۹) سیرأعلام النبلاء: ۲/۳۲۴ (رقم الترجمة: ۶۲) وطبقات ابن سعد: ۳/۱۶۵

(۹۰) الإصابة فى تمييز الصحابة: ۱/۴۱۶ (رقم الترجمة: ۲۲۱۰) وحلية الأوليا: ۱/۱۴۴

(۹۱) حلية الأولياء: ۱/۱۴۷

(۹۲) سیرأعلام النبلاء: ۲/۳۲۴، ان کے حالات کے لیے دیکھیے تهذيب الكمال: ۸/۲۱۹، والعلل لابن المديني: ۵۰، وطبقات خليفة: ۱۷، ۱۲۶، وتاريخ الطبرى: ۳/۵۸۹، والعقد الفريد: ۳/۳۳۸۔ ومعجم الطبرانى الكبير: ۴/الترجمة: ۳۶۴، والكامل لابن الأثير: ۲/۶۰، وتهذيب الأسماء واللغات: ۱/۱۷۴، وتجريدأسماء الصحابة: ۱/۱۵۴

وفات ہوگئی) دنیا نے ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا۔

اس سے یا تو وہ مخصوص صحابہ مراد ہیں جو فتوحات اور آسودہ حالی سے پہلے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے تھے اور مال کی فراوانی اور دولت کی وسعت کا زمانہ انہوں نے نہیں پایا، مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے اجر و ثواب کا سارا ذخیرہ آخرت میں پائیں گے (۹۳)

اور یا اس سے پہلے وفات پانے والے مالدار اور فقیر تمام صحابہ مراد ہیں اس لیے کہ عہد نبوی میں جو صحابہؓ مالدار تھے، مال کی کثرت نے ان پر اثر نہیں کیا تھا، نیکی کی راہ میں ان کا مال بکثرت خرچ ہوتا تھا کیونکہ اس وقت ضرورت زیادہ تھی، بعد میں مال کی فراوانی ہوگئی اور اصحاب مال کے لیے مال خرچ کرنے کے مواقع پہلے کی طرح نہیں رہے، اسی لیے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "وإنا أصبنا مالانجد له موضعا إلاالتراب" یعنی اب مٹی کے سوا کسی اور جگہ مال خرچ کرنے کی ہم جگہ ہی نہیں پاتے ہیں، اس سے مراد تعمیرات ہیں، کہ اب مال کا کوئی اور مصرف نہیں رہا تو لوگ تعمیرات میں مال لگا رہے ہیں، یہ بات حضرت خبابؓ جس وقت ارشاد فرمارہے تھے، اس وقت وہ خود بھی ایک دیوار بنا رہے تھے جیسا کہ روایت میں ہے (۹۴)

إن المسلم ليوجر فى كل شىٔ ينفقه إلا فى شىٔ يجعله فى هذا التراب

یعنی مسلمان جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے، اس پر اس کو اجر ملے گا لیکن جو کچھ زائد از ضرورت تعمیرات میں خرچ کرتا ہے، اس پر کسی قسم کا کوئی اجر نہیں ملتا۔

یہ جملہ یہاں موقوفاً نقل کیا گیا ہے یعنی حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر منقول ہے، البتہ طبرانی کی ایک روایت میں یہ مرفوعاً بھی منقول ہے، اس میں ہے "وهو يعالج حائطاله، فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن المسلم يؤجر فى نفقته كلها إلا مايجعله فى التراب" (۹۵)

---

(۹۳) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۹، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۶

(۹۴) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۹، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۴۰۳، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۶

(۹۵) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۶ وفتح الباری: ۱۰/ ۱۵۹

لیکن اس طریق میں عمر بن اسماعیل ایک راوی ہیں، یحی بن معین نے انہیں کاذب قرار دیا ہے(۹۶)

البتہ اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات گذر چکی ہے کہ ثواب اور جزا سے متعلق اس طرح کی موقوف احادیث بھی مرفوع کے حکم میں ہیں(۹۷)

٥٣٤٩ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الجَنَّةَ) . قالُوا : وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (لَا ، وَلَا أَنَا ، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي ٱللهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ ، فَسَدِّدُوا وَقارِبُوا ، وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ المَوْتَ : إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا ، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ) . [٦٠٩٨ ، ٦٨٠٨]

٥٣٥٠ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قالَ : سَمِعْتُ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لِي وَٱرْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ) . [ر : ٤١٧١]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرا سکتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل ورحمت (کے دامن) میں ڈھانپ لے، اس لیے تم میانہ روی اختیار کرو اور اللہ کی نزدیکی طلب کرو اور تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے، اس لیے کہ وہ یا تو نیکوکار ہوگا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکی میں اضافہ کردے اور اگر بدکار ہے تو امید ہے کہ وہ توبہ کرلے۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

لن يُدْخل أحدا عملُه الجنة

(۹۶) عمدة القاری:۲۱/۲۲۶ وفتح الباری:۱۰/۱۵۹

(۹۷) ظفرالأمانی:۳۲۳، وشرح نخبة الفكر:(بحاشية عبدالله) خاطر ۹۴ وتدريب الراوی، ص:۱۱۴، و ۱:۱۹۰ (النوع السابع الموقوف) وتيسير مصطلح الحديث:۱۳۱

اس پر قرآن کریم کی آیت سے اشکال ہوگا، آیت کریمہ میں ہے۔

﴿وتلك الجنة التی اورثتموها بما كنتم تعملون﴾(۹۸) یعنی یہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں تمہارے اعمال کے عوض وارث بنایا گیا۔

❶ اس کا جواب یہ دیا گیا آیت کریمہ میں جنت سے درجات اور منازلِ جنت مراد ہیں کہ جنت کے درجات اعمال سے متعین ہوں گے، کیونکہ جنت کے درجات مختلف اور متفاوت ہیں اس لیے جس کا جس قدر عمل نیک ہوگا، اسی کے موافق اس کو جنت میں رتبہ ملے گا اور حدیث باب میں جنت سے نفس جنت میں دخول مراد ہے یعنی اصل جنت میں دخول تو کسی عمل کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اللہ کے فضل وکرم سے ہوگا البتہ مراتب وہاں اعمال کے اعتبار سے ملیں گے(۹۹)

❷ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے کہ "بما کنتم" میں باسببیہ نہیں ہے، بلکہ با الصاق اور مصاحبت کے لیے ہے.....أی أورثتموها مصاحبة أو ملابسة لثواب أعمالكم(۱۰۰)

اہل سنت والجماعت کے نزدیک ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے نہیں بلکہ شرع سے ہے، اگر اللہ جل شانہ تمام مؤمنین کو عذاب دے تو بھی یہ عدل کے خلاف نہیں، یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ وہ مؤمنین کی مغفرت فرمائے گا اور صرف کفار اور فساق کو عذاب دے گا۔

معتزلہ عقل کے ذریعہ ثواب اور عقاب کے ثبوت کے قائل ہیں، کہتے ہیں کہ طاعت موجب ثواب اور معصیت موجب عقاب ہے، یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے(۱۰۱)

لیکن اس پر قرآن کریم کی ایک اور آیت کریمہ سے اعتراض ہوگا، سورۃ نحل میں ہے ﴿سلام عليكم ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون﴾(۱۰۲) اس میں تصریح ہے کہ دخول جنت بھی اعمال کی وجہ سے ہوگا۔

---

(۹۸) الزخرف: ۷۲/

(۹۹) إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۰۳

(۱۰۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۷

(۱۰۱) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۷

(۱۰۲) سورة النحل/ ۳۲

❶اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں بھی جنت سے منازل جنت مراد ہیں اور مطلب ہے......ادخلوا منازل الجنة وقصورها بما کنتم تعملون

❷اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اللہ کی رحمت کی قید معہود ہے، یعنی ادخلوها بما کنتم تعملون مع رحمة اللّٰه لکم وتفضله علیکم(۱۰۳)

فسددوا وقاربوا

سددوا أی اقصدوا السداد أی الصواب وهو ما بین الإفراط والتفریط یعنی بھلائی اور میانہ روی اختیار کرو اور اگر وہ اختیار نہیں کر سکتے ہو تو اس کے قریب ہونے کی کوشش کرو(۱۰۴)

سددوا کے دوسرے معنی کیے گئے ہیں کہ اپنے اعمال کو درست کرو اور قاربوا کے معنی ہیں اللہ تعالی کی قربت کو طلب کرو(۱۰۵)

ولا یتمنّینّ أحدکم الموت

ایک راویت میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی ہے "ولا یدع به من قبل أن یأتیه" یعنی موت آنے سے پہلے اس کی دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن موت کا وقت قریب آجائے تو پھر اس کی دعا کی جاسکتی ہے(۱۰۶)

بعض حضرات نے کہا کہ موت کی تمنا نہ کرنے کا یہ حکم حضرت یوسف علیہ السلام کے قول ﴿توفنی مسلما والحقنی بالصالحین﴾(۱۰۷) سے منسوخ ہو چکا ہے، اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول قرآن میں نقل کیا گیا ہے ﴿وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین﴾(۱۰۸)

---

(۱۰۳) إرشاد الساری:۱۲/ ۴۰۴

(۱۰۴) عمدة القاری:۲۱/ ۲۲۷

(۱۰۵) عمدة القاری:۲۱/ ۲۲۷

(۱۰۶) فتح الباری:۱۰/ ۱۶۰

(۱۰۷) سورة یوسف:/۱۰۱

(۱۰۸) سورة النمل/ ۱۹

باب کی آخری حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللھم بالرفیق الأعلی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کے لیے دعا کا ذکر گذر چکا ہے۔ ان نصوص کی وجہ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے (۱۰۹)

لیکن یہ قول درست نہیں، حضرت یوسف اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے قول کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ انہوں نے موت کے لیے دعا نہیں کی بلکہ یہ کہا ہے کہ موت کے وقت خاتمہ بالخیر ہو اور ایمان کی حالت میں وفات ہو أی توفنی مسلما عند حضور أجلی

دوسرا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ جب ہماری شریعت میں کوئی ایک حکم آجائے تو پھر شرائع من قبلنا ہمارے لیے حجت نہیں، ہمارے لیے پھر ہماری شریعت کا حکم حجت ہوگا (۱۱۰)

اور ایک جواب یہ ہے کہ انہوں نے موت کے وقت قریب آنے کے بعد ہی دعا کی تھی جس کا جواز ہے کیونکہ جس روایت میں موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس میں "من قبل أن یأتیه" کی قید ہے (۱۱۱)

إما محسنا فلعله أن یزداد خیرا، وإما مسیئاً فلعله أن یستعتب۔

یا تو وہ نیکوکار ہوگا تو امید ہے کہ اپنی بھلائی میں اضافہ کرے گا، یا بدکار ہوگا تو امید ہے کہ وہ اللہ کی رضا طلب کر کے توبہ کرے گا۔

یستعتب: یطلب العتبی، وهو الإرضاء، أی یطلب رضا اللّٰه بالتوبة (۱۱۲)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "وأنه

---

(۱۰۹) فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۰

(۱۱۰) فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۰

(۱۱۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۰

(۱۱۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۲۷، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۴۰۴

لایزید المؤمن عمرہ إلاخیر"(۱۱۳)

مؤمن کی عمر جتنی لمبی ہوگی، اسی قدر اس کے نیک اعمال میں اضافہ ہوگا، موت سے تو عمل منقطع ہوجاتا ہے۔

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اگر بدکار ہے تو اس کے طول عمر سے خیر کا نہیں، شر کا اضافہ ہوگا۔ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

❶"لایزید المؤمن عمرہ إلاخیرا" میں مؤمن سے مؤمن کامل مراد ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس جواب کو بعید قرار دیا۔

❷اس حدیث میں غالب مومنین کے عتبار سے کہا گیا کہ ان کا طول عمر، حسنات میں اضافہ کا سبب ہے، اب اگر ایک آدھا مسلمان ایسا ہے کہ عمر میں اضافہ اس کے لیے حسنات کی بجائے سیئآت کا ذریعہ بن رہا ہے تو وہ نادر ہے، غالب نہیں(۱۱۴)

باب کی آخری حدیث میں ہے "اللهم اغفرلي، و رحمني، والحقني بالرفيق الأعلى" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں یہ دعا فرمائی تھی اس کی تفصیل کتاب المغازی کے آخر میں گذر چکی ہے(۱۱۵)

باب کی دو روایتوں کو ساتھ ذکر کرنے میں نکتہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے "ولایتمنی أحدکم الموت" والی روایت کے بعد "اللهم بالرفيق الأعلى" کی یہ روایت ذکر کی جیسا کہ گذر چکا "لایتمنی أحدکم الموت" کے بعد ایک روایت میں "ولایدع به قبل أن يأتيه" کی قید ہے کہ موت کی تمنا ورد عا موت آنے سے پہلے درست نہیں لیکن اگر موت کے آثار ظاہر ہوجائیں تو اس وقت جلد موت آنے کی دعا اور تمنا کی جاسکتی ہے، جیسا کہ حضور اکرم

(۱۱۳) فتح الباری ۱۰/۱۶۱

(۱۱۴) فتح الباری ۱۰/۱۰

(۱۱۵) کشف الباری کتاب المغازی /۶۷۸

صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللھم بالرفیق الأعلیٰ" کہہ کر موت کے وقت دعا فرمائی، اسی نکتہ کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ دونوں روایتیں ایک ساتھ ذکر فرمائی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وزاد (أی فی روایة أبی هریرة) بعد قوله: "أحدکم الموت": "ولایدع به من قبل أن یأتیه" وهو قید فی الصورتین، ومفهومه أنه إذا حل به لایمنع من تمنیه رضا بلقاء الله، ولامن طلبه من الله لذلك، وهوكذلك، ولهذه النكتة عقب البخاری حدیث أبی هریرة بحدیث عائشة: "اللهم اغفرلی وارحمنی، وألحقنی بالرفیق الأعلی" إشارة إلی أن النهی مختص بالحالة التی قبل نزول الموت، فلله دره ماكان أكثراستحضاره، وإیثاره للأخفی علی الأجلی شحذا للأذهان، وقد خفی صنیعه هذا علی من جعل حدیث عائشة فی الباب معارضالأحادیث الباب أوناسخا لها"(۱۱۶)

۲۰ - باب. دُعاء الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ.

وَقالَتْ عائِشَةُ بِنْتُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهَا: (اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا). قالَهُ النَّبِيُّ ﷺ. [ر: ۵۳۳۵]

۵۳۵۱: حدّثنا مُوسٰى بْنُ إِسْماعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ، كانَ إِذَا أَتَى مَرِيضًا أَوْ أُتِيَ بِهِ، قالَ: (أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا).

(۱۱۶)فتح الباری:۱۰/۱۶۰

(۱۱۷)(۵۳۵۱)الحدیث أخرجه البخاری أیضاً فی الطب، باب رقیة النبی ﷺ(رقم الحدیث:۵۴۱۱، ۵۴۱۲) وأیضاً فی الطب، باب مسح الراقی الوجع بیده الیمنی (رقم الحدیث:۵۴۱۸)، وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب استحباب رقیة المریض:۴/۱۷۲۱(رقم الحدیث:۲۱۹۱)، وأخرجه النسائی فی الطب، باب دعاء العائد للمریض:۴/۳۵۸(رقم الحدیث:۷۵۰۸)

قالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَأَبِي الضُّحٰى : إِذَا أُتِيَ بِالْمَرِيضِ .

وَقالَ جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى وَحْدَهُ ، وَقالَ : إِذَا أَتَى مَرِيضًا .

[٥٤١١ ، ٥٤١٢ ، ٥٤١٨]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عیادت کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کے لیے شفا کی دعا کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی بیمار کو لایا جاتا یا جب آپ کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا فرماتے "أذهب البأس، رب الناس، اشف وأنت الشافي، لاشفاء إلاشفاء ك، شفاء لايغادر سقما"

شفاء لايغادر سَقْما

ایسی شفا جو بیماری کو نہ چھوڑے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وفائدة التقييد بذلك أنه قديحصل الشفاء من ذلك المرض، فيخلفه مرض آخر يتولدمنه، فكان يدعوله بالشفاء المطلق ، لابمطلق الشفاء"(۱۱۸)

یعنی بسا اوقات آدمی ایک بیماری سے تو شفایاب ہو جاتا ہے لیکن دوسری بیماری اس کے بعد لگ جاتی ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس بیماری سے شفایاب ہونے کی دعا نہیں کرتے بلکہ مطلقاً ہر بیماری سے شفا کی دعا فرماتے۔

باب کے آخر میں ابراہیم بن طہمان کی تعلیق کو اسماعیلی نے اور جریر کے طریق کو امام ابن ماجہؒ نے موصولاً نقل کیا ہے(۱۱۹)

(۱۱۸) فتح الباری:۱۰/۱۶۲نیز دیکھیے إرشادالساری:۱۲/۴۰۶

(۱۱۹) فتح الباری:۱۰/۱۶۲وإرشادالساری:۱۲/۴۰۶وعمدة القاری:۲۱/۲۲۸

ایک اشکال اور اس کا جواب

مریض کے لیے مرض سے شفا کی دعا مانگی گئی ہے، حالانکہ مرض گناہوں کے لیے کفارہ ہے اور اخروی ثواب کا ذریعہ ہے جو درحقیقت بندہ مؤمن کے حق میں ایک نعمت ہے تو اس سے شفا کی دعا کیوں مانگی جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دعا عبادت ہے اور یہ ثواب اور کفارہ کے منافی نہیں، کیونکہ بیماری کا انسان کے گناہوں کے لیے کفارہ بننا اور اس پر آدمی کو اجر وثواب کا ملنا تو ابتدائے مرض سے حاصل ہو جاتا ہے، اس کے لیے مرض کا برقرار رہنا تو ضروری نہیں، اس لیے مریض کے لیے دعا، مرض کے نعمت ہونے کی جہت کی منافی نہیں ہے (١٢٠)۔

٢١ - باب: وُضُوءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ

٥٣٥٢ . حدثنا محمد بن بشار: حدثنا غندر: حدثنا شعبة، عن محمد بن المنكدر قال: سمعت جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: دخل علي النبي ﷺ وأنا مريض، فتوضأ فصب علي، أو قال: (صبوا عليه). فعقلت، فقلت: لا يرثني إلا كلالة، فكيف الميراث؟ فنزلت آية الفرائض [ر ١٩١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اگر مریض کی عیادت کے لیے آنے والا شخص کوئی بزرگ یا رجل صالح ہے اور وہ مریض کے لیے وضو کرتا ہے، اس طرح کہ وضو سے بچا ہوا پانی تبرک مریض پر چھڑک دیا جائے، تو سنت میں اس کی گنجائش موجود ہے (١٢١)۔

چنانچہ حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، آپ حضرت جابر کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے، وضو کے بعد فرمایا کہ یہ بچا ہوا پانی جابر پر چھڑک دو، چنانچہ وہ پانی ان پر چھڑک دیا گیا، بخار کی بعض قسموں میں ٹھنڈے پانی کو جسم پر ڈالنا مفید ہوتا ہے، بعض حضرات نے کہا کہ

---

(١٢٠) فتح [illegible] ١٣٠

(١٢١) [illegible] ٩٩/٠، ارشاد الساری ١٢/ ٤٠٧

حضرت جابرؓ اس طرح کے بخار میں مبتلا تھے، اس لیے حضور علیہ نے پانی چھڑکنے کا حکم دیا۔

۲۲ باب : مَنْ دعا برفْع الْوباء والحُمَّى

۵۳۵۳ . حدّثنا إسْماعيلُ : حَدّثني مالكٌ ، عَنْ هشَام بْن عُرْوة ، عن أبيه ، عنْ عائشة رضي اللّهُ عَنْها أَنَّها قالَتْ : لمَّا قَدمَ رسولُ الله ﷺ وعك أبو بكرٍ وبلالٌ ، قالت : فدخلْت علَيْهما ، فقُلْتُ : يا أَبَتِ كَيْف تجدُك ؟ وَيا بلالُ كيْف تجدُك ؟ قالتْ : وكان أبو بكر إذ أَخذَتْهُ الحمَّى يقُول :

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ في أهْله وَالمَوْتُ أَدْنَى منْ شراكِ نعْلِه

وَكانَ بلالٌ إذ أقْلع عنْه يرْفعُ عقيرته فيقُولُ :

أَلا لَيْت شِعْرِي هَلْ أبيتَنَّ لَيْلَةً بواد وحوْلي إذْخرٌ وجليلُ

وَهَلْ أَرِدَنْ يوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّة وَهَلْ يبْدُوَنْ لي شَامَةٌ وطَفِيلُ

قالَ : قالَتْ عائشَةُ : فجئْتُ رسُول الله ﷺ فأخْبرته ، فقالَ : (اللّهُمّ حَبّبْ إلَيْنا المدينَةَ كَحُبّنا مكَّةَ أوْ أشَدّ ، وصحّحْها ، وبارِكْ لنا في صَاعِهَا ومُدّها ، وانْقلْ حُمَّاها فاجْعلْها بالجُحْفة)

[ر : ۱۷۹۰]

وبا کا لفظ اردو میں بھی بعینہ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے جس معنی میں عربی میں مستعمل ہے امراض اور بیماریوں کے عام ہونے اور مخصوص بیماری کے پھیل جانے کو وبا کہتے ہیں بعضوں نے وبا کا اطلاق طاعون پر کیا ہے طاعون بھی در حقیقت وبا کی ایک قسم ہے (۲۲)۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بخار اور طاعون دونوں کو شہادت کے اسباب میں شمار کیا گیا ہے اور یہ دونوں کفارۂ سیئات بھی ہیں، لہٰذا کسی کو وہم ہو سکتا ہے کہ جو شخص ان میں مبتلا ہو جائے، اس کے لیے مناسب نہیں کہ ان کے دفع کرنے کی دعا کرے، اس وہم کو دور کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

(۱۲۲) ارشاد الساری: ۱۲/۴۰۷، وعمدۃ القاری ۲۱/۲۲۹

”ومایظهر لهذا العبد الضعیف من الترجمة ، أنه إنما ترجم بذلك لتلایتوهم أن لاینبغی الدعاء برفع الوباء والحمی، فإنهما من أسباب الشهادة ، وكفارة السیئات، فإن الطاعون من أسباب الشهادة، لقوله علیه السلام: ”المطعون شهید“(۱۲۳)

ترجمۃ الباب میں وبا کا ذکر ہے لیکن حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کے بعض طرق میں وبا کا بھی ذکر ہے، چنانچہ کتاب الحج کے آخر میں اس کا ایک طریق گذر چکا ہے،اس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”فقدمنا المدینة، وهی أوبأ أرض الله“(۱۲۴)

وبا کے دفعیہ کے لیے دعا پر ایک اشکال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دعا برفع الموت کو متضمن ہے اور موت کا ایک وقت مقرر ہے،اس کے ٹالنے کے لیے دعا کرنا ایک عبث کام ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دعا بذات خود ایک عبادت ہے اور درازی عمر اور دفعیہ امراض کے اسباب میں سے ہے،اس لیے امراض کے دفع کرنے اور درازی عمر کے لیے دعا مانگنا فعل عبث نہیں ہے۔چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واستشكل أیضا الدعاء برفع الوباء ، لأنه یتضمن الدعاء برفع المَوت، والموت حَتم مقضی، فیكون ذلك عبثا، وأجیب: بأنه لاینا فی التعبدبالدعاء، لأنه قدیكون من جملة الأسباب فی طول العمر، أورفع المرض“(۱۲۵)

یرفع عَقیرته

عَقیرة آواز کو کہتے ہیں، یعنی وہ بلند آواز سے ذکر کردہ شعر پڑھتے تھے۔

---

(۱۲۳) الأبواب والتراجم:۲/۶۹

(۱۲۴) إرشاد الساری:۱۲/۴۰۸

(۱۲۵) إرشاد الساری:۱۲/۴۰۸

٧٩ - كتاب الطب

کناب لطب (لاحادیث ٥٣٥٤ ٥٤٤٥)

کتاب الطب میں ھا ن بواب اور ایک سو ھارہ حا ث مں اھارہ حد تیں معلق ا بقیہ موصول ہیں، پچاسی حادیث مکر او یتیس احادیث پہلی بار آئی ہیں، ان ۳۳ میں سے پچیس احادیث متفق علیہ ہیں. صحابہ وغیرہ کے سولہ آثار امام بخاریؒ نے کتاب الطب میں ذکر کیے ہیں، ہماری اس جلد میں کتاب الطب کے ۲۵ ابواب کی تشریح آگئی ہے، بقیہ ابواب ان شاء اللہ اگلی جلد میں آئیں گے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۹ - کتاب الطب

کتاب الطب کی مناسبت کتاب المرضی سے بالکل ظاہر ہے۔ صغانی کے نسخے میں "الطب" کے بعد "الأدویة" کا اضافہ بھی ہے(۱)

طب کے لغوی اور اصطلاحی معنی

طب کے طاء پر تینوں اعراب درست ہیں۔ طب کا لفظ علاج اور مرض دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہ اضداد میں سے ہے(۲)

طب کا لفظ سحر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ جس شخص پر جادو کیا گیا ہو، اس کو مطبوب کہتے ہیں، ایک حدیث میں ہے "رجل مطبوب أی مسحور"(۳)۔

دراصل زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا خیال تھا کہ آدمی کی بیماری کا سبب سحر ہے، جادو اور سحری

---

(۱) دیکھیے فتح الباری ۱۰/۱۵۰، وإرشاد الساری ۱۲/۴۰۹

(۲) دیکھیے فتح الباری ۱۰/۱۶۵، وعمدة القاری ۲۱/۲۶، وإرشاد الساری ۱۲/۴۰۹

(۳) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الطب باب السحر ۲/۸۵۷ (رقم الحدیث ۵۷۶۳) وأخرجه مسلم فی کتاب السلام باب السحر (رقم الحدیث ۲۱۸۹) وأخرجه النسائی فی کتاب الطب باب السحر ۲/۸۹۰ (رقم الحدیث ۵۷۶۵) وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب باب السحر ۲/۲۷۱ (رقم الحدیث ۳۵۴۵)

کی وجہ سے آدمی بیمار ہوتا ہے، اس لیے طب کو سحر کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا (۴)۔

علم طب کی اصطلاحی تعریف ہے "هو علم يتعرف منه أحوال بدن الإنسان من جهة مايصح ويزول عن الصحة، ليحفظ الصحة الحاصلة، وليستردها زائلة" (۵) یعنی علم طب سے صحت اور عدمِ صحت کے نقطہ نظر سے انسانی جسم کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں تاکہ موجودہ صحت برقرار رکھا جاسکے اور زائل ہونے والی صحت کو لوٹایا جاسکے۔

طب کی قسمیں

پھر سمجھیں کہ طب کی دو قسمیں ہیں، ایک طب الارواح اور دوم طب الابدان، طب الارواح تو حضرات انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔

اور طب الابدان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول طب کو ابو نعیم اصفہانی نے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کا اچھا خاصا ذخیرہ "زادالمعاد" میں بھی جمع کیا ہے (۶) جس کو بعض لوگوں نے "طب النبی لابن القیم" کے نام سے شائع کیا ہے اور اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے (۷)۔

اور دوسرا حصہ وہ ہے جو انسانی تجربات سے وجود میں آیا ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت نہیں ہوتی، قدرت نے خود ہی جاندار میں اس کے علاج کا علم رکھ دیا ہے، جیسے پیاس کا علاج پانی اور بھوک کا علاج غذا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے جیسے دوسری بیماریاں انسان کو لاحق ہوتی ہیں، ان بیماریوں کا علاج لوگوں کے تجربات سے وجود

---

(۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹

(۵) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹، ارشاد الساری: ۲۱/۴۰۹

(۶) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، زاد المعاد، فصل فی علاجه صلی الله علیه وسلم لأمراض القلوب وأمراض البدن: ۵/۴

(۷) یہ کتاب دارالاشاعت کراچی سے شائع ہوچکی ہے۔

میں آیا ہے(۸)۔

پھر جس طرح بیماری کی دو قسمیں ہیں روحانی اور جسمانی، اسی طرح علاج کی بھی دو قسمیں ہیں ایک طبعی و جسمانی، یہ مفردات کی شکل میں بھی ہوتا ہے اور مرکبات کی صورت میں بھی، دوسری قسم ہے روحانی اور لسانی...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے دونوں قسم کے علاج اختیار فرمائے، ظاہری وطبعی دواؤں کو بھی اختیار فرمایا اور باطنی اور روحانی معالجے کو بھی(۹)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس طب الابدان کا ذکر کیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، جسے طب نبوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

طب جسمانی کا مدار

طب جسمانی کا مدار تین چیزوں پر ہے، ایک حفظانِ صحت، دوم مضر چیزوں سے پرہیز اور سوم فاسد مادہ کا اخراج...... قرآن کریم میں ان تینوں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:

سورۃ بقرہ میں ہے ﴿فمن كان مريضا أوعلى سفر فعدة من ايام آخر﴾ سفر میں چونکہ مشقت ہوتی ہے جو مضر صحت ہو سکتی ہے، اب اگر اس میں روزہ رکھا جائے گا تو صحت کے مزید بگڑ جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے صحت کو برقرار رکھنے کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے۔

قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے ﴿ولا تقتلوا انفسكم﴾(۱۰) اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر ٹھنڈے پانی کے استعمال سے ہلاکت کا خوف ہو تو ایسی صورت میں تیمم کی اجازت ہے، شی مضر سے اجتناب اس سے سمجھ میں آرہا ہے۔

اور تیسری چیز ہے فاسد مادہ کا اخراج، اس کی طرف قرآن کریم کی آیت ﴿أو به أذى من رأسه

---

(۸) دیکھیے فتح الباری:۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری:۲۱/۲۲۹، إرشاد الساری:۲۱/۴۰۹

(۹) دیکھیے فتح الباری:۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری:۲۱/۲۲۹، إرشاد الساری:۲۱/۴۰۹

(۱۰) النساء:۲۹

ففدیة﴾(۱۱) میں اشارہ ہے کہ محرم اگر جوئیں وغیرہ تنگ کرتی اور تکلیف دیتی ہیں تو وہ اس اذیت کو اپنے سے دور کر سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"ومدار ذلك على ثلاثة أشياء: حفظ الصحة، والاحتماء عن المؤذي، واستفراغ المادة الفاسدة، وقد أشير إلى الثلاثة في القرآن. فالأول من قوله تعالى: ﴿فمن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ وذلك أن السفر مظنة النصب وهو من مغيرات الصحة. فإذا وقع فيه الصيام، ازداد، فأبيح الفطر إبقاء على الجسد. وكذا القول في المرض الثاني وهو الحمية من قوله تعالى: ﴿ولا تقتلوا أنفسكم﴾ فإنه استنبط منه جواز التيمم عند خوف استعمال الماء البارد، والثالث من قوله تعالى: ﴿أو به أذى من رأسه ففدية﴾ فإنه أشير بذلك إلى جواز حلق الرأس الذي منع منه المحرم لاستفراغ الأذى الحاصل من البخار المحتقن في الرأس" (۱۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج کی قسمیں

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو علاج فرمایا کرتے تھے، اس کی تین قسمیں تھیں، ایک طبعی دواؤں کے ذریعے، دوم ادویہ الہیہ کے ذریعے اور سوم دونوں سے مرکب کر کے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد تو لوگوں کو روحانی بیماریوں اور امراض سے پاک کرنا تھا۔ تاہم بوقت ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی علاج بھی فرمایا ہے(۱۳)۔

---

(۱۱) البقرة ۱۹۶

(۱۲) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۵

(۱۳) دیکھیے زاد المعاد ۴/ ۲۴

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی علاج کرنا شریعت کا اس طرح حصہ نہیں کہ اسے دعوت و تبلیغ کا جزء قرار دیا جائے اور ہر آدمی پر اس کی تقلید واجب اور ضروری ہو، چنانچہ وہ فرماتے ہیں

"اعلم أن ماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودوّن فی کتب الحدیث علی قسمین: أحدھما ماسبیلہ سبیل تبلیغ الرسالۃ، وفیہ قولہ تعالی ﴿وما أتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا﴾ منہ علوم المعاد وعجائب الملوك...... ومنہ شرائع وضبط للعبادات، وثانیھما مالیس من باب تبلیغ الرسالۃ. وفیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إنما أنا بشر" وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قصۃ تأبیر النخل. "فإنی إنما ظننت ظنا، ولاتؤاخذونی بالظن، ولکن إذا حدثتکم عن اللہ شیئاً فخذوا بہ، فإنی لم أکذب علی اللہ" فمنہ الطب، ومنہ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: علیکم بالأدھم الأقرح" ومستندہ التجربۃ، ومنہ مافعلہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل العادۃ، دون العبادۃ"(۱۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علاج اور ادویہ منقول ہیں، یہ اس زمانے کے تجربات کا ایک حصہ تھا اور یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی اس کو استعمال کرے لیکن فائدہ نہ ہو، ہاں اگر کوئی بطور تبرک اور ایمانی قوت کے ساتھ ماثور ادویہ کو استعمال کرتا ہے تو اس کو بہر حال فائدہ ہوتا ہے، علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں یہ بات تفصیل سے لکھی ہے(۱۵)۔اس باب میں علماء کے واقعات بھی مشہور ہیں(۱۶)۔

---

(۱۴) انظر حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۱۲۸

(۱۵) دیکھیے مقدمہ ابن خلدون ۱/۴۹۳ (باب ۶، فصل ۱۹)

(۱۶)

١ - باب : ما أَنْزَلَ ٱللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً .

٥٣٥٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ ٱبْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَا أَنْزَلَ ٱللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً) .

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں اتاری ہے جس کے لیے شفانازل نہ کی ہو۔

إلا أنزل له شفاء

نسائی شریف کی روایت میں ہے "إن الله لم ينزل داء إلا أنزل الله له شفاء ، فتداووا"(١٧)

اور مسند احمد کی روایت میں ہے "إن الله حيث خلق الداء ، خلق الدواء فتداووا"(١٨)

امام بخاری رحمہ اللہ نے الأدب المفرد میں اسامہ بن شریک سے روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: "تداووا يا عبادالله ! فإن الله لم يصنع داء إلا وضع له شفاء إلا داء واحدا: الهَرَم"(١٩) ایک روایت میں "الهرم" کے ساتھ "السام" کا اضافہ بھی ہے(٢٠)

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے "لكل داء دواء ، فإذا أصيب دواء الداء، برأ بإذن الله تعالىٰ "(٢١)

(٥٣٥٤) الحديث أخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الأمر بالدواء: ٣٦٩/٤ (رقم الحديث: ٧٥٥٤)
وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب لكل دواء داء واستحباب التداوي، (رقم الحديث : ٢٢٠٤)
وأخرجه الترمذي في كتاب الطب، باب ماجاء في الدواء والحث عليه: ٣٨٣/٤ (رقم الحديث: ٢٠٣٨)
وأخرجه أبوداود في كتاب الطب، باب في الرجل يتداوى: ٣/٤ (رقم الحديث: ٣٨٥٥) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب ماأنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً: ١١٣٨/٢ (رقم الحديث: ٣٤٣٨)

(١٧) أخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الأمر بالدواء: ٣٦٨/٤، (رقم الحديث: ٧٥٥٣)

(١٨) فتح الباري: ١٦٦/١٠

(١٩) فتح الباري: ١٦٧/١٠، إرشاد الساري: ٤١٠/١٢

(٢٠) فتح الباري: ١٦٧/١٠، إرشاد الساري: ٤١٠/١٢

(٢١) مسلم كتاب السلام، باب لكل داءٍ دواء واستحباب التداوي (رقم الحديث: ٢٢٠٤)

ذکر کردہ احادیث سے مستنبط چند باتیں

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفاء اور اس کا علاج نازل فرمایا ہے، یہ اور بات ہے کہ بسا اوقات بعض بیماریوں کا علاج انسانوں کو معلوم نہیں ہوتا تو وہ ایسی بیماریوں کو لاعلاج قرار دیتے ہیں، جب کہ وہ حقیقتاً لاعلاج نہیں ہوتیں (۲۲)۔

اس طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ علاج سے ضروری نہیں کہ آدمی صحت مند بھی ہو جائے، چنانچہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں "باذن اللہ" کی قید ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت نہیں ہو گی، اس وقت تک کوئی دوا کارگر نہیں ہو سکتی ہے (۲۳)۔

ان احادیث سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بیماری کا علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں، جس طرح بھوک کے رفع کے لیے غذا اور پیاس کے رفع کے لیے پانی استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں، اسی طرح دفع مرض کے لیے علاج کرنا بھی توکل کے منافی نہیں، جمہور علماء کے نزدیک علاج کرانا مستحب اور مندوب ہے (۲۴)، بعض شوافع اور حنابلہ تو اسے واجب قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ "تداووا" امر ہے

---

(۲۲) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۷، عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۱۰۔

(۲۳) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۱۰

(۲۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۷، عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۱۰۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ فائدہ ظاہر ہونے کے اعتبار سے اسباب کے تین درجے ہیں۔ ❶ سبب یقینی ❷ سبب ظنی ❸ سبب وہمی۔
سبب یقینی کا مطلب یہ ہے کہ اس سبب کو اختیار کرنے پر نفع اور فائدہ عادۃً ضرور مرتب ہوتا ہو، اس کے خلاف نہ ہوتا ہو، مثلاً کھانے کے بعد آسودگی ہو جانا، پانی پینے کے بعد پیاس بجھ جانا تو اس طرح کے اسباب کو اختیار کرنا شرعاً واجب وضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کھانا بند کر دے اور بھوک لگنے پر بھی بالکل نہ کھائے اور بربنائے بھوک موت واقع ہو جائے تو گناہ گار ہو گا۔

دوسرا درجہ، سبب ظنی کا ہے، اس سے مراد وہ اسباب ہیں جن کے اختیار کرنے پر اکثر نفع مرتب ہو جاتا ہے مگر کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، یعنی کبھی کبھار اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا ہو جیسے علاج کے بعد صحت پانا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ صحت حاصل ہو جائے کیونکہ علاج سبب یقینی نہیں کہ لازماً اس سے فائدہ ظاہر ہو ہی جائے تو چونکہ انسان

(اگلے صفحہ پر جاری ہے)

اور وجوب کے لیے آتا ہے۔

بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون متوکل ہو سکتا ہے، آپ سید المتوکلین تھے، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم علاج بھی کرایا کرتے تھے اور دوسرے ظاہری اسباب بھی اختیار فرمایا کرتے تھے۔

٢ - باب : هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ أَوِ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ

٥٣٥٥ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ ، عَنْ رُبَيِّعَ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ : كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، نَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ ، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى وَالْجَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ [ر : ٢٧٢٦]

(گزشتہ سے پیوستہ) سبب یقینی کے اختیار کرنے کا مکلف ہے، نہ کہ سبب ظنی کے اختیار کرنے کا، اس لیے علاج کرانا اس درجہ واجب نہ ہوگا کہ اگر کسی نے علاج نہیں کرایا اور موت واقع ہوگئی تو گناہ گار ہوگا۔

وہمی اسباب، یعنی سبب کے اختیار کرنے پر نتیجہ ظاہر ہونے کا وہم ہو مثلاً تعویذ وغیرہ کہ ان کے فوائد موہوم ہیں تو اس کو اختیار کرنا جائز ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں

"رہ گیا تداوی (علاج) کا مسئلہ تو اس کے فی نفسہ مباح ہونے میں کلام نہیں، باقی ہر شخص پر ہر حال میں کلیتہ وجوب ہو، صحیح نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر مرض شدید وخطرناک یا مہلک ہو اور تداوی پر استطاعت و قدرت میسرہ بھی موجود ہو تو حسب حیثیت واستطاعت وقدرت میسرہ عالم اسباب ہونے کی وجہ سے شفا کے حصول کا اعتقاد فقط اللہ جل مجدہ پر رکھتے ہوئے حکم شرع کے اندر اندر علاج کرانا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر قدرت میسرہ موجود نہ ہو یا مرض شدید یا خطرناک و مہلک نہ ہو تو وجوب علاج کا حکم متوجہ نہیں ہوتا بلکہ حکم مؤکد رہے یا مستحب وافضل رہے، حسب حال مبتلی بہ وقیود مذکورہ بالا کے مطابق جو حکم ہو تو ہو سکتا ہے مگر واجب نہ ہوگا۔"

(منتخبات نظام الفتاوی ج ، ص ٣٥، وفتاویٰ نظامیہ اندرونیہ ص ٤١٦)

مرد وعورت کے ایک دوسرے کے علاج کرنے کا مسئلہ

اگر ضرورت ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو عورتیں مردوں کا اور مرد خواتین کا علاج کر سکتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں، جب عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں تو مرد بھی عورتوں کا علاج کر سکتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں "ھل" استفہام کو ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کی کہ اس کے لیے کوئی قانون کلی نہیں، جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، وہاں اس کی اجازت ہے اور جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی گنجائش نہیں ہے (۲۵)

حدیث باب کتاب الجہاد میں "باب مداواۃ النساء الجرحی فی الغزو" کے تحت گذر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں اگرچہ تصریح ہے کہ عورتیں مردوں کا علاج کرتی تھیں لیکن اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جزم کے ساتھ کوئی حکم بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہو (۲۶)

٣ - باب : الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ .

٥٣٥٧/٥٣٥٦ : حدَّثني الحُسَيْنُ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ : حَدَّثَنَا سَالِمٌ الْأَفْطَسُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : (الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ : شَرْبَةِ عَسَلٍ ، وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، وَكَيَّةِ نَارٍ ، وَأَنْهى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ) . رَفَعَ الحَدِيثَ .

وَرَوَاهُ الْقُمِّيُّ ، عَنْ لَيْثٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : فِي الْعَسَلِ وَالحَجْمِ .

---

(۲۵) دیکھیے فتح الباری:۱۰/۱۶۷، إرشاد الساری:۱۲/۴۱۰

(۲۶) دیکھیے فتح الباری:۱۰/۱۶۸

(۵۳۵۶) الحدیث أخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الکی:۴/۳۷۸ (رقم الحدیث:۷۶۰۳) وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب الکی:۲/۱۱۵۵ (رقم الحدیث:۳۴۹۱)

(۵۳۵۷) : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ أَبُو الحَارِثِ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ ، عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ : فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ ، وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ) .

حسین

یہاں پہلی حدیث کی سند میں حسین کے والد کا ذکر نہیں، اس حسین سے کون مراد ہے، اس میں دو قول ہیں:

❶ بعض حضرات نے کہا کہ اس سے حسین بن زیاد مراد ہیں (۲۷)، یہ نیسابور کے تھے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ نیسابور میں رہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یہ تینتیس سال زندہ رہے (۲۸) امام مسلم رحمہ اللہ کے اقران میں سے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے، اسے "روایۃ الأصاغر عن الأکابر" کہا جاتا ہے (۲۹)

حسین بن زیاد کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے (۳۰)

❷ لیکن حاکم نے فرمایا کہ اس سے حسین بن یحی بن جعفر بیکندی مراد ہیں، ان کے والد یحی بن جعفر سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بکثرت احادیث نقل فرمائی ہے، یہ حسین بھی امام بخاری رحمہ اللہ سے چھوٹے ہیں اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے (۳۱)

احمد بن منیع

احمد بن منیع امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ کے طبقہ وسطی میں سے ہیں، ان کی کنیت ابو جعفر ہے،

---

(۲۷) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۸، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۱

(۲۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۱

(۲۹) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۰) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱

(۳۱) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۱

۲۴۴ھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے(۳۲)، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے(۳۳) ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق فرمائی ہے(۳۴)

مروان بن شجاع

مروان بن شجاع کی صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں،ایک روایت یہ ہے اور ایک کتاب الشہادت میں گذر چکی ہے(۳۵)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے، ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے فرمایا"یکتب حدیثه ولیس بالقوی"(۳۶)

الشفاء فی ثلاث

حدیث باب میں ہے کہ تین چیزوں میں شفاہے، شہد پینا، پچھنے لگوانا اور آگ سے داغنا لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

شَرْطَة مِحْجم

شَرْطة: فَعْلة کے وزن پر شرط سے ہے، شرط الحاجم: پچھنے لگانا، سینگی لگانا(۳۷)، مِحْجَم (میم کے کسرہ کے ساتھ) اس آلہ کو کہتے ہیں جس میں سینگی کا خون جمع ہوتا ہے، یہاں اس سے وہ لوہا مراد ہے جس کے ذریعے خون نکالا جاتا ہے(۳۸)

---

(۳۲) تهذیب الکمال:۱/۴۹۷(رقم الترجمة:۱۱۴) وتهذیب التهذیب:۱/۸۴۔۸۵

(۳۳) فتح الباری:۱۰/۱۶۹، عمدة القاری:۲۱/۲۳۱

(۳۴) فتح الباری:۱۰/۱۶۹

(۳۵) فتح الباری:۱۰/۱۶۹

(۳۶) فتح الباری:۱۰/۱۶۹

(۳۷) دیکھیے فتح الباری:۱۰/۱۷۰، عمدة القاری:۲۱/۲۳۱،إرشاد الساری:۱۲/۴۱۲

(۳۸) دیکھیے فتح الباری:۱۰/۱۷۰،إرشاد الساری:۱۲/۴۱۲، والنهایة لابن الأثیر:۱/۳۴۷، ومجمع بحار الأنوار: ۱/۴۶۱

تین چیزوں میں شفا ہونے کا مطلب

تین چیزوں میں شفا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے علاوہ کسی اور چیز میں شفا نہیں ہے بلکہ اس سے علاج کے اصول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کیونکہ امراض یا دموی ہوتے ہیں یا صفراوی یا بلغمی اور یا سوداوی ہوتے ہیں، مرض اگر دموی یعنی فساد خون کی بناء پر ہوتا ہے تو اس کا علاج فاسد خون کو باہر نکال کر ہوتا ہے اور پچھنے لگانے میں خون فاسد ہی نکالا جاتا ہے اور باقی تینوں صورتوں میں مرض کا علاج اسہال ہوتا ہے اور شہد مُسْہِل ہوتا ہے، لیکن بسا اوقات فاسد مادہ نہ پچھنے کے ذریعے نکل سکتا ہے، نہ اسہال کے ذریعے، تو آگ سے اس کی بیخ کنی کی جا سکتی ہے جس سے جل کر وہ ختم ہو جاتا ہے (۳۹)

داغنے کا حکم

وأنهى أمتي عن الكي

کَیْ جسم کو آگ سے داغنے کو کہتے ہیں، اس کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض میں نہی وارد ہے اور بعض روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

جن روایات میں نہی وارد ہے، ان میں سے ایک حدیث باب ہے جس میں ہے...... "وأنهى أمتي عن الكي"

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے "وما أحب أن أكتوي" (۴۰)

امام ابوداودؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الكي، قال: فابتلينا، فاكتوينا، فما أفلحنا ولا أنجحنا" (۴۱)

---

(۳۹) دیکھیے فتح الباري: ۱۰/۱۷۱، عمدة القاري: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساري: ۱۲/۴۱۲

(۴۰) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب لكل داءٍ دواء واستحباب التداوي (رقم الحديث: ۲۲۰۵)

(۴۱) الحديث أخرجه الترمذي في كتاب الطب، باب ماجاء في كراهية التداوي بالكي: ۴/۳۸۹، (رقم الحديث: ۲۰۴۹) وأخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الكي: ۴/۵، (رقم الحديث: ۳۸۶۵)

طبرانی نے ایک روایت صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے "إن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن الکی، وقال: أکره شرب الحمیم" (۴۲)

لیکن بعض روایات سے اس کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے "رُمِیَ أبی یوم الأحزاب علی أکحله، فکواه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم" (۴۳)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کَیْ (داغنے) کے ذریعہ ان کا علاج کیا (۴۴)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری میں آرہی ہے کہ انھوں نے عہد نبوی میں ذات الجنب بیماری میں حضرت انسؓ کا علاج داغ کر کیا (۴۵)

ان کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی علاج بالکی مروی ہے (۴۶)

مختلف روایات میں تطبیق

دونوں طرح کی روایات میں تعارض ختم کرنے کے لیے محدثین نے مندرجہ ذیل مختلف توجیہات اختیار فرمائی ہیں:

❶ احادیث نہی، نہی تنزیہی پر محمول ہیں اور احادیث اثبات اصل جواز پر...... اور نہی تنزیہی جواز

---

(۴۲) دیکھیے مجمع الزوائد: ۵/۹۷ وقال: رجاله رجال الصحیح

(۴۳) الحدیث أخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب لکل داء دواء واستحباب التداوی: (رقم الحدیث: ۲۲۰۷)

(۴۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

(۴۵) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الطب، باب ذات الجنب (رقم الحدیث: ۵۳۸۹) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰

(۴۶) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت اس لیے فرمائی کہ اس میں مریض کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، اس طرح اس کا نقصان اس کے فائدہ سے بڑھ جاتا ہے(۴۷)

❷ بعض حضرات نے کہا ممانعت کا تعلق خطرہ اور تردد کی صورت سے ہے یعنی اگر ایسی صورت ہو کہ داغنے سے فائدے کے جزم کے بجائے نقصان اور ہلاکتِ جان کا خوف اور خطرہ ہو تو پھر داغنے سے گریز کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی طبیب حاذق داغنے کا ہی مشورہ دے تو پھر کوئی حرج نہیں(۴۸)

❸ عربوں کا خیال تھا کہ داغنے سے فاسد مادہ یقینی طور پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر اس کو اختیار نہ کیا جائے تو وہ ہلاکت کو یقینی سمجھتے تھے، چنانچہ وہ داغنے کو موثر حقیقی سمجھنے لگے تھے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی، چنانچہ ممانعت کی احادیث اسی فاسد عقیدے اور شرک خفی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے وارد ہوئی ہیں۔

لیکن اگر کسی کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ ظاہری سبب کے طور پر اس کو اختیار کرتا ہے تو اس کی گنجائش ہے اور احادیث جواز اسی صورت پر محمول ہیں(۴۹)۔

البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس لیے پسند نہیں فرمایا کہ اس میں مریض کو بڑی شدید تکلیف ہوتی ہے اور اسے عذاب میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔

رواه القمی عن لیث عن مجاهد عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی العسل والحجم

قُمّی (بضم القاف وتشدید المیم المکسورة)......ان کا نام یعقوب بن عبداللہ بن سعد بن مالک بن ہانی ہے اور ان کی کنیت ابوالحسن ہے، قُمْ عراق کے ایک شہر کا نام ہے، اسی کی طرف یہ منسوب ہیں(۵۰)

---

(۴۷) فتح الباری:۱۰/۱۷۰، إرشاد الساری:۱۲/۴۱۲

(۴۸) دیکھیے فتح الباری:۱۰/۱۷۳، عمدة القاری:۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری:۱۲/۴۱۲

(۴۹) فتح الباری:۱۰/۱۷۱، عمدة القاری:۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری:۱۲/۴۱۲

(۵۰) فتح الباری:۱۰/۱۷۰، عمدة القاری:۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری:۱۲/۴۱۲

امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے(۵۱) لیکن دار قطنی رحمہ اللہ نے فرمایا لیس بالقوی(۵۲) صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے(۵۳)

ایک قمی شیعوں کے ہاں مشہور ہیں، وہ یہ نہیں بلکہ وہ ابن بابویہ سے معروف ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهذا القُمِّي غيرالقمي المعتبر فی الروافض ، فلايغرن أحدا قولُ الرفضة أن القمی معتبر ، حتی أنه مِنْ رواة البخاری" وفی هامشه : "القمی منسوب إلى قم بلد بعراق العجم، وماله فی البخاری سوی هذا الموضع...... وليس هو بابن بابويه القمی الرافضی كما زعمه بعض المتأخرين"(۵۴)

قمی کی اس تعلیق کو "مسند بزار" میں موصولاً نقل کیا گیا ہے(۵۵)

٤ – باب : اَلدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ .

وَقَوْلِ اَللّٰهِ تَعَالَى : «فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ» /النحل : ٦٩/ .

٥٣٥٨ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قالَ : أَخْبَرَنِي هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ . [ر : ٤٩١٨]

شہد میں اللہ جل شانہ نے بہت سی بیماریوں کی شفا رکھی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں

---

(۵۱) فتح الباری:۱۰/۱۷۰، عمدة القاری:۲۱/۲۳۱

(۵۲) فتح الباری:۱۰/۱۷۰، عمدة القاری:۲۱/۳۱

(۵۳) فتح الباری:۱۰/۱۷۰، عمدة القاری:۲۱/۲۳۱

(۵۴) دیکھیے الأبواب والتراجم:۲/۱۰۰

(۵۵) فتح الباری:۱۰/۱۷۰، إرشاد الساری:۱۲/۴۱۲، عمدة القاری:۲۱/۲۳۱

علاج بالعسل کو بیان کیا ہے، قرآن کریم کی آیت میں ﴿فيه شفاء للناس﴾ فرمایا گیا "فیه" کی ضمیر میں دو احتمال ہیں، جمہور کے نزدیک اس کی ضمیر عسل کی طرف راجع ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اسے ذکر کر کے جمہور کے قول کی تائید کی ہے(۵۷)

دوسرا احتمال بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے لیکن وہ قول مرجوح ہے(۵۸)

کیا شہد میں ہر بیماری کی شفا ہے

شہد میں شفاء ہے...... اس میں دو قول ہیں:

❶ بعض حضرات کے نزدیک شہد میں شفا کا ہونا عام نہیں بلکہ بعض امراض کے لیے یہ شفا کا باعث ہے چنانچہ بعض امراض میں شہد کا استعمال نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے، اس لیے "فيه شفاء للناس" عام نہیں بلکہ مخصوص ہے(۵۹)

پھر اس حکم کو دو طریقوں سے مخصوص کیا گیا، ایک یہ کہ "للناس" سے بعض الناس مراد ہیں(٦۰) اور دوسرے یہ کہ "شفاء" نکرہ ہے اور موضع اثبات میں واقع ہے، نکرہ جب موضع اثبات میں واقع ہوتا ہے تو عموم پر دلالت نہیں کرتا(٦۱)

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے الفاظ عام ہیں اور واقعتاً شہد اصلاً تمام امراض کے لیے شفاء ہے، تاہم کسی عارض کی وجہ سے اگر شہد نقصان دہ ثابت ہوتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں(٦۲)

---

(۵۷) فتح الباری:۱۰/ ۱۷۲، عمدۃالقاری:۲۱/ ۲۳۲، إرشاد الساری:۱۲/ ۴۱۴

(۵۸) فتح الباری:۱۰/ ۱۷۲، عمدۃالقاری:۲۱/ ۲۳۳، إرشاد الساری:۱۲/ ۴۱۴

(۵۹) فتح الباری:۱۰/ ۱۷۲، عمدۃالقاری:۲۱/ ۲۳۲

(٦۰) فتح الباری:۱۰/ ۱۷۲، عمدۃالقاری:۲۱/ ۲۳۲

(٦۱) روح المعانی:۸/ ۱۸۵(سورۃ النحل)

(٦۲) فتح الباری:۱۰/ ۱۷۲، عمدۃالقاری:۲۱/ ۲۳۲

لفظ عسل مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور عربی زبان میں اس کے سو سے زیادہ نام ہیں (٦٣)

شہد کے منافع

شہد میں کئی منافع ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان منافع کو تلخیص کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے:

"یجلو الأوساخ التی فی العروق والأمعاء، ویدفع الفضلات، یغسل خمل المعدة، ویسخنها تسخینا معتدلا، ویفتح أفواه العروق ویشد المعدة، والکبدوالکلی والمثانة والمنافذ، وفیه تحلیل للرطوبات أکلا وطلاء وتغذیة، وفیه حفظ المعجونات وإذهاب لکیفیة الأدویة المستکرهة، وتنقیة الکبدوالصدر، وإدرارالبول الطمث، ونفع للسعال الکائن من البلغم، ونفع لأصحاب البلغم والأمزجة الباردة، وإذا أضیف إلیه الخل، نفع أصحاب الصفراء ؛ ثم هو غذاء من الأغذیة، ودواء من الأدویه، وشرب من الأشربة، وحلوی من الحلاوات، وطلاء من الأطلیة، ومفرح من الفرحات ، ومن منافعه...... إذا جعل فیه اللحم الطری حفظ طراوته ثلاثة أشهر ، وکذلك الخیار والقرع والباذنجان واللیمون ونحوذلك من الفواکه، وإذا لطخ به البدن للقمل ، قتل القمل، وطوّل الشعر وحسّنه ونعّمه، وإنْ اکحل به جلا ظلمة البصر، وان استن به صقل الأسنان وحفظ صحتها...... ولم یکن یعول قدماء الأطباء فی الأدویة المرکبة إلاعلیه، ولاذکر للسکر فی أکثر کتبهم أصلا" (٦٤)

یعنی شہد آنتوں، رگوں اور جسم کے زائد فضلات کو صاف کرتا ہے، رگیں کھولتا ہے، معدہ، جگر، گردوں اور مثانہ کو قوت بخشتا ہے، جگر اور سینے کو صاف کرتا ہے، بلغم سے پیدا ہونے والی کھانسی میں مفید ہے، ٹھنڈے اور بلغمی مزاج رکھنے والوں کے لیے فائدہ بخش ہے، شہد غذا بھی ہے، دوا بھی، شہد میں

(٦٣) فتح الباری: ١٠/ ١٧٢

(٦٤) فتح الباری: ١٠/ ١٧٢

گوشت اور فواکہ رکھے جائیں توان کی تازگی تین ماہ تک برقرار رہتی ہے، جسم میں ملا جائے توجوؤں کو مار دیتا ہے، بالوں میں لگایا جائے تو انہیں خوب صورت اور ملائم بنا دیتا ہے، آنکھوں میں لگایا جائے تو بینائی کے لیے جلا بخش ہے، دانتوں کو چمکاتا ہے اور ان کے لیے مفید ہے، قدیم اطباء مرکب دواؤں میں شہد ہی پر اعتماد کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے، اس میں ہے "من لعق العسل ثلاث غدوات، فی کل شهر، لم یصبه عظیم بلاء" یعنی جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد استعمال کرے تو وہ کسی بڑی آفت میں مبتلا نہیں ہوگا (٦٥)

باب کی پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، یہ حدیث کتاب الأطعمة میں گذر چکی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوا اور عسل پسند تھا، علامہ کرمانی رحمہ اللہ باب سے اس کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الإعجاب أعم من أن یکون علی سبیل الدواء، أو الغذاء، فتوخذ المناسبة بهذه الطریق" (٦٦)

٥٣٥٩ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيلِ ، عَنْ عاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنْ كانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ – أَوْ : يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ – خَيْرٌ ، فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنارٍ تُوافِقُ ٱلدَّاءَ ، وَما أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ) . [٥٣٧٢ ، ٥٣٧٥ ، ٥٣٧٧]

(٥٣٥٩) الحدیث أخرجه البخاری أیضاً فی کتاب الطب، باب الحجامة من الداء: ٥/٢١٥٦ (رقم الحدیث: ٥٣٧٢)، وأخرجه أیضاً فی باب الحجم فی الشقیقه والصداع: ٥/٢١٥٧ (رقم الحدیث: ٥٣٧٥)، وأخرجه أیضاً فی باب من اکتوی أوکوی غیره، وفضل من لم یکتو: ٥/٢١٥٧)، (رقم الحدیث: ٥٣٧٧)، وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب، لکل داءٍ دواء واستحباب التداوی (رقم الحدیث: ٢٢٠٥)، وأخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فی الحجامة: ٤/٣٩١ (رقم الحدیث: ٢٠٥٣) وأخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الکی: ٤/٣٧٨ (رقم الحدیث: ٧٦٠٣) وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب الحجامة: ٢/١١٥١ (رقم الحدیث: ٣٤٧٦)

(٦٥) الحدیث أخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب العسل (رقم الحدیث: ٣٤٥٠) وفتح الباری: ١٠/١٧٢

(٦٦) شرح بخاری للکرمانی: ٢٠/٢٠٧

عبدالرحمن بن الغسيل

غسیل سے مشہور صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں، جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور جنہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا، اسی وجہ سے انھیں غسیل کہا جاتا ہے، غسیل بمعنی المغسول ہے، فعیل مفعول کے معنی میں آتا ہے، یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبدالرحمٰن کے پردادا ہیں، یہاں یہ پردادا کی طرف منسوب ہے، نسب نامہ یوں ہے، عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حنظلہ...... (٦٧) عبدالرحمٰن بن سلیمان صغار تابعین میں سے ہیں، اکثر محدثین کے نزدیک یہ ثقہ ہیں، البتہ ابن حبان نے ان پر جرح کی ہے اور کہا ہے كان يخطئ كثيرا (٦٨)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں بھلائی ہو تو پچھنے لگوانے یا شہد پینے میں یا آگ سے داغ لگوانے میں ہے، یہ تب جب وہ داغ بیماری کے موافق آجائے تاہم میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

إن كان في شيء من أدويتكم أو يكون في شيء من أدويتكم

راوی کو دونوں جملوں میں شک ہے اس لیے "أو" لائے ہیں، علامہ ابن التین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "أو يكن" ہونا چاہیے، کیونکہ یہ معطوف علی المجزوم ہے اس کا عطف "كان" پر ہے اور "كان" پر "إنْ" حرفِ شرط داخل ہے جو فعل کو جزم دیتا ہے (٦٩)، چنانچہ مسند احمد کی روایت میں "إن كان...... إن يكن" ہی ہے (٧٠)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شاید راوی نے "يكن" کے کاف کے ضمہ میں اشباع کیا اور اسے کھینچا تو سننے والے نے "يكن" کو "يكون" سمجھ لیا (٧١)

---

(٦٧) فتح الباری: ١٠/ ١٧٣، عمدة القاری: ٢١/ ٢٣٣

(٦٨) فتح الباری: ١٠/ ١٧٣، عمدة القاری: ٢١/ ٢٣٣

(٦٩) فتح الباری: ١٠/ ١٧٣، عمدة القاری: ٢١/ ٢٣٣، إرشاد الساری: ١٢/ ٤١٥

(٧٠) فتح الباری: ١٠/ ١٧٣، إرشاد الساری: ١٢/ ٤١٥

(٧١) فتح الباری: ١٠/ ١٧٣، عمدة القاری: ٢١/ ٢٣٣، إرشاد الساری: ١٢/ ٤١٥

أو لَذْغة بنار

لَذْغ (ذال کے سکون کے ساتھ) ہلکے سے جلانے کو کہتے ہیں مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں اس کا ترجمہ "سوزش" سے کیا ہے (۷۲) مراد آگ سے داغ لگانا ہے۔

توافق الداء

یہ لَذْغه کی صفت ہے یعنی ایسا داغنا جو بیماری کے موافق اور مناسب ہو تو اس میں شفا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ آگ کے ذریعہ داغنا بطور تجربہ نہ ہو بلکہ طبیب حاذق اور مجرب آدمی کے ذریعہ ایسا داغ جو مرض کے مناسب ہو، اس میں شفا ہے (۷۳)

٥٣٦٠ : حدّثنا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ : أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ ، فَقَالَ : (اسْقِهِ عَسَلاً) . ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ ، فَقَالَ : (اسْقِهِ عَسَلاً) . ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ : (اسْقِهِ عَسَلاً) . ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ : قَدْ فَعَلْتُ ؟ فَقَالَ : (صَدَقَ اللهُ ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ ، اسْقِهِ عَسَلاً) . فَسَقَاهُ فَبَرَأَ . [٥٣٨٦]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میرے بھائی کو پیٹ کی شکایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے شہد پلادو، پھر وہ دوبارہ آیا، آپ نے فرمایا، اسے شہد پلاؤ، پھر وہ تیسری بار آیا اور عرض کیا کہ میں نے پلایا (لیکن فائدہ نہیں ہوا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس کو شہد پلا"......اس نے پھر شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

---

(۷۲) فتح الباری:۱۰/۱۷۳، عمدة القاری:۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری:۱۲/۴۱۵

(۷۳) فتح الباری:۱۰/۱۷۳، عمدة القاری:۲۱/۲۳۳

(۵۳۶۰) الحديث أخرجه البخاری أيضاً فی كتاب الطب، باب دواء المبطون: ۲۱۶۱۵، (رقم الحديث: ۵۳۸۲) وأخرجه مسلم فی كتاب السلام، باب التداوی بسقی العسل، (رقم الحديث: ۲۲۱۷) وأخرجه الترمذی فی كتاب الطب، باب ماجاء فی التداوی بالعسل: ۴/۴۰۹ (رقم الحديث: ۲۰۸۲)، وأخرجه النسائی فی كتاب الطب، باب الدواء بالعسل: ۴/۳۷۰، (رقم الحديث: ۷۵۶۰)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس حدیث کی کچھ تفصیل آگے "باب دواء المبطون" میں آرہی ہے، بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے کہ شہد مسہل ہے اور یہاں جس شخص کو پیٹ کی شکایت تھی، روایت میں آگے تصریح آرہی ہے کہ اس کو اسہال آرہے تھے تو ایسے شخص کے لیے شہد کیونکر تجویز کیا گیا؟

❶ اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ اس شخص کو شہد ہی سے شفا ملے گی، اس لیے اسہال میں اضافے کے باوجود آپ شہد پلانے ہی کا حکم دیتے رہے، لہذا طب کے عام اصولوں سے ہٹ کر یہ ایک مخصوص معاملہ تھا، جو شہد عموماً اسہال میں اضافہ کا ذریعہ بنتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز اور دعا کی برکت سے وہی شہد اس کے حق میں شفایابی کا ذریعہ بن گیا اور وہ تندرست ہو گیا (۷۴)۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اسہال جس طرح بدہضمی کی وجہ سے آتے ہیں، اسی طرح پیٹ میں فاسد مادہ کے جمع ہو جانے کی وجہ سے بھی اسہال آتے ہیں، ایسی صورت میں اس مادے کو پیٹ سے خارج کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کا بہترین علاج شہد ہے، مذکورہ شخص بھی اسی طرح کا مریض تھا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شہد پلانے کا حکم دیتے رہے، یہاں تک کہ جب اس کا معدہ فاسد مادے سے بالکل صاف ہو گیا تو وہ تندرست ہو گیا، لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے شہد پلانے کا حکم دینا اصول طب کے عین مطابق تھا۔ (۷۵) واللہ اعلم

صدق اللہ و کذب بطن أخیك: اللہ تعالی سچ کہتا ہے کہ ﴿فیه شفاء للناس﴾ تیرے بھائی کا پیٹ غلط کہتا ہے یعنی وہ ظاہر کر رہا ہے کہ مرض بڑھ رہا ہے لیکن حقیقت میں اس کو شفا ہو رہی ہے۔

---

(۷۴) فتح الباری: ۱۰/۲۰۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

(۷۵) عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

٥ - باب : اَلدَّوَاءِ بِأَلْبَانِ الْإِبِلِ .

٥٣٦١ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ نَاسًا كَانَ بِهِمْ سَقَمٌ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ آوِنَا وَأَطْعِمْنَا ، فَلَمَّا صَحُّوا ، قَالُوا : إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ ، فَأَنْزَلَهُمُ الحَرَّةَ فِي ذَوْدٍ لَهُ ، فَقَالَ : (اشْرَبُوا أَلْبَانَهَا) . فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَاقُوا ذَوْدَهُ ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ ، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِلِسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ .

قَالَ سَلَّامٌ : فَبَلَغَنِي أَنَّ الحَجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ : حَدِّثْنِي بِأَشَدِّ عُقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ : فَحَدَّثَهُ بِهٰذَا ، فَبَلَغَ الحَسَنَ فَقَالَ : وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهٰذَا . [ر : ٢٣١]

اونٹنیوں کا دودھ بطور دواء استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ عرینین کے واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال کرنے کو کہا تھا۔

عرینین کا واقعہ اس سے پہلے کئی بار گذر چکا ہے......ذَوْد: اونٹوں کو کہتے ہیں، ابن سعد نے ان اونٹوں کی تعداد پندرہ نقل کی ہے (۷٦)۔

قال سلّام: فبلغنی أن الحجاج قال لأنس : خدثنی بأشدعقوبة عاقبه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، فحدثه بهذا، فبلغ الحسن، فقال: وددت أنه لم یحدثه

سَلّام

سلاّم سے سلام بن مسکین ازدی مراد ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ اور ایک آگے کتاب الأدب میں آرہی ہے (۷۷)۔

یہ ما قبل سند کے ساتھ موصول ہے، فرماتے ہیں کہ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے حضرت انسؓ سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سخت سے سخت سزا دی ہو، وہ مجھے بیان کریں، حضرت انسؓ نے عرینین کا قصہ بیان کیا۔

---

(۷٦) فتح الباری:۱۰/ ۱۷۴

(۷۷) فتح الباری:۱۰/ ۱۷۳

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت انسؓ یہ حدیث حجاج بن یوسف سے بیان نہ کرتے (کیونکہ وہ اس حدیث سے غلط استدلال کر کے اپنے ظلم کے لیے جواز اور بہانہ مہیا کرے گا)

چنانچہ بہز کی روایت میں "فواللّٰه ماانتهى الحجاج حتى قام بها على المنبر، فقال: حدثنا أنس......" فذكره وقال: "قطع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الأيدى والأرجل، وسمل الأعين فى معصية اللّٰه، أفلا نفعل نحن ذلك فى معصيه اللّٰه"(۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بعد میں فرمایا کرتے تھے "ماندمت على شئ ماندمت على حديث حدثت به الحجاج"(۷۹) یعنی مجھے جس قدر ندامت حجاج سے اس حدیث کو بیان کرنے پر ہوئی اتنی ندامت کسی چیز پر نہیں ہوئی۔

حضرت انسؓ نے اس لیے بعد میں پشیمان ہوئے کہ حجاج اس واقعہ سے اپنے ظلم کے جواز پر استدلال کیا کرتا تھا۔

٦ – باب : اَلدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ .

٥٣٦٢ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ نَاسًا ٱجْتَوَوْا فِي الْمَدِينَةِ ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَلْحَقُوا بِرَاعِيهِ ، يَعْنِي الْإِبِلَ ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، فَلَحِقُوا بِرَاعِيهِ ، فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، حَتَّى صَلَحَتْ أَبْدَانُهُمْ ، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَسَاقُوا الْإِبِلَ ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ فَجِيءَ بِهِمْ ، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ .

قالَ قَتَادَةُ : فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ : أَنَّ ذٰلِكَ كانَ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الحُدُودُ . [ر : ٢٣١]

---

(۷۸) فتح الباری: ۱۰/۱۷۵، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۷

(۷۹) فتح الباری: ۱۰/۱۷۵

تداوی بالمحرمات کا مسئلہ

ضرورت کے وقت محرمات اور نجس چیزوں کے ذریعہ علاج کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے:

❶ حضرات مالکیہ اور حضرات حنابلہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات مطلقاً ناجائز ہے (۸۰)۔

❷ حضرات شافعیہ کے نزدیک تداوی بالنجاسات اور تداوی بالمحرمات جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مسکر نہ ہوں، چنانچہ علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مذهبنا جواز التداوی بجمیع النجاسات، سوی المسكر" (۸۱)

❸ حضرات حنفیہ کے ہاں تین قول ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات ناجائز ہے (۸۲)

امام أبویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات مطلقاً جائز ہے (۸۳)

دوسرے مشائخ حنفیہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات والنجاسات اس وقت جائز ہے جب طبیبِ حاذق کو ان کے علاوہ کوئی دوسری دوا معلوم نہ ہو (۸۴) اس طرح حنفیہ کے ہاں تین قول ہیں، ایک مطلقاً عدم جواز کا، دوسرا مطلقاً جواز کا اور تیسرا مخصوص صورت میں جواز کا!

اکثر مشائخ حنفیہ نے اس تیسرے قول ہی پر فتوی دیا ہے (۸۵)

جو فقہاء تداوی بالمحرمات کو ناجائز کہتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

❶ امام أبوداود رحمہ اللہ نے کتاب الطب میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل

---

(۸۰) دیکھیے المغنی لابن قدامة، کتاب الأطعمة :۱۱/ ۸۳، والشرح الکبیر:۱۱/ ۱۰۸، والتاج والإکلیل:۳/ ۲۳۳

(۸۱) المجموع شرح المهذب:۹/ ۹۲

(۸۲) دیکھیے المبسوط للسرخسی، کتاب الطهارة، باب الوضوء والغسل:۱/ ۵۴

(۸۳) البحر الرائق:۱/ ۱۱۵

(۸۴) البحر الرائق:۱/ ۱۱۶، وبذل المجهود:۱۶/ ۱۹۹

(۸۵) البحر الرائق:۱/ ۱۱۶

کی ہے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أنزل الداء ، والدواء ، وجعل لكل داء دواء، فتداووا، ولاتتداووا بحرام" (۸٦)

❷ سنن أبي داود کی ایک دوسری روایت میں ہے "إن طبيبا سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن ضفدع يجعلها في دواء، فنهاه النبي صلى الله عليه وسلم عن قتلها" (۸۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو قتل کر کے دوا میں ڈالنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ نجس ہے۔

❸ سنن أبي داود، ابن ماجہ اور سنن دارمی کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا، آپ نے اسے منع فرمایا، اس نے کہا "يا نبي الله ، إنها دواء" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا، ولكنها داء" (۸۸)

❹ امام طحاوی رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے جسے امام بخاری نے بھی کتاب الاشربہ میں تعلیقاً نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں "إن الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم" (۸۹)

❺ موارد الظمآن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "إن الله لم يجعل شفاء كم في حرام" (۹۰)

لیکن جو حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ ان احادیث کو حالت اختیار پر محمول کرتے ہیں یعنی جب مرض اور بیماری کے دوسرا علاج بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں تداوی بالنجاسات درست نہیں، لیکن اگر کوئی اور علاج نہیں تو پھر تداوی بالمحرمات کو جائز ہونا چاہیے لأن الضرورة تبيح المحظورة (۹۱)

---

(۸٦) الحديث أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة :۴/۶(رقم الحديث:۳۸۷۴)

(۸۷) الحديث أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة :۴/۶(رقم الحديث:۳۸۷۲)

(۸۸) الحديث أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة: (رقم الحديث: ۳۸۷۳)
وأخرجه ابن ماجة في كتاب الطب باب النهي أن يتداوى بالخمر (رقم الحديث:۳۵۰۰)

(۸۹) الحديث أخرجه الطحاويؒ في كتاب الطهارة ، باب حكم بول مايؤكل لحمه:۱/ ۸۳

(۹۰) الحديث أخرجه الهيثمي في موارد الظمآن ، كتاب الطب، باب التداوي بالحرام:۳۳۹(رقم الحديث:۱۳۹۷)

(۹۱) عمدة القاري:۱/۲۹۰ ، وفيض الباري:۱/۳۲۹، وبذل المجهود:۱۶/۱۹۹، ومعارف السنن:۱/۲۷۸، وأماني الأحبار:۲/۱۱۵

٧ - باب : الحَبَّةِ السَّوْدَاءِ .

٥٣٦٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ خالِدِ بْنِ سَعْدٍ قالَ : خَرَجْنَا وَمَعَنَا غالِبُ بْنُ أَبْجَرَ فَمَرِضَ فِي الطَّرِيقِ ، فَقَدِمْنَا المَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ ، فعَادَهُ ٱبْنُ أَبِي عَتِيقٍ ، فَقَالَ لَنَا : عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الحُبَيْبَةِ السَّوْدَاءِ ، فَخُذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَٱسْحَقُوهَا ، ثُمَّ ٱقْطُرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ ، فِي هٰذَا الجَانِبِ وَفِي هٰذَا الجَانِبِ ، فَإِنَّ عائِشَةَ حَدَّثَتْنِي : أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ هٰذِهِ الحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ ، إِلَّا مِنَ السَّامِ) . قُلْتُ : وَما السَّامُ ؟ قالَ : المَوْتُ .

٥٣٦٤ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ المُسَيَّبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (فِي الحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ ، إِلَّا السَّامَ) .

قالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : وَالسَّامُ المَوْتُ ، وَالحَبَّةُ السَّوْدَاءُ : الشُّونِيزُ .

کلونجی کے فوائد

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار نقل فرمائی ہے، حضرت خالد بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم لوگ چلے، ہمارے ساتھ غالب بن ابجر بھی تھے، وہ راستہ میں بیمار ہوگئے، ہم مدینہ پہنچے اور وہ اسی طرح بیمار تھے، ابن ابی عتیق ان کی عیادت کے لیے آئے، تو ہم سے کہا کہ تم اس چھوٹے سے سیاہ دانے (کلونجی) کو اختیار کرو، اس کے پانچ یا سات دانے لے کر انہیں گھسو، پھر روغن کے چند قطروں کے ساتھ اسے اس کی ناک میں اِس جانب اور اُس جانب ٹپکا دو کیونکہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ سیاہ دانہ (کلونجی) بجز سام کے تمام

(٥٣٦٣) الحديث أخرجه مسلم فى كتاب السلام، باب التداوى بالحبة السوداء، (رقم الحديث :٢٢١٥) وأخرجه الترمذى فى كتاب الطب، باب ماجاء فى الحبة السوداء: ٤/ ٣٨٥ (رقم الحديث:٢٠٤١)، و أخرجه النسائى فى كتاب الطب ، باب الدواء بالحبة السوداء : ٤/ ٣٧٣ (رقم الحديث : ٧٥٧٨)، وأخرجه ابن ماجه فى كتاب الطب، باب الحبة السوداء ٢/ ١١٤١، (رقم الحديث: ٣٤٤٧)

امراض کا علاج ہے، میں نے پوچھا سام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا موت

دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلونجی ہر بیماری کا علاج ہے، سوائے سام یعنی موت کے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگرچہ حدیث کا مفہوم عام ہے لیکن یہ خاص طور پر انہی امراض میں زیادہ فائدہ مند ہے جو رطوبت اور بلغم سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ کلونجی کی تاثیر خشک اور گرم ہوتی ہے، اس لیے ان امراض کو دفع کرتی ہے جو اس کی ضد ہیں۔

بعض علماء نے کہا کہ کلونجی تمام بیماریوں کے لیے مفید ہے، بعض امراض میں منفرد اور بعض بیماریوں میں مرکب...... بایں طور کہ اس کو کسی بھی دوا میں خاص مقدار اور مناسب ترکیب کے ساتھ شامل کیا جائے تو اس کے صحت بخش اثرات ظاہر ہوتے ہیں (۹۲☆)۔

صاحب سفر السعادہ نے لکھا ہے کہ اکابر و مشایخ کا معمول رہا ہے کہ وہ تمام امراض میں کلونجی کو بطور دوا استعمال کرتے رہے ہیں (۹۲)

حکیم ابن سیناء نے طب کی مشہور کتاب ''القانون'' میں کلونجی کے فوائد لکھے ہیں کہ یہ بلغم ختم کرتی ہے، نفخ شکم کے لیے مفید ہے، جسم پر نکلنے والے تل اور برص وغیرہ کو قطع کرتی ہے، دردسر کے لیے بھی مفید ہے، سرکہ وغیرہ میں اسے ڈال دیا جائے اور اگلے دن پیس کر اسے سونگھا جائے تو دردسر جاتا رہتا ہے، دانتوں کے درد میں بھی فائدہ مند ہے (۹۳)، جدید اطباء نے اسے بلڈ پریشر کے لیے بھی مفید قرار دیا ہے (۹۴)

رجال سند کی وضاحت

پہلی روایت کی سند میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ الشیخ ''عبیداللہ'' ہیں، ان کے والد کا نام ذکر

(۹۲) دیکھیے مظاہر حق شرح مشکوۃ، کتاب الطب: ۴/۲۵۹

(۹۲☆) دیکھیے شرح الطیبی شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الطب: ۲۹۷، وفتح الباری: ۱۰/۱۷۸

(۹۳) القانون لابن سینا: ۱/۴۳۷

(۹۴) دیکھیے الطب والعلم الحدیث: ۳/۲۶۵

نہیں کیا،اس سے عبید اللہ بن موسی مراد ہیں جو مشہور راوی ہیں اور کوفہ کے رہنے والے ہیں(۹۵)

پہلی روایت خالد بن سعد سے ہے، خالد بن سعد کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی ان سے روایات نقل کی ہے، یحی بن معین، علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے(۹۶)

غالب بن ابجر صحابی ہیں، أبجَر احمد کے وزن پر ہے، غالب بن ابجر کے تفصیلی حالات نہیں ملتے ہیں، علامہ مزی رحمہ اللہ نے "تہذیب الکمال" میں لکھا ہے کہ ان سے صرف دو حدیثیں منقول ہیں، حمر اهلیہ کے متعلق ان کی ایک حدیث مشہور ہے جس کے الفاظ ہیں: "قلت یارسول اللّٰہ لم یبق من مالی ما أطعمه أهلي إلاحمری، فقال: أطعمه أهلك مِنْ سمين مالك"، علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب، حافظ ابن حجر نے الإصابة اور علامہ ابن اثیر نے اسد الغابة میں ان کا تذکرہ کیا ہے، صحیح بخاری میں صرف اسی ایک جگہ ان کا ذکر ہے، امام أبوداود رحمہ اللہ نے ان کی حمر والی حدیث نقل فرمائی ہے۔(۹۷)

فعاده ابن ابی عتیق

ابن ابی عتیق کا نام عبداللہ ہے، یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے ہیں، ان کے والد محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ ہیں(۹۸)

---

(۹۵) فتح الباری:۱۰/۱۷۷،عمدة القاری:۲۱/۲۳۶،إرشاد الساری:۱۲/۴۱۸

(۹۶) فتح الباری:۱۰/۱۷۷،عمدة القاری:۲۱/۲۳۶،ان کے حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال:۸/۷۹۔۹۰ (رقم الترجمة:۱۶۱۶)وأسماء الدارقطنی، الترجمة:۲۷۰،وتہذیب التہذیب:۳/۹۴، ومقدمة الفتح:۳۹۸، وديوان الضعفاء الترجمة:۱۲۱۵

(۹۷) مذکورہ تفصیل اور ان کے مختصر حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال:۲۳/۸۲(رقم الترجمة:۴۶۷۶) والإصابة:۳/الترجمة:۶۹۰۲،وأسد الغابة:۴/۱۶۷،والاستيعاب لابن عبدالبر:۳/۱۲۵۲،ومعجم الطبرانی الکبیر:۱۸/۲۶۵،وثقات ابن حبان:۳/۳۲۷۔

(۹۸) فتح الباری:۱۰/۱۷۷، عمدة القاری:۲۱/۲۳۶،إرشاد الساری:۱۲/۴۱۸

الحبة السوداء: الشونيز

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چونکہ اس زمانے میں شونیز زیادہ مشہور تھا، اس لیے حبة سودا کی تفسیر شونیز سے کی گئی، لیکن اب "حبة سوداء" زیادہ مشہور ہے اور شونیز غیر معروف ہے (۹۹)

٨ - باب : التَّلْبِينَةِ لِلْمَرِيضِ .

٥٣٦٦/٥٣٦٥ : حدَّثنا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ ، وَكَانَتْ تَقُولُ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ ، وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ) .

(٥٣٦٦) : حدَّثنا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينَةِ وَتَقُولُ : هُوَ الْبَغِيضُ النَّافِعُ . [ر : ٥١٠١]

تلبینہ دودھ، شہد اور جو یا گندم سے بنایا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مریض کے لیے اور مرنے والے پر غمزدہ شخص کے لیے تلبینہ بنانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تلبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔

یہاں حدیث باب میں ہے تُجِمّ فؤادَ المريض: مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے، أَجَمّ إجْماماً کے معنی راحت پہنچانے کے ہیں، کتاب الأطعمہ کی روایت میں ہے، فإنها مُجِمَّة (۱۰۰)

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے "عليكم بالبغيض النافع. التلبينة يعنى الحساء" (۱۰۱)

اور نسائی کی روایت میں ہے "والذى نفس محمد بيده إنها تغسل بطن أحدكم كما

---

(۹۹) فتح البارى: ۱۰/۱۷۹، عمدة القارى: ۲۱/ ۲۳۷ .

(۱۰۰) الحديث أخرجه البخارى فى كتاب الأطعمة . باب التلبينة: (رقم الحديث: ۵۱۰۱)

(۱۰۱) الحديث أخرجه البخارى فى كتاب الأطعمة . باب التلبينة: ۲/ ۱۱۴۰ (رقم الحديث: ۳۴۴۶)

يغسل أحدُكم الوسخَ عن وجهه بالماء"(۱۰۲)

اور سنن ترمذی کی روایت میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أخذ أهله الوعك، أمر بالحساء، فصنع ، ثم أمرهم، فحسوا منه، ثم قال: إنه يرتو فؤاد الحزين، ويسرو عن فؤاد السقيم كما تسرو إحداكن الوسخ عن وجهها بالماء"(۱۰۳)

وتقول: هو البغيض النافع

بغیض بروزن عظیم، بُغض سے ہے، فعیل بمعنی مفعول ہے، یعنی بیمار اس کو ناپسند کرتا ہے لیکن وہ بیمار کے لیے نافع ہوتا ہے۔

مریض کی طبیعت دودھ وغیرہ اور دوسری نرم غذاؤں سے اکتا جاتی ہے، تلبینہ بھی وہ شوق سے نہیں کھاتا، لیکن وہ اس کے لیے مفید ہوتا ہے، اس لیے اسے بغیض نافع کہا گیا۔

٩ - باب : السَّعُوطِ .

٥٣٦٧ : حدّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ، عَنِ ٱبْنِ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ٱحْتَجَمَ وَأَعْطَى الحَجَّامَ أَجْرَهُ ، وَٱسْتَعَطَ .
[ر : ١٩٩٧]

سَعُوط (سین کے زبر کے ساتھ بروزن صبور)، اس دوا کو کہتے ہیں جو ناک میں ڈالی جاتی ہے، سَعَط: باب فتح اور نصر دونوں سے آتا ہے، سعطه الدواء: مریض کی ناک میں دوا ڈالنا۔

حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے شخص کو اجرت دی اور ناک میں دوا ڈالی، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ استعط کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱۰۲) الحديث أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة ، باب التلبينة: ۴/۲/۳۷۲ (رقم الحديث: ۵۴۷۶)

(۱۰۳) الحديث أخرجه الترمذي في كتاب الطب، باب ماجاء فيمايطعم المريض: ۴/۳۸۳ (رقم الحديث: ۲۰۳۹)

استعط: استعمل السّعوط بأن استلقى على ظهره، وجعل بين كتفيه مايرفعهما، لينحدر رأسه الشريف، وقطر فی أنفه ماتداوی به، ليصل إلى دماغه، ليخرج مافيه من الداء بالعطاس (۱۰۴)

یعنی ناک میں ڈالی جانے والی دوا آپ نے اس طرح استعمال کی کہ آپ چت لیٹ گئے، دونوں کندھوں کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھ دی کہ وہ بلند ہوگئے اور سر مبارک زمین کی طرف جھک گیا، پھر ناک میں دماغ تک پہنچانے کے لیے دوا ٹپکائی گئی تاکہ چھینک کے ذریعے بیمار جراثیم نکل جائیں۔

یہ حدیث کتاب الاجارۃ میں باب خراج الحجام کے تحت گذر چکی ہے (۱۰۵)

١٠ - باب : السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ .

وَهُوَ الْكُسْتُ ، مِثْلُ الْكافُورِ وَالْقَافُورِ ، مِثْلُ «كُشِطَتْ» /التكوير : ١١/ وَقُشِطَتْ : نُزِعَتْ ، وَقَرَأَ عَبْدُ ٱللهِ : قُشِطَتْ .

٥٣٦٨ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ قالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (عَلَيْكُمْ بِهٰذَا العُودِ الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ : يُسْتَعَطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ ، وَيُلَدُّ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ) . وَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِٱبْنٍ لِي لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ ، فَبَالَ عَلَيْهِ ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّ عَلَيْهِ .
[٥٣٨٣ ، ٥٣٨٥ ، ٥٣٨٨]

---

(۱۰۴) فتح الباری:۱۰/۱۸۲،عمدة القاری:۲۱/۲۳۸،إرشادالساری:۱۲/۴۲۱

(۱۰۵) الحديث أخرجه البخاری فی كتاب الإجارة، باب خراج الحجام(رقم الحديث:۱۹۲۷)

(۵۳۶۸) الحديث أخرجه البخاری أيضاً فی كتاب الطب، باب اللدود:۵/۲۱۵۹ (رقم الحديث: ۵۳۸۳) وأخرجه فی باب العذوة أيضاً :۵/۲۱۶۰،(رقم الحديث:۵۳۸۵)وأخرجه أيضاً فی باب ذات الحب:۵/۲۱۶۱(رقم الحديث: ۵۳۸۸) وأخرجه مسلم فی كتاب الطب ، باب التدوای بالعوذ الهندی وهو الكست. (رقم الحديث: ۲۲۱۴) وأخرجه النسائی فی كتاب الطب، باب الدواء بالقسط يسعط من العذرة: ۴/۳۷۴ (رقم الحديث: ۷۵۸۳) وأخرجه أبوداود فی كتاب الطب، باب فی السعوط: ۴/۶ (رقم الحديث: ۳۸۶۷) وأخرجه ابن ماجه فی كتاب الطب، باب دواء ذات الجنب: ۲/۱۱۴۸ (رقم الحديث:۳۴۶۸)

اس باب کے تحت میں چند باتیں ذہن نشین کرلیں:

❶ پہلی بات لفظ قسط کے تلفظ سے متعلق ہے، یہ قاف کے ضمہ اور سین کے سکون کے ساتھ ہے اور اسے کست کاف کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے، قاف اور کاف چونکہ قریب المخرج حروف ہیں، اس لیے ایک حرف کو دوسرے سے تبدیل کیا جاسکتا ہے(۱۰۶)اسی طرح آخر میں طاء کو تاء سے تبدیل کردیا گیا ہے، کیونکہ طاء اور تا بھی قریب المخرج ہیں، عرب قریب المخارج حروف کو ایک دوسرے سے تبدیل کیا کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اس کی دو مثالیں مزید دی ہیں، ایک کافور اور قافور، اسے کاف اور قاف دونوں سے پڑھنا درست ہے اور دوسری مثال کشطت اور قشطت ہے، یہ کلمہ سورۃ تکویر کی آیت نمبر گیارہ میں ہے ﴿واذا السماء کشطت﴾ کشطت نزعت کے معنی میں ہے، اس میں مشہور قراءت تو کشطت کاف کے ساتھ ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قشطت قاف کے ساتھ بھی ایک قراءت مروی ہے، کاف اور قاف چونکہ قریب المخرج ہیں، اس لیے ایک کو دوسرے سے تبدیل کرنے کی گنجائش ہے۔

عود ہندی سے کیا مراد ہے؟

❷ دوسری بات قسط کے مصداق سے متعلق ہے، قسط کو عود ہندی اور عود بحری بھی کہتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ایک عود ہندی مشہور لکڑی ہے جس کو اردو میں "اگر" کہتے ہیں جو خوشبو وغیرہ کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور جس کا عطر عود مشہور ہے، یہاں حدیث میں قسط اور عود ہندی سے وہ خوشبودار لکڑی مراد نہیں۔

اسی طرح ایک "قسط أظفار" ہوتا ہے جس کا ذکر کتاب الطلاق میں باب القسط للحاد کے تحت گذر چکا ہے، وہ بھی ایک خوشبو کا نام ہے، حدیث میں قسط سے وہ قسط اظفار بھی مراد نہیں(۱۰۷)۔

(۱۰۶) فتح الباری:۱۰/۱۸۲، عمدہ القاری:۲۱/۲۳۹، ارشاد الساری ۱۲/۴۲۱

(۱۰۷) فتح الباری ۱۰/۱۸۲، عمدة القاری ۲۱/۲۳۹

بلکہ یہ ایک اور مفید جڑی کا نام ہے جس کو اردو میں کوٹ کہتے ہیں، اس کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک سفید اور دوسری سیاہ، سفید کو عود بحری یا قسط بحری بھی کہتے ہیں اور سیاہ کو عود ہندی کہتے ہیں، عود ہندی کی تاثیر، عود بحری کے مقابلے میں زیادہ گرم ہے(۱۰۸)، دونوں کی تاثیر گرم و خشک ہے۔

بحر کی طرف اس کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ لکڑی دوسرے علاقوں سے بحری اور سمندری راستے سے عرب پہنچتی تھی، اس لیے بحر کی طرف اس کی نسبت کی جانے لگی(۱۰۹)

عود ہندی کے فوائد

❸ تیسری بات اس لکڑی کے فوائد سے متعلق ہے، اطباء نے اس کے بڑے فوائد لکھے ہیں، مثلاً نفاس والی عورت اس کی دھونی لے تو رکا ہوا فاسد خون جاری ہو جاتا ہے، مضر جراثیم کو یہ دور کرتی ہے، دماغ، گردے اور جگر کو قوت دیتی ہے، ریاح کو تحلیل کرتی ہے، دماغی بیماریوں جیسے فالج، لقوہ اور رعشہ کے لیے مفید ہے، پیٹ کے کیڑے باہر نکالتی ہے، اس کا لیپ کرنے سے بدن سے چھائیاں اور چھیپ جاتی رہتی ہے، زکام کی حالت میں اس کی دھونی لینا بہترین علاج ہے، نیز اس کی دھونی سے سحر و جادو کے اثرات بھی جاتے رہتے ہیں(۱۱۰)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے پہلے باب میں سعوط (سین کے فتحہ کے ساتھ) کا ذکر کیا یعنی وہ دوا جو ناک میں ڈالی جاتی ہے اور اس باب میں سُعُوط (سین کے ضمہ کے ساتھ) لائے، سُعُوط مصدر ہے بمعنی ناک میں دوا ڈالنا، اس میں اس دوا کی تصریح کر دی جس کا ناک میں ڈالنے کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے یعنی عود ہندی اور بحری۔

باب میں جو حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، یہ اس سے پہلے نہیں آئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسے پہلی بار ذکر کیا ہے۔

---

(۱۰۸) فتح الباری ۱۰/۱۸۲، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۹

(۱۰۹) فتح الباری ۱۰/۱۸۳، عمدة القاری ۲۱/۲۳۹، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۲

(۱۱۰) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

عليكم بهذا العود الهندي...... یعنی تم اس عود ہندی کو اختیار کرو اور استعمال کرو۔

فإن فيه سبعة أشفية

اس لیے کہ اس میں سات شفا ہیں، أشفية شفاء کی جمع ہے جیسے أدوية دواء کی جمع ہے، اس کی جمع الجمع أشاف آتی ہے (۱۱۱)

يستعط به من العُذْرة

یعنی عذرہ بیماری کے علاج کے لیے اس کو ناک میں ڈالا جاتا ہے، عذرہ (عین کے ضمہ اور ذال کے سکون کے ساتھ) حلق کی بیماری ہوتی ہے جو بچوں کو لاحق ہوتی ہے، بچوں کے تالو کے قریب ورم آجاتا ہے، یہ عموماً خون کے ہیجان کی وجہ سے ہوتا ہے (۱۱۲) عود ہندی کو استعمال کرنے سے یہ بیماری جاتی رہتی ہے، عود ہندی کی تاثیر چونکہ گرم اور خشک ہے اور عذرہ بیماری رطوبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لیے یہ اس کے لیے مفید ہے (۱۱۳)

و يُلَدُّ به من ذات الجنب

یُلَد فعل مجہول کا صیغہ ہے، لَدود: منہ میں دوا ٹپکانے کو کہتے ہیں، ذات الجنب، ہر اس درد کو کہتے ہیں جو انسان کے پہلو میں اٹھے، یہ درد بسا اوقات گیس کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہے (۱۱۴)، عود ہندی کے استعمال سے اس میں افاقہ ہوتا ہے۔

دو اشکال اور ان کے جوابات

یہاں حدیث میں ہے کہ عود ہندی سات بیماریوں کے لیے شفا ہے، جب کہ اطباء نے سات سے زائد بیماریوں کے لیے اس کو شفا قرار دیا ہے (۱۱۵)

(۱۱۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۲

(۱۱۲) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳، عمدة القاری: ۲۱/ ۲۳۹، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۲

(۱۱۳) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۲

(۱۱۴) إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۲

(۱۱۵) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳

❶ بعض شراح نے اس کا جواب دیا کہ سات بیماریوں کے لیے اس میں شفا ہونا وحی کے ذریعے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا ذکر فرمایا اور بقیہ بیماریوں کے لیے شفا ہونا اطباء کو ان کے تجربہ سے معلوم ہوا (۱۱۶)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ سات بیماریوں کے لیے چونکہ یہ بہت زیادہ مفید اور مؤثر ہے، اس لیے سات کا ذکر فرمایا اور بقیہ کے لیے مفید تو ہے لیکن اس قدر نہیں (۱۱۷)

ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سات بیماریوں کے لیے شفاء ہے، جب کہ آگے حدیث میں صرف دو بیماریوں کا ذکر ہے اور بقیہ پانچ کا ذکر نہیں ہے (۱۱۸)

❶ اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ ہو سکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا ذکر فرمایا ہو لیکن راوی نے اختصاراً صرف دو کا ذکر کر دیا اور راوی اس طرح کا اختصار کرتے رہتے ہیں (۱۱۹)

❷ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بقیہ پانچ بیماریوں کے لیے اس کا شفا ہونا لوگوں میں مشہور ہو گا، البتہ ان دو کے لیے اس کا شفا ہونا لوگوں میں غیر مشہور تھا، اس لیے ان دو کا ذکر فرمایا اور بقیہ پانچ کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی (۱۲۰)

❸ اور مذکورہ دونوں اشکالوں کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہاں سات سے عدد معین مراد نہیں، بلکہ کثرت مراد ہے اور عربی زبان میں سات کا عدد کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے، لہٰذا حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ عود ہندی کئی بیماریوں کے لیے باعث شفا ہے اور ان میں سے دو کا آپ نے ذکر فرمایا (۱۲۱)

❹ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سبعہ سے علاج کے سات اصول مراد ہوں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ویحتمل أن تکون السبعة أصول صفة التداوی بها، لأنها طلاء ،

(۱۱۶) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳

(۱۱۷) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۲

(۱۱۹) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۲

(۱۲۰) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳

(۱۲۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۳

أو شرب، أو تكميد، أو تنطيل، أو تبخير، أو سعوط، أو لدود، فالطلاء يدخل في المراهم، ويحلى بالزيت، ويلطخ، وكذا التكميد، والشرب يسحق، ويجعل في عسل أو ماء أو غيرهما، وكذا التنطيل، والسعوط يسحق في زيت، ويقطر في الأنف، وكذا الدهن، والتبخير واضح، وتحت كل واحدة من السبعة منافع لأدوا مختلفة، ولايستغرب ذلك ممن أوتي جوامع الكلم"(١٢٢)

یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ سات سے علاج کے سات اصول مراد ہوں اس لیے کہ علاج میں دوا سات طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے۔

❶ دوا یا ملی جاتی ہے ❷ یا پی جاتی ہے ❸ یا اس سے سکائی کی جاتی ہے ❹ یا اس کے چھینٹے مارے جاتے ہیں ❺ یا اس کی دھونی دی جاتی ہے ❻ یا ناک میں ڈالی جاتی ہے ❼ یا منہ میں ڈالی جاتی ہے، کلونجی مذکورہ سات طریقوں سے استعمال کی جاسکتی ہے، اسے مرہم میں شامل کیا جاسکتا ہے پیس کر اس کو پیا جاسکتا ہے، زیتون کے تیل میں پیس کر اسے ناک اور منہ میں ٹپکایا جاسکتا ہے، اس کی دھونی لینا تو بالکل واضح ہے۔

تو کلونجی میں سات شفا ہیں کا مطلب یہ ہے کہ مختلف بیماریوں کے لیے اسے سات طریقوں سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ودخلت على النبي صلى الله عليه وسلم بابن لي لم يأكل الطعام، فبال عليه فدعا بماء فرش عليه

یہ حدیث کتاب الطهارة میں باب بول الصبيان کے تحت گذر چکی ہے (١٢٣) حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا اپنا چھوٹا بیٹا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں، حضور نے اسے اپنی گود میں بٹھایا تو اس نے پیشاب کر دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور پیشاب کی جگہ پر اسے چھڑکا۔

---

(١٢٢) فتح الباري: ١٠/ ١٨٣

(١٢٣) الحديث أخرجه البخاري في كتاب الوضوء، باب بول الصبيان: ١/ ٩٠ (رقم الحديث: ٢٢١)

١١ - باب : أَيَّ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ .

وَٱحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلاً .

٥٣٦٩ : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : ٱحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ . [ر : ١٧٣٨]

ترجمۃ الباب کا مقصد

ساعت سے یہاں مطلقاً وقت مراد ہے، اصطلاحی گھنٹہ مراد نہیں ہے، اس ترجمۃ الباب کے دو مطلب اور مقصد بیان کیے گئے ہیں:

❶ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ احتجام یعنی سینگی اور پچھنے لگانے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں، جب بھی ضرورت ہو بغیر کسی کراہت کے پچھنے لگائے جاسکتے ہیں (١٢٤)

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تعلیق ذکر کی کہ انہوں نے رات کے وقت پچھنے لگائے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اس حال میں آپ روزے سے تھے یعنی دن کے وقت پچھنے لگوائے، معلوم ہوا پچھنے دن اور رات کسی بھی وقت لگائے جاسکتے ہیں اور اس کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے (١٢٥)

❷ بعض حضرات نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ ان روایات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن میں پچھنے لگانے کی تاریخ اور وقت بتایا گیا ہے، وہ روایات چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے انہیں ذکر نہیں کیا (١٢٦)

مثلاً سنن أبی داود میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "من احتجم لسبع عشرة

---

(١٢٤) فتح الباری :١٠/ ١٨٣، إرشاد الساری: ١٢/ ٤٢٣

(١٢٥) فتح الباری :١٠/ ١٨٤، إرشاد الساری: ١٢/ ٤٢٣

(١٢٦) فتح الباری :١٠/ ١٨٤

وتسع عشرة، وإحدی وعشرین، کان شفاء من کل داء "(١٢٧)

سنن ترمذی میں حضرت انسؓ کی حدیث ہے "إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحتجم فی الأخدعین والکاهل، وکان یحتجم لسبع عشرة وتسع عشرة، وإحدی وعشرین "(١٢٨) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نعم العبد الحجام یذهب بالدم، ویخف الصلب، ویجلو عن البصر، وإن خیر ماتحتجمون فیه: یوم سبعةعشرة، ویوم تسعة عشرة، ویوم إحدی وعشرین "(١٢٩)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے "الحجامة تزید فی الحفظ وفی العقل، وتزید الحافظ حفظا، فعلی اسم اللہ یوم الخمیس، ویوم الجمعة، ویوم السبت، ویوم الأحد، ویوم الأثنین، ویوم الثلاثا، ولاتحتجموا یوم الأربعاء، فماینزل من جنون ولا جذام ولا برص إلا لیلة الأربعاء "(١٣٠)

أبوداود کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منگل کے دن پچھنے لگوانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے "یوم الثلاثا یوم الدم، وفیه ساعة لایرقأفیها "(١٣٠☆) یعنی منگل کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں (جاری ہونے والا) خون نہیں رکتا۔

ان احادیث میں دن اور تاریخ دونوں بتائے گئے ہیں کہ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو پچھنے لگانا زیادہ بہتر ہے، اسی طرح جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن لگانے چاہیں، بدھ اور ایک روایت میں منگل کے دن کی ممانعت آئی ہے، امام بخاریؒ کی شرط پر چونکہ یہ احادیث نہیں تھیں، اس لیے انھوں نے

---

(١٢٧) الحدیث أخرجه أبوداود فی کتاب الطب، باب حتی تستحب الحجامة:٤/٤(رقم الحدیث:٣٨٦١)

(١٢٨) الحدیث أخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فی الحجامة:٤/٣٩٠(رقم الحدیث:٢٠٥١)

(١٢٩) الحدیث أخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فی الحجامة:٤/٣٩٠(رقم الحدیث:٢٠٥٢)

(١٣٠) عمدة القاری:٢١/٢٤٠

(١٣٠☆) سنن أبی داود، کتاب الطب:٤/٥،باب متی تستحب الحجامة(رقم الحدیث:٣٨٦٢)

انہیں ذکر نہیں کیا، تاہم ترجمۃ الباب سے ان احادیث کی طرف اشارہ مقصود ہے، علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں:

"وعند الأطباء أن أنفع الحجامة مايقع في الساعة الثانية أو الثالثة، وأن لايقع عقب استفراغ من حمام أو جماع ولا عقب شبع ولا جوع، وإنها تفعل فى النصف الثانى من الشهر، ثم فى الربع الثالث من أرباعه أنفع من أوله وآخره، لأن الأخلاط فى أول الشهر تهيج وفى آخره تسكن فأولى مايكون الاستفراغ فى اثنائه"(۱۳۱)

یعنی دن کے دوسرے تیسرے حصے میں پچھنے لگانا، اطباء کے نزدیک بہتر ہے، غسل، جماع کے بعد صحیح نہیں، اسی طرح زیادہ بھوک یا زیادہ شکم سیری کی حالت میں بھی ٹھیک نہیں، مہینہ کے آخری پندرہ دنوں میں لگائے جائیں، چودہ تاریخ سے لے کر ۲۳ تاریخ تک کے دن سب سے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ جسم کے اخلاط میں (خون، سودا، صفرا اور بلغم) مہینے کی ابتدا میں ہیجان ہوتا ہے جب کہ مہینے کے آخر میں یہ ساکن ہوتے ہیں اس لیے درمیان کا عرصہ بہتر ہے کیونکہ وہ اخلاط کے اعتدال کا زمانہ ہوتا ہے۔"

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے(۱۳۲)

ان کی یہ تعلیق ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل فرمائی ہے(۱۳۳)

باب کی آخری حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ، کتاب الصوم میں "باب الحجامة والقيء" کے تحت گذر چکی ہے۔

---

(۱۳۱) عمدة القاری:۲۱/ ۲۴۰، إرشاد الساری:۱۲/ ۴۲۳

(۱۳۲) عمدة القاری:۲۱/ ۲۴۰، إرشاد الساری:۱۲/ ۴۲۳

(۱۳۳) عمدة القاری:۲۱/ ۲۴۰

١٢ – باب : الحجم في السفر والإحرام .

قالهُ ٱبْنُ بُحَيْنَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ١٧١٦]

٥٣٧٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنا سُفْيانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ طَاوُسٍ ، وَعَطاءٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : ٱحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ . [ر : ١٧٣٨]

سفر اور احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے جاسکتے ہیں۔

قاله ابن بحینة عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ابن بُحینہ کا نام عبداللہ بن مالک بن قشب ہے، بُحینہ ان کی والدہ کا نام ہے (۱۳۴) ان کی یہ حدیث آگے موصولاً آرہی ہے۔

حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے۔

یہ حدیث کتاب الحج میں "باب الحجامة للمحرم" کے تحت گذر چکی ہے۔

١٣ – باب : ٱلْحِجَامَةِ مِنَ ٱلدَّاءِ .

٥٣٧١ : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنا عَبْدُ ٱللّٰهِ : أَخْبَرَنا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَجْرِ الحَجَّامِ ، فَقالَ : ٱحْتَجَمَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ ، حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ ، وَأَعْطَاهُ صاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ ، وَكَلَّمَ مَوالِيَهُ فَخَفَّفُوا عَنْهُ . وَقالَ : (إِنَّ أَمْثَلَ ما تَداوَيْتُمْ بِهِ ٱلْحِجَامَةُ ، وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ) . وَقالَ : (لَا تُعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ ، وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ) .

[ر : ١٩٩٦]

٥٣٧٢ : حدَّثنا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَغَيْرُهُ : أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ : أَنَّ عاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتادَةَ حَدَّثَهُ : أَنَّ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُما : دَعا المُقَنَّعَ ثُمَّ قالَ : لَا أَبْرَحُ حَتَّى تَحْتَجِمَ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ فِيهِ شِفَاءً) .

[ر : ٥٣٥٩]

(۱۳۴) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۴۱، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۳

اس باب میں بیماری کے سبب پچھنے لگانے کا بیان ہے، روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ سے پچھنے لگانے والے کی اجرت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، ابو طیبہ نے انہیں پچھنے لگائے تھے اور آپ نے ان کو دو صاع غلہ دیا تھا اور ان کے مالکوں سے (روزانہ لی جانے والی رقم میں) تخفیف کے متعلق گفتگو کی تو انہوں نے تخفیف کردی اور فرمایا کہ بہترین علاج جو تم کرتے ہو وہ پچھنے لگوانا اور قسط بحری ہے اور فرمایا کہ عذرہ بیماری میں اپنے بچوں کا تالو دبا کر تکلیف نہ دو بلکہ قسط استعمال کیا کرو۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ مقنع کی عیادت کرنے لگے تو کہا کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم پچھنے نہ لگوالو، اس لیے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس میں شفا ہے۔

ابو طیبہ کے جس غلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگوائے تھے، ان کا نام نافع تھا(۱۳۵)، ان کے آقا محیصہ بن مسعود تھے، مولی جمع کا صیغہ مجازاً استعمال کیا ہے(۱۳٦)

أمثل ماتداويتم...... أمثل بمعنی افضل ہے(۱۳۷)

لاتعذبوا صبيانكم بالغمز من العُذْرة

غَمز: دبانے کو کہتے ہیں، بچوں کو جب حلق کی یہ بیماری لاحق ہوتی تو عورتیں بچوں کا تالو دباتیں جس کی وجہ سے خون نکلتا، اس عمل میں بچے کو بڑی تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو اس طرح تکلیف مت دو، بلکہ عود ہندی کے ذریعہ اس بیماری کا علاج اختیار کرو۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوانے کو بہترین علاج قرار دیا، کیونکہ پچھنے لگوانے سے جسم سے فاسد خون نکل جاتا ہے۔

امام أبوداود رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "ماكان أحد يشتكي إلى

(۱۳۵) فتح الباری:۱۰/۱۸٦ ، عمدة القاری:۲۱/۲۴۱، إرشاد الساری:۱۲/۴۲۴

(۱۳٦) فتح الباری:۱۰/۱۸٦ ، إرشاد الساری:۱۲/۴۲۴

(۱۳۷) عمدة القاری:۲۱/۲۴۱،فتح الباری:۱۰/۱۸٦، إرشاد الساری:۱۲/۴۲۴

رسول الله صلى الله عليه وسلم وجعا في رأسه، إلا قال: احتجم، ولا وجعا في رجليه، إلاقال: اخضبها"(۱۳۸)

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ پچھنے لگوانے میں دراصل مخصوص رگوں سے فاسد خون نکالا جاتا ہے، یہ ہر آدمی نہیں نکال سکتا، بلکہ کوئی ماہر اور تجربہ کار آدمی نکال سکتا ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کے مزاج میں برودت زیادہ ہو اور حرارت نہ ہو، ان کے لیے پچھنے لگوانا زیادہ مفید نہیں رہتا، چنانچہ طبری نے سند صحیح کے ساتھ ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے "إذا بلغ الرجل أربعين سنة لم يحتجم"(۱۳۹)، علامہ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

"الحجامة في الأزمان الحارة، والأمكنة الحارة، والأمزجة الحارة التي دم أصحابها في غاية النضج أنفع"(۱۴۰)

عاد المُقنَّع

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ نے مقنع کی عیادت کی، مقنع (نون مشددہ مفتوحہ کے ساتھ) تابعی ہیں(۱۴۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لاأعرفه إلافي هذا الحديث"(۱۴۲)

١٤ - باب : اَلْحِجامَةِ عَلَى الرَّأْسِ .

٥٣٧٣ : حدّثنا إِسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ ، عَنْ عَلْقَمَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ بُحَيْنَةَ يُحَدِّثُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ احْتَجَمَ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ ، وَهُوَ مُحْرِمٌ ، فِي وَسَطِ رَأْسِهِ .

وَقالَ الْأَنْصارِيُّ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ احْتَجَمَ فِي رَأْسِهِ . [ر : ١٧٣٨ ، ١٧٣٩]

---

(۱۳۸) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الطب، باب في الحجامة: ۴/۴(رقم الحديث:۳۸۵۸)

(۱۳۹) فتح الباری:۱۰/۱۸۶، عمدة القاری:۲۱/۲۴۱

(۱۴۰) زاد المعاد:۴/۵۴، إرشادالساری:۱۲/۴۲۴

(۱۴۱) عمدة القاری:۲۱/۲۴۲، فتح الباری:۱۰/۱۸۷، إرشاد الساری:۱۲/۴۲۵

(۱۴۲) فتح الباری:۱۰/۱۸۷، إرشاد الساری:۱۲/۴۲۵

یہ ابن بحینہ کی وہ روایت ہے جسے پہلے معلقاً ذکر کیا تھا اور اب یہاں موصولاً ذکر کیا، اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستے میں مقام لحی جمل میں سر مبارک میں پچھنے لگوائے، اس حال میں آپ محرم تھے۔

احتجم بلحی جمل

لحی جمل میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ جگہ کا نام ہے، مطلب یہ ہے اس مقام پر آپ نے پچھنے لگوائے تھے، اس صورت باء جارہ "فی" کے معنی میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جمل سے اونٹ مراد ہے اور "لحی" داڑھ کو کہتے ہیں، تو لحی جمل سے پچھنے لگانے کا آلہ مراد ہے یعنی اونٹ کی ہڈی کے ذریعے وہ پچھنے لگائے گئے، اس صورت میں باء جارہ استعانت کے لیے ہے (۱۴۳)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے پہلے قول کو "معتمد" قرار دیا (۱۴۴)

وقال الأنصاری أخبرنا......

انصاری سے محمد بن عبداللہ بن المثنی بن عبداللہ بن انس بن مالک مراد ہیں (۱۴۵) اس تعلیق کو امام بیہقی نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۴۶)، اس کے الفاظ ہیں: "احتجم وھو محرم من صداع کان بہ أو داء، واحتجم موضع یقال لہ: لحی جمل" (۱۴۷)

۱۵ – باب : الحَجْمِ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصُّدَاعِ .

۵۳۷٤ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : ٱحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَأْسِهِ وَهْوَ مُحْرِمٌ ، مِنْ وَجَعٍ كانَ بِهِ ، بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ لَحْيُ جَمَلٍ .

(۱۴۳) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۴۲، فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۸، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۶

(۱۴۴) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۴۲

(۱۴۵) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۴۶، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۶

(۱۴۶) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۴۶، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۶

(۱۴۷) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۴۳، فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۸، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۶

وَقالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ٱحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ ، مِنْ شَقِيقَةٍ كَانَتْ بِهِ . [ر : ١٧٣٨]

٥٣٧٥ : حدّثنا إِسْماعِيلُ بْنُ أَبَانَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ الْغَسِيلِ قالَ : حَدَّثَنِي عاصِمُ بْنُ عُمَرَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنْ كانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ ، فَفِي شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ لَذْعَةٍ مِنْ نَارٍ ، وَما أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ) . [ر : ٥٣٥٩]

شقيقة: آدھے سر کے درد کو کہتے ہیں اور صداع پورے سر کے درد کو کہتے ہیں(١٤٨)، پچھنے لگوانا درد سر کے لیے مفید ہے، ابن عدی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت مرفوعاً نقل فرمائی ہے

"الحجامة فی الرأس تنفع من الجنون ، والجذام، والبرص، والنعاس، والصداع، ووجع الضرس والعين"(١٤٩)

لیکن اس روایت کی سند میں عمر بن رباح ایک راوی ہیں جو متہم بالکذب ہیں(١٥٠)

١٦ – باب : الْحَلْقِ مِنَ الْأَذَى .

٥٣٧٦ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ قالَ : سَمِعْتُ مُجاهِدًا ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبٍ ، هُوَ ٱبْنُ عُجْرَةَ ، قالَ : أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ ، وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ بُرْمَةٍ ، وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَنْ رَأْسِي ، فَقالَ : (أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : (فَاحْلِقْ ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةً ، أَوِ ٱنْسُكْ نَسِيكَةً) . قالَ أَيُّوبُ : لَا أَدْرِي بِأَيَّتِهِنَّ بَدَأَ . [ر : ١٧١٩]

سر میں اگر جوئیں وغیرہ تکلیف دیتی ہوں تو حلق کرایا جاسکتا ہے، اس باب کی کتاب الطب سے مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ووجه إيراده فی باب الطب من حيث إن كل ما يتأذى به

---

(١٤٨) عمدة القاری:٢١/٢٤٢،فتح الباری:١٠/١٨٨، إرشاد الساری:١٢/٤٢٦

(١٤٩) إرشاد الساری:١٢/٤٢٧

(١٥٠) إرشاد الساری:١٢/٤٢٧

المؤمن وإن ضعف أذاه يباح له إزالته، وإن كان محرما، وفيه معنى التطبب لأنه إزالة الأذى يشابه المرض، لأن كل مرض أذى، وتسلط القمل على الرأس أذى، وكل أذى يباح إزالته، فالقمل يباح إزالته"(١٥١)

یعنی سر کے لیے باعث اذیت جوؤں وغیرہ کو حالت احرام میں حلق کر کے ہٹانا جائز ہے، اس میں علاج کے معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ مرض سے مشابہ ایک اذی کو ہٹانا ہے اس لیے کہ ہر مرض اذی ہے۔

١٧ - باب : مَنِ ٱكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ ، وَفَضْلِ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ .

٥٣٧٧ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ : حدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ : حَدَّثَنَا عاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قالَ : سَمِعْتُ جابِرًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنْ كانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ شِفَاءٌ ، فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ ، وَما أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ) .

[ر : ٥٣٥٩]

٥٣٧٨ : حدّثنا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ فُضَيْلٍ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ عامِرٍ ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ . فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عَبَّاسٍ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمُرُّونَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ ، حَتَّى رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ ، قُلْتُ : ما هٰذَا ؟ أُمَّتِي هٰذِهِ ؟ قِيلَ : هٰذا مُوسَى وَقَوْمُهُ . قِيلَ : ٱنْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ . فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأُفُقَ . ثُمَّ قِيلَ لِي : ٱنْظُرْ هَا هُنَا وَهَا هُنَا فِي آفَاقِ السَّمَاءِ ، فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأُفُقَ ، قِيلَ : هٰذِهِ أُمَّتُكَ ، وَيَدْخُلُ الجَنَّةَ مِنْ هٰؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ) . ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ . فَأَفَاضَ الْقَوْمُ ، وَقالُوا : نَحْنُ الَّذِينَ آمَنَّا بِٱللهِ وَٱتَّبَعْنَا رَسُولَهُ ، فَنَحْنُ هُمْ ، أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ ، فَإِنَّا وُلِدْنَا فِي الجَاهِلِيَّةِ . فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَرَجَ . فَقَالَ : (هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ ، وَلَا يَكْتَوُونَ ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ) . فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ : أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ : أَمِنْهُمْ أَنَا ؟ قالَ : (سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ) .

[ر : ٣٢٢٩]

---

(١٥١) عمدة القاری: ٢١/ ٢٤٣

اکتوی اور کوی میں فرق بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اول لازم اور ثانی اعم ہے یعنی اکتوی لنفسه: اپنے لیے داغ لگانا اور کوی لنفسه ولغیره: خود کو داغنا یا دوسرے کو داغنا (۱۵۲)

ترجمۃ الباب تین اجزاء پر مشتمل ہے: ❶من اکتوی ❷کوی غیره ❸اور فضل من لم یکتو...... پہلے دو جزوں سے داغنے کے جواز کی طرف اشارہ کیا اور جز ثالث سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جب ضرورت نہ ہو تو اس کا ترک اور چھوڑنا افضل ہے (۱۵۳)

باب کی پہلی حدیث ابھی گذر چکی ہے، جب کہ دوسری حدیث کتاب الانبیاء میں "باب وفاة موسی علیه السلام" کے تحت اختصار کے ساتھ گذری ہے، آگے کتاب الرقاق میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج فرمائی ہے (۱۵۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نظر بد یا زہریلے جانور (سانپ بچھو وغیرہ) کے کاٹنے کے سوا (کسی چیز پر) منتر جائز نہیں، حصین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے یہ بات بیان کی تو انہوں نے کہا ہم سے ابن عباس نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے سامنے چند امتیں پیش کی گئیں، ایک ایک اور دو دو نبی گذرنے لگے، ان کے ساتھ جماعت تھی اور ایسا بھی نبی گذرا جس کے ساتھ کوئی ایک امتی بھی نہ تھا، یہاں تک کہ میرے سامنے ایک بڑی جماعت پیش کی گئی، میں نے پوچھا، یہ کیا ہے، کیا یہ میری امت ہے، جواب ملا کہ یہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا، افق کی طرف دیکھو تو دیکھا کہ ایک جماعت آسمان کو گھیرے ہوئے ہے، مجھے کہا گیا کہ اردگرد آفاق میں دیکھیں، میں نے دیکھا کہ خلق خدا کا ایک جم غفیر ہے جس نے سارا افق بھر دیا ہے...... کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

---

(۱۵۲) عمدہ القاری: ۲۱/ ۲۴۳، نیز دیکھیے، إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۲۸

(۱۵۳) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۴۳، نیز دیکھیے، فتح الباری: ۱۰/ ۱۹۱

(۱۵۴) إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۳۱، نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/ ۲۴۴

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور آپ نے یہ نہ بتلایا کہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے والے وہ لوگ کون ہیں، لوگ جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ ہم ہیں، اس لیے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی اتباع کی یا پھر ہماری اولاد ہے کیونکہ وہ اسلام میں پیدا ہوئی جب کہ ہم تو جاہلیت میں پیدا ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ منتر پڑھتے ہیں نہ بد فال لیتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

عکاشہ بن محصن نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا...... "جی ہاں، آپ ان لوگوں میں سے ہیں"......ایک دوسرے شخص نے بھی کھڑے ہو کر پوچھا کہ کیا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔"

عن عمران بن حُصين قال: لا رقية إلا من عين أو حُمَة

حدیث کے اس جملے میں اختلاف ہے کہ یہ موقوف ہے، یا مرفوع، یہاں محمد بن فضیل نے تو اس کو موقوفاً نقل کیا ہے، البتہ مالک بن مغول نے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے، مالک کی روایت امام احمد اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے۔(۱۵۵)

حُمَة (حاء کے ضمہ اور میم کی تخفیف کے ساتھ) بچھو کے زہر یا اس کے کاٹنے کو کہتے ہیں(۱۵۶) رقية (راء کے ضمہ اور قاف کے سکون کے ساتھ) جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں، لا رقية إلا من عين أو حمة کا مطلب یہ ہے کہ جھاڑ پھونک دو آفتوں میں نسبتاً زیادہ مفید ہے، ایک آنکھ یعنی نظر بد لگنے میں اور دوم بچھو وغیرہ کے کاٹنے میں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملے کا یہ مقصد نہیں کہ جھاڑ پھونک صرف ان دو آفتوں میں جائز ہے اور باقی کسی بھی آفت میں جائز نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان دو آفتوں میں جھاڑ پھونک زیادہ

(۱۵۵) أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في تعليق التمائم: ۴/۹ (رقم الحديث ۳۸۸۴) إرشاد الساري: ۱۲/۴۲۹

(۱۵۶) إرشاد الساري: ۱۲/۴۳۰، عمدة القاري: ۲۱/۲۴۴

مفید اور زیادہ نفع بخش ہے...... لارقیة أحق وأولی من رقیة العین والحمة(۱۵۷)

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے فرمایا لارقیه أولی وأنفع، یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں لافتی إلاعلی (۱۵۸) (رقیہ کے متعلق تفصیلی گفتگو آگے مستقل باب میں آرہی ہے)

فذکرته لسعید بن جبیر

یہ حصین بن عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ میں نے مذکورہ جملہ حضرت سعید بن جبیرؒ کے سامنے ذکر کیا۔

فأفاض القوم

أفاض فی الحدیث: گفتگو میں مصروف ہو جانا، مناظرہ کرنا۔

هم الذین لایسترقون، ولایتطیرون، ولایکتوون

یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے، استرقاء سے یہاں زمانۂ جاہلیت والا استرقاء مراد ہے، جس میں شرکیہ الفاظ شامل ہوتے تھے، استرقاء بکتاب اللہ مراد نہیں، کیونکہ قرآن کی آیات پڑھ کر جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے اور توکل کے منافی نہیں ہے(۱۵۹)

لایتطیرون: بدفال نہیں لیتے، زمانہ جاہلیت میں طیور (پرندوں) سے لوگ بدشگونی لیا کرتے تھے(۱۶۰) جس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

ولایکتوون: اور جو داغ نہیں لگاتے، یعنی داغنے کو مؤثر حقیقی نہیں سمجھتے، جیساکہ پہلے گذر چکا، ضرورت کے وقت داغنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس کو علاج میں سبب مؤثر سمجھنا درست نہیں(۱۶۱)

---

(۱۵۷) عمدة القاری:۲۱/۲۴۵

(۱۵۸) النهایة لابن اثیر ۲/۲۵۵

(۱۵۹) عمدة القاری:۲۱/۲۴۵

(۱۶۰) عمدة القاری:۲۱/۲۴۵

(۱۶۱) عمدة القاری ۲۱/۲۴۵، إرشاد الساری:۱۲/۴۳۱

فقام آخر: فقال: أمنهم أنا؟ قال: سبقك بها عكاشة

یہ دوسرے آدمی کون تھے؟اس میں ایک قول تو ہے کہ یہ حضرت سعد بن عبادہ تھے،اور دوسرا قول ہے کہ یہ کوئی اور منافق تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پردہ پوشی کرتے ہوئے سبقك بها عكاشة فرما کر جمیل اسلوب میں اس کو رد کیا کہ شاید وہ توبہ کرے اور مخلص مسلمان بن جائے(۱۶۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقك بها عكاشة فرمایا......یا تو اس لیے کہ وہ پوچھنے والا ان لوگوں میں سے نہیں تھا جن کی بے حساب مغفرت ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں لیکن حضور ﷺ نے اس سلسلے کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب ہر ایک اٹھ کر اپنے بارے میں پوچھنا شروع کردے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں یا نہیں؟(۱۶۳)

اس حدیث کے متعلق باقی تفصیل آگے کتاب الرقاق میں ان شاءاللہ آئے گی۔

۱۸ – باب : الْإِثْمِدِ وَالْكُحْلِ مِنَ الرَّمَدِ .

فِيهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ . [ر : ۵۰۲۷]

۵۳۷۹ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قالَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ زَيْنَبَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا . فَاشْتَكَتْ عَيْنَهَا ، فَذَكَرُوهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ وَذَكَرُوا لَهُ الْكُحْلَ ، وَأَنَّهُ يُخَافُ عَلَى عَيْنِهَا ، فَقَالَ : (لَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي بَيْتِهَا ، فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا ، أَوْ : فِي أَحْلَاسِهَا فِي شَرِّ بَيْتِهَا ، فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بَعْرَةً ، فَلَا ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا) . [ر : ۵۰۲۵]

إِثْمِد (ہمزہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ) ایک مشہور پتھر ہے جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے، الکحل عام ہے اور إثمد خاص ہے، کحل کا عطف إثمد پر عطف العام علی الخاص کی قبیل سے

(۱۶۲) عمدة القاری:۲۱/۲۴۵

(۱۶۳) إرشاد الساری:۱۲/۴۳۱

ہے(۱۶۴)

مِنْ الرَمَد میں مِنْ سببیہ ہے أی بسبب الرَمَد، رَمَد آنکھ کی تکلیف کو کہتے ہیں(۱۶۵) آنکھ میں تکلیف ہو تو سرمہ اور خاص کر إثْمِد استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فیه عن أم عطیة

یعنی اس باب میں حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے، ام عطیہ کا نام نسیبة بنت کعب ہے(۱۶۶)

ان کی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں موصولاً نقل فرمائی ہے، جس کے الفاظ ہیں "لایحل لامرأة تؤمن باللّٰہ والیوم الآخر أن تحد فوق ثلاث إلاعلی زوج فإنها لاتکتحل"...... اس روایت میں اگرچہ اثمد کا ذکر نہیں، تاہم عرب چونکہ عموماً اثمد ہی کو بطور سرمہ استعمال کرتے تھے، اس لیے اس روایت سے اثمد کے ثبوت پر استدلال کیا جاسکتا ہے(۱۶۷)

جن روایات میں اثمد کا ذکر آیا ہے، غالباً وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے امام نے ان کی تخریج نہیں فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل فرمائی ہے، اس کے الفاظ ہیں "إن خیر أکحالکم: الإثمد، یجلو البصر، ویُنْبِت الشعر"(۱۶۸)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی ایک روایت نقل فرمائی ہے "وخیرما اکتحلتم به الإثمد، فإنه یجلوا البصر، وینبت الشعر"(۱۶۹)

حدیث باب کتاب الطلاق میں باب الاکتحال للحادة کے تحت گذر چکی ہے۔

---

(۱۶۴) عمدة القاری:۲۱/۲۴۵، إرشاد الساری:۱۲/۴۳۱

(۱۶۵) عمدة القاری:۲۱/۲۴۵، إرشاد الساری:۱۲/۴۳۱

(۱۶۶) عمدة القاری:۲۱/۲۴۵، إرشاد الساری:۱۲/۴۳۱

(۱۶۷) عمدة القاری:۲۱/۲۴۶، إرشاد الساری:۱۲/۴۳۱

(۱۶۸) عمدة القاری:۲۱/۲۴۶

(۱۶۹) أخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فی السعوط وغیره:۴/۳۸۹ (رقم الحدیث:۲۰۴۷)

١٩ – باب : الْجُذَام .

٥٣٨٠ : وَقالَ عَفَّانُ : حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ : حَدَّثَنَا سعيدُ بْنُ مِينَاءَ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ ، وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كما تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ) . [٥٣٨٧ ، ٥٤٢٥ ، ٥٤٣٧ ، ٥٤٣٩]

جذام کے بارے میں شارحین لکھتے ہیں:"هوعلة رديئة نحدث من انتشار المرة السودا في البدن كله، فتفسد مزاج الأعضاء ، سمى بذلك لتجذم الأصابع وتقطعها"(١٧٠)

یعنی جذام ایک بیماری ہے جو پورے جسم میں سودا کے پھیل جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ اعضاء کے نظام کو بگاڑ دیتی ہے، جذام کے معنی کاٹنے کے آتے ہیں، یہ بیماری چونکہ انگلیوں کو کاٹ ڈالتی ہے اس لیے اس کو جذام کہتے ہیں۔

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے لیکن اس کو امام نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، ابو نعیم اور ابن خزیمہ نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے(١٧١)

(٥٣٨٠) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب لاصفر وهوداء يأخذ البطن:٥/٢١٦١(رقم الحديث:٥٣٨٧)،وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب لاهامة ولاصفر:٥/٢١٧١(رقم الحديث: ٥٤٢٥)،وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب لاهامة:٥/٢١٧٧(رقم الحديث:٥٤٣٧)،وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب لاعدوى:٥/٢١٧٧(رقم الحديث:٥٤٣٩) وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب لاعدوى، ولاطيرة، ولاهامة، ولانوء، ولاغول ولايردد ممرض على مصح:(رقم الحديث:٢٢٢٠) وأخرجه الترمذي في كتاب السير، باب ماجاء في الطيرة:٤/١٦١(رقم الحديث:١٦١٥)،وأخرجه أبوداود في كتاب الطب، باب في الطيرة:٤/١٧(رقم الحديث:٣٩١١)،وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الصفر وهوداء يأخذ البطن:٤/٣٧٥(رقم الحديث:٧٥٩١) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب من كان يعجبه الفال ويكره الطيرة:٢/١١٧١،(رقم الحديث:٣٥٣٩)

(١٧٠) فتح الباري:١٠/١٩٥،عمدة القاري:٢١/٢٤٦،إرشاد الساري:١٢/٤٣٢

(١٧١) فتح الباري:١٠/١٩٥،عمدة القاري:٢١/٢٤٧،إرشاد الساري:١٢/٤٣٢

لاعدوی

عَدْوَی: إعْداء کا اسم ہے، ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف منتقل کرنا، یہاں عدوی سے ایک بیماری کا دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا مراد ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیہ امراض کی نفی فرمائی ہے کہ ایک مریض کا مرض دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ مرض میں یہ تاثیر نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سبب حقیقی کے طور پر منتقل ہو جائے (۱۷۲)

ولاطِیَرة

طِیَرۃ بدشگونی کو کہتے ہیں، مختلف پرندوں اور چیزوں سے بدشگونی لینے کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ولاهامة

ھامة تو اصل میں کھوپڑی اور سر کو کہتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ اگر کسی شخص کو قتل کیا جائے تو میت کے استخوان سے ایک جانور پیدا ہو کر اڑتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے اسقونی اسقونی ،جب قاتل مر جاتا ہے تو تب وہ جانور اڑ کر غائب ہو تا ہے (۱۷۳)

بعض لوگ کہتے تھے کہ خود مقتول کی روح اس جانور کا روپ اختیار کر کے آتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو باطل قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے (۱۷۴)

ایک قول یہ بھی ہے کہ ھامہ الو کو کہتے ہیں لوگوں کا خیال تھا کہ جب وہ کسی گھر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے یا اس کا کوئی فرد مر جاتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ اس عقیدہ کو بے حقیقت قرار دیا (۱۷۵)

(۱۷۲) عمدہ القاری۲۱/۷ ۲۴،إرشاد الساری:۱۲/ ۴۳۳

(۱۷۳) عمدۃ القاری:۲۱/۷ ۲۴،إرشاد الساری:۱۲/ ۴۳۳

(۱۷۴) عمدۃ القاری:۲۱/۷ ۲۴،إرشاد الساری:۱۲/ ۴۳۳

(۱۷۵) إرشاد الساری:۱۲/ ۴۳۳

ولا صفر

اس لفظ کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں اور دو قول مشہور ہیں:

❶ بعض لوگ ماہ صفر کے متعلق مختلف قسم کے خیالات اور اوھام رکھتے تھے، اس مہینے کو منحوس سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس میں آفات اور حوادث و مصائب کا نزول ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے میں اس کی نفی فرمائی ہے کہ اس اعتقاد کی کوئی حقیقت نہیں ہے (۱۷۶)

❷ اس کی دوسری تشریح یہ کی گئی کہ لوگوں کا زمانہ جاہلیت میں خیال تھا کہ آدمی کے پیٹ میں سانپ ہوتا ہے جو بھوک کے وقت اسے کاٹتا رہتا ہے، اس سانپ کو صَفَر کہا کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاصفر فرما کر اس کو بے حقیقت قرار دیا (۱۷۷)

مسألۂ تعدیہ امراض

وفِرّمن المجذوم کماتفرمن الأسد

مجذوم سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو...... تعدیہ امراض ہوتا ہے یا نہیں...... اس میں احادیث مختلف ہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امراض کا تعدیہ نہیں ہوتا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے امراض میں تعدیہ ہوتا ہے۔

جن روایات سے معلوم ہوتا ہے، امراض میں تعدیہ نہیں ہوتا، ان میں سے چند یہ ہیں:

❶ ایک تو حدیث باب ہے جس میں لاعدوی فرمایا گیا۔

❷ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ یہ کہتے ہوئے کھانا تناول فرمایا "ثقة بالله وتوکلا علیه" (۱۷۸)

---

(۱۷۶) إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۳۳

(۱۷۷) إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۳۳

(۱۷۸) إرشاد الساری: ۱۲/ ۴۳۲، نیز دیکھیے ۲۱/ ۷/ ۲۴۷، عمدة القاری: ۲۱/ ۷/ ۲۴۷، فتح الباری: ۱۰/ ۱۹۶

❸ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدوی کی نفی فرمائی تو ایک اعرابی نے کہا کہ ایک خارش زدہ اونٹ تندرست اونٹوں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کی خارش صحیح اونٹوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فمن أعدی الأول...... پہلے اونٹ کو یہ بیماری کس نے لگائی ہے (۱۷۹) یہ روایت یہاں آگے باب لاعدوی کے تحت بھی آرہی ہے۔

اس کے برعکس بعض روایات سے تعدیہ امراض کا ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ حدیث باب کے آخر میں ہے وفرمن المجذوم کماتفرمن الأسد

اسی طرح سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے "لاتدیموا النظر إلی المجذومین" (۱۸۰)

ایک حدیث میں ہے "لایورد ممرض علی مصح" (۱۸۱) مریض کو تندرست آدمی کے پاس نہ لایا جائے۔

ایک اور حدیث میں طاعون کے متعلق ہے "من سمع به بأرض فلایقدم علیه" (۱۸۲) یعنی جہاں طاعون کی وبا پھیلی ہو، وہاں جانے سے گریز کیا جائے۔

حل تعارض کی توجیہات

اور یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ جب ایک مسئلہ کے متعلق احادیث میں تعارض آجائے تو محدثین کے ہاں حل تعارض کے عموماً تین طریقے ہوتے ہیں، نسخ، ترجیح اور تطبیق، ان احادیث میں بھی علماء نے یہ تینوں قول اختیار کیے ہیں:

---

(۱۷۹) فتح الباری: ۱۰/۱۹۹، نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۴۷

(۱۸۰) أخرجه ابن ماجة فی کتاب الطب، باب الجذام: ۲/۱۱۷۲ (رقم الحدیث: ۳۵۴۳)

(۱۸۱) فتح الباری: ۱۰/۱۹۸

(۱۸۲) فتح الباری: ۱۰/۱۹۸

❶ چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ مجذوم سے فرار کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، حضرات مالکیہ میں سے عیسیٰ بن دینار نے یہ قول اختیار کیا ہے (۱۸۳)

❷ بعض علماء نے ترجیح کا طریقہ اختیار کیا، اس میں پھر دو فریق ہے، بعضوں نے تعدیہ امراض کی نفی کرنے والی روایات کو ترجیح دی ہے اور بعض نے اس کے برعکس ثبوت والی روایات کو ترجیح دی ہے (۱۸۴)

❸ لیکن اکثر حضرات نے ان دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی ہے اور اس تطبیق کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں:

الف)...... جن روایات میں اجتناب اور فرار من المجذوم کا حکم دیا گیا ہے، وہ استحباب اور احتیاط پر محمول ہیں اور جن میں حضور ﷺ نے ساتھ کھایا ہے، وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

ب)...... ابن الصلاح اور امام بیہقیؒ وغیرہ علماء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ جن احادیث میں تعدیہ امراض کی نفی ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ کسی بیماری اور مرض میں بالذات یہ تاثیر نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے، زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہی خیال تھا کہ امراض میں دوسرے کی طرف منتقل ہونے کی ذاتی تاثیر اور صلاحیت ہوتی ہے، وہ امراض کو بالذات متعدی سمجھتے تھے، حضور ﷺ نے اس کی نفی فرمائی اور جن احادیث سے تعدیہ امراض کا ثبوت معلوم ہوتا ہے، وہ ظاہری سبب کے اعتبار سے ہے کہ اللہ جل شانہ نے ظاہری سبب کے طور پر بعض امراض میں تعدیہ کا وصف پیدا فرمایا کہ وہ دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں، لیکن سبب حقیقی اور مؤثر اصلی کے طور پر یہ وصف ان میں نہیں، لہٰذا نفی سبب حقیقی کی ہے اور اثبات سبب ظاہری کا ہے، اس لیے دونوں قسم کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں (۱۸۵)

جمہور علماء نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

---

(۱۸۳) فتح الباری:۱۰/۱۹۶، عمدۃ القاری:۲۱/۲۴۷

(۱۸۴) فتح الباری:۱۰/۱۹۶، عمدۃ القاری:۲۱/۲۴۷

(۱۸۵) فتح الباری:۱۰/۱۹۷، عمدۃ القاری:۲۱/۲۴۷

ج)...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح نخبۃ الفکر میں تطبیق کے جس قول کو راجح قرار دیا، وہ یہ ہے کہ ''لاعدوی'' تو اپنی اصل اور عموم پر ہے اور حقیقت یہی ہے کہ کوئی مرض اور کوئی بیماری کسی شخص کی طرف منتقل نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود جو لوگ کمزور عقیدے کے ہیں، انہیں حکم دیا گیا کہ وہ مجذوم وغیرہ کے قریب نہ رہیں، کیونکہ ممکن ہے انہیں وہ بیماری تعدیہ کے سبب سے نہیں بلکہ ویسے ہی لگ جائے اور وہ یہ سمجھنے لگیں کہ یہ بیماری تعدیہ کی وجہ سے لگی ہے تو اس طرح ان کا عقیدہ بگڑ جائے گا، اس لیے ان کے عقیدے کی حفاظت اور غلط عقیدے کے سد باب کے لیے احتیاطاً انہیں مجذوم سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں:

''والأولى في الجمع بينهما أن يقال: إن نفيه صلى الله عليه وسلم للعدوى باق على عمومه وقدصح قوله صلى الله عليه وسلم: لايُعْدِي شيٌ شيئا وقوله صلى الله عليه وسلم لمن عارضه بأن البعير الأجرب يكون في الإبل الصحيحة، فيخالطها، فتجرب حيث ردّعليه بقوله: فمن أعدى الأولَ يعني أن الله سبحانه وتعالىٰ ابتدأ ذلك في الثاني كما ابتدأه في الأول وأما الأمر بالفرار من المجذوم، فمن باب سد الذرائع لئلايتفق للشخص الذي يخالطه شئ من ذلك بتقدير الله تعالىٰ ابتداء لابالعدوى المنفية، فيظن أن ذلك بسبب مخالطته فيعتقد العدوى فيقع في الحرج فأمر بتجنبه حَسْماً للمادة''(۱۸٦)

۲۰ – باب: الْمَنُّ شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ.

۵۳۸۱: حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ قالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: (الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَماؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ). قالَ شُعْبَةُ: وَأَخْبَرَنِي الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ، عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قالَ شُعْبَةُ: لَمَّا حَدَّثَنِي بِهِ الْحَكَمُ لَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ. [ر: ٤٢٠٨]

(۱۸٦) دیکھیے شرح نخبة الفکر (مع حاشیة لقط الدرر): ٦٨-٦٩

الكَمْأَة مِن المَنّ ، وماء ها شفاء العين

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محض کھمبی کا پانی آنکھ کو شفا بخشتا ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر آنکھ میں حرارت کی وجہ سے تکلیف ہو تو اس کے لیے کھمبی کا خالص پانی شفا ہے۔ تاہم اگر صرف حرارت کی وجہ سے آنکھوں میں تکلیف نہ ہو، بلکہ دوسرے اسبابِ مرض بھی ہوں تو پھر دوسری دواؤں کے ساتھ ملا کر اس کا پانی مفید رہتا ہے (۱۸۷)۔ کھمبی کو اردو میں سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں۔ یہ اکثر برسات میں ازخود پیدا ہوتی ہے، یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک قسم کا سالن بھی بنایا جاتا ہے۔

اس کے متعلق کچھ تفصیل اور الکمأة من المن کی تشریح کشف الباری، کتاب التفسیر میں سورۃ بقرہ کے تحت گذر چکی ہے (۱۸۸)۔

قال شعبه: لما حدثني به الحكم، لم أنكره من حديث عبدالملك

اوپر روایت شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ نے عبدالملک بن عمیر سے نقل کی ہے، شعبہ فرمارہے ہیں کہ یہی روایت مجھ سے پھر حکم بن عتیبہ نے بیان کی تو عبدالملک کی حدیث کا پھر میں نے انکار نہیں کیا۔

شعبہ کے دو شیخ ہیں، ایک عبدالملک اور دوسرے حکم، پہلے انہوں نے یہ حدیث عبدالملک سے سنی لیکن عبدالملک چونکہ ضعیف ہوگئے تھے اور ان کا حافظہ متاثر ہوگیا تھا، اس لیے شعبہ کو اس حدیث میں توقف تھا، بعد میں جب یہ حدیث حکم بن عتیبہ نے بھی ان سے بیان کی تو ان کو تسلی ہوگئی اور عبدالملک کی بیان کردہ یہ روایت ان کے ہاں قابل اعتبار ٹھہری...... (۱۸۹) لم أنكره من حديث عبدالملك......

لم أنکرہ کے اندر ضمیر منصوب حدیث کی طرف راجع ہے یعنی میں نے اس روایت کو اس وجہ سے کہ یہ عبدالملک کی حدیث ہے اور وہ ضعیف ہو چکے ہیں مجہول اور منکر قرار نہیں دیا...... اور یوں بھی ترجمہ ہو سکتا ہے کہ میں نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا اس وجہ سے کہ یہ عبدالملک کی حدیث ہے کیونکہ اس کی متابعت حکم نے کرلی تھی تو اب انکار کی گنجائش باقی نہیں رہی، "أنکرہ" کے یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں، منکر اور

---

(۱۸۷) فتح الباری:۱۰/۲۰۲

(۱۸۸) کشف الباری، کتاب التفسیر:۲۲

(۱۸۹) إرشاد الساری:۱۲/۴۳۵، وفتح الباری:۱۰/۲۰۴، وعمدة القاری:۲۱/۲۴۸

مجہول قرار دینااور انکار کرنا(۱۹۰)۔

حکم بن عتیبہ کے شیخ یہاں حسن عُرَنی (عین کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ) ہے، یہ حسن بن عبداللہ بجلی ہیں، کوفہ کے ہیں، امام ابوزرعہ، عجلی اور ابن سعد نے ان کی توثیق کی ہے، یحی بن معین نے انہیں صدوق کہا ہے، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۱۹۱)۔

٢١ – باب : اَللَّدُودِ .

٥٣٨٢ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنا سُفْيانُ قالَ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عائِشَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ وَعائِشَةَ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَبَّلَ النَّبِيَّ ﷺ وَهْوَ مَيِّتٌ ، قالَ : وَقالَتْ عائِشَةُ : لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا : أَنْ لَا تَلُدُّونِي ، فَقُلْنَا : كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَلَمَّا أَفاقَ قالَ : (أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي) . قُلْنَا : كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَقَالَ : (لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ . فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ) . [ر : ٤١٨٨ ، ٤١٨٩]

٥٣٨٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ قالَتْ : دَخَلْتُ بِٱبْنٍ لِي عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَقَدْ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ ، فَقَالَ : (عَلَى ما تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ ، عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ : يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ ، وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ) . فَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ : بَيَّنَ لَنَا ٱثْنَيْنِ ، وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا خَمْسَةً . قُلْتُ لِسُفْيَانَ : فَإِنَّ مَعْمَرًا يَقُولُ : أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ ؟ قالَ : لَمْ يَحْفَظْ ، إِنَّمَا قالَ : أَعْلَقْتُ عَنْهُ . حَفِظْتُهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ ، وَوَصَفَ سُفْيَانُ الْغُلَامَ يُحَنَّكُ بِالْإِصْبَعِ ، وَأَدْخَلَ سُفْيَانُ فِي حَنَكِهِ ، إِنَّمَا يَعْنِي رَفْعَ حَنَكِهِ بِإِصْبَعِهِ ، وَلَمْ يَقُلْ : أَعْلِقُوا عَنْهُ شَيْئًا . [ر : ٥٣٦٨]

---

(۱۹۰) عمدة القاری:۲۱/۲۴۸

(۱۹۱) فتح الباری:۱۰/۲۰۴،وعمدة القاری:۲۱/۲۴۸

لَدُوْد (لام کے زبر کے ساتھ) مریض کے منہ میں دوا ٹپکانے کو کہتے ہیں۔

قلتُ لسفيان: فإن معمرا يقول: أعلقت عليه، قال: لم يحفظ، إنما قال أَعْلَقْتُ عنه، حفظته مِنْ في الزهري

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ علی بن عبداللہ مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ معمر بن راشد تو اس جملے کو "علی" کے ساتھ "أعلقت عليه" کہہ کر نقل کرتے ہیں تو سفیان نے کہا کہ انہیں یاد نہیں رہا، ہمارے شیخ زہری نے اس کو "عن" کے ساتھ "أعلقت عنه" فرمایا تھا، میں نے زہری کی زبان سے یہی یاد کیا ہے...... مِنْ في الزهري يعني مِن فم الزهري، علامہ خطابی اور ابن بطال نے فرمایا کہ صحیح "أعلقت عنه" ہے جیسا کہ سفیان نے کہا لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "عنه" اور "عليه" دونوں درست ہیں، "علی" اور "عن" حروف جارہ ہیں جو ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں (۱۹۲)

ووصف سفيان الغلام يحنّك بالإصبع وأدخل سفيان في حنكه إنما يعني رفع حنكه بإصبعه، ولم يقل: أعلقوا عنه شيئاً

سفیان نے اس لڑکے کی جس کا تالو انگلی سے دبایا جاتا ہے حالت اس طرح بیان کی کہ خود اپنے تالو میں انگلی ڈالی، ان کا مقصد اپنے تالو کو انگلی سے اٹھانا تھا۔

سفیان کا مقصد یہ تھا کہ إعلاق سے کسی چیز کو لٹکانا یا تالو کے ساتھ کوئی چیز لگانا مراد نہیں، بلکہ إعلاق سے تالو اٹھانا مراد ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "غرضه من هذا الكلام التنبيه على أن الإعلاق، هو رفع الحنك، لاتعليق شيء منه على ماهو المتبادر إلى الذهن، ونعم التنبيه" (۱۹۳)

---

(۱۹۲) عمدة القارى: ۲۱/۲۴۹

(۱۹۳) عمدة القارى: ۲۱/۲۴۹

باب بلاترجمه

٥٣٨٤ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ : قالَ الزُّهْرِيُّ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَٱشْتَدَّ وَجَعُهُ ، ٱسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي ، فَأَذِنَّ لَهُ ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ ، بَيْنَ عَبَّاسٍ وَآخَرَ .

فَأَخْبَرْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ ، قالَ : هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عائِشَةُ ؟ قُلْتُ : لَا ، قالَ : هُوَ عَلِيٌّ .

قالَتْ عَائِشَةُ : فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَما دَخَلَ بَيْتَهَا ، وَٱشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ : (هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ) . قالَتْ : فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ ، حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا : (أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ) . قالَتْ : وَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ ، فَصَلَّى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ . [ر : ١٩٥]

یہ باب بلاترجمہ ہے، ابن بطال رحمہ اللہ نے یہاں باب ذکر نہیں کیا، بلکہ اس حدیث کو ماقبل باب میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ باب بلاترجمہ کیوں لاتے ہیں، اس کی وجوہات مقدمۃ الکتاب میں گذر چکی ہے، بعض شارحین نے اس کو "کالفصل من الباب السابق" قرار دیتے ہوئے کہا کہ پہلے باب میں لدود کا ذکر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور صحابہ نے اسے اختیار کیا جس پر آپ ناراض ہوئے اور اس باب میں آپ نے جس کام کا حکم دیا، صحابہ نے اس پر عمل کیا جو ماقبل کی ضد تھا، وبضدھا تتبین الأشیاء، اس طرح اس باب بلاترجمہ کی ماقبل کے ساتھ نسبت تضاد ہے (۱۹۴)

حدیث باب ماقبل میں کئی بار گذر چکی ہے۔

---

(۱۹۴) الأبواب والتراجم: ۲/۱۰۱، وعمدۃ القاری: ۲۱/۲۵۰

٢٢ – باب : الْعُذْرَةِ .

٥٣٨٥ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيَّةَ ، أَسَدَ خُزَيْمَةَ ، وَكانَتْ مِنَ الْمُهاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ ﷺ ، وَهْيَ أُخْتُ عُكاشَةَ ، أَخْبَرَتْهُ : أَنَّها أَتَتْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ بِٱبْنٍ لَها قَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (عَلَى ما تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ ، عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ ، مِنْهَا ذَاتُ الجَنْبِ) . يُرِيدُ الْكُسْتَ ، وَهْوَ الْعُودُ الْهِنْدِيُّ . وَقالَ يُونُسُ وَإِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : عَلَّقَتْ عَلَيْهِ . [ر : ٥٣٦٨]

جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ عُذرہ حلق کی ایک بیماری ہے جو شیر خوار بچے کو ہو جایا کرتی ہے، عہد نبوی میں مائیں عموماً اس بیماری کو دفع کرنے کے لیے بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر دباتیں جس سے سیاہ خون نکلتا اور بچے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف دہ طریقۂ علاج سے منع فرمایا اور عود ہندی کو بطور دوا تجویز فرمایا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ عود ہندی کو پانی میں حل کر کے ناک میں ٹپکا دیا جائے، یہ محلول حلق میں پہنچ کر بیماری کو ختم کر دیتا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ عذرہ اصل میں شعری کے نیچے پانچ ستاروں کا نام ہے، جب وہ ستارے طلوع ہوتے ہیں تو بچوں کو حلق کی یہ بیماری لاحق ہوتی ہے۔ اس مناسبت سے اسے عذرہ کہتے ہیں، اس بیماری کو سقوط اللهاة بھی کہتے ہیں(۱۹۵) لَهاة اس سرخ گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو حلق کی طرف منہ کے آخری حصے میں لٹکا ہوتا ہے، اردو میں اسے کوا کہتے ہیں۔

قدأعلقتْ عليه من العُذرة

یعنی انہوں نے بچے کے تالو کو عذرہ بیماری کی وجہ سے اٹھایا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی ماتذعرن أولا دكن بهذا العَلاق ...... دَغْر اور عَلاق (عین کے فتحہ کے ساتھ) کے ایک معنی ہیں: دبانا یعنی تم کیوں اپنے بچوں کے تالو کو دباتی ہو، جس کی وجہ سے بچوں کو بڑی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔

باب کے آخر میں یونس کی تعلیق کو امام مسلم اور ابوداود نے موصولاً نقل کیا ہے(۱۹۶)

(۱۹۵) عمدة القاری:۲۱/ ۲۳۹(باب السعوط) فتح الباری:۱۰/ ۱۸۴،إرشاد الساری:۱۲/ ۴۲۲

(۱۹۶) عمدة القاری:۲۱/ ۲۵۱،إرشاد الساری:۱۲/ ۴۳۹،فتح الباری:۱۰/ ۲۰۶

٢٣ - باب : دَوَاءِ الْمَبْطُونِ .

٥٣٨٦ : حدّثنا محمّدُ بْنُ بَشَّار : حدّثنا مُحمّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتادَةَ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قالَ : جاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّ أَخِي ٱسْتُطْلِقَ بَطْنُهُ . فَقَالَ : (ٱسْقِهِ عَسَلاً) . فَسَقَاهُ فَقَالَ : إِنِّي سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا ٱسْتِطْلَاقًا . فقال : (صدق ٱللهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ) . تَابَعَهُ النَّضْرُ ، عَنْ شُعْبَةَ . [ر : ٥٣٦٠]

مبطون اس شخص کو کہتے ہیں جو پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہو۔

صدق الله و كذب بطن أخيك

"كذب" یہاں فساد اور خطا کے معنی میں استعمال ہوا ہے، عربی میں لفظ کذب اس معنی میں استعمال ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سچ فرمایا ہے کہ شہد میں شفا ہے، البتہ آپ کے بھائی کا پیٹ خراب ہے کیونکہ اس میں فاسد مادہ بہت زیادہ جمع ہو گیا ہے، جب تک وہ سارا نہیں نکلے گا، تندرست نہیں ہوگا (١٩٧)

تابعه النضر عن شعبة

یعنی محمد بن جعفر کی متابعت نضر بن شمیل نے کی ہے، یہ متابعت اسحاق بن راہویہ نے موصولاً نقل کی ہے (١٩٨)

٢٤ - باب : لَا صَفَرَ ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ .

٥٣٨٧ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ) . فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَمَا بَالُ إِبِلِي ، تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ ، فَيَأْتِي الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيُجْرِبُهَا ؟ فَقَالَ : (فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ) . رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، وَسِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ . [ر : ٥٣٨٠]

---

(١٩٧) عمدة القاری:٢١/ ٢٣٤، إرشاد الساری:١٢/ ٤٤٠، فتح الباری:١٠/ ٢٠٩

(١٩٨) عمدة القاری:٢١/ ٢٥١، إرشاد الساری:١٢/ ٤٤٠، فتح الباری:١٠/ ٢٠٨

صفر کے متعلق مختلف اقوال کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ یہ ایک بیماری ہے جو پیٹ کو لاحق ہوتی ہے، پہلے بتایا جاچکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ پیٹ کے اندر سانپ یا کیڑے ہوتے ہیں جو بھوک کے وقت انسان کو پیٹ میں کاٹتے ہیں، اس کو صفر کہتے ہیں، امام بخاریؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

وهذا آخر ما أردنا إيراده من شرح أحاديث كتاب النفقات والأطعمة والعقيقة والذبائح والصيد والأضاحي والأشربة والمرضى والطب من صحيح البخارى رحمه الله تعالى للشيخ المحدث الجليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حياته وقد وقع الفراغ من تسويده، وإعادة النظر فيه، ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الجمعة ٨ من شوال ١٤٢٣هـ الموافق ١٣ دسمبر ٢٠٠٢ م والحمدلله الذى بنعمته تتم الصالحات وصلى الله عليه النبى الأمي وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه وعليهم مادامت الأرض والسموت، رتبه وراجع نصوصه وعلق عليه ابن الحسن العباسى عضو قسم التحقيق و التصنيف والأستاذ بالجامعة الفاروقية، وفقه الله تعالى لإتمام باقى الكتب كما يحبه ويرضاه وهو على كل شيء قدير، ولاحول ولاقوة إلابالله العلى العظيم، ويليه إن شاء الله شرح باب ذات الجنب من كتاب الطب.

مصادر ومراجع کشف الباری

كتاب النفقات، كتاب الأطعمة، كتاب العقيقة، كتاب الذبائح والصيد، كتاب الأضاحي، كتاب الأشربة، كتاب المرضى، كتاب الطب

١. القرآن الكريم.

٢. الأبواب والتراجم للبخاري. حضرت شيخ الحديث مولانا محمد زكريا كاندهلوي صاحب، رحمه الله، المتوفى ١٤٠٢هـ ١٩٨٢م. ايج ايم سعيد كمپني.

٣. أماني الأحبار شرح معاني الآثار. حضرت مولانا يوسف كاندهلوى رحمه الله ادارة تاليفات اشرفيه، لاهور

٤. أسماء الدارقطني. حافظ أبوالحسن على بن عمر دارقطنيؒ متوفى ١٣٨٥هـ

٥. آپ کے مسائل اوران کا حل، حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ، متوفی ۱۴۲۰ھ مکتبہ بینات کراچی۔

٦. الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف. علاؤالدين على بن سليمان مرداوى، داراحياء التراث العربي.

٧. أحكام القرآن. علامه أبوبكر أحمد بن علي جصاص، دارالكتب العربية، بيروت.

٨. أحكام القرآن. حضرت مولانا ظفر أحمد عثمانيؒ، إدارة القرآن كراچي.

٩. إمداد الفتاوى. حضرت مولانا اشرف علي تهانويؒ، متوفى ١٣٦٢هـ، مكتبه دارالعلوم كراچي.

١٠. أحكام الذبائح، حضرت مولانا محمد تقي عثماني صاحب مدظله، مكتبه دارالعلوم كراچي.

١١. إغاثة اللهفان. أبوعبدالله محمد بن أبي بكر: ابن قيم الجوزية المتوفى ٧٥١هـ.

١٢. الإكمال. الامير الحافظ ابن ماكولاؒ المتوفى ٤٧٥هـ محمد أمين دبح، بيروت

لبنان.

١٣ .الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع، الشيخ محمد الخطيب الشربيني، المتوفى ١٢١٨هـ المطبعة الخيرية، مصر.

١٤ .إمداد الباري، حضرت مولانا عبدالجبار أعظمي، مكتبه حرم، مراد آباد.

١٥ .الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان. إمام أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٣٥٤هـ ،مؤسّسة الرسالة بيروت.

١٦ . إحياء علوم الدين مع إتحاف السادة المتقين. إمام محمد بن محمد الغزالي،رحمه الله، المتوفى ٥٠٥هـ ،دارإحياء التراث العربي.

١٧ .الأدب المفرد مع شرح فضل الله الصمد. أميرالمؤمنين في الحديث محمد بن إسمعيل البخاري، المتوفى٢٥٦هـ مكتبة الإيمان المدينة المنورة.

١٨ .إرشاد الساري شرح صحيح البخاري. أبو العباس شهاب الدين أحمد بن محمد القسطلاني، رحمه الله، المتوفى ٩٢٣هـ المطبعة الكبرى الأميرية مصر، طبع سادس ١٣٠٤ه.

١٩ .الاستيعاب في أسماء الأصحاب بهامش الإصابة. أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر ،رحمه الله، المتوفى ٤٦٣هـ دارالفكر بيروت.

٢٠ .أسد الغابة عزالدين ابوالحسن على بن محمد الجزرى المعروف بابن الأثير، المتوفى ٦٣٠هـ،دارالكتب العلمية بيروت.

٢١ .الإصابة في تمييز الصحابة. شهاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني المعروف بابن حجر، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ،دارالفكر بيروت.

٢٢ .أنوارالباري. مولانا سيد أحمد رضا بجنوري، رحمه الله تعالیٰ. مدينه پريس بجنور.

٢٣ .أوجز المسالك إلى مؤطا مالك. شيخ الحديث حضرت مولانا محمد زكريا صاحب كاندهلوي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٤٠٢هـ ،ادارهٔ تاليفات أشرفيه ملتان.

٢٤ .البحر الرائق. علامه زين العابدين بن إبراهيم بن نجيم، رحمه الله، المتوفى

۹۶۹ھ یا ۹۷۰ھ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

۲۵.بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع. ملك العلماء علاء الدين أبوبكر بن مسعود الكاساني، رحمه الله، المتوفى ۵۸۷ھ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی.

۲۶.بذل المجهود في حل أبي داود. علامه خليل أحمد سهارن پوري، رحمة الله عليه، المتوفى ۱۳٤٦ھ مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ ۱۳۹۳ھ . ۱۹۷۳م .

۲۷.بهشتی زیور. حضرت مولانا أشرف علی تهانویؒ ۱۳۶۱ھ، مکتبه رحمانیه لاهور.

۲۸.بداية المجتهد. علامه قاضی أبوالوليد محمد بن أحمد بن رشد قرطبی متوفی ۵۹۵ھ مصر طبع خاص

۲۹.البناية شرح الهداية۔ بدرالدين عيني محمود ابن أحمد المتوفى ۸۵۵ھ مکتبه رشیدیه، کوئٹه.

۳۰.البدرالساري إلى فيض الباري. مولانا بدرعالم ميرٹهي، متوفى ۱۳۸۵ھ بكڈپو، دهلي مطبوعة: ۱۹۸۰ء

۳۱.تحفة الأحوذي. الشيخ عبدالرحمن المباركفوريؒ، المتوفى ۱۳۵۲ھ نشرالسنة ملتان

۳۲.تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة. أبوالحسن على بن محمد ابن عراق كناني، دارالكتب ، بيروت.

۳۳.تجريد الصحابة. حافظ شمس الدين ابوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبيؒ متوفى ۷٤۸ھ

۳٤.تذهيب التهذيب. حافظ شمس الدين الذهبي المتوفى ۷٤۸ھ بيروت لبنان.

۳۵.التعليق المغنى على سنن دارقطني. شمس الحق عظيم آبادی، دارالنشر الكتب الاسلامية، لاهور.

۳٦.تحفة الودود فى أحكام المولود. علامة ابن القيم الجوزيه، متوفى ۷۵۱ھ

۳۷.التعليق الممجد على مؤطأ الإمام محمد. مولانا عبدالحی لکھنویؒ متوفی ۱۳۰۴هـ، نور محمد کراچی

۳۸. تقریر ترمذی۔ حکیم الامت حضرت مولانا أشرف علی تھانویؒ متوفی ۱۳۶۲ھ إدارۂ تالیفات أشرفیہ ملتان۔

۳۹.تذكرة الرشيد. مولانا عاشق الهی میرٹھیؒ متوفی ۱۳۶۰هـ إدارۂ اسلامیات لاهور.

۴۰.تاريخ طبرى. أبوجعفر محمد بن جرير الطبرى، متوفى ۳۱۰هـ مؤسسة الرسالة بيروت.

۴۱.تعليقات ابن ماجه للشيخ محمد فؤاد عبدالباقى، دارالكتاب اللبنانى، بيروت.

۴۲.التاج والإكليل على حاشية المواهب الجليل للإمام المواق المالكى، دارالفكرت، بيروت

۴۳.تنوير الأبصار للشيخ شمس الدين محمد بن عبدالله بن أحمد الغزي الحنفي، المتوفى ۱۰۰۴هـ مكتبه رشيديه كوئٹه.

۴۴.تاج العروس من جواهرالقاموس. أبوالفيض سيد محمد بن محمد المعروف بالمرتضى الزَّبيدي ،رحمه الله تعالى، المتوفى ۱۲۰۵هـ دارمكتبة الحياة، بيروت.

۴۵.تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس، الشيخ حسين بن محمد بن الحسن الدياربكري المالكى، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى۹۶۶ه، مؤسسة شعبان، بيروت.

۴۶.التاريخ الصغير. أميرالمؤمنين في الحديث محمد بن اسمعيل البخاري، رحمه الله، المتوفى۲۵۶هـ المكتبة الأثرية، شيخوپوره.

۴۷.تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي.المتوفى۲۸۰هـ عن أبى زكريا يحيى بن معين، المتوفى۲۳۳هـ،دارالمأمون للتراث، ۱۴۰۰.

۴۸.التاريخ الكبير. أميرالمومنين في الحديث محمد بن إسمعيل البخاري،رحمه الله، المتوفى۲۵۶هـ دارالكتب العلمية بيروت.

٤٩ .تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف. أبو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبدالرحمن المزي، رحمه الله تعالى، المتوفى٧٤٢هـ المكتب الإسلامي، بيروت، طبع دوم ١٤٠٣هـ مطابق ١٩٨٣م.

٥٠ .تدريب الراوي بشرح تقريب النواوي.حافظ جلال الدين عبدالرحمن سيوطي رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ المكتبة العلمية مدينه منوره.

٥١ .تذكرة الحفاظ. حافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨هـ دائرة المعارف العثمانية، الهند.

٥٢ .الترغيب والترهيب،إمام عبدالعظيم بن عبدالقوي المنذري، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٦٥٦هـ،دارإحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٣٨٨هـ ١٩٦٨م.

٥٣. تعليقات على تهذيب الكمال، دكتور بشار عواد معروف، حفظه الله تعالى. مؤسّسة الرسالة طبع أول ١٤١٣ه.

٥٤. تعليقات على لامع الدراري. شيخ الحديث مولانا محمد زكريا صاحب،رحمه الله، المتوفى ١٤٠٢هـ مطابق ١٩٨٢م ،مكتبه إمداديه مكة المكرمة.

٥٥. تعليقات نورالدين عتر على علوم الحديث لابن الصلاح. تصوير١٤٠٦هـ ١٩٨٦م ،دارالفكر بدمشق.

٥٦. تغليق التعليق. حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر،رحمه الله تعالى، المتوفى ٨٥٢هـ . المكتب الإسلامي ودار عمار.

٥٧ .تفسيرالطبري(جامع البيان) إمام محمد بن جرير الطبري، رحمه الله، المتوفى ٣١٠هـ دارالمعرفة، بيروت.

٥٨ .تفسير القرآن العظيم. حافظ أبو الفداء عماد الدين إسمعيل بن عمر بن كثير دمشقي، رحمه الله، المتوفى ٧٧٤هـ دارالفكربيروت.

٥٩ .التفسير الكبير. الإمام أبوعبدالله فخرالدين محمد بن عمر بن الحسين الرازي، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦هـ مكتب الإعلام الإسلامي إيران.

٦٠. تقريب التهذيب. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دارالرشيد حلب ١٤٠٦ھ.

٦١. تكملة فتح الملهم. حضرت مولانا محمد تقي عثماني صاحب، مدظلهم. مكتبه دارالعلوم كراچى.

٦٢. التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دارنشر الكتب الإسلامية لاهور.

٦٣. تلخيص المستدرك(المطبوع بذيل المستدرك)حافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨هـ دارالفكر بيروت.

٦٤. تهذيب الأسماء واللغات. إمام محي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى ٦٧٦هـ إدارة الطباعة المنيرية.

٦٥. تهذيب التهذيب. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دائرة المعارف النظامية، حيدرآباد الدكن ١٣٢٥ھ.

٦٦. تهذيب الكمال. حافظ جمال الدين أبوالحجاج يوسف بن عبدالرحمن المِزّي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٢هـ مؤسسة الرسالة، طبع أول ١٤١٣ھ.

٦٧. تيسير مصطلح الحديث. دكتورمحمود الطحان حفظه الله، قديمي كتب خانه كراچى.

٦٨. الثقات لابن حبان. حافظ أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله، المتوفى ٣٥٤هـ. دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد ١٣٩٣ھ.

٦٩. جامع الترمذي(سنن الترمذي) إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سوره الترمذي، رحمه الله، المتوفى ٢٧٩هـ ايچ ايم سعيد كمپنى/ دارإحياء التراث العربي.

٧٠. الجامع لأحكام القرآن(تفسير القرطبي). إمام أبو عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري، رحمه الله، المتوفى ٦٧١هـ دارالفكر بيروت.

٧١. جامع المسانيد. إمام أبو المؤيد محمد بن محمود الخوارزمي، رحمه الله، المتوفى

٦٦٥هـ،المكتبة الإسلامية، سمندری، لائل پور.

٧٢.جامع الدروس العربية. الشيخ المصطفىٰ الغلائنى، انتشارات ناصر خسرو ايران.

٧٣.الجرح والتعديل. عبدالرحمٰن بن أبى حاتم الرازي، دائرة المعارف عثمانيه حيدرآباد دكن.

٧٤.الجمع بين رجال الصحيحين، أبوالفضل محمد بن طاهر المقدسي المعروف بابن القيسراني، المتوفى ٥٠٧. دارالكتب العلمية، بيروت.

٧٥.الجوهرة النيرة. الشيخ العلام أبوبكر بن على بن محمد الحداد اليمني المتوفى ٨٠٠هـ، مكتبه حقانيه ملتان.

٧٦.جمهرة اللغة.أبوبكر محمد بن الحسن بن دريد، المتوفى ٣٢١هـ دارصادر، بيروت.

٧٧.الجوهر النقي فى الردعلى الإمام البيهقي. علامه علاؤ الدين بن علي بن عثمان المارديني، نشرالسنة، ملتان.

٧٨.جامع الأصول. مبارك بن أحمد ابن أثير الجزري متوفى ٦٠٦هـ دارالفكر بيروت.

٧٩.جواهر الفتاوى. عبدالسلام چاٹگامی، إسلامى كتب خانه كراچى.

٨٠.حاشية لقط الدرر.عبدالله بن حسين خاطر السّمين، مكتبة، مصطفىٰ البابى، مصر.

٨١.حاشيه الدسوقى على الشرح الكبير للدردير، دارالفكر، بيروت.

٨٢.حاشية الصاوى على الشرح الصغير للدردير، أحمد بن محمد الصاوى المالكى.

٨٣.حياة الحيوان. العلامة كمال الدين الدميرى، المتوفى ٨٠٨هـ، اداره اسلاميات لاهور.

٨٤.حاشية البخارى، أحمد على سهارنپورى متوفى ١٢٩٧هـ قديمى كتب خانه كراچى.

٨٥.حاشية الطحطاوي على الدرالمختار للعلامة السيد أحمد الطحطاويؒ، متوفى ١٢٣١هـ، دارالمعرفة، بيروت.

٨٦.حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء. الشيخ سيف الدين أبوبكر محمد بن أحمد القفال، المتوفى ٥٠٧هـ مؤسسة الرسالة، بيروت.

٨٧.حاشية السندي على البخاري. إمام أبوالحسن نورالدين محمد بن عبدالهادي السندي، رحمه الله، المتوفى ١١٣٨هـ قديمی کتب خانه کراچی.

٨٨.حجة الله البالغة. حضرت مولانا شاه ولي الله الدهلوي، رحمه الله، المتوفى ١١٧٦هـ إدارة الطباعة المنيرية مصر ١٣٥٢ھ.

٨٩.حلية الأولياء. حافظ أبو نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد أصبهاني، رحمه الله، المتوفى ٤٣٠هـ دارالفكر بيروت.

٩٠.خصائل نبوي شرح شمائل ترمذي. حضرت مولانا زكريا رحمه الله، مكتبه الشيخ بهادر آباد، كراچی.

٩١.خلاصة الخزرجي(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال)علامه صفي الدين الخزرجي، رحمه الله، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب.

٩٢.دائرة المعارف (قاموس عام لكل فن ومطلب) بطرس المعلم البستانی، دارالمعرفة، بيروت.

٩٣.الدرالمختار. علامه علاء الدين محمد بن علي بن محمد الحصكفي، رحمه الله، المتوفى ١٠٨٨هـ مكتبه رشيديه كوئٹه.

٩٤.الدرالمنثور في التفسير بالمأثور.حافظ جلال الدين عبدالرحمن السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ مؤسّسة الرسالة.

٩٥.الذخيرة. شهاب الدين أحمد بن إدريس الصنهاجی، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، كويت.

٩٦.ردالمحتار. علامه محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين شامي، رحمه الله، المتوفى ١٢٥٢هـ مكتبه رشيديه كوئٹه.

٩٧.روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني. أبوالفضل شهاب الدين

سيد محمود آلوسي، بغدادي، رحمه الله، المتوفى ١٢٧٠هـ مكتبه إمداديه ملتان.

٩٨. الرسالة. للامام محمد بن إدريس الشافعيؒ المتوفى: ٢٠٤ مكتبة دارالتراث.

٩٩. روائع البيان فى تفسير آيات الأحكام للشيخ محمد على الصابوني، مكتبة الغزالى، دمشق.

١٠٠. زادالمعاد فى هدي خيرالعباد. أبوعبدالله محمد بن أبى بكر: ابن قيم الجوزية. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، عبدالقادر الأرنؤوط. مؤسسة الرسالة، بيروت.

١٠١. السراج المنير شرح الجامع الصغير فى أحاديث البشير النذير. علي بن أحمد ابن محمد ابن إبراهيم العزيزي، المتوفى ١٠٧٠ مكتبة الإيمان، المدينة المنورة.

١٠٢. سنن ابن ماجه. إمام أبوعبدالله محمد بن يزيد بن ماجه، رحمه الله، المتوفى ٢٧٣هـ قديمى كتب خانه كراچى/ دارالكتاب المصري قاهرة.

١٠٣. سنن أبي داود. إمام أبو داود سليمان الأشعث السجستاني، رحمه الله، المتوفى ٢٧٥هـ ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى/دار إحياء السنة النبوية.

١٠٤. سنن الدارقطني. حافظ أبوالحسن علي بن عمر الدارقطني، رحمه الله، المتوفى ٣٨٥هـ دارنشر الكتب الإسلامية لاهور.

١٠٥. سنن الدارمي، إمام أبو محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي، رحمه الله، المتوفى ٢٥٥هـ قديمى كتب خانه كراچى.

١٠٦. السنن الكبرى للبيهقي. إمام حافظ أبوبكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله، المتوفى ٤٥٨هـ نشر السنة ملتان.

١٠٧. السنن الصغرى للنسائي. إمام أبوعبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣هـ قديمى كتب خانه كراچى.

١٠٨. السنن الكبرى للنسائي. إمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣هـ نشر السنة ملتان.

١٠٩. سيرأعلام النبلاء . حافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان

الذهبي، رحمه الله، المتوفى٧٤٨هـ مؤسسة الرسالة.

١١٠. السيرة الحلبية.(إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون) علامه علي بن برهان الدين الحلبي، رحمه الله، المتوفى ١٠٤٤هـ المكتبة الإسلامية بيروت.

١١١. شذرات الذهب في أخبار من ذهب. علامه عبدالحی بن أحمد بن محمد بن العماد العكري الحنبلي متوفى ١٠٨٩هـ، دارالآفاق الجديدة، بيروت.

١١٢. شرح نخبة الفكر. ابن حجر عسقلانی، قديمی كتب خانه كراچی.

١١٣. شرح ابن بطال. إمام أبوالحسن علي بن خلف بن عبدالملك، المعروف بابن بطال، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى٤٤٩هـ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعةالأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م

١١٤. شرح الأُبي على مسلم (إكمال إكمال المعلم) أبوعبدالله محمد بن خلفة الأبي المالكي، رحمه الله، المتوفى ٨٢٧ هـ، دارالكتب العلمية، بيروت.

١١٥. شرح الكرماني(الكواكب الدراري) علامه شمس الدين محمد بن يوسف الكرماني، رحمه الله، المتوفى٧٨٦هـ دارإحياء التراث العربي.

١١٦. شرح مشكل الآثار. إمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى ٣٢١هـ مؤسسة الرسالة ١٤١٥هـ ١٩٩٤م

١١٧. شرح معاني الآثار. إمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى٣٢١هـ مير محمد آرام باغ كراچی.

١١٨. شرح النووي على صحيح مسلم. إمام أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى٦٧٦هـ قديمی كتب خانه كراچی.

١١٩. شعب الإيمان. إمام حافظ أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى٤٥٨هـ دارالكتب العلمية بيروت ١٤١٠هـ

١٢٠. الشمائل المحمديةللترمذي. إمام أبوعيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي رحمه الله تعالىٰ، المتوفى٢٧٩هـ فاروقی كتب خانه، ملتان.

١٢١. الصحيح للبخاري. إمام أبو عبدالله محمّد بن إسمعيل البخاري، رحمه الله تعالى،

المتوفی ٢٥٦هـ قدیمی کتب خانه کراچی.

١٢٢. الصحیح لمسلم. إمام مسلم بن الحجاج القشیري النیسابوري، رحمه الله تعالی، المتوفی ٢٦١هـ قدیمی کتب خانه کراچی.

١٢٣. طب نبوی علامه ابن قیم (اردو ترجمه، حکیم عزیزالرحمن اعظمی) دارالاشاعت کراچی.

١٢٤. الطب النبوی والعلم الحدیث. محمد ناظم، مؤسسة الرسالة، بیروت

١٢٥. طبقات الشافعیة الکبری. علامه تاج الدین أبونصر عبدالوهاب بن تقي الدین سبکي، رحمه الله، المتوفی ٧٧١هـ دارالمعرفة بیروت.

١٢٦. الطبقات الکبری. إمام أبوعبدالله محمد بن سعد، رحمه الله تعالی، المتوفی ٢٣٠هـ. دارصادر بیروت.

١٢٧. ظفَرالأماني. علامه عبدالحي لکهنوي رحمه الله تعالیٰ، المتوفی ١٣٠٤هـ مکتب المطبوعات الإسلامیة بحلب الطبعة الثالثة ١٤١٦هـ

١٢٨. العلل، علی بن عبدالله المدیني، المکتب الإسلامی

١٢٩. العنایة. علامه أکمل الدین محمد بن محمود البابرتي متوفی ٧٨٦هـ مکتبه رشیدیه کوئٹه

١٣٠. العقد الفرید. أحمد بن محمد بن عبدربه الأندلسي، المتوفی ٣٢٨هـ ، دارالباز، مکة المکرمة.

١٣١. علاج معالجے کی شرعی حیثیت۔ مفتی انعام الحق قاسمی، زمزم پبلشرز کراچی۔

١٣٢. عون المعبود شرح سنن ابی داود. شمس الحق عظیم آبادی، دارالفکر، بیروت.

١٣٣. علوم الحدیث. (مقدمة ابن الصلاح) حافظ تقي الدین عثمان بن عبدالرحمن المعروف بابن صلاح الشهرزوري، رحمه الله، المتوفی ٦٤٣هـ دارالکتب العلمیة بیروت.

١٣٤. عمدة القاري. إمام بدرالدین أبومحمد محمود بن أحمد العیني، رحمه الله، المتوفی ٨٥٥هـ إدارة الطباعة المنیریة.

١٣٥ .فقه اللغة، علامة عبدالملك بن محمد بن إسماعيل أبومنصور الثعالبي، مطبع مصطفى البابي الحلبي، مصر.

١٣٦ .الفردوس. أبوشجاع شيرويه ابن شهردار الديلمي متوفى ٥٠٩هـ دارالكتب العلمية، بيروت.

١٣٧ .فتاوى رحيميه. حضرت مولانا مفتى عبدالرحيم صاحب مدظله، دارالاشاعت كراچى.

١٣٨ .فتاوى محموديه. حضرت مولانا مفتى محمودالحسن صاحب رحمه الله مظهرى كتب خانه، كراچى.

١٣٩ .فضل الله الصمد فى توضيح الأدب المفرد، فضل الله جيلاني، صدف پبلشرز كراچى.

١٤٠ .الفقه الإسلامي وأدلته. علامه وهبه زحيلي، مكتبه حقانيه پشاور.

١٤١ .فتاوى عالمگيريه. جماعة من العلماء، نورانى كتب خانه پشاور.

١٤٢ .الفائق. علامه جارالله أبوالقاسم محمود بن عمرالزمخشري، المتوفى ٥٣٨هـ دارالمعرفة بيروت.

١٤٣ .فتح الباري. حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجرالعسقلاني، رحمه الله. المتوفى ٨٥٢هـ دارالفكر بيروت.

١٤٤ .فتح القدير. إمام كمال الدين محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام، رحمه الله، المتوفى ٨٦١هـ ،مكتبه رشيديه، كوئٹه.

١٤٥ .فيض الباري. إمام العصر علامه انور شاه الكشميري، رحمه الله، المتوفى ١٣٥٢هـ ربانى بكڈپو دهلى.

١٤٦ .القاموس الوحيد. مولانا وحيد الزمان قاسمى رحمه الله، ادارهٔ اسلاميات لاهور.

١٤٧ القاموس الجديد. مولانا وحيد الزمان قاسمى رحمه الله، ادارهٔ اسلاميات لاهور.

١٤٨ .مختصرالقدوري. أبوالحسن بن أحمد بن محمد بن جعفر البغدادي، المتوفى

٤٢٨هـ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی.

١٤٩ .القانون فی الطب للشیخ الرئیس أبي علي حسین بن عبدالله المعروف بابن سینا المتوفی ٤٢٨هـ.

١٥٠ .الکامل فی التاریخ، علامه أبوالحسن عزالدین علي بن محمد ابن الأثیر الجرزي، المتوفی ٦٣٠ هـ دارالکتاب العربي، بیروت.

١٥١ .کفایت المفتی. حضرت مولانا مفتی کفایت الله صاحب دارالاشاعت، کراچی.

١٥٢ .کتاب الأم الإمام محمد بن إدریس الشافعيّ، المتوفی ٢٠٤هـ ، دارالمعرفه بیروت

١٥٣ .کتاب الموضوعات. رضی الدین حسن بن محمد بن حیدر اللاهوری المتوفی (٦٥٠هـ) المطبعة الإعلامیة، مصر.

١٥٤ .کتاب الآثار. امام اعظم أبوحنیفه، إدارة القرآن کراچی.

١٥٥ کتاب الحیون. أبوعثمان عمرو بن بحر، الجاحظ، المتوفی ٢٥٥هـ المجمع العلمي العربي الإسلامي، بیروت، لبنان

١٥٦ اللآلي المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة، علامه جلال الدین سیوطی المتوفی (٩١١هـ)

١٥٧ .الکاشف. شمس الدین أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفی ٧٤٨هـ شرکة دارالقبلة/مؤسسة علوم القرآن، طبع أول ١٩٩٢م/١٤١٣هـ

١٥٨ .الکاشف عن حقائق السنن.(شرح الطیبي) إمام شرف الدین حسین بن محمد بن عبدالله الطیبي، رحمه الله، المتوفی٧٤٣هـ إدارة القرآن کراچی.

١٥٩ .الکامل في ضعفاء الرجال. إمام حافظ أبو أحمد عبدالله بن عدي الجرجاني، رحمه الله، المتوفی ٣٦٥هـ دارالفکر بیروت.

١٦٠ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائي(المطبوع مع التاریخ الصغیر والضعفاء الصغیر للبخاري).إمام أبوعبدالرحمٰن أحمد بن شعیب النسائي رحمه الله تعالیٰ، المتوفی

١٣٠٣هـ ، المكتبة الأثرية، سانگله هل، شيخوپوره.

١٦١. كشف الباری (كتاب الإيمان وكتاب المغازی) شيخ الحديث حضرت مولانا سليم الله خان صاحب مدظله، مكتبه فاروقيه ، كراچي.

١٦٢. الكوكب الدري. حضرت مولانا رشيد أحمد گنگوهي، قدس الله سره المتوفى ١٣٢٣هـ، إدارة القرآن كراتشي.

١٦٣. لامع الدراري. حضرت مولانا رشيد أحمد گنگوهي، رحمه الله، المتوفى ١٣٢٣هـ مكتبه إمداديه مكه مكرمه.

١٦٤. لسان العرب . علامه أبوالفضل جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور الإفريقي. المصرى، رحمه الله، المتوفى ٧١١هـ نشر أدب الجوزه، قم إيران ١٤٠٥هـ

١٦٥. المؤطا. إمام مالك بن أنس، رحمه الله، المتوفى ١٧٩هـ دارإحياء التراث العربي.

١٦٦. المؤطا. إمام محمد بن الحسن الشيباني، رحمه الله، المتوفى ١٨٣هـ نور محمد أصح المطابع، آرام باغ كراچي.

١٦٧. المبسوط. شمس الأومة أبوبكر محمد بن أبي سهل السرخسي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٤٨٣هـ دار المعرفة بيروت ١٣٩٨هـ١٩٧٨م.

١٦٨. المتواري على تراجم أبواب البخاري. علامه ناصر الدين أحمد بن محمد المعروف بابن المنير الإسكندراني، رحمه الله، المتوفى ٦٨٣هـ مظهرى كتب خانه كراچي.

١٦٩. مجمع بحارالأنوار. علامه محمد طاهر پٹني، رحمه الله، المتوفى ٩٨٢هـ دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد ١٣٩٥هـ

١٧٠. مجمع الزوائد. إمام نورالدين علي بن أبي بكر الهيثمي، رحمه الله. المتوفى٨٠٧هـ دارالفكر بيروت

١٧١. المجموع (شرح المهذب). إمام محي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى ٦٧٦هـ شركة من علماء الأزهر.

١٧٢. مظاهر حق(جديد). نواب محمد قطب الدين خان دهلوی، دارالاشاعت كراچی.

١٧٣. موارد الظمآن. نورالدين على بن ابی بكر الهيثمی، دارالكتب العلميه، بيروت.

١٧٤. مقدمه ابن خلدون. أبوزيد ولي الدين محمد بن خلدون، المتوفی ٨٠٨هـ مطبوعة، مصر.

١٧٥. مقدمه لامع الدراري. حضرت مولانا زكريا رحمه الله (١٤٠٢هـ) مكتبه إمداديه، مكه مكرمه.

١٧٦. معجم البلدان. علامه أبوعبدالله ياقوت حموي، متوفی (٦٢٦هـ) دارإحياء التراث، بيروت.

١٧٧. مجموعة الفتاوی. حضرت مولانا عبدالحی لكهنوی رحمه الله المتوفی ١٣٠٤هـ ايچ ايم سعيد كمپنی.

١٧٨. المدونة الكبری للإمام مالك بن أنسؒ، دارصادر، بيروت.

١٧٩. المخصص في اللغة، أبوالحسن علي بن إسماعيل: ابن سيدة اللغوي، المتوفی ٤٥٨ هـ دارالآفاق الجديدة، بيروت.

١٨٠. معارف القرآن. حضرت مولانا مفتی محمد شفيع صاحبؒ، متوفی ١٩٧٦هـ ادارة المعارف كراچی.

١٨١. معارف القرآن. حضرت مولانا ادريس كاندهلوی رحمه الله.

١٨٢. مجمع مقاييس اللغة. أبوالحسين أحمد بن فارس بن زكريا، دارالفكر، بيروت.

١٨٣. المعرفه والتاريخ. الشيخ أبويوسف يعقوب بن سفيان الفسوي، المتوفی (٢٧٧هـ) مؤسسة الرسالة، بيروت.

١٨٤. مالابد منه. قاضی ثناء الله پانی پتی: مكتبه شركت علمية، بيرون بوهڑ گيٹ، ملتان.

١٨٥. المحلّی. علامه أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم، رحمه الله،

المتوفى٤٥٦هـ المكتب التجاري بيروت/ دارالكتب العلمية بيروت.

١٨٦. مختارالصحاح. إمام محمد بن أبي بكر بن عبدالقادر الرازي، رحمه الله المتوفى٦٦٦هـ دارالمعارف مصر.

١٨٧. مرقاة المفاتيح. علامه نورالدين علي بن سلطان القاري، رحمه الله، المتوفى١٠١٤هـ مكتبه إمداديه ملتان.

١٨٨. المستدرك على الصحيحين. حافظ أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري، رحمه الله، المتوفى ٤٠٥هـ. دارالفكر بيروت.

١٨٩. مسند أبي داود الطيالسي. حافظ سليمان بن داود بن الجارود المعروف بأبي داود الطيالسي، رحمه الله، المتوفى٢٠٤هـ دارالمعرفة بيروت.

١٩٠. مسند أحمد. إمام أحمد بن حنبل، رحمه الله، المتوفى٢٤١هـ

١٩١. مسند الحميدي. إمام أبو بكر عبدالله بن زبير الحميدي، رحمه الله، المتوفى٢١٩هـ ، المكتبة السلفية مدينه منوره.

١٩٢. المصنف لابن ابى شيبة. حافظ عبدالله بن محمد بن أبي شيبة المعروف بأبي بكر بن أبي شيبة، رحمه الله، المتوفى٢٣٥هـ. الدار السلفية بمبئى، الهند طبع دوم ١٣٩٩هـ ١٩٧٩م.

١٩٣. المصنف لعبد الرزاق. إمام عبدالرزاق بن همام صنعاني، رحمه الله، المتوفى٢١١هـ مجلس علمى كراچى.

١٩٤. معالم السنن. إمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه الله، المتوفى٣٨٨هـ مطبعة أنصار السنة المحمدية ١٣٦٧هـ١٩٤٨م.

١٩٥. معجم الطبراني الكبير. إمام سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، رحمه الله، المتوفى٣٦٠هـ دارإحياء التراث العربي.

١٩٦. المعجم الوسيط. دكتورإبراهيم أنيس، دكتور عبدالحليم منتصر، عطية الصوالحي، محمد خلف الله أحمد. مجمع اللغة العربية دمشق.

١٩٧ .معرفة علوم الحديث. إمام أبو عبدالله محمد بن عبدالله حاكم نيسا بوري، رحمه الله، المتوفى ٤٠٥هـ دارالفكر بيروت.

١٩٨ .المغنى. إمام موفق الدين أبو محمد عبدالله بن أحمد بن قدامه، رحمه الله، المتوفى ٦٢٠هـ دارالفكر بيروت.

١٩٩ .مقدمة ابن الصلاح.(علوم الحديث) حافظ تقي الدين أبوعمرو عثمان بن عبدالرحمن المعروف بابن الصلاح، رحمه الله، المتوفى ٤٦٣هـ دارالكتب العلمية بيروت.

٢٠٠ .المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، الإمام الحافظ أبوالعباس أحمد بن عمر بن إبراهيم، القرطبي، المتوفى: ٦٥٦هـ دار ابن كثير، دمشق، بيروت.

٢٠١ .الموضوعات.للإمام أبي الفرج عبدالرحمن ابن الجوزى المتوفى ٥٩٧هـ قرآن محل اردوبازار كراچى.

٢٠٢ .ميزان الاعتدال في نقد الرجال. حافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨هـ دارإحياء الكتب العربية مصر ١٣٨٢هـ

٢٠٣ .نصب الراية. حافظ أبو محمد جمال الدين عبدالله بن يوسف زيلعي، رحمه الله، المتوفى ٧٦٢هـ مجلس علمى ڈابهيل ١٣٧٧هـ

٢٠٤ .نظام الفتاوى. حضرت مولانا مفتى نظام الدين صاحب(انڈيا) مكتبه حسامية (ديوبند).

٢٠٥ .النهاية في غريب الحديث والأثر. علامه مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد ابن الأثير، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦هـ دارإحياء التراث العربي.

٢٠٦ .هدي الساري(مقدمة فتح الباري)حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دارالفكر بيروت.

٢٠٧ .الهداية. على بن أبى بكر مرغينانى. ايچ ايم سعيد، كمپنى.